سلسلہ مطبوعات 6



الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون

تسکین الاذکیاء فی حیات الانبیاء علیہم السلام

تالیف

مولانا محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی

ناشر: اتحاد اهل السنة والجماعة

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون

تسکین الاذکیاء فی حیات الانبیاء

مرتب:

مناظر اسلام وکیل احناف
حضرت مولانا محمود عالم صفدر اوکاڑوی

ناشر:
اتحاد اہلسنت والجماعت

نام کتاب .... تسکین الاذکیاء فی حیات الانبیاء علیہم السلام

مرتب .... مولانا محمد عالم صفدر اوکاڑوی

صفحات 616

مطبع .... عکاظ پرنٹرز 7574180

سرورق .... محمد عباس بھٹی

بار .... اوّل

تعداد 1100

ملنے کے پتے

◉ مکتبہ اہل السنت والجماعت:

87۔جنوبی لاہور روڈ سرگودھا۔

◉ جامعۃ الزھرا:

نایاب کالونی، نزد K.B. کالونی، لاہور۔ 0322-4003250

فہرست مضامین

مقدمہ برائے اشاعت ثانی

خدائے لم یزل کا جس طرح شکرادا کیا جائے کم ہے کہ کتاب ''تسکین الاذکیاء فی حیات الانبیاء'' کو علماء وطلباء کے حلقوں میں خاص پذیرائی نصیب فرمائی۔ اس کا پہلا ایڈیشن چند ماہ میں ہی نکل گیا اور دوسرے ایڈیشن کی تیاری شروع کردی گئی بعض مخلص احباب نے مفید مشوروں سے بھی نوازا۔ حق تعالیٰ شانہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے غالب مشورہ مخلصین کا یہ تھا کہ اس میں سے تراجم رجال کے حصے اور حیات انبیاء پر اجزائے ثلاثہ کو علیحدہ مستقل عنوان سے شائع کردیا جائے۔ اس سے ایک تو ان کی مستقل حیثیت ہوجائے گی دوسرا کتاب کا حجم کچھ کم ہوجائے گا۔ چنانچہ اس مشورہ پر عمل کرتے ہوئے اشاعت ثانی میں ہم مندرجہ ذیل امور بجالائے ہیں۔

(۱)۔ اجزائے ثلاثہ اس میں شامل نہ ہوں گے۔

(۲)۔ اخبارالاتقیاء فی رجال تسکین الاذکیاء۔ مستقل کاپی اس میں شامل نہ ہوگی بلکہ شکل میں اضافہ جات کے ساتھ شائع کریں گے۔

(۳)۔ کچھ اغلاط کی تصحیح بھی کی گئی ہے۔

(۴)۔ بعض معاصر جرائد کے تبصرے اور علماء کی آرائے گرامی بھی شروع ہی میں شامل کردی گئی ہیں۔

(۵)۔ توسل کا مسئلہ اس کتاب کا حصہ ہی رہے گا اس لئے ٹائٹل پر اس کا نام بھی دے دیا جائے گا۔

محمد محمود عالم صفدر اکاڑوی (۲۱/۴/۱۴۲۸ھ)

تقریظ محدث العصر صاحب التحقیق والتصنیف شیخ الحدیث

مولانا ڈاکٹر عبدالستار مروت پشاور

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم امابعد، رئیس المناظرین، سید المحققین، پاسبان مسلک علماء دیوبند، سرخیل احناف حضرت مولانا محمد امین صاحب اکاڑوی نور اللہ مرقدہٗ کے ابن الاخ (برادرزادہ) خادم خاص، آپؒ کے علوم وھبیہ ولدنیہ کے امین حضرت مولانا محمود عالم صاحب زید مجدھم کے گوہر افشان قلم سے مرقوم، گوہر نایاب سے مرقع کتاب ہمارے سامنے ہے۔ مولانا

موصوف نے اپنے عم واستاد محترم سے حیات انبیاء علیہم السلام کی بابت جو بلا واسطہ درس پڑھا تھا یا ٹیپ ریکارڈ کی زبان سے سنا تھا ان نایاب موتی اور جواہر کو انتہائی محنت اور جانفشانی کے ساتھ اپنے ہی الفاظ میں سما کر بہترین اور عمدہ تالیف کی شکل میں مرتب فرمایا ہے۔

کتاب میں ادلہ کی ترتیب مناظرانہ ہے۔ بعض احادیث کی اسناد حاشیہ پر موجود ہیں آیات کی تفسیری حوالہ جات میں کمی کے فقدان کو زائل کرنے کیلئے چالیس تفاسیر کے قریب اور بیسوں کتب حدیث کے حوالہ جات سے اپنی کتاب تسکین الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء علیہم السلام کو مزین فرمایا ہے۔ کتاب میں جن محدثین ومفسرین کا تذکرہ آیا ہے آخر میں ان حضرات کے مختصر حالات کو ذکر کر کے اپنی کتاب کی مزید توثیق فرمائی ہے۔ کتاب میں مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام پر سیر حاصل بحث کے ساتھ ساتھ عذاب قبر کے مسئلہ کو بہت سی قرآنی آیات واحادیث سے واضح فرمایا ہے اور توسل پر پھر کافی حد تک بحث فرمائی ہے۔

مولانا موصوف نے کتاب کی تالیف میں جس درجہ محنت اور جانفشانی فرمائی ہے اس کا اندازہ صرف وہی شخص لگا سکتا ہے جس نے اس کوچہ کی سیر کی ہو۔

فقیر بھی چونکہ اس کوچہ کا بھٹکتا راہی ہے اس لئے اگرچہ اس کتاب کو سرسری نگاہ سے بعض مقامات سے مطالعہ کیا ہے لیکن اس کتاب کی قدر وقیمت کا اندازہ کرنے سے فقیر کو دشواری نہیں ہوئی چنانچہ مولانا موصوف نے جس ژرف نگاری اور بیدار مغزی کا ثبوت دیا ہے وہ یقیناً ''وللہ درہ'' کے تعریفی کلمات کا صحیح محل ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ مولانا موصوف کا فیض برابر جاری رہے اور آپ کی تصانیف و تقاریر اور خطبات سے امت مسلمہ مستفید ہوتی رہے۔ اللہ کرے کہ یہ کتاب قاری کے لئے تسکین قلب اور راحت جان ثابت ہو۔

ویرحم اللہ تعالیٰ عبدا قال امینا

حررہ فقیر عبدالستار مروت

غفرلہ ولابویہ

عکس مکتوب گرامی

رئیس المحققین فخر المصنفین وکیل صحابہ حضرت اقدس مولانا محمد نافع صاحب مدظلہم العالی

باسمہٖ تعالیٰ

از محمدی شریف ضلع جھنگ
۲۰ صفر المظفر ۱۴۲۸ھ
۱۰ مارچ ۲۰۰۷ء

محترم جناب مولانا محمد محمود عالم صاحب صفدر زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج گرامی!

تسلیمات مسنونہ ومزاج پرسی کے بعد تحریر ہے کہ:—

— آپ کی تالیف "تسکین الاذکیا فی حیات الانبیاء علیہم السلام" کے بعض مقامات دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ مسئلہ ہذا پر آنجناب نے بڑا عمدہ مواد فراہم کیا ہے۔

— محسوس نہ فرماویں تو بندہ کے خیال میں بعض چیزیں آپ نے ضرورت سے زائد ذکر کی ہیں مثلاً

— مفسرین کے بڑے تفصیلی حالات۔ اور اسی طرح مشاہیر علماء کرام کے بہت تفصیلی حالات

— اگرچہ یہ چیزیں فی نفسہٖ مفید تر ہیں تاہم بحث مسئلہ ہذا سے زائد ہیں۔ اسی بنا پر کتاب کافی ضخیم ہوگئی ہے۔

— آپ سے ملاقات کے دوران بھی ذکر کیا گیا تھا کہ امام البیہقیؒ السبکیؒ اور علامہ السیوطیؒ کے مندرجہ رسائل کو الگ مدون کرکے شائع کیا جائے تو بہتر ہوگا۔

— اس ضمن میں اگر ابن قیمؒ کی تصانیف میں مسئلہ حیات انبیاءؑ پر متعلقہ مواد بقدر ضرورت جمع کرکے مندرجہ بالا رسائل کے ساتھ درج کردیا جائے تو اور زیادہ بہتر ہوگا۔

مثلاً مندرجہ ذیل مقامات میں یہ مواد موجود ہے۔

— "زاد المعاد" ابن قیمؒ کے بعض مقامات میں حیات انبیاءؑ کا مسئلہ عمدہ درج ہے (اور آپ نے اس کا حوالہ بھی دیا ہے)

— اسی طرح "کتاب الروح" ابن قیمؒ میں بھی جلیل ابحاث مذکور ہیں۔

— "جلاء الافہام" ابن قیمؒ میں صلوٰۃ وسلام کے صیغے جو صحابہ کرامؓ سے منقول ہیں وہ تحریر کیے ہیں۔ ان کو بقدر ضرورت اخذ کرلیا جائے۔

— اسی طرح ان رسائل کی یکجا تدوین کرکے الگ شائع کردیا جائے تو بہتر ہوگا۔

— امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

خاتمہ بالخیر کی دعا سے درویش نہ فرماویں مہربانی ہوگی۔

والسلام مع الدعاء
فقیر محمد نافع عفا اللہ عنہ
بروز سوموار

تبصرہ ماہنامہ ''وفاق''

مناظر اسلام مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ کا نام نامی صف اول کے ان مصنفین و مناظرین میں شمار ہوتا ہے جنہوں نے امت مسلمہ کو درپیش فتنوں کی سرکوبی اور سدباب کے لئے دن رات ایک کر دیا تھا' انہوں نے وقت کے ہر فتنے کا بڑی دلیری' بہادری' جانفشانی اور ہمت و حوصلے کے ساتھ مقابلہ کیا اور اپنے مشن میں ہمیشہ کامیابی سے ہمکنار رہے' باطل اور گمراہ کن فرقے اور امت کے اجتماعی دھارے سے ہٹ کر الگ موقف اختیار کرین والے گروہ مولانا کے روبرو آنے سے ہمیشہ خوف زدہ اولرزہ براندام رہے' مولانا محمد محمود عالم اکاڑوی' مولانا امین صفدرؒ کے تلامذہ میں سے بھی ہیں اور ان کے برادرزادے بھی ہیں انہوں نے باطل فرقوں کی سرکوبی کے لئے مولانا صفدر صاحب ہی کے طرز و اسلوب کو اپنایا اور ان کے مشن کو جاری رکھا۔

برصغیر پاک و ہند میں دیگر نزاعی مسائل کے علاوہ ایک مسئلہ ''حیات انبیاء'' کا بھی ہے علماء حق اور جمہور امت کا موقف اس مسئلے میں واضح ہے' امت کے علماء متقدمین کی تصنیفات و تالیفات اور آراء واقوال بھی مسئلے کی وضاحت' صحیح ادراک اور طریق حق تک رسائی میں پوری پوری راہنمائی کرتی ہیں اور فی الوقت علماء حق اور جمہور امت کے حقیقی اور صحیح مؤقف کو بیان کرنے کے لئے اکابرین امت کی تقریظات وتصدیقات سے مزین شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم العالیہ کی تالیف ''تسکین الصدور'' ایک فیصلہ کن حیثیت کی حامل ہے' حیات انبیاء کے موضوع پر لکھی گئی مولانا محمود عالم صفدر کی یہ تالیف بھی اسی کڑی کی ایک کاوش ہے۔

زیر نظر کتاب کل ۹۲۸ صفحات پر مشتمل ہے' ابتدائی سنتالیس صفحات میں فہرست' مقدمہ اور عرض مؤلف ہے' کتاب کے کئی حصے ہیں: ۲۵ صفحات پر مشتمل پہلا مسئلہ ''عذاب قبر'' کے عنوان سے ہے' دوسرا حصہ ۳۰۶ صفحات پر مشتمل ''مسئلہ حیات الانبیاء'' کے عنوان سے ہے' اور ''مسئلہ توسل'' کے عنوان سے تیسرا حصہ ۸۱ صفحات پر مشتمل ہے' ان تین حصوں کے علاوہ ''اخبار الاتقیاء فی حیات رجال الاذکیاء'' کے نام سے ۲۸۶ صفحات پر مشتمل کتاب میں مذکور علمی شخصیات کا سوانحی تذکرہ ہے' کتاب کے آخر میں ''حیات الانبیاء'' کے موضوع پر تیس پینتیس صفحات پر مشتمل تین رسالے ہیں۔

☆...... پہلا رسالہ ''جزء حیات الانبیاء'' کے نام سے پانچویں صدی کے جلیل القدر

امام ابوبکر بیہقی رحمہ اللہ کا ہے' اس رسالے میں حیات انبیاء کا ثبوت احادیث سے پیش کیا گیا' روایات' سند کے ساتھ ذکر کی گئی ہیں اور روایت ذکر کرنے کے بعد طریقہ استدلال بھی بیان کیا گیا ہے۔

☆...... دوسرے رسالے کا نام بھی ''جزء حیات الانبیاء'' ہے۔ جو امام تقی الدین سبکی شافعی رحمہ اللہ کا تالیف کردہ ہے' اس میں اکثر احادیث امام بیہقی کے مذکورہ رسالے سے لی گئی ہیں اور ساتھ ساتھ سند حدیث پر کلام بھی کیا گیا ہے' ایک ہی روایت میں متعدد طرق استدلال کو بھی بیان کیا گیا ہے' رسالے کے آخر میں حیات انبیاء کو آیات قرآنی سے ثابت کیا گیا ہے۔

☆...... تیسرے رسالے کا نام ہے ''انباء الاذکیاء فی حیات الانبیاء''۔ یہ نویں صدی کے مشہور امام علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے' جس میں علامہ سیوطی نے امام بیہقی کے مذکورہ رسالے کا تذکرہ بھی کیا ہے اور اس سے روایات بھی نقل کی ہیں' اس کے علاوہ دیگر کتب حدیث مثلاً مسلم' سنن ابی داود وغیرہ سے بھی انہوں نے مزید روایات نقل کی ہیں۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے احادیث کے ساتھ ساتھ استدلال میں سلف صالحین مثلاً: امام شافعی علامہ قرطبی اور علامہ بیہقی وغیرہ کی عبارات بھی نقل کی ہیں۔ رسالے میں حیات انبیاء کے اثبات پر علامہ بارزی کا فتویٰ بھی نقل کیا گیا ہے۔

یہ تینوں رسالے اپنے موضوع پر نہایت ہی مفید اور عمدہ رسالے ہیں' ان رسالوں کو جدید تخریج و تحقیق کے ساتھ شائع کر دیا جاتا تو افادیت میں مزید اضافہ ہو جاتا۔

تبصرہ ماہنامہ حق چار یارؓ لاہور

زیر نظر کتاب میں مؤلف نے حسب ذیل بحاث پر روشنی ڈالی ہے......

(۱)..... عذاب قبر' (۲).... حیات انبیاء (۳).... مسئلہ توسل

(۴)..... اخبار الاتقیاء فی رجال تسکین الاذکیاء (اس ضمن میں پہلی صدی ہجری کے محدثین و محققین سے لے کر قریب زمانہ کے متکلم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب تک کے چیدہ چیدہ بزرگوں کے حالات و خدمات کو اختصار سے بیان کیا گیا ہے)۔

(۵).... تعارف کتب تفسیر' (۶).... اجزاء ثلاثہ فی حیات الانبیاء (عقیدہ حیات النبی کے متعلق امام بیہقی رحمہ اللہ' امام تقی الدین سبکی شافعی رحمہ اللہ اور امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کی

تجاریر واستدلالات)۔

یوں مولانا محمود عالم اکاڑوی نے ۹۲۸ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں مختلف مسائل پر دلائل وبراہین کا حوالہ جات کے ساتھ ایک ذخیرہ اکٹھا کر دیا ہے جس سے اہل علم کو نفع اٹھانا ہے۔

اور سونے پر سہاگہ یہ کہ مولانا کے بقول کتاب کے مندرجات امین ملت مولانا محمد امین صاحب صفدر اوکاڑی رحمہ اللہ کے افادات ہیں۔ جو ان کی تحاریر، دروس اور نجی مجالس میں کی گئی گفتگو سے اکٹھے کئے گئے ہیں۔ اس صورت میں کتب کے مستند ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ بہتر ہوتا کہ ان مختلف ابحاث کو علیحدہ علیحدہ شائع کیا جاتا جس سے قاری کے لئے خریدنا اور استفادہ کرنا شاید اور آسان ہو جاتا.....

تبصرہ ماہنامہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

پیش نظر کتاب ''تسکین الاذکیاء فی حیات الانبیاء'' مولانا محمد محمود عالم صفدر اکاڑوی کی تالیف ہے' مولانا موصوف مناظر اسلام وکیل احناف حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہٗ کے تلمیذ خاص وعزیز (برادرزادہ) اور خادم خاص رہے ہیں۔

پیش نظر کتاب میں موصوف نے عقیدہ حیات النبیؐ عذاب قبر اور مسئلہ توسل جیسے عنوانات پر مولانا امین صفدر اکاڑوی کے بیانات' ٹیپ شدہ دروس اور تحریرات کی روشنی میں بڑی محنت اور جانفشانی سے مواد کو مرتب کر کے اس پر تحقیق وتخریج کا کام کیا ہے' مزید اپنی طرف سے معلومات کا اضافہ بھی کیا ہے' کتاب کے آغاز میں محقق العصر حضرت مولانا منیر احمد منور کا وقیع مقدمہ بھی شامل ہے جس میں انہوں نے عقیدہ حیات النبیؐ کے حوالہ سے اکابرین دیوبند کی تصریحات پر مشتمل کتب مع صفحات نمبر ایک جامع فہرست پیش کی ہے جو کہ قابل قدر کاوش ہے الغرض مولانا موصوف نے مندرجہ بالا مسائل ثلاثہ پر کتاب وسنت اکابرین امت کے حوالہ جات کی روشنی میں ٹھوس دلائل پیش کرنے کے ساتھ ساتھ فرقہ ضالہ مماتیہ کے دجل وفریب اور تلبیس وشیطنت کو عالم آشکارہ کیا ہے' کتاب کی کمپوزنگ' کاغذ' طباعت' جلد اور ٹائٹل معیاری ہیں' علماء طلباء کے لئے بالخصوص اور عوام الناس کے لئے بالعموم بے مثال تحفہ ہے' اُردو خواں حضرات وخواتین باآسانی استفادہ کر سکتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مؤلف

رئیس المناظرین امام المتکلمین جامع العلوم والفنون حامل علوم وہبیہ سرخیل احناف، پاسبان مسلک علمائے دیوبند، فاتح مذاہب باطلہ، قاطع غیر مقلدیت، ومماتیت، سید المحققین رئیس المناظرین حضرت اقدس مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ وبرد اللہ مضجعہ کے کمالات علمی وتصنیفی علمی دنیا میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ تحریر، تقریر اور میدان مناظرہ بیک وقت ان تینوں میدانوں میں اہل حق کے لشکروں کے سالار اعظم، اور شہسوار تھے، علماء وطلباء کے لئے مرجع تھے، آپ نے میدان مناظرہ اور تقریر کے ذریعہ تو ہر باطل فتنہ کا تعاقب کیا اور اس کا حق ادا کیا، البتہ تحریری خدمات کا دائرہ حضرت کا غیر مقلدیت اور اس سے متعلقہ فتنوں تک عموماً رہا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ حضرت نے یہ محسوس کیا کہ اس موضوع پر کام کی ضرورت ہے، اس لئے زیادہ توجہ اس طرف رہی۔ عیسائیت پر بائیس جلدوں میں ایک کتاب غالباً ۱۹۶۲ء تک تصنیف ہو کر گم بھی ہو چکی تھی۔ مطاعن عائشہؓ پر روافض کے جواب میں کتاب لکھی لیکن وہ بھی ایک بے رحم ناشر کے ہاتھوں ایسی گم ہوئی کہ پھر کبھی نہ مل سکی۔

حضرت کی زندگی میں آپ سے بارہا مسئلہ حیات النبی ﷺ پر کوئی تصنیف لکھنے کی گزارش کی گئی لیکن حضرت کو وقت نہ مل سکا۔ آپ کے زندگی کے آخری ایام تھے بندہ نے عرض کیا کہ میں اس پر کام شروع کر دیتا ہوں، آپ راہنمائی فرماتے رہیں۔ رجب میں یہ بات ہوئی اور ۳ شعبان ۱۴۲۱ھ کو آپ داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ بندہ کا یہ خواب ادھورا رہ گیا۔ ایک ماہ تک تو ذہن نے ساتھ نہ دیا، پھر خدا کا نام لے کر کام شروع کیا، متن کو حضرت کے اسباق کے انداز پر ترتیب دیا مزید معلومات کے باتیں حواشی میں لکھ دی گئیں۔ بندہ قطعاً اس عظیم کام کا بیڑہ اٹھانے کے قابل نہ تھا، نہ ہے، محض علیم وخبیر ذات جس نے اپنی پاک کتاب میں قلم کی قسم اٹھائی ہے، پر بھروسہ

کرتے ہوئے کام شروع کیا تا کہ اس موضوع پر بھی حضرت کا فیض تشنگان علم اور متلاشیان حق و صداقت اور عاشقان رسالت تک پہنچ جائے۔

حضرت قائد اہل سنت، امام المتکلمین وکیل صحابہ حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ خلیفہ مجاز شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃً سے بھی اس بارے میں مشورہ کیا اور دعا کی درخواست کی حضرت نے خوشی کا اظہار فرمایا قلب حزیں پر ہاتھ رکھ کر یہ لکھنا پڑ رہا ہے کہ آج حضرتؒ بھی ہمارے اندر نہیں ہیں، آپ بھی آج سے تقریباً اٹھارہ ماہ قبل ۳ ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ کو ہندوپاک کے مسلمانوں کو بے سہارا چھوڑ کر اس خالق حقیقی، جس کی رضا کی جستجو میں زندگی کی ۹۳ بہاریں آپ نے گزار دیں اس کے پاس جا پہنچے۔ البتہ حضرت قاضی صاحبؒ کے بعد بندہ کا واحد روحانی سہارا سلسلہ مدنیہ کی عظیم شیخ قطب وقت مرجع السالکین حضرت مولانا سید محمد امین شاہ صاحب مازالت فیوض شموسہ بازغۃ علینا کی ذات گرامی ہے۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ آپ کا سایہ سلسلہ مدنیہ کے سالکین پر تادیر قائم و دائم رکھے۔ آپ کو حضرت مدنیؒ سے بیعت ارو حضرت مدنیؒ کے خلیفہ اعظم حضرت مولانا سید پیر خورشید احمد صاحب ہمدانی نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ اعظم ہونے کی سعادت حاصل ہے۔

اس علمی میدان میں یہ ناکارہ استاذ المناظرین محدث العصر استاذ المفسرین جامع المعقولات والمنقولات حضرت مولانا منیر احمد صاحب دامت برکاتھم العالیہ کا احسان بھی نہیں بھلا سکتا جنہوں نے اس کتاب کو حرفاً حرفاً پڑھا اور بعض مقامات پر مفید مشوروں سے بھی نوازا اور اس پر ایک جامع محققانہ مقدمہ بھی عاجز کی درخواست پر تحریر فرمایا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء عن جمیع العلماء والطلباء۔

بندہ استاذ مکرم سیدی حضرت اقدس مولانا نعیم احمد صاحب مدظلہم کا بھی شکرگزار ہے جو مسلسل اس کام کی جلد تکمیل کا حکم فرماتے رہے اور اپنی دعاؤں کی برکات سے نوازتے رہے۔

نیز بندہ حضرت ماسٹر منظور حسین صاحب نائب مدیر ماہنامہ ''حق چاریار'' کا بھی شکرگزار ہے کہ انہوں نے حضرت اکاڑویؒ کی مسئلہ حیات پر ایک ضخیم کاپی فراہم کی جو اس کتاب کو لکھنے میں جگہ جگہ راہنمائی کرتی رہی۔

آخر میں شیر اسلام، واقف اسرار شریعت و طریقت، حجۃ الاسلام والمسلمین، وکیل صحابہؓ،

حضرت علامہ علی شیر حیدری لا زالت فیوض شموسه بازغة علینا کے لئے بھی دعا گو ہوں جنہوں نے نہ صرف اپنا وسیع کتب خانہ سے بندہ کو استفادہ کے لئے مہیا کیا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اپنے ادارہ جامعہ حیدریہ میں التخصص فی الدعوۃ والتحقیق کے طلباء کی جوتیاں سیدھی کرنے کا موقع بھی عنایت فرمایا۔ حق تعالیٰ آپ کو دارین میں بہترین اجر عطا فرمائے اور آپ کی علمی روحانی برکات سے امت مسلمہ کو عموماً اور رضا کاران صحابہ کو خصوصاً تادیر نوازتے رہیں۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

چند امور ذیل میں درج کئے جاتے ہیں بوقت مطالعہ ان کا استحضار ضروری ہے۔

(۱) اس کتاب کا متن حضرت اوکاڑوی کے درس کے انداز پر ترتیب دیا گیا ہے۔

(۲) کتاب کے اسلوب میں ترتیب ادلہ میں مناظرہ کے انداز کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے۔

(۳) ایک حدیث یا حوالہ کو مکرر بھی بعض جگہ ذکر کیا گیا ہے لیکن تکرار بغیر فائدہ کے نہیں۔

(۴) ایک حدیث کی مختلف کتب سے اسناد بھی حاشیہ میں درج کر دی گئی ہیں تا کہ اہل ذوق کے سامنے آجائیں۔ لیکن یہ کام تمام احادیث پر نہیں کیا گیا۔

(۵) اسماء الرجال کی ابحاث نقل نہیں کی گئیں اس لئے کہ تسکین الصدور مصنفہ محدث اعظم، امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر مدظلہم اور مقام حیات مصنفہ مفکر اسلام، مناظر اعظم حضرت علامہ خالد محمود دامت برکاتہم میں یہ ابحاث موجود ہیں۔ البتہ بعض مقامات میں جہاں مزید ابحاث کی ضرورت محسوس ہوئی نقل کر دی گئی ہیں۔ مزید معلومات بھی آگئیں۔ یہ حضرت اوکاڑوی کا فیض نظر شمار کیا جائے۔

(۶) آیات کے تحت تفسیری حوالہ جات جس قدر دستیاب ہو سکے، حواشی میں عربی میں ہی نقل کر دئے گئے ہیں تا کہ اہل علم کے سامنے بیک وقت کئی تفاسیر کا مواد آجائے اس ضمن میں تقریباً ۴۰ کے قریب تفاسیر کو دیکھنا پڑا۔ اور کتب حدیث جو کہ ہر ایک کو دستیاب نہیں ہیں، اور بیسیوں کتب احادیث کو کھنگالنا پڑا ہے۔

(۷) بعض جگہ ایک آیت کی تفسیر میں کئی کئی اقوال ہوتے ہیں یہ استدلال کے منافی نہیں، اگر ایسا کیا جائے تو اکثر نصوص سے استدلال نہیں ہو سکے گا۔

(۸) حضرات محدثین جس سے توثیقی احادیث یا جن کا نام تسکین میں آیا ہے ان کے

حالات آخر کتاب میں اخبار الاتقیاء فی رجال تسکین الاذکیاء کے نام سے دے دیئے ہیں، حالات آئمہ محدثین اور مفسرین بیان کئے گئے ہیں۔

(۹) بعض جگہ محدث کے تعصب کو واضح کر دیا گیا ہے لیکن اس کا یہ نتیجہ نہ لیا جائے کہ مسلک اہل سنت و جماعت کی تائید میں بھی اس کا قول قابل اعتبار نہیں، فقہی تعصب ایک علیحدہ بات ہے، اس کا اجماعی مسلک کی نقل اور اس کی تائید پر اثر نہیں پڑے گا۔

(۱۰) سماع موتی کے مسئلہ کو بیان نہیں کیا گیا، اس پر حضرت شیخ سرفراز صاحب مدظلہم کی تصنیف کافی ہے، مزید اگر مواد یا نئی ترتیب سامنے آئی تو اضافہ کیا جا سکتا ہے، اس مسئلہ کے بارے میں صرف ایک دو اعتراضات بیان کئے گئے ہیں۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس کتاب کو نافع للخلائق اور حصول رضائے رب العلمین و ذریعہ شفاعت سید المرسلین ﷺ بنائے۔

آمین بجاہ النبی الامّی الکریم.

محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی

۱۷ جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ

خادم التخصص فی الدعوۃ والتحقیق جامعہ حیدریہ

خیر پور میرس سندھ۔

نوٹ۔

اہل علم سے التماس ہے کہ اگر کسی قسم کی غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع فرما کر احسان عظیم فرمائیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں تصحیح کر دی جائے۔

چھان ڈالی کتاب تم نے تمام
پیار کی بات انتساب میں تھی

انتساب

کانپتے ہاتھوں، دھڑکتے دل، پرنم آنکھوں، لرزتے قلم سے اس تحریر کو شروع کر رہا ہوں...... سوچتا ہوں، پھر قلم رکھ دیتا ہوں...... کیا کروں ......؟ کیا لکھوں......؟ کس طرح لکھوں......؟ کہاں میں کہاں وہ...... کہاں یہ ناکارہ کائنات...... کہاں وہ باعث تخلیق کائنات...... کہاں یہ سراپا گناہ...... کہاں وہ شفیع المذنبین...... کہاں یہ اخلاص و عشق سے خالی...... کہاں وہ محبوب کائنات و سراپا اخلاص......

کس طرح اپنی اس حقیر کاوش کا انتساب اس ہستی کے نام کروں......؟ اگر نہ کروں تو کیا کروں......؟ اس موقع پر مجھے تبلیغی احباب کا جملہ یاد آرہا ہے کہ کرتے کرتے مرنا ہے، مرتے مرتے کرنا ہے۔ آخر اس محبوب کے نام نہ کروں تو کس کے نام کروں......؟ حق تو اس کا ہی ہے...... اس لئے کہ اس کتاب میں اکثر اسی کی حیات مبارکہ کا بیان ہے...... ہاں اس کی شفقت اور رحمت تو بے بہا ہے...... اگر لغزش ہو گئی

تب بھی وہ سینے سے چمٹا لیں گے......اگر بھول چوک ہوگئی تو ان کے اپنے کالی کملی میں لے کر دلاسہ دینے کی امید بھی تو ہے......اگر انت عبدی و انا ربک فرط محبت وخوشی میں معاف ہوگیا......اور یہ کہا گیا اخطأ من شدۃ الفرح...... تو ممکن ہے کہ یہ کوتاہی بھی معاف ہو جائے......ان کے نام نامی کی طرف منسوب اس لئے کرنا ہے کہ شاعر نے سچ کہا ہے

میرا قلم بھی ہے ان کا صدقہ میرے ہنر پر ہے ان کا سایہ

حضور خواجہ ﷺ میرے قلم کا میرے ہنر کا سلام پہنچے

یا رسول اللہ ﷺ عاشق تو آپ کا ہی ہوں ......اگر خطا ہو جائے تو درگزر فرمائے......آپ تو وہ ہیں جن کے بارے میں یہ کہا گیا ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابًا رحیمًا.

اب میں اس کتاب کا انتساب امام المرسلین......سید الاولین والآخرین...... خاتم الانبیاء والمرسلین...... شفیع المذنبین...... محبوب رب العلمین...... رحمت للعلمین...... راحت للعاشقین...... مراد المشتاقین...... سید ولد آدم...... سرتاج کائنات...... فخر موجودات...... شافع محشر...... ساقی کوثر...... حضرت

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کے نام کرتا ہوں کہ

جن کی حیات برزخی کے تذکرہ سے

یہ کتاب منور و معطر ہے۔

از۔۔۔ محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی

۲۰ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ

مقدمہ

از......

امام المناظرین، زبدۃ المحدثین والمفسرین، محقق العصر،
جامع المعقولات والمنقولات، مناظر اسلام، وکیل احناف

حضرت مولانا منیر احمد منور دامت برکاتہم العالیہ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم اما بعد

عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذیؒ فرماتے ہیں غالباً ۱۹۵۸ء سے پاکستان میں بعض مسائل وجہ نزاع اور سبب اختلاف بنے ہوئے ہیں (ہدایۃ الحیران ص۳۰) مولانا موصوف کے فرمان کے مطابق ان نزاعی مسائل میں سے ایک مسئلہ عقیدہ حیات النبی ﷺ ہے اگر اس مسئلہ میں نزاع کو سمجھنے کی لئے اصل مسئلہ کی تنقیح اور دلائل کا تجزیہ ہو جائے تو حیات النبی ﷺ کا مسئلہ سمجھنا کافی حد تک آسان ہو جاتا ہے اور مخالفین کے بہت سے شبہات بھی دور ہو جاتے ہیں۔

ا۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی تریسٹھ سال ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تریسٹھ سال پورے ہونے کے بعد آپ ﷺ پر عالم دنیا میں موت کا ورود ہوا۔ امت مسلمہ میں اس مسلمہ حقیقت کا کوئی بھی منکر نہیں۔ اگرچہ کیفیت موت میں اکابرین میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے لیکن عالم دنیا کے اندر وقوع موت کا آج تک کسی نے انکار نہیں کیا۔ اسی عالم دنیا کی موت کی وجہ سے کفن دفن ہوا، اور اسی وجہ سے آگے خلافت راشدہ کا سلسلہ چلا۔ اس حقیقت کا بھی سب نے اعتراف کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی روح مبارکہ اپنے مستقر میں زندہ ہے، نیز آپ ﷺ کا دنیا والا اصلی عنصری جسد

اطہر قبر شریف میں محفوظ ومعطر ہے البتہ ۱۹۵۸ء تک اہل سنت وجماعت کا اتفاق واجماع رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی روح مبارک کا آپ کے جسد اطہر کے ساتھ تعلق ہے۔ (اگرچہ کیفیت تعلق ہے میں قدرے اختلاف ہے لیکن یہ مقصود میں مخل نہیں) اور اس تعلق کی وجہ سے قبر شریف میں آپ ﷺ کا جسد عنصری یعنی دنیا والا اصلی جسم زندہ ہے۔ فتح الملہم میں شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اس تعلق وحیات کو ایک مثال سے واضح فرماتے ہیں۔ فرمایا سورج زمین سے بہت بلندی پر واقع ہے لیکن اتنے فاصلہ اور بعد کے باوجود سورج کا زمین کے ساتھ ایک تعلق ہے، اس تعلق کی وجہ سے لوہا، پانی اور زمین گرم ہو جاتے ہیں، پھل پک جاتے ہیں، اگر سورج کے زمین کے ساتھ تعلق کی وجہ سے یہ آثار مرتب ہو سکتے ہیں تو روح مصطفیٰ ﷺ کی طاقت تو سورج سے کہیں زیادہ ہے۔ اگر روح کے جسم کے ساتھ تعلق کی وجہ سے جسم میں بھی حیات اور آثار حیات پیدا ہو جائیں تو کیا بعید ہے۔ ٹی وی اور ریموٹ بم اور ریموٹ خلائی سیارے اور اس کے زمینی کنٹرول، انٹرنیٹ کے سلسلہ جات میں غور کیا جائے تو دو چیزوں کے درمیان ہزاروں میل کے فاصلہ کے باوجود محض ایک غیر محسوس معنوی تعلق کی وجہ سے بڑے بڑے آثار کا مرتب ہو جانا مشاہدہ سے ثابت ہے۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ذہانت اور دماغی قوت کے ذریعہ یہ کرشمے دکھا سکتا ہے تو کیا خود اللہ تعالیٰ روح وجسم کے فاصلہ کے باوجود روح وجسم کی تعلق کی وجہ سے جسم میں حیات اور آثار حیات پیدا نہیں کر سکتا؟ اس سائنسی ترقی کے دور میں انسانی تخلیقات میں دو چیزوں کے درمیان معنوی اور غیر محسوس تعلق کی وجہ سے مرتب ہونے والے آثار کا اقرار اور روح وجسم کے تعلق کی وجہ سے پیدا ہونے والی جسمانی حیات کا انکار تقاضائے ایمان اور یؤمنون بالغیب کی ایمانی صفت کے منافی ہے۔ پس نزاع اس میں ہے کہ قائلین حیات کا عقیدہ یہ ہے کہ روح اقدس اپنے مستقر میں ہے اور جسد اطہر قبر میں ہے، لیکن روح وجسم کے درمیان ایک غیر محسوس معنوی تعلق ہے جس کی وجہ سے جسم میں حیات ہے، جو دنیوی حیات سے بھی اعلیٰ اور ابوبکر صدیقؓ کے فرمان لا یذیقک اللہ الموتتین ابداً کے مطابق وہ حیات ابدی ہے۔ اس کے

بعد موت کا ورود نہیں ہوگا جبکہ منکرین حیات کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا جسد عنصری قبر میں محفوظ و معطر ہے لیکن روح کا اس جسم کے ساتھ نہ تعلق ہے اور نہ ہی اس جسم میں حیات ہے۔ پس ایک بے جان دھڑ ہے جو قبر میں محفوظ پڑا ہے۔ لیکن سوال ہوا کہ جناب جب جسد عنصری میں حیات اور کمالات حیات یعنی علم و شعور عقل و فہم نہیں ہے تو پھر اس جسد کے لئے وصف نبوت کیسے ثابت ہوسکتی ہے؟ تو منکرین حیات کے استاذ الکل اور وکیل اعظم جناب محمد حسین نیلوی صاحب نے صاف لکھ دیا کہ وصف نبوت صرف روح کے لئے ہے جو زندہ ہے اور جو آج بھی نبی ہے۔ اور روح و جسم دونوں کے لئے وصف نبوت ثابت ہی نہیں تھی۔ اس لئے اگر آج جسم بے جان ہے اور اس کے لئے وصف نبوت ثابت نہیں تو کوئی حرج نہیں۔ اس سے آپ ﷺ کے نبی ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ محمد ﷺ صرف روح کا نام ہے یا روح و جسم کے مجموعہ کا؟ ظاہر ہے کہ محمد ﷺ صرف روح کا نام نہیں روح و جسم کے مجموعہ کا نام ہے اگر وصف نبوت فقط روح کے لئے ہے روح و جسم کے مجموعہ کے لئے نہیں تو نیلوی صاحب اور ان کے ہمنوا اشاعت التوحید کے علماء کو چاہئے کہ وہ **لا الـه الا الله محمد رسول الله** کی جگہ **لا الـه الا الله روح محمد رسول الله** کہا کریں۔ کہ محمد ﷺ تو روح و جسم کے مجموعہ کا نام ہے، **لا اله الا الله محمد رسول الله** پڑھنے کا حق ان کا ہے جو روح و جسم کا تعلق مانتے ہیں۔ اور اس تعلق کی وجہ سے حیات، آثار حیات مانتے ہیں اور وصف نبوت بھی روح و جسم دونوں کے لئے مانتے ہیں۔ پس جو لوگ نبی کریم ﷺ کے جسد عنصری میں حیات و آثار حیات نہیں مانتے ہیں وہ حقیقت میں آنحضرت ﷺ کے جسد اطہر کو وصف نبوت سے خالی مانتے ہیں اس لئے ان کو چاہئے کہ وہ یا تو جسد عنصری کے بارے میں انکار حیات کا عقیدہ ترک کردیں اور اس عقیدہ کو ترک کر کے روح اور جسم کا تعلق اور اس تعلق کی وجہ سے حیات اور کمالات حیات مان لیں۔ اور **لا الـه الا الله محمد رسول الله** والا کلمہ طیبہ پڑھتے رہیں، اور وہ جسد عنصری میں حیات ماننے کی بجائے انکار حیات کے عقیدہ پر مصر ہیں تو پھر جسد عنصری حیات اور کمالات حیات کے بغیر وصف نبوت کے ساتھ متصف نہیں ہو

سکتا تو ان کو چاہئے کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ والا کلمہ طیبہ ترک کر دیں کہ محمد ﷺ تو روح وجسم کے مجموعہ کا نام ہے تو رسول اللہ بھی روح وجسم کا مجموعہ ہے۔

(۲) دلائل بھی تین قسم پر ہیں۔(۱) وہ آیات واحادیث ہیں جن میں نبی کریم ﷺ پر عالم دنیا میں ورود موت کے واردات یا وقوع وعدہ کا بیان ہے، جیسے انک میت وانھم میتون، کل نفس ذائقۃ الموت، کل من علیھا فان، اینما تکونوا یدرککم الموت، اموات غیر احیاء، اللہ یتوفی الانفس...... الخ۔(۲) وہ احادیث جن میں روح کی زندگی اور جنت کی نعمتوں، اس کی لذتوں، فرحت حاصل کرنے کا اور جنت میں روح کے سیر کرنے کا ذکر ہے۔(۳) وہ آیات واحادیث جن سے روضہ پاک میں نبی کریم ﷺ کے جسد عنصری کا حیات حقیقی کے ساتھ زندہ ہونا ثابت ہے جن کی تفصیل آپ زیر نظر کتاب تسکین الاذکیاء میں ملاحظہ کرلیں گے۔ اہل سنت والجماعت کے تمام علماء ان تینوں قسم کے دلائل کو مانتے ہیں اور ان کے مطابق عقیدہ رکھتے ہیں پس آپ ﷺ کی عالم دنیا کی موت بھی برحق اور روح کی زندگی بھی سچ، اور آپ کے دنیا والے جسم مبارک کا قبر شریف میں زندہ ہونا بھی سچ اور برحق۔ لیکن منکرین حیات جو اس زمانہ کے جدید معتزلہ ہیں وہ تیسری قسم کے دلائل کے تو کلیۃً منکر ہیں اور پہلی قسم کے دلائل میں تحریف کرتے ہیں کہ وہ دلائل ہیں عالم دنیا کی موت کے، لیکن وہ ان کو چسپاں کرتے ہیں حالت قبر پر اور **یحرفون الکلم عن مواضعہ** کا مصداق بنتے ہیں۔ اور جو دوسری قسم یعنی حیات روح کے دلائل ہیں ان میں دھوکہ اور فریب سے کام لیتے ہیں، ان میں روح کے جسم کے ساتھ تعلق کا قطعاً انکار نہیں لیکن یہ لوگ یہی حدیثیں سنا کر لوگوں کو تاثر دیتے ہیں کہ جب روح جنت میں اور قبر والے جسم میں نہیں تو جسم بغیر روح کے زندہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ روح اگرچہ جنت میں ہو تب بھی روح کا تعلق جسم کے ساتھ ہے، اور اسی تعلق کی وجہ سے حیات وآثار حیات اور لذات جنت جسم کو حاصل ہیں۔ عقیدہ کے بارے میں اکابرین دیوبند کی تصریحات مندرجہ ذیل کتب میں ملاحظہ فرمائیں۔

مسلک حضرت نانوتویؒ۔ آب حیات ص ۲،۵،۲۵،۲۶،۲۷،۴۰،۴۱،۱۶۰،۱۶۸۔ جمال

قاسمی۔ ۱۸، ۱۹، ۲۵۔ لطائف قاسمیہ۔۳، ۴۔ هدیة الشیعة۔ ۳۶۰ مسلک حضرت گنگوہی۔ ہدایة الشیعہ ص ۴۴، الکوکب الدری ص ۴۲۳، ج ۱۔ ۱۹۴ ج ۱، ۳۱۹ ج ۱، فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۲، زبدۃ المناسک ۱۴۰، ۹۰، معارف شیخ (مولانا زکریاؒ) ۴۰ ج ۱۔ لامع الدراری ص ۱۴۴ ج ۲، مسلک حضرت تھانویؒ، نشر الطیب ص ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۷۸، بیان القرآن ص ۴۹، پارہ ۲۔ التکشف ص ۴۴۶، ۴۲۷، اشرف الجواب حصہ دوم ص ۱۷۰، ۲۳۸، شکر النعمة بذکر رحمة الرحمة، ص ۱۹۷، الافاضات الیومیة ص ۲۴۴ ج ۵، ۳۱۷ ج ۳، ۴۵ ج ۵، الحبور لنور الصدور ص ۲۱ تا ۲۳۔ ۲۵۔ الظہور ص ۵۹، حیاۃ طیبہ ص ۹، المورد الفرخی فی الموارد البرزخی ص ۵۸، امداد الفتاویٰ ص ۱۱۰، ج ۵، ۱۱۲ ج ۵، ۱۱۹ ج ۲، تعظیم الشعائر ص ۱۶، التبلیغ ص ۳، القول الجمیل ص ۴ ج ۱، المصالح العقلیہ ص ۲۱۷ ج ۳، ۲۲۶ ج ۳، تا ۲۲۸ ج ۳، ۲۱۲ ج ۲۔ ثلج الصدور ص ۱۵۲، مسلک حضرت کشمیریؒ فیض الباری ص ۱۸۳ ج ۱، ۱۸۵ ج ۱، ۱۸۶ ج ۱، ۴۹۲ ج ۲، ۱۱۵ ج ۴، ۶۵ ج ۲، ۴۷۶ ج ۲، ۴۶۷ ج ۱، ۶۴ ج ۲ تحیة السلام ص ۳۶، العرف الشذی ص ۳۵۵، عقیدۃ الاسلام ص ۱۱، ص ۲۱،

مسلک حضرت شبیر احمد عثمانیؒ۔ فتح الملہم ص ۳۲۵ ج ۱، ۴۲۱ ج ۳، ۴۱۹ ج ۳، ۴۹۸ ج ۲، ۳۳۰ ج ۱، ۴۷۹ ج ۲، ۵۰۸، ج ۲، ۴۱۳ ج ۱، تفسیر عثمانی، آل عمران حاشیہ نمبر ۱۲۴، الزخرف، حاشیہ ۴۰، السجدہ، حاشیہ ۲۷، الروم ح ۶۵، مؤمنون ح ۱۰۳، الزمر، حاشیہ ۲۷،

حضرت خلیل احمد سہارنپوریؒ۔ تذکرۃ الخلیل ص ۳۰۶، بذل المجہود ص ۱۱۷، ج ۲، ۲۹۷ ج ۳، ۲۰۷ ج ۳، براہین قاطعہ ص ۱۹۹، المہند علی المفند ص ۲۲۱، جواب سوال نمبر ۵،

حضرت شیخ الہندؒ۔ المہند ص ۲۷۱، شاہ عبدالرحیمؒ، المہند ص ۲۷۵، حضرت شاہ عبدالقادرؒ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند دسمبر ۱۹۵۸، ص ۴۰۔ مقام حیات ص ۲۹۸، حضرت احمد علی لاہوریؒ ماہنامہ پیام مشرق لاہور، ربیع الاول ۱۳۸۰ھ رحمت کائنات ص ۲۴، مقام حیات ص ۶۹۷ ج ۲، حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ۔ حاشیہ بخاری ص ۵۱۷، حضرت حسین احمد مدنیؒ۔ نقش حیات ص ۱۲۲ ج ۱، مکتوبات شیخ الاسلام، ص ۲۲۷ ج ۱ تا ۲۳۱ ج ۱۔ ص ۱۲۰ ج ۱۔ الشہاب الثاقب ص ۴۵، ۴۶، ۶۵،

۳۹۔ مولانا حسین علی بھچرانؒ ۔ تحریرات حدیث ص ۱۱۰، ۱۱۱، ۲۵۵ تا ۲۵۷، ۲۰۹۔ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن مفتی اول دار العلوم ۔ فتاویٰ دار العلوم دیو بند ص ۴۲۶ ج ۵، ص ۴۶۲ ج ۵، ص ۴۷۱ ج ۵، حضرت مفتی مہدی حسن صاحبؒ تسکین الصدور ص ۱۹، ۴۹، مقام حیات، ۶۹۳، ۶۹۴، حضرت مفتی کفایت اللہؒ، کفایت المفتی ص ۱۵۹، ج ۱ تا ۱۶۱، ۱۶۸، ج ۱۔ حضرت محمود حسن گنگوہیؒ ۔ فتاویٰ محمودیہ ص ۴۴۲ ج ۲، حضرت مفتی شفیعؒ ۔ الصدیق ملتان، جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ ۔ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ستمبر ۱۹۵۸ء ۔ معارف القرآن ۴۵۸، ج ۲۔ القول النقی مولفہ حضرت بہلویؒ، حضرت مفتی محمودؒ القول النقی ص ۳۱، تسکین الصدور ص ۳۶، عقائد علماء دیو بند ص ۳۷، مؤلفہ مولانا عبد الشکور ترمذیؒ، مفتی عبد اللہ صاحب ملتان، عقائد علماء دیو بند ص ۳۷، مفتی عبد الستار صاحب ملتان، خیر الفتاویٰ ص ۱۳۶ ج ۱، عقائد علماء دیو بند، مفتی جمیل احمد تھانویؒ ۔ تسکین الصدور ص ۲۶، ۴۰، مفتی عبد الرشید صاحب کراچی، دعوۃ الانصاف، ص ۲۰۹، مؤلفہ مولانا عبد العزیز شجاعبادی، خیر الفتاویٰ ص ۱۲۷ ج ۱، ماہنامہ تعلیم القرآن ستمبر ۱۹۵۹ء ص ۱۰۵۔ حضرت شیخ زکریاؒ ۔ اوجز المسالک ص ۳۲۳ ج ۱۵، ص ۳۲۴ ج ۱۵، ۲۹۱ ج ۴، ۲۹۲ ج ۴، ۲۹۴ ج ۴، ۳۱۴ ج ۴، فضائل درود شریف، ص ۳۷۔ معارف شیخ ص ۳۱ تا ۴۱۔ محشی ابوداؤد مولانا محمد حیات سنبھلیؒ ابوداؤد ص ۲۷۹، ج ۱، حاشیہ نمبر ۲، باب زیارۃ القبور ۔ قاری محمد طیب صاحب مسالک علماء دیو بند، ص ۲۰، الصدیق ملتان ربیع الاول ۱۳۷۷ھ، جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ، ماہنامہ دار العلوم دیو بند ربیع الاول ۱۳۷۳ھ، تسکین الصدور، ص ۲۰، ماہنامہ تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء، مولانا یوسف بنوریؒ ۔ تسکین الصدور ص ۲۲ تا ۲۵، مولانا شمس الحق افغانیؒ ۔ تسکین الصدور ص ۱۸، مولانا خیر محمد جالندھریؒ تسکین الصدور ص ۲۱، القول النقی، ص ۳۰، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ تسکین الصدور ص ۲۱، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اعلاء السنن ص ۲۷۲، ج ۱۷۔ ص ۳۳۰ تا ۳۳۹ ج ۱۰۔ تسکین الصدور ص ۲۸، مولانا ادریس کاندھلویؒ سیرت المصطفیٰ ص ۲۷۸ تا ۲۸۰، ۲۸۴، ج ۳۔ مولانا عبد الخالق صاحبؒ ۔ تسکین الصدور ص ۲۹، مولانا عبد اللہ بہلویؒ ۔ القول النقی ص ۶، ۷، ۱۶، ۲۶، ۲۸، ۲۹۔ مولانا منظور نعمانیؒ ۔ معارف الحدیث

ص ۳۷۸ ج ۵، تا ۳۸۰ ج ۵۔ ماہنامہ الفرقان جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ۔ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی مئی ۱۹۵۹ء جولائی واگست، ۱۹۶۰ء۔ مولانا عبدالحق صاحب تسکین الصدور ص ۲۸، مولانا محمد انوریؒ۔ ماہنامہ دارالعلوم مارچ ۱۹۶۰ء ص ۳۶، رحمت کائنات ص ۲۶، مولانا عبدالهادی محمد صدیقیؒ، انوار المحمود ص ۶۱۰ ج ۱، مولانا عبداللہ درخواستیؒ۔ تسکین الصدور ص ۲۷، خواجہ خان محمد صاحب تسکین الصدور ص ۳۰۔

چونکہ قبر شریف میں نبی اکرم ﷺ کے دنیا والے جسم اطہر کی حیات کا عقیدہ تمام اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے مذاہب اربعہ کا اس پر اتفاق ہے اس لئے جو شخص اس حیات کا منکر ہے وہ اہل سنت سے خارج ہے۔ نہ وہ سنی ہے نہ وہ دیوبندی ہے، اس مسئلہ میں شہید فی سبیل اللہ محقق العصر سیف من سیوف اللہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ روضہ اطہر میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں اور یہ حیات برزخی ہے، آنحضرت ﷺ درود و سلام پیش کرنے والوں کے سلام کا جواب دیتے ہیں اور وہ تمام امور جن کی تفصیل اللہ ہی کو معلوم ہے بجالاتے ہیں آپ ﷺ کی حیات کو حیات برزخیہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ حیات برزخ میں حاصل ہے اور اس حیات کا تعلق روح اور جسم دونوں کے ساتھ ہے۔ جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے، وہ میرے اکابر کے نزدیک گمراہ ہے اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں اس کی تقریر سننا جائز نہیں اور اس کے ساتھ کسی قسم کا تعلق روا نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۵۱۹ ج ۱۰)

(۵) زیر مطالعہ کتاب تسکین الاذکیاء استاذ المناظرین حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کے تلمیذ وعزیز (برادر زادہ) اور خادم خاص اور حضرت موصوف کے علوم وہبیہ کے امین مولانا محمد محمود عالم صفدر کی نہایت عمدہ تالیف ہے۔ اس میں مولانا موصوف نے حضرت کی خدمت میں رہ کر مسئلہ حیات، عذاب قبر، اور مسئلہ توسل پر جو کچھ حضرت سے سنا یا حضرت کی تحریر میں محفوظ ملا یا حضرت رئیس المناظرین کے ٹیپ شدہ دروس سے دستیاب ہوا اس سارے مواد کو مرتب کیا پھر

انتہائی محنت وجانفشانی کے ساتھ اس پر تخریج کا کام کیا، اس تحقیق وتخریج کے دوران مزید معلومات جوان کی نظروں سے گزریں ان کا اضافہ بھی فرمادیا۔ پس مسائل ثلثہ مذکورہ پر استاد وشاگرد یعنی صفدر کبیر وصفدر صغیر کی تحقیقات کے پھولوں سے تیار کردہ گلدستہ تسکین الاذکیاء فی حیات الانبیاء کے نام سے برادران اہل سنت کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے، جس سے علماء اہل سنت کے مسلک حقہ کی دلآویز خوشبو مہک رہی ہے۔ اور جویائے حق کے دل ودماغ کو معطر کررہی ہے، ہاں اگر کسی کا دماغ ہی گبریلا ہو تو پھولوں کا کیا قصور ہے؟ امید ہے کہ تسکین الاذکیاء کے مطالعہ سے پریشان قلوب تسکین پائیں گے اور باتسکین مزید تسکین محسوس کریں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی اس کاوش کو قبولیت عامہ عطا فرما کر اس کے فیض کو عام وتام فرمائیں۔

منیر احمد منور غفرلہ

جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عذاب القبر حق

مسئلہ عذابِ قبر



مسئلہ عذاب قبر

مسئلہ عذاب قبر امت کے اجماعی اور متواتر مسائل میں سے ہے، لیکن جس طرح اسلام کے دوسرے اہم عقیدوں کو معاف نہیں کیا گیا، کسی نے ختم نبوت جیسے محکم عقیدے کا انکار کر کے ملت بیضاء کی دیوار میں دراڑیں ڈالیں، تو کسی نے حب اہل بیت کے حسین عنوان سے جانثاران مصطفیٰ کے تقدس کو پامال کرتے ہوئے اس دین محمدی کے شجرہ طیبہ کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کی کوشش کی۔ کسی نے عصمت انبیاء جیسے مسئلہ کا انکار کر کے کائنات کی اس پاکیزہ، منزہ و محترم جماعت کی عزت و عظمت کے خون سے ناپاک ہاتھ رنگے، تو کسی نے قافلہ نبی امی ﷺ کے سرفروشوں پر زبان دراز کر کے جہنم میں ٹھکانا بنایا۔

انہی فتنوں میں سے ایک فتنہ عذاب قبر کا کھڑا ہوا، جس نے نام تو قرآن کا لیا، لیکن قرآن کی آڑ میں اس مسئلہ کا انکار کر دیا۔ کہ جس مسئلہ کی طرف قرآن کی آیات ہر تدبر و فکر کے خوگر کو توجہ دلاتی ہیں کہ اس ناگہانی منزل کے آنے سے قبل اس کے لئے زادراہ تیار کر لے، اس اندھیری کوٹھڑی میں جانے سے پہلے اپنے قلب کی تہوں میں شمع ہدایت جلالے کہ جس کی روشنی وہاں کام آسکے۔ جہاں اس دنیا کی روشنیاں ناکام ہو جائیں گی، وہاں کے گھبراہٹ زدہ منظر کے لئے کچھ تیاری کر لی جائے۔ لیکن ناعاقبت اندیش، مردہ دل جسموں نے اس حقیقت کا انکار کر ڈالا۔ گویا کہ ان کے نزدیک قرآنی نصوص اور نبوی فرامین اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے لئے کافی نہیں تھے، بلکہ

وہ اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے لئے اس وقت کے منتظر ہیں جب ان پر اس کا عمل شروع ہو چکا ہو گا تو وہ لاتوں کے بھوت جو باتوں سے نہ مانتے تھے پھر اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوں گے مگر یہ ماننا بے ثمر ہوگا، یہ تسلیم کرنا بے فائدہ ہوگا۔ کیونکہ اس وقت تو کفار بھی یہ تسلیم کریں گے جیسا کہ ذات علیم وخبیر نے اپنے کلام مقدس میں فرمایا ہے

ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین.

پھر وہ کہیں گے،

لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحٰب السعیر

ترجمہ...... کاش ہم سن لیتے یا خود عقل رکھتے تو جہنمیوں میں سے نہ ہوتے۔

لیکن یہ حسرت وافسوس کارآمد ثابت نہ ہوگا کیونکہ اب وقت گزر چکا ہوگا، اب وہ ہاتھ نہ آئے گا، بارگاہ ایزدی سے اعلان ہو چکا ہے **انھا کلمۃ ھو قائلھا** وہ ایک بات ہی ہوگی جس کا وہ قائل ہے۔ اس بات پر عمل نہیں ہوگا۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ یہاں یہ تسلیم کرلیا جائے اور بارگاہ ایزدی میں سر جھکا کر کہہ دیا جائے

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

تب تو کوئی چھٹکارے کی صورت نکل سکتی ہے ورنہ اس کے علاوہ امیدیں باندھنا...... خیال است ومحال است وجنوں۔

ہم اس مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے اس طرز کو اختیار کریں گے جو محکم ہے، کج روی اور خودرائی سے پاک، صراط مستقیم کی طرف راہبر ہے۔ وہ طرز ہے کیا؟...... وہ ہے مسئلہ بتانا نہ کہ بنانا۔

مسئلہ بتانا اور بنانا

مسئلہ بتانا اور بنانا، ان میں واضح فرق ہے۔ مسئلہ بتانا یہ ہوتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ جس آیت یا حدیث سے میں استدلال کر رہا ہوں میں اکیلا اس وادی تحقیق میں نہیں کھڑا بلکہ اپنے

آگے امت کے علماء و محققین کی ایک جماعت پاتا ہوں جو اس استدلال میں میری رہبر ہے۔ میں بھٹکے ہوئے کسی بیابان راستے کا راہی نہیں ہوں، میں اندھیر نگری میں کھڑا ہو کر کسی اندھے کی طرح ہاتھ پاؤں نہیں مار رہا، بلکہ میں اس وادی میں ہوں جہاں اہل تحقیق کی ایک لمبی قطار اصول شریعت کی روشنی میں استدلال کرنے میں میری راہنما ہے، اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق محبوب کائنات ﷺ نے اعلان فرمادیا تھا

لن تجتمع امتی علی الضلالة (ترمذی ص ۳۹ ج ۲)

کہ میری امت ہرگز گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔ میرے آگے اس استدلال میں ان مجتہدین کی ایک پاکیزہ، مطہرہ، منزہ جماعت ہے جن کے متعلق رحمت کائنات ﷺ نے واشگاف الفاظ میں یہ پروانہ جاری کیا

اذا حکم الحاکم فاجتهد فاصاب فله اجران و اذا حکم فاجتهد ثم اخطأ فله اجر (بخاری ص ۱۰۹۲)

ترجمہ...... جب حاکم مجتہد اجتہاد کرے اور وہ صواب کو پہنچے تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور جب اجتہاد کرے اور اس سے خطا ہو جائے تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔

میں مرزا قادیانی کی طرح خود استدلال نہیں کر رہا کہ جو استدلال فقہاء امت چودہ صدیوں کی طویل مدت میں نہ سمجھ سکے اور آج قادیان میں ایسے شخص کو کہ افیون کی بدبو کے بھکوں نے جس کے دماغ کے پرزوں کو جام کر کے رکھ دیا ہو اور جو گڑ کی جگہ ڈھیلے کھاتا ہو اور ڈھیلے کی جگہ گڑ سے استنجے کا مرحلہ طے کرتا ہو۔ روٹی پر راکھ کھانے کی وجہ سے اس کا ایمان بھی راکھ بن چکا ہو، ایسے شخص کو یہ استدلال سمجھ آ گیا۔ نہ میں ایسا استدلال کروں گا جو بڑے بڑے محدثین جنکی زندگیاں قال اللہ و قال الرسول پڑھتے پڑھاتے کھپ گئیں، ان کی ہڈیاں جہد مسلسل کی وجہ سے تھک کر چور ہو گئیں، جو فنا فی الرسول ﷺ تھے ان کو تو نہ سوجھا، لیکن ایک ایسے شخص کو جسے کسی مستند عالم سے اسے شرف تلمذ بھی حاصل نہ ہو سکا، اس مودودی کو وہ استدلال سوجھا کہ اس

استدلال کی بنا پر عصمت انبیاء علیہم السلام کی دھجیاں بکھیرنا ہی خدمت قرآن ٹھہرا۔ اس لئے میں جو استدلال کروں گا سلف صالحین کی شہادت اس پر پیش کروں گا کہ یہ استدلال میرا نہیں، یہ ان علماء نے کیا ہے جو ورثۃ الانبیاء ہیں۔ یہ ان محدثین نے کیا ہے جو نضر اللہ امرأ سمع مقالتی فوعاھا و اداھا کما سمع کا مصداق کامل ہیں۔ (تروتازہ رکھے اللہ اس شخص کے چہرے کو جو میری بات یاد کرے پھر اسے آگے پہنچادے جیسا کہ سنا) یہ ان فقہاء نے کیا ہے جن کے متعلق زبان نبوت ﷺ گویا ہے من یرد اللہ بہ خیرا یفقہ فی الدین (اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے) اور پھر میں یہ ثابت کروں گا کہ اس استدلال کو ان اولیاء نے قبول کیا ہے جن کے بارے میں وحی الٰہی ناطق ہے الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون اس جماعت نے قبول کیا ہے جس کے متعلق دربار رسالت سے یہ اعلان جاری ہوا ید اللہ علی الجماعۃ (ترمذی ج۲ص۳۹) اس لئے میں مسئلہ بتاؤں گا، بناؤں گا نہیں۔

یاد رکھئے جتنے بھی نئے فتنے آئیں گے وہ مسئلہ بنائیں گے، بتائیں گے نہیں۔ پس فرق یہی ہے غیر فتنہ اور فتنہ کا، حق اور باطل کا، سفید اور سیاہ کا، دن اور رات کا، سچ اور جھوٹ کا، کہ حق والے مسئلہ بتائیں گے اور اس پر بیسیوں حوالے متکلمین امت کے پیش کریں گے۔ اہل باطل مسئلہ بنائیں گے، لیکن ایک حوالہ بھی متکلمین امت میں سے کسی کا اس پر پیش نہیں کرسکیں گے کہ وہ ہو بھی اہل سنت میں سے، اس نے اس آیت یا حدیث سے استدلال کیا ہو۔

اصل بات یہ ہے کہ مسئلہ مشکل نہیں ہوتا، اس میں جو لوگ الجھاؤ ڈال دیتے ہیں اس کا سلجھانا مشکل ہوجاتا ہے۔ تو جتنے بھی باطل فرقے ہیں یہ مسائل میں الجھاؤ زیادہ پیدا کردیتے ہیں۔ اور اچھے بھلے مسئلوں کو مشکل بنادیتے ہیں۔ اس لئے ان کے دھوکے سے بچنے کے لئے نفس مسئلہ سمجھنا چاہئے۔ کہ اصل مسئلہ کیا ہے؟ اور انداز تحریر ایسا ہو کہ عام پڑھنے والا آدمی نفس مسئلہ سمجھ سکے۔ اسی طرح مناظرہ اور تقاریر میں جو ان پڑھ عوام سامنے بیٹھے ہوتے ہیں اس لئے ان کے

ذہن کے مطابق بات کی جائے تو فائدہ ہوتا ہے اور اگر علمی باتیں ہوتی رہیں تو ان کے پلے کچھ نہیں پڑتا۔اس لئے میں تمہید میں حضرت اوکاڑویؒ کے ایک مناظرہ کا قصہ ذکر کرتا ہوں۔

واقعہ

حضرت اوکاڑویؒ نے واقعہ سنایا کہ ایک دن میں سویا ہوا تھا، رات بارہ بجے دو تین ساتھیوں نے دروازہ کھٹکھٹایا، جب میں باہر نکلا تو انہوں نے بتایا کہ ایک قادیانی مناظر ربوہ سے آیا ہے، اس سے مناظرہ کرنا ہے۔ میں نے کہا کہ مناظرہ صبح کر لیں گے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ صبح تک تو انہوں نے چلے جانا ہے۔ میں نے پوچھا مناظرہ کا عنوان کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا ختم نبوت، اجرائے نبوت پر مناظرہ ہے۔

میں نے مرزا بشیر احمد کی چھوٹی سی کتاب ''ختم نبوت کی حقیقت'' ہاتھ میں لی اور ان کے ساتھ چل پڑا۔ جب میں وہاں پہنچا تو مرزائی مناظر بیٹھا تھا میں نے کہا سب سے پہلے یہ دیہاتی لوگ ہیں ان کو یہ سمجھاؤ کہ ہمارا اختلاف کیا ہے؟ اس پر وہ مناظر مجھے کہنے لگا آپ ہی سمجھا دیں۔ میں نے کہا چلو میں ہی سمجھا دیتا ہوں۔ میں نے کہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اقدس ﷺ کے بعد کوئی صاحب شریعت نبی نہیں آسکتا اور غیر تشریعی نبی آئیں گے۔ مرزا غلام احمد قادیانی غیر تشریعی نبی ہے۔ اس پر مرزائی مناظر کہنے لگا بالکل یہی بات ہے۔ میں نے کہا کہ یہ جو دو لفظ بولے ہیں تشریعی، غیر تشریعی یہ عوام ان کو نہیں سمجھتی تو جب تک یہ نہ سمجھیں تو ان کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ان کو کیا پتا چلے گا کہ دلیل دعویٰ کے مطابق ہے یا نہیں۔ اس پر مرزائی مناظر کہتا ہے کہ یہ بھی آپ سمجھا دیں۔

میں نے مرزا بشیر احمد کی کتاب ''ختم نبوت کی حقیقت'' اٹھائی اور کہا اس میں یہ جو حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے، جن میں تین سو تیرہ رسول تھے۔ یہ حدیث لکھنے کے بعد مرزا بشیر احمد نے تشریح کی ہے کہ رسول کہتے ہیں صاحب شریعت نبی کو، جو نبی شریعت لے کر آئے۔ اور نبی کہتے ہیں جو پہلے نبی کی شریعت لوگوں کو سنائے۔ میں نے کہا خلاصہ

یہ نکلا کہ مرزا کا عقیدہ ہے کہ رسول پاک ﷺ کے بعد رسول کوئی نہیں آئے گا۔اور نبی آئیں گے۔ اور مرزا قادیانی نبی ہے، رسول نہیں ہے۔ابھی تک مرزائی مناظر کو پتا نہیں چلا تھا کہ وہ کہاں پھنس گیا ہے۔میں نے کہا یہ جو بات میں نے کی ہے یہ ٹھیک ہے؟اس نے کہا یہ ٹھیک ہے۔میں نے کہا آپ کے دعوی کے تین حصے ہو گئے ہیں۔

۱......رسول پاک ﷺ کے بعد کوئی رسول نہیں آئے گا۔

۲......نبی آئیں گے۔

۳......مرزا قادیانی نبی ہے رسول نہیں ہے۔

پہلے حصہ پر کوئی دلیل بیان کریں۔اب اس نے خود ہی آیت پڑھی۔

ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله و خاتم النبيين.

اور وہی ترجمہ کیا جو مجھے چاہئے تھا۔کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔اگر یہ آیت میں پڑھتا تو وہ آگے سے سوجحت بازیاں کرتا۔اب اس نے وہی ترجمہ کیا تھا جو مجھے مطلوب تھا۔میں نے کہا آپ کے دعوی کی شق اول تھی کہ رسول پاک ﷺ کے بعد رسول کوئی نہیں آئے گا۔لھذا آپ کو دلیل میں خاتم المرسلین والی آیت پڑھنی چاہئے تھی نہ کہ خاتم النبیین والی۔آپ نے تو نبی کا آنا ثابت کرنا ہے، اور اب آپ نے الٹ بات ثابت کردی ہے۔کہ نبی نہیں آئیں گے۔اب وہ بڑا پریشان ہوا۔کہنے لگا یہ تو آپ نے مجھے بہت بڑا چکر دے دیا ہے۔میں نے کہا اس میں کونسی چکر کی بات ہے اب وہ اٹھ اٹھ کے بھاگے۔میں نے کہا بیٹھو تو سہی کوئی بات تو حل ہو جائے کہنے لگا نہیں آپ نے تو ایسے چکر میں ڈالا ہے کہ نکلنا مشکل ہو گیا ہے۔میں مناظرہ نہیں کرتا۔تو ایسے لوگوں کو اس انداز میں قابو کرنا چاہئے تاکہ لوگوں کو بات سمجھ آجائے۔

پہلے زمانے کے فتنوں اور آج کے فتنوں میں فرق

پہلے زمانے کے فتنوں اور آج کے فتنوں میں ایک فرق ہو گیا ہے، پہلے کافر قرآن کا انکار

کرتے تھے۔آج معاملہ اس کے برعکس ہوگیا ہے۔آج قرآن کے نام سے کفر پھیلاتے ہیں کہ ہم اہل قرآن ہیں، کہ نبی کی سنت ماننے کی کوئی ضرورت نہیں۔ابو جہل بھی تو کہتا تھا کہ حضور پاک ﷺ کی بات نہ سنو۔حدیث نہ سنو،ابوجہل تو قرآن کا کھلا دشمن تھا۔اور یہ چھپے دشمن ہیں۔ آج کل یہ مسئلہ ہوگیا ہے کہ الفاظ تو اسلام والے باقی رکھے جاتے ہیں، معنی اس میں کفر والا ڈال دیا جاتا ہے۔جیسے باطنیوں کے بارے میں پہلے سے بات چلی آرہی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ”او جی دل دی نماز ہے دل دی“۔(جناب نماز دل کی ہوتی ہے)

واقعہ

حضرتؒ نے واقعہ سنایا کہ مولانا رومؒ نے واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص کسی کا مرید ہوگیا۔اب وہ پیر صاحب تیس چالیس مرید ساتھ لے کر اس کے گھر پہنچ گئے۔مرید نیا تھا۔پیر صاحب کی خدمت کا شوق بھی اسے خوب تھا۔چنانچہ اس نے پیر صاحب کی خوب خدمت کی۔جب پیر صاحب تین چار دن وہاں رہے تو اس مرید کی بیوی جو کسی مولوی صاحب کی بیٹی تھی وہ پیر صاحب سے تنگ آگئی،اس نے سوچا میں سارا دن کھانا پکاتی رہتی ہوں اور یہ پیر صاحب کھانا کھا کر ڈکار لے کر پڑے رہتے ہیں، نہ نماز پڑھتے ہیں نہ کچھ اور دین کا کام کرتے ہیں۔اس نے اپنے خاوند سے کہا کہ تو کس پیر سے بیعت ہوا ہے کہ جو نماز بھی نہیں پڑھتا۔اس نے پیر صاحب سے کہا کہ میری بیوی یہ کہتی ہے کہ تمہارے پیر صاحب نماز نہیں پڑھتے۔اس نے کہا میں ظاہری نماز نہیں پڑھتا۔میں نماز مکے شریف جا کر پڑھتا ہوں۔تو اس عورت نے کہا کیا مکے کا کھانا آپ کے لئے حرام ہے؟ کہ کھانا کھانے کے لئے تو یہاں آجاتا ہے۔جب تو مکہ شریف جاتا ہے تو کھانا بھی وہاں کھایا کر۔تو اس پیر نے کہا کہ یہ جو دکھاوے کی نماز ہے وہ اللہ کو پسند نہیں۔اصل نماز دل کی نماز ہوتی ہے۔پیر نے دیکھا مریدنی کی عقیدت کچھ صحیح معلوم نہیں ہوتی۔چنانچہ وہ صبح بیٹھ گیا تو دو چار مرید اپنے گھر کی طرف بھیج دیئے کہ وہاں جا کر فلاں جھونپڑی کو آگ لگا کر فلاں وقت بجھا دینا۔ادھر وقت مقررہ پر پیر صاحب نے شور ڈالنا شروع کردیا،اور مریدوں کو کہنے لگا کہ آگ لگ

گئی ہے پانی لے کر آؤ۔ جب وہ پانی لے کر آیا تو پیر صاحب نے چھینٹے مارنا شروع کر دئے کہ آگ بجھا رہا ہوں۔ اب لوگ جب پیر صاحب کے گھر پر گئے تو واقعی آگ لگ کر بجھی ہوئی تھی۔ اب تو لوگوں کا اعتقاد مزید بڑھ گیا کہ پیر صاحب بہت کامل ہیں۔ انہیں غیب کی خبریں بھی معلوم ہو جاتی ہیں۔ اب نئے مرید نے اپنی بیوی کو خوب ڈانٹا کہ آئندہ حضرت کی شان میں گستاخی نہ کرنا، دیکھ! حضرت نے بارہ میل سے آگ بجھا دی ہے۔

اس عورت نے دل ہی دل میں سوچا کہ پیر صاحب کا علاج کرنا چاہئے۔ شام کو جب پیر صاحب چاول کھانے کے لئے بیٹھے تو بار بار آدمی کو بھیجا کہ چینی لاؤ۔ اس نے کہا کہ بھیج دی ہے۔ پھر وہ آیا کہ نہیں ہے۔ اس نے کہا حضرت جی بیٹھے ہیں کھاتے کچھ بھی نہیں ہیں، چینی آئے گی تو کھائیں گے۔ جب وہ بالکل ناراض ہو گیا اور اس نے کہا آخر تو چینی کیوں نہیں دیتی، تو وہ کپڑے دھونے والا ڈنڈا لے کر آ گئی اس نے کہا کہ بارہ میل سے آگ تو نظر آ جاتی ہے اور یہ چینی جو میں نے چاولوں کے نیچے رکھی ہے یہ نظر نہیں آتی؟ میں نے تو امتحان لیا تھا کہ تجھے کچھ پتہ چلتا ہے یا نہیں؟ اب پیر صاحب نے سوچا کہ یہاں گذارا مشکل ہے۔ یہاں سے نکلنا ہی پڑے گا۔ صبح جانے کا ارادہ ہو گیا۔ خیر جاتے وقت اس نے یہ سمجھایا کہ بیٹی دل کی نماز ہوتی ہے، دکھلاوے کی نہیں ہوتی۔ اندر سے آدمی کا باطن نمازی ہونا چاہئے ظاہر جو ہے اس کا کوئی حکم نہیں ہوتا۔

اب اس نے واپس جانا تھا۔ تو اس عورت نے اپنے لڑکے سے کہا کہ حضرت جی سے عرض کرنا کہ آپ بزرگ آدمی ہیں جاتے جاتے ہماری بھینس کو دم کرتے جائیں۔ پیر صاحب نے کہا جی ہاں بالکل ٹھیک۔ جب وہ باہر جانے کے لئے نکلا تو گدھا کھڑا تھا۔ اس لڑکے نے کہا حضرت جی دم کر دیں اس نے کہا کس کو؟ لڑکے نے کہا بھینس کو۔ پیر نے کہا یہ تو گدھا ہے، اس نے کہا نہیں امی جی کہتی ہیں کہ اوپر سے گدھا ہے اندر سے بھینس ہے، اس نے کہا بے وقوف جو اوپر سے گدھا ہے وہ اندر سے بھی گدھا ہے۔ تو لڑکا بول پڑا جو اوپر سے بے نمازی ہے وہ اندر سے بھی بے نمازی ہے، وہ اندر سے نمازی کیسے بن گیا؟

تو یہ ایک باطنی فرقہ ہوتا تھا، کہ جو اس قسم کے معنی نکالتا تھا، لیکن آج کل طریقہ عام نکل چکا ہے کہ لفظ تو وہی باقی رکھا جاتا ہے لیکن معنی بدل دیے جاتے ہیں۔

مثال

چناب نگر (ربوہ) میں ختم نبوت والے تین دن کانفرنس کرتے ہیں کہ مرزائی ختم نبوت کے منکر ہیں۔ اور جب آپ مرزائیوں کے گھروں کے قریب جائیں تو ان کی دیواروں پر باہر لکھا ہوتا ہے (پاک محمد مصطفٰی نبیوں کا سردار خاتم النبیین ﷺ) اب ناواقف لوگ جب اس کو پڑھتے ہیں تو حیران ہوتے ہیں کہ کانفرنس پر تو ساری دنیا کے علماء یہ کہہ رہے تھے کہ مرزائی حضور ﷺ کو خاتم النبیین ﷺ نہیں مانتے اور انہوں نے تو اپنی دیواروں پر لکھا ہے کہ پاک محمد مصطفٰی، نبیوں کا سردار خاتم النبیین ﷺ ہیں۔ اب وہ مرزائی آیت خاتم النبیین ﷺ کا انکار تو نہیں کرتے لیکن وہ اس کا معنی ایسا کرتے ہیں جو اس آیت کے بالکل الٹ ہے۔ جس پاک پیغمبر ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی اس کی حدیث متواتر میں یہ مذکور ہے لا نبی بعدی (کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں)

اب مرزا خاتم النبیین کا کیا معنی مراد لیتا ہے۔ مرزا کہتا ہے کہ خاتم کہتے ہیں مہر کو۔ تو اللہ تعالٰی نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک نبی بنائے، اب وہ مہر حضور اکرم ﷺ کو دے دی گئی ہے۔ کہ جس پر چاہیں مہر لگا کر نبی بنا دیں، یعنی وہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی کی بجائے نبی بنانے والا کرتا ہے۔ اسی لئے مرزا قادیانی اپنی کتاب حقیقت الوحی میں لکھتا ہے ہمارا پختہ ایمان ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ کیونکہ آپ کی روحانی توجہ نبی تراش ہے۔ یعنی آپ نبی گھڑتے ہیں، نبی بنایا کرتے ہیں۔ اب سادہ لوگ جب اس کو پڑھتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ مرزائی بھی حضور ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ اس لئے وہ پریشان ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ بہاولپور عدالت میں مرزائیوں نے یہی کہا کہ مسلمان جھوٹ بولتے ہیں کہ اللہ کی قسم ہم آیت خاتم النبیین پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہمارا اور مسلمانوں کا جھگڑا فقط معنی میں ہے۔ جو معنی یہ مولوی کرتے ہیں وہ ہم نہیں مانتے، ہم وہ معنی کرتے ہیں جو لغت عرب کے عین مطابق

ہے۔ جب انہوں نے یہ کہا تو سارے علماء جو کھڑے تھے وہ پریشان ہو گئے۔ اس پر ایک مولوی صاحب نے کہا کہ یہ لا نبی والی حدیث متواتر ہے، اور یہی خاتم النبیین کا معنی ہے۔ اس پر مرزائی کہنے لگا کہ متواتر وغیرہ مولویوں کی بنائی ہوئی قسمیں ہیں، میں ان کو نہیں مانتا۔ لوگ بڑے حیران ہوئے۔ جج جس کا نام اکبر خان تھا وہ بھی بڑا حیران ہوا۔ اس پر رئیس المحدثین حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ آگے بڑھے انہوں نے فرمایا یہ جو آیت تو نے پڑھی ہے کیا یہ آیت حضور پاک ﷺ پر نازل ہوئی تھی۔ کیا تیرا اس پر ایمان ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت حضور پاک ﷺ سے خود سنی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا پھر تجھے کیسے یقین ہو گیا کہ یہ آیت حضور ﷺ پر نازل ہوئی تھی؟ اس نے کہا تواتر سے ثابت ہے۔ اس پر حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا جس تواتر سے یہ آیت ثابت ہے اسی تواتر سے وہ حدیث ثابت ہے۔ عجیب بات ہے اس آیت کو خدا کا کلام مانتا ہے اور اس حدیث کو مولوی کی بات کہہ رہا ہے۔ جو اسی قسم کے تواتر سے ثابت ہے۔ جب جج نے یہ حضرتؒ کا جواب سنا تو ادب سے کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا حضرتؒ میں تو بڑا پریشان ہو گیا تھا کہ اسکا کیا جواب ہوگا۔ تو اب دیکھئے مرزائیوں نے خاتم النبیین کا لفظ باقی رکھا۔ لیکن اس کا معنی ایسا گھڑ لیا جو بالکل ختم نبوت کے خلاف تھا۔ تو جس طرح مرزائیوں نے معنی تبدیل کیا، اسی طرح یہ منکرین حیات انبیاء علیہم السلام بھی پانچ لفظوں کے معنی بدل لیتے ہیں۔

(۱)......موت کا معنیٰ

(۲)......حیات کا معنیٰ

(۳)...... برزخ کا معنیٰ

(۴)......قبر کا معنیٰ

(۵)......روحانی کا معنیٰ

سارا چکران پانچ لفظوں میں پڑا ہوا ہے۔

ایک اہم بات

کیا عقیدے کا قرآن سے ہونا ضروری ہے؟

حضرتؒ نے واقعہ سنایا کہ منکرین حیات انبیاء عام طور پر یہ شور مچایا کرتے ہیں کہ عقیدے کا قرآن سے ہونا ضروری ہے۔ایک مرتبہ ان کے ایک مولوی صاحب سے گفتگو ہوئی اس نے کہا عقیدے کا قرآن سے ہونا ضروری ہے۔ جب وہ مجھ سے بات کررہے تھے تو اس وقت بچوں کو تعلیم الاسلام پڑھارہے تھے۔ میں نے کہا تعلیم الاسلام میں عقائد بھی درج ہیں۔اس میں جو یہ لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی والدہ کا نام آمنہ تھا اور والد کا نام عبداللہ تھا، یہ کس آیت کا معنی ہے؟ آپ کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی، تریسٹھ سال کی عمر میں وصال ہوا، آپ ﷺ کا مزار مبارک مدینہ منورہ میں ہے، یہ قرآن پاک کی کن آیات میں لکھا ہوا ہے؟ وہ آیات سنائیں اس پر وہ بہت پریشان ہوا۔

اصول

عقیدے کے لئے قرآن میں ہونا ضروری نہیں، بلکہ اس کا قطعی ہونا ضروری ہے۔خواہ وہ قطعیت تواتر سے ثابت ہوجائے۔لھذا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ عقیدہ کا قرآن سے ہونا ضروری ہے ان کا یہ اصول غلط ہے۔

حضرت اوکاڑویؒ نے سنایا کہ جب احمد سعید چتروڑگڑھی سے میرا مناظرہ تھا تو اس نے یہ سوچ رکھا تھا کہ میں یہ شرط لگاؤنگا کہ عقیدہ قرآن سے دکھاؤ، وہ اپنی سوچ پر خوش بھی تھا۔ جب اس نے یہ لکھا تو میں نے جواب میں لکھا کہ آپ عقائد کی کون سی کتاب مانتے ہیں؟ تو اس نے کہا شرح عقائد نسفی، تو میں نے کہا آپ عقیدے کے بارے میں جو شرط لکھیں، شرح عقائد نسفی کے پہلے پانچ عقیدے اس شرط پر ثابت کردیں۔یا پھر ان عقیدوں کا انکار کردیں کہ ہم ان عقیدوں کو نہیں مانتے کیونکہ یہ ہماری شرط پر پورے نہیں اترتے۔دیدہ باید۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم اہل سنت والجماعت ہیں ہمارے عقائد کی مکمل کتابیں موجود ہیں، اعمال کی مکمل کتابیں موجود ہیں۔ اور جو فرقے نئے وجود میں آتے ہیں ان کی بنیاد ایک دو مسئلوں کے انکار پر ہوتی ہے۔ وہ ایک دو مسئلوں کا انکار کر دیں گے۔ اور پھر اپنا سارا زور انہی ایک دو مسئلوں کی تردید میں صرف کرتے رہتے ہیں، مکمل عقائد کی کتاب نہیں لکھتے۔ اسی طرح منکرین حیات انبیاء اور عثمانی پارٹی وغیرہ ان کے عقائد کی مکمل کوئی کتاب نہیں، دو چار مسئلوں پر یہ لوگ شور مچاتے رہتے ہیں۔ اب یہ لوگ جہاں حیات النبی ﷺ کا انکار کرتے ہیں وہاں ان میں سے اکثر عذاب قبر کے منکر ہیں۔ اس لئے جب قبر میں عذاب مانا جائے تو روح کا جسم کے ساتھ تعلق ماننا پڑتا ہے۔ کیونکہ بغیر تعلق روح، جسم عذاب وثواب کا ادراک نہیں کر سکتا۔ اس لئے سب سے پہلے ہم عذاب قبر کے بارے میں کچھ تحریر کرتے ہیں۔

لطیفہ

اس مقام پر ایک لطیفہ یاد آ رہا ہے کہ ایک منطقی تھا، یا مَن، تو کی (یعنی سب کچھ میں ہوں تو کیا ہے؟) گرمیوں کا موسم تھا، سفر کرتے کرتے کچھ دیر آموں کے درخت کے نیچے بیٹھا، ابھی آموں کا موسم شروع ہو رہا تھا، چھوٹے چھوٹے آم درختوں پر لگے ہوئے تھے، ادھر نیچے ایک حلوہ کدو کی بیل تھی (پیٹھا) اب یہ کبھی درخت کی طرف دیکھتا کہ اتنا بڑا درخت ہے، چھوٹے چھوٹے آم اس پر لگے ہوئے ہیں۔ اور کہنے لگا یا اللہ اگر خود اتنی عقل نہیں تھی (نعوذ باللہ) تو کسی سے مشورہ لے لیتے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اتنے بڑے درخت پر پیٹھے لگتے، کیونکہ وہ بڑی چیز تھی اور یہ بیل جو انگلی جیسی باریک ہے کبھی ہوا اسے ادھر پھینک دیتی ہے اور کبھی ادھر، تو یہ چھوٹے چھوٹے آم وہاں لگتے تو اس طرح گویا کہ نعوذ باللہ، اللہ کو سمجھا رہا تھا۔

اب نبوت تو ختم ہو چکی وحی تو آنی نہیں، اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے کوا بھیجا کہ جا کر اس کا دماغ ٹھیک کرے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قبر کی جگہ بتانے کے لئے کوے کو بھیجا فبعث اللہ غرابا یبحث فی الارض. اسی طرح اس منطقی کا دماغ ٹھیک کرنے کے لئے کوے کو بھیج دیا۔

چنانچہ کوا آیا، اس نے چھوٹی سی ٹہنی کو جو منطقی کے اوپر تھی اس کو کاٹا آم جو سر پر گرا تو منطقی چکرا گیا اب اوپر بھی دیکھ رہا ہے اور نیچے گرتا جا رہا ہے اور ہاتھ باندھتا جا رہا ہے، کہہ رہا ہے یا اللہ تیرا شکر ہے کہ اوپر پینٹھا لگا ہوا نہیں تھا، وگرنہ دنیا میں دوبارہ آنکھ کھولنا نصیب نہ ہوتی۔ یا اللہ آئندہ بے شک اس سے بھی چھوٹے آم لگانا۔ اگر وہاں آم کی بجائے خدانخواستہ پینٹھے لگے ہوتے تو ساری دنیا دھوپ میں جل جاتی، کوئی ڈرتا بھی سائے میں آکر نہ بیٹھتا، کہ پتہ نہیں کس وقت اوپر سے ایٹم بم (پینٹھا) گر جائے۔ تو یا اللہ تیری قدرت برحق ہے اور جو کچھ تو کرتا ہے وہ صحیح کرتا ہے۔

اسی طرح کا مسئلہ عذاب وثواب قبر کا ہے کہ کچھ لوگ تو خدا اور خدا کے رسول ﷺ کے کہنے سے مان لیتے ہیں، لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جب ان کو قبر میں گرز پڑنا شروع ہوں گے تو ان کو اس وقت عذاب قبر کی حقانیت کا یقین ہوگا۔

جس طرح مرزائی حیات مسیح علیہ السلام کی مسئلے میں معانی بگاڑ لیتے ہیں، اسی طرح منکرین حیات انبیاء نے بھی پانچ الفاظ کے معانی بگاڑے ہوئے ہیں، اس کے علاوہ ان کے پاس دلیل نام کی کوئی چیز نہیں نام قرآن کا لیتے ہیں اور بگاڑتے الفاظ کے معانی ہیں۔ سب سے پہلے انہوں نے موت کا معنی بگاڑا ہے۔

موت کا معنی

جاہلیت میں موت صرف نام تھا عدم کا۔ اسلام نے آکر بتایا موت ایک وجودی چیز ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے خلق الموت والحیات. پیدا کیا موت اور حیات کو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح حیات مخلوق ہے، موت بھی اس طرح اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی مخلوق ہے۔

تو جس طرح نیند کے بارے میں آتا ہے لا تاخذہ سنۃ و لا نوم. اور بعض اوقات انسان محسوس کرتا ہے کہ نیند بھی ایسی چیز ہے جو ہمیں دبا رہی ہے، آکر پکڑ رہی ہے، ہماری آنکھیں بند ہوتی جا رہی ہے۔ تو جس طرح نیند ایک وجودی چیز ہے، اسی طرح موت بھی ایک وجودی چیز

ہے نہ کہ عدمی۔

زمانہ جاہلیت میں موت کا تصور

جاہلیت میں موت کا تصور اتنا ہی تھا کہ بس روح نکل گئی، مٹی مٹی میں مل گئی، ہوا ہوا میں مل گئی، آگ آگ میں مل گئی، گرمی گرمی میں چلی گئی، اور روح پتا نہیں کہاں چلی گئی۔ اس کے بعد کوئی چیز باقی نہ رہی۔

سب سے پہلی دفعہ وفات اور متوفی کا لفظ موت کے لئے قرآن پاک نے استعمال کیا ہے۔ اسلام نے آ کر موت کے بارے میں جاہلیت کے ذہن کی نفی کی اور یہ بتایا کہ موت کے بعد کوئی چیز بھی ضائع نہیں ہوتی۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے کنٹرول میں رہتا ہے۔ اس لئے یہ جو تصور ہے کہ جب انسان مر جاتا ہے تو ختم ہو جاتا ہے، یہ تصور اسلام نے آ کر ختم کر دیا۔

معتزلہ بھی موت کے عدمی ہونے کے قائل ہیں۔ منکرین حیات انبیاء علیہم السلام نے موت کا ابھی تک وہی معنی یاد رکھا ہوا ہے جو جاہلیت کے زمانے میں تھا۔ جو کہ موت کا آدھا معنی ہے۔ جب بھی ان سے پوچھا جاتا ہے کہ موت کسے کہتے ہیں؟ تو کہتے ہیں **ابانة الروح عن الجسد** کہ جسم میں سے روح کا نکل جانا اس کو موت کہتے ہیں۔ ان کو بس اتنا ہی معنی یاد ہے حالانکہ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ روح نیند میں نکل جاتی ہے، چنانچہ قرآن پاک میں آتا ہے

اللہ یتوفی الانفس حین موتھا و التی لم تمت فی منامھا.

اسی طرح **لیلة التعریس** کی حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری روحیں قبض کر رکھی تھیں۔ جب اللہ کا ارادہ ہوا تو بھیج دیں۔

چنانچہ بخاری شریف ج ۱ ص ۸۳ پر ہے

حدثنا عمران بن میسرة قال حدثنا محمد بن فضیل

قال حدثنا فصیل عن عبداللہ بن ابی قتادۃ عن ابیہ قال سرنا مع النبی ﷺ لیلۃ فقال بعد القوم لو عرست بنا یا رسول اللہ ﷺ قال اخاف ان تناموا عن الصلوۃ قال بلال انا اوقظکم فاضطجعوا و اسند بلال ظہرۃ الی راحلتہ فغلبتہ عیناہ فنام فاستیقظ النبی ﷺ وقد طلع حاجب الشمس فقال یا بلال این ما قلت قال ما القیت علی نومۃ مثلھا قط قال ان اللہ قبض ارواحکم حین شاء وردھا علیکم حین شاء یا بلال قم فاذن بالناس بالصلوۃ فتوضأ فلما ارتفعت الشمس وابیاضت قام فصلی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ نے ہماری روحیں قبض کر رکھی تھیں، جب اللہ کا اردہ ہوا پھر بھیج دیں تو ہم جاگ اٹھے۔ حضور پاک ﷺ دعاؤں میں بھی یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ سونے میں تو اگر میری روح قبض کرے، اگر اسی پر میری موت آجائے تو میری حفاظت کرنا۔ اگر واپس بھیجے تو ایمان کے ساتھ بھیجنا۔

تو قرآن و حدیث میں یہ بات واضح طور پر موجود ہے کہ نیند میں بھی روح نکل جاتی ہے۔ اگر موت کا اتنا ہی معنی ہو جتنا مماتیوں نے یاد رکھا ہوا ہے یعنی ابانۃ الروح عن الجسد تو پھر ان کے ہاں موت اور نیند ایک ہی چیز ہونی چاہئے۔

مماتیوں کا جاہلیت والا معنی لینا اور اسلام والا معنی نہ لینے کی وجہ

اس کی جاہلیت والا معنی مراد لینے کی وجہ یہ ہے کہ موت کا ایک معنی ہے کہ روح جسم میں آئے ہی نہ، جیسے قرآن پاک میں ہے

کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا.

اب روحیں تو ہزاروں سال پہلے سے پیدا ہو چکی ہیں، لیکن ابھی اگر آپ میں سے کسی کی عمر پچیس سال کی ہے تو آپ پچیس سال کو زندگی کہتے ہیں اور اس سے پہلی حالت کو موت کہتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ روحیں تو ہزاروں سال پہلے سے موجود تھیں۔ لیکن پھر بھی کنتم امواتا کہا گیا کہ تم مردہ تھے۔ اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ روح کا اس جسم کے ساتھ تعلق نہیں تھا، پس معلوم ہوا کہ موت کہتے ہیں کہ روح جسم سے باہر ہو اور جسم کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہ ہو، جس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱)......روح سرے سے جسم میں آئی ہی نہ ہو۔

(۲)......جسم سے روح نکل جائے اور جسم سے تعلق نہ رہے۔

تو پس اگر روح جسم سے باہر ہو اور جسم سے کوئی تعلق نہ ہو تو اس کو حیات نہیں کہتے بلکہ موت کہتے ہیں۔ اس لئے قرآن پاک نے اس کو موت کہا ہے۔

کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا.

حالانکہ وہاں سرے سے روح آئی ہی نہیں۔ اب اگر موت کا معنٰی فقط اتنا ہی لیا جائے جو مماتی حضرات لیتے ہیں، یعنی ابانۃ الروح عن الجسد کہ روح جسم سے نکل جائے، تو ماں کے پیٹ میں آنے سے پہلے پہلی حالت جو ہے یعنی جب روح جسم میں نہیں آئی تھی۔ تو اس پر موت کی یہ تعریف یعنی ابانۃ الروح عن الجسد والی صادق نہیں آتی کیونکہ اس وقت روح سرے سے اس جسم میں آئی ہی نہیں تھی تو نکلی کیسے؟ تو لھذا یہ جو معنی مراد لیتے ہیں وہ معنی اس حالت پر صادق نہیں آتا، حالانکہ حق جل شانہ نے اس کو موت فرمایا ہے۔ اب ماں کے پیٹ میں آنے سے پہلے کی حالت موت تھی۔ فاحیاکم پھر اللہ تبارک وتعالٰی نے حیات عطا فرمائی۔ اب اس مقام میں احیاء کا لفظ ایک مرتبہ آیا ہے۔ لیکن اس میں دو حیاتوں کا ذکر سمٹا ہوا ہے۔ اس میں سے ایک تو وہ چھپی ہوئی حیات تھی، لیکن تھی یقیناً حیات۔ پھر جب ہم پیدا ہوئے، اب جو یہ ہماری حیات ہے یہ کھلی حیات ہے۔ تو دو حیاتیں ہوئیں۔ ایک ماں کے پیٹ میں چھپی ہوئی حیات اور

ایک یہ کھلی ہوئی حیات۔ لیکن قرآن پاک میں دونوں کو ایک ہی لفظ میں بند کر دیا۔ اور ایک ہی مرتبہ فرمایا فاحیاکم۔ اس لئے وہ حیات جو ماں کے پیٹ میں تھی وہ اس کھلی حیات کا دیباچہ اور مقدمہ تھی، اس لئے انہیں الگ الگ بیان نہیں کیا گیا۔ وہ ایک ہی حیات ہے، اس کا کچھ حصہ چھپی حیات کا جو ماں کے پیٹ میں تھا اور کچھ حصہ کھلی حیات کا ہے سب کے سامنے کھلی حیات ہے۔ جب جسم کے ساتھ روح کا تعلق قائم ہوا اسی کو قرآن پاک نے فاحیاکم کہا آگے قرآن پاک میں ہے ثم یمیتکم کہ اللہ تعالی پھر موت دے دیں گے، پھر اس کے بعد ہے ثم یحییکم اس یحییکم کے بارے میں دو قول ہیں ایک تو حضرت ابن عباسؓ، حضرت قتادہؓ، اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کہ یہاں یحییکم سے مراد قبر کی حیات ہے، (ح ۱) کہ قبر میں سوال و

(ح ۱) ﴿فاحیاکم ثم یمیتکم﴾ . هذا وقف التمام، کذا قال ابو حاتم. ثم قال. ﴿ثم یحییکم﴾. واختلف اهل التأویل فی ترتیب هاتین الموتتین والحیاتین، وکم من موتة وحیلة للانسان؟ فقال ابن عباس وابن مسعود . ای کنتم امواتا معدومین قبل ان تخلقوا فأحیاکم ای خلقکم، ثم یمیتکم عند انقضاء آجالکم، ثم یحییکم یوم القیامة، قال ابن عطیة ، وهذا القولُ هو المراد بالآیة ، وهو الذی لا محید للکفار عنه لاقرارهم بهما، واذا اذعنت نفوس الکفار لکونهم امواتا معدومین، ثم للاحیاء فی الدنیا، ثم للاماتة فیها قوی علیهم لزوم الاحیاء الآخرو جاء جحدهم له دعوی لا حجة علیها. قال غیره. والحیلة التی تکون فی القبر علی هذاالتاویل فی حکم حیلة الدنیا، وقیل. لم یعتد بها کما لم یعتد بموت من اماته فی

جواب کے وقت روح لوٹا دی جاتی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت سے

الدنیا ثم احیاہ فی الدنیا. وقیل. کنتم امواتا ای نطفا فی ظهر آدم، ثم اخرجکم من ظهره کالذرّ، ثم یمیتکم موت الدنیا، ثم یبعثکم . وقیل. کنتم امواتا ای نطفا فی اصلاب الرجال وارحام النساء، ثم نقلکم من الارحام فاحیاکم ، ثم یمیتکم بعد هذه الحیاة ، ثم یحییکم فی القبر للمسئلة ، ثم یمیتکم فی القبر، ثم یحییکم حیاة النشر الی الحشر، وهی الحیاة التی لیس بعدها موت.

قلت. فعلی هذا التاویل هی ثلاث موتات ، وثلاث احیاء ات ، و کونهم موتی فی ظهر آدم، واخراجهم من ظهره والشهادة علیهم، غیر کونهم نطفا فی اصلاب الرجال و ارحام النساء، فعلی هذا یجیء اربع موتات، واربع احیاء ات. وقد قیل ان اللہ تعالی اوجدهم قبل خلق آدم علیه السلام کالهباء، ثم اماتهم، فیکون علی هذا خمس موتات، وخمس احیاء ات، وموتة سادسة للعصاة من امة محمد ﷺ اذا دخلوا النار، لحدیث ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ . " اما اهل النار الذین هم اهلها فانهم لا یموتون فیها ولا یحیون ولکن ناس اصابتهم النار بذنوبهم. اوقال. بخطایاهم فاماتهم اللہ اماتة حتی اذا کانوا فحما اذن فی الشفاعة فجیء بهم ضبائر ضبائر فبثوا علی انهار الجنة ثم قیل یااهل الجنة افیضوا علیهم فینبتون نبات الحبة تکون فی حمیل السیل" فقال رجل من القوم کَاَنَّ رسول

یہ تفسیر مروی ہے۔دوسرا کوئی اختلافی قول ان سے مروی نہیں ہے۔لیکن زمخشری چونکہ بہت بڑا عالم

اللہ ﷺ قد کان یرعی بالبادیة. اخرجه مسلم.

(الجامع لاحکام القرآن لابی عبد الله محمد بن احمد الانصاری القرطبی)

قوله ﴿کیف تکفرون بالله و کنتم امواتا فاحیاکم﴾ آیة ۲۸.

حدثنا احمد بن سنان ثنا عبدالرحمن یعنی ابن مهدی. عن سفیان عن ابی اسحاق عن ابی الاحوص عن عبدالله . قالوا. ربنا امتنا اثنتین و احییتنا اثنتین. قال. هی التی فی البقرة. ﴿کنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم﴾

وروی عن الضحاک و عطاء و نحو ذلک.

(تفسیر القرآن العظیم تالیف الامام الحافظ عبدالرحمن بن محمد ابن ادریس الرازی ابن ابی حاتم المتوفی سنة ۳۲۷ھ)

والثانی أن قوله. (وکنتم امواتا) یعنی فی القبور (فاحیاکم) للمسألة، (ثم یمیتکم) فی قبورکم بعد مسألتکم، ثم یحییکم عند نفخ الصور للنشور، لان حقیقة الموت ما کان عن حیاة ، وهذا قول ابی صالح.

(النکت والعیون تفسیر الماوردی تصنیف ابی الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی البصری)

گذرا ہے لیکن وہ عقیدتاً معتزلی تھا اور عذاب وثواب قبر کا قائل نہیں تھا۔ اس لئے سب سے پہلے

قال ابن عطیه . وهذا القول هو المراد بالآیة ، وهو الذی لا محید للکفار عنه لاقرارهم بهما، واذا أذعنت نفوس الکفار لکونهم امواتا معدومین ، ثم الاحیاء فی الدنیا ، ثم الاماتة فیها قوی علیهم لزوم الاحیاء الآخر، وجاء جحدهم له دعوی لا حجة علیها، والحیاة التی تکون فی القبر علی هذا التاویل فی حکم حیاة الدنیا.

(اللباب فی علوم الکتاب تالیف الامام المفسر ابی حفص عمر بن علی ابن عادل الدمشقی الحنبلی المتوفی بعد سنہ ۸۸۰ هجریه)

قال ابن الخطیب . احتج قوم بهذه الآیة علی بطلان عذاب القبر ، قالوا. لانه تعالی . بین أنه یحییهم مرة فی الدنیا ، و أخری فی الآخرة ، ولم یذکر حیاة القبر، و یؤیده قوله. ﴿ثم انکم بعد ذلک لمیتون ثم انکم یوم القیمة تبعثون﴾ (المؤمنون . ۱۵،۱٦) ولم یذکر حیاة فیما بین هاتین الحالتین، قالوا . ولا یجوز الاستدلال بقوله تعالی. ﴿قالوا ربنا امتنا أثنتین و أحییتنا أثنتین﴾ (غافر . ۱۱) لانه قول الکفار ، ولان کثیرا من الناس اثبتوا حیاة الذر فی صلب آدم حین استخرجهم و قال لهم . ﴿الست بربکم﴾ (الاعراف . ۳۲) و علی هذا التقدیر حصل حیاتان و موتتان من غیر حاجة الی اثبات حیاة فی القبر،

زمخشری نے یحییکم سے آخرت کی حیات مراد لی ہے۔اب چونکہ وہ بڑا آدمی ہے ہمارے علماء کا

فالجواب لم يلزم من عدم الذكر فى هذه الآية الا تكون حاصلة ، و أيضا فلقائل أن يقول. ان الله تعالى ذكر حياة القبر فى هذا الآية ، لأن قوله، "ثم يحييكم " ليس هو الحياة الدائمة ، والا لما صح أن يقول . " ثم اليه ترجعون". لأن كلمة "ثم" تقتضى التراخى، والرجوع الى الله .تعالى. حاصل عقب الحياة الدائمة من غير تراخ ، فلو جعلنا الآية من هذا الوجه دليلا على حياة القبر كان قريباً.

(اللباب فى علوم الكتاب تاليف الامام المفسر ابى حفص عمر بن على ابن عادل الدمشقى الحنبلى المتوفى بعد سنہ ۸۸۰ هجريه)

و أخرج وكيع وابن جرير عن ابى صالح فى الآية قال. ﴿يميتكم ثم يحييكم﴾ فى القبر ثم يميتكم.

(الدر المنثور فى التفسير بالمأثور للامام الحافظ جلال الدين السيوطى رحمه الله (ت ۹۱۱ھ)

﴿كيف تكفرون بالله وكنتم امواتا فاحياكم ثم يميتكم ثم يحييكم ثم اليه ترجعون﴾

كيف مبنية على الفتح لخفته وهى فى موضع نصب بتكفرون، و يسأل بها عن الحال، وهذاالاستفهام هو للانكار عليهم والتعجيب من حالهم وهى متضمنة لهمزة الاستفهام، والواو فى ﴿وكنتم﴾ للحال وقد مقدرة كما قال الزجاج

یہ ضابطہ ہوتا ہے کہ اس کی بات کی ایسی تاویل کر لی جائے کہ ہمارے موافق ہو جائے۔ اس لئے

والفراء، وانما صح جعل هذا الماضی حالا لان الحال لیس هو مجرد قوله ﴿کنتم امواتا﴾ بل هو وما بعده الی قوله ﴿ترجعون﴾ کما جزم به صاحب الکشاف کأنه قال. کیف تکفرون؟ و قصتکم هذه. ای وأنتم عالمون بهذه القصة و بأولها وآخرها. والاموات جمع میت، واختلف المفسرون فی ترتیب هاتین الموتتین والحیاتین. فقیل ان المراد ﴿کنتم امواتا﴾ قبل ان تخلقوا. ای معدومین، لانه یجوز اطلاق اسم الموت علی المعدوم لاجتماعهما فی عدم الاحساس ﴿فاحیاکم﴾ ای خلقکم ﴿ثم یمیتکم﴾ عند انقضاء اجالکم ﴿ثم یحییکم﴾ یوم القیامة. وقد ذهب الی هذا جماعة من الصحابة فمن بعدهم. قال ابن عطیة. وهذا القول هو المراد بالآیة. وهو الذی لا محید للکفار عنه، واذا اذعنت نفوس الکفار بکونهم کانوا معدومین ثم احیاء فی الدنیا ثم امواتا فیها لزمهم الاقرار بالحیاة الاخری. قال غیره. والحیاة التی تکون فی القبر علی هذا التأویل فی حکم حیاة الدنیا، وقیل. ان المراد کنتم امواتا فی ظهر آدم ثم اخرجکم من ظهره کالذر، ثم یمیتکم موت الدنیا ثم یبعثکم. وقیل ﴿کنتم امواتا﴾ ای نطفا فی اصلاب الرجال ﴿ثم یحییکم﴾ حیاة الدنیا. ﴿ثم یمیتکم﴾ بعد هذه الحیاة ﴿ثم یحییکم﴾ فی القبور ﴿ثم یمیتکم﴾ فی القبر ﴿ثم یحییکم﴾ الحیاة التی لیس بعدها موت. قال القرطبی. فعلی هذا التأویل

پھر انہوں نے اس کے قول کو نقل کرنا شروع کر دیا اور ساتھ تاویل یہ کی کہ اگر اس سے آخرت کی

هی ثلاث موتات و ثلاث احیاء ات و کونهم موتی فی ظهر آدم و اخراجهم من ظهره والشهادة علیهم غیر کونهم نطفا فی اصلاب الرجال، فعلی هذا یجیء اربع موتات و اربع احیاء ات . وقد قیل . ان الله اوجدهم قبل خلق آدم کالبهائم و أماتهم فیکون علی هذا خمس موتات و خمس احیاء ات ، و موتة سادسة للعصاة من امة محمد ﷺ کما ورد فی الحدیث "ولکن ناس اصابتهم النار بذنوبهم فأماتهم الله اماتة، حتی اذا کانوا فحما اذن فی الشفاعة فجیء بهم ، الی ان قال. فینبتون نبات الحبة فی حمیل السیل" وهو فی الصحیح من حدیث ابی سعید . وقوله ﴿ثم الیه ترجعون﴾ ای الی الله سبحانه فیجازیکم بأعمالکم . وقد قرأ یحی بن یعمر و ابن ابی اسحاق و مجاهد و سلام و یعقوب یفتح حرف المضارعة ، وقرأ الجماعة بضمه. قال فی الکشاف. عطف الاول بالفاء وما بعده بثم، لان الاحیاء الاول قد تعقب الموت بغیر تراخ، واما الموت فقد تراخی عن الاحیاء ، والاحیاء الثانی کذلک متراخ عن الموت ان ارید به النشور تراخیا ظاهرا وان ارید به احیاء القبر فمنه یکتسب العلم بتراخیه والرجوع الی الجزاء ایضا متراخ عن النشور انتهی. ولا یخفاک انه ان اراد بقوله ان الاحیاء الاول قد تعقب الموت انه وقع علی ما هو متصف بالموت . فالموت الآخر وقع علی ما

حیات مراد لی جائے تو ساتھ قبر کی حیات بھی ضمن میں سمٹ جاتی ہے۔ کیونکہ قبر کی حیثیت آخرت

هو متصف بالحياة ، وان اراد انه وقع الاحياء الاول عند اول اتصافه بالموت بخلاف الثانى فغيرمسلم ، فانه وقع عند آخر اوقات موته كما وقع الثانى عند آخر اوقات حياته، فتأمل هذاط وقد اخرج ابن جرير عن ابن مسعود و ناس من الصحابة فى قوله تعالى ﴿وكنتم امواتا﴾ الآية. قال. لم تكونوا شيئا فخلقكم ﴿ثم يميتكم ثم يحييكم﴾ يوم القيامة. وأخرج ابن جرير وابن المنذر و ابن ابى حاتم عن ابن عباس نحوه . و أخرج عبد بن حميد وابن جرير عن قتادة نحوه ايضا. و اخرج ابن جرير عن ابى صالح قال. يميتكم ثم يحييكم فى القبر ثم يميتكم. و أخرج ابن جرير عن ابى العالية فى قوله ﴿وكنتم امواتا﴾ قال. حين لم تكونوا شيئا، ثم اماتهم ثم احياهم يوم القيامة، ثم يرجعون اليه بعد الحياة. و أخرج ابن جرير عن عبدالرحمن بن زيد بن أسلم قال. خلقهم من ظهر آدم فاخذ عليهم الميثاق ثم اماتهم. ثم خلقهم فى الارحام، ثم اماتهم ، ثم احياهم يوم القيامة . والصحيح الاول.

(فتح القدير تاليف محمد بن على بن محمد الشوكانى المتوفى ١٢٥٠ هج)

قوله تعالى. (كيف تكفرون بالله) قاله تعجبا، كيف تكفرون بالله بعد نصب الدلائل ووضوح البراهين؟ ثم ذكر

کے ساتھ وہی ہے جو ماں کے پیٹ میں چھپی ہوئی حیات کی حیثیت اس حیات کے ساتھ ہے۔تو

الدليل فقال. (وكنتم امواتا) هذا دليل ، اى. كنتم نطفا فى اصلاب الآباء.

(فاحياكم) اى. خلقكم (ثم يميتكم) عند انتهاء الاجل. (ثم يحييكم) للبعث. (ثم اليه ترجعون) الى الله مصيركم . وقيل . اراد بالموت الاول . الموت المعهود (وكنتم امواتا) اى. تصيرون امواتا. فاحياكم اى. يحييكم فى القبر للسؤال، ثم يميتكم بعده فى القبر ثم يحييكم للبعث . ثم اليه ترجعون.

(تفسير القرآن للامام العلامة شيخ الاسلام حجة اهل السنة والجماعة ابى المظفر السمعانى منصور بن محمد بن عبدالجبار التميمى المروزى الشافعى السلفى)

قال ابن عطية وهذا القول هو المراد بالآية وهو الذى لا محيد للكفار عنه ، واذا اذعنت نفوس الكفار بكونهم كانوا معدومين ثم احياء فى الدنيا ثم امواتا فيها لزمهم الاقرار بالحياة الاخرى، قال غيره والحياة التى تكون فى القبر على هذا التاويل فى حكم حياة الدنيا، وقيل ان المراد كنتم امواتا فى ظهر آدم عليه السلام ثم اخرجكم من ظهره كالذر ثم يميتكم موت الدنيا ثم يبعثكم، وقيل كنتم امواتا اى نطفا فى اصلاب الرجال ثم يحييكم حياة الدنيا ، ثم يميتكم بعد هذا الحياة ثم يحييكم فى القبور ثم يميتكم فيها ثم يحييكم الحياة التى ليس بعدها موت، قال القرطبى فعلى هذا التاويل هى ثلاث موتات و ثلاث احياء

جیسے اس حیات سے پہلے ماں کے پیٹ میں ایک چھپی ہوئی حیات ہے، اس کے لئے الگ لفظ

ات، و کونهم موتی فی ظهر آدم و اخراجهم من ظهره والشهادة علیهم غیر کونهم نطفا فی اصلاب الرجال ، فعلی هذا یجیء اربع موتات و اربع احیاء ات.

(فتح البیان فی مقاصد القرآن تالیف صدیق بن حسن بن علی الحسین القنوجی البخاری)

و کیف هنا بمعنی التهدید قوله تعالیٰ و کنتم امواتا فاحیاکم ای فی الرحم ثم یمیتکم فی الدنیا ثم یحیکم فی القبر ثم الیه ترجعون فی القیامة. (تفسیر زاهدی ص ۳۰)

﴿کیف تکفرون بالله و کنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحیکم﴾ و هکذا روی عن السدی بسنده عن ابی مالک وعن ابی صالح عن ابن عباس و عن مرة عن ابن مسعود وعن ناس من الصحابة وعن ابی العالیة والحسن و مجاهد و قتادة و ابی صالح والضحاک و عطاء الخراسانی نحو ذلک و قال الثوری عن السدی عن ابی صالح ﴿کیف تکفرون بالله و کنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیه ترجعون﴾ قال یحیکم فی القبر ثم یمیتکم و قال ابن جریر یونس عن ابن وهب عن عبدالرحمن بن زید بن اسلم قال خلقهم فی ظهر آدم ثم اخذ علیهم المیثاق ثم اماتهم ثم خلقهم فی الارحام ثم اماتهم ثم احیاهم یوم القیامة و ذلک کقوله تعالیٰ ﴿قالوا ربنا امتنا اثنتین

ذکر کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ بلکہ اس حیات کے تحت ہی اس کا ذکر آ گیا۔ اسی طرح آخرت کی کھلی حیات سے پہلے ایک چھپی حیات ہے، جو قبر میں ہے تو اگر یحییکم سے مراد زمخشری کے قول کے مطابق آخرت کی حیات بھی مراد لے لی جائے، تو اس سے اہل سنت والجماعت کے عقیدے کا رد نہیں ہوتا کیونکہ اس میں بھی چھپی حیات ہے اور آخرت کی حیات کھلی حیات ہے۔ تو جس طرح احیاکم میں دونوں حیاتیں سمٹی ہوئی ہیں، ماں کے پیٹ والی چھپی حیات بھی اور یہ

و احییتنا النتین﴾ و هذا غریب والذی قبله والصحیح ما تقدم عن ابن مسعودؓ و ابن عباسؓ و اولئک الجماعة من التابعین . (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۰۲-۱۰۳)

وان ارید به الاحیاء فی القبر للسوال کما روی ذلک عن السدیؒ فیکون استعمال کلمة ثم فی هذا الموضع دلیلاً علی ان احیاء القبر متراخ عن الموت وان لم یکن متراخ عن الدفن کما روی عن البراء بن عازبؓ انه قال قال رسول الله ﷺ " ان المیت یسمع خفق نعالهم اذا ولو مدبرین حین یقال له من ربک وما دینک ومن نبیک" الحدیث. ((حاشیه محی الدین شیخ زاده علی تفسیر البیضاوی مصنف محمد بن مصلح الدین مصطفی القوجوی الحنفی المعروف شیخ زاده المتوفی ۹۵۱ه) (ص ۴۷۲ ج ۱)

وکیف هنا بمعنی التهدید قوله تعالیٰ وکنتم امواتا فاحیاکم ای فی الرحم ثم یمیتکم فی الدنیا ثم یحیکم فی القبر ثم الیه ترجعون فی القیامة. (تفسیر زاهدی ص ۳۰)

کھلی حیات بھی۔ اسی طرح ثم یحییکم میں دونوں حیاتیں کٹھی ہوئی ہیں۔ ماں کے پیٹ والی چھپی حیات بھی اور یہ کھلی حیات بھی۔ اسی طرح ثم یحییکم میں دو حیاتیں کٹھی ہوئی ہیں۔

اب یہ جو معنی کرتے ہیں موت نام ہے روح کے نکلنے کا۔ حالانکہ یہ موت کا ادھورا معنی ہے۔ اس لئے کہ موت دو معنوں میں آتا ہے، روح سرے سے آئے ہی نہ، اس کو بھی موت کہتے ہیں، اور روح آکر نکل جائے اور جسم سے بے تعلق ہو، اس کو بھی موت کہتے ہیں۔

لیکن ان لوگوں نے آدھا معنی کیوں کیا اور آدھا معنی کیوں بھلا دیا؟ اس لئے موت کا پہلا معنی جو ہے کہ روح سرے سے آئے ہی نہ۔ اس معنی کے لحاظ سے قرآن نے بتوں کو بھی مردہ کہا ہے، کیونکہ ان میں روح کبھی آتی ہی نہیں۔ اب ان لوگوں نے بتوں والی ساری آیات انبیاء علیہم السلام پر چسپاں کرنی ہوتی ہیں۔ اس لئے یہ اپنے طالب علموں کو موت کا آدھا معنی یاد کراتے ہیں۔ کہ موت کہتے ہیں جان نکلنے کو اور پھر شور مچاتے ہیں کہ جتنے مفسرین نے اموات کا معنی بت کیا ہے وہ لغت سے واقف نہیں تھے، اس لئے کہ یہ آیات بتوں کے لئے نہیں ہیں بلکہ انبیاء اور اولیاء کے لئے ہیں جن میں پہلے روح تھی پھر نکلی۔ اب انہوں نے آدھا معنی چھوڑ کر قرآن پاک کی آیت کنتم امواتا کا انکار کر دیا، کیونکہ امواتا کا یہی معنی امواتا میں موت کا ہے۔ کہ روح کا جسم سے تعلق قائم ہی نہ ہو۔ اب یہ لوگ شور تو یہ مچاتے ہیں کہ ہم قرآن مانتے ہیں، لیکن ان لوگوں کا پہلا قدم ہی قرآن پاک کے انکار سے شروع ہوتا ہے۔

یونس نعمانی کا واقعہ

حضرت اوکاڑویؒ نے فرمایا ایک مناظرہ میں جب میں نے یونس نعمانی سے پوچھا کہ آپ ذرا موت کا معنٰی واضح فرمائیں، تو اس نے کہا روح جسم سے نکل جائے اور اسکا تعلق جسم سے نہ ہو۔ پھر میں نے کہا ذرا حیات کا معنی ارشاد فرمائیں، تو وہ اس پر تین دفعہ کانپا کیونکہ اس نے حیات کا معنٰی یہ بتانا تھا کہ روح سبز پرندوں میں ہے یا علیین میں ہے اور جسم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اب یہ معنٰی موت کا ہے نہ کہ حیات کا۔ تو اب وہ دو تین دفع یوں لرزا، جب میں نے بار بار

اصرار کیا کہ اب حیات کا معنیٰ بھی سمجھا دیں، کیونکہ شہداء اور انبیاء میں موت کے بعد حیات بھی تو ثابت ہے، تو لھذا اسکا بھی معنیٰ معلوم ہونا چاہئے۔ اب جب وہ زیادہ مجبور ہوا تو اس نے کہا حیات کا ایک معنیٰ وہی ہوتا ہے جو موت والا ہے، اس پر میں نے کہا کہ اس کا مطلب صاف نکل آیا کہ جو شخص جسم کے ساتھ روح کے تعلق کا انکار کرتا ہے اللہ نے فرمایا تھا کہ انکو مردہ نہ کہو، اب اگر چہ اس نے لفظ مردہ تو نہیں بولا لیکن معنیٰ وہی کیا کہ جسم کے ساتھ روح کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ تو اس آیت کا انکار کر گیا۔ اب جب اس کے ساتھیوں نے دیکھا کہ پھنس چکا ہے تو انہوں نے شور ڈالا کہ اندھیرا ہو رہا ہے باقی مناظرہ صبح ہوگا۔

ہم موت کے دونوں معنی تسلیم کرتے ہیں اور انہوں نے موت کا آدھا معنی یاد کر رکھا ہے اور آدھا چھوڑ دیا ہے۔ اور جو آدھا یاد رکھا ہے وہ بھی جاہلیت والا، یعنی موت عدمی چیز ہے۔ اس میں وجودیت کا ذکر کرتے ہی نہیں۔ کہ موت کسی وجودی چیز کا نام ہے۔ اور یہ ساری کاروائی اس وجہ سے کرتے ہیں کہ انہوں نے بتوں والی ساری آیات انبیاء اور اولیاء کرام پر چسپاں کرنی ہوتی ہیں۔

صحیح بخاری شریف ج ۲ کتاب الخوارج میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ساری دنیا میں سب سے بدترین لوگ خارجی ہیں، اس لئے کہ یہ کافروں والی آیات مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں، اسی لئے یہ لوگ بدترین ہیں۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے زمانے میں یہ مماتی لوگ نہیں تھے، ورنہ وہ فرماتے کہ خوارج سے بھی بدتر یہ مماتی ہیں کہ وہ تو کافروں والی آیات مسلمانوں پر فٹ کرتے تھے، یہ بتوں والی آیات انبیاء پر چسپاں کر دیتے ہیں۔ یہ ان سے بھی آگے نکل گئے ہیں۔

مماتیوں اور خارجیوں کا مزاج ایک ہے۔

ابوداؤد شریف کی کتاب السنہ میں خارجیوں کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ بھی قرآن پاک ہی پڑھتے تھے۔ لیکن قرآن پاک کا مطلب ایسا بیان کرتے تھے جو صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم

اجمعین نہیں مانتے تھے۔ چنانچہ وہ حضرت علیؓ کے سامنے بولتے تھے کہ قرآن سے بات کرو۔ آج قرآن سے فیصلہ ہوگا۔ حضرت علیؓ تو باب مدینۃ العلم تھے۔ حق جل شانہ نے ان کو بہت زیادہ علم سے نوازا تھا۔ بات سمجھانے کا بہت عمدہ سلیقہ تھا۔ چنانچہ ایک دن ایک آدمی حاضر ہوا اس نے پوچھا انسان مجبور ہے یا مختار؟ تو فرمایا حق جل شانہ نے انسان کو قوتیں عطا فرمائی ہیں۔ لیکن وہ محدود ہیں نہ کہ لامحدود۔ جسطرح انسان ایک دائرہ تک ہاتھ چلا سکتا ہے اس سے زائد نہیں، اسی طرح اسکے اختیار کی قوت بھی محدود ہے۔ انسان کچھ مجبور ہوتا ہے کچھ مختار۔ اس نے پوچھا کتنا مجبور ہے کتنا مختار؟ آپ نے فرمایا دائیں ٹانگ اوپر کرلو، اس نے دائیں ٹانگ اوپر کرلی۔ فرمایا اب یہ اوپر رہنے دو اور دوسری بھی اوپر کرلو۔ اس نے کہا یہ تو نہیں اوپر اٹھتی فرمایا بس اتنے تم مجبور ہو اتنے تم مختار۔ تو جب خارجیوں نے شور مچایا کہ فیصلہ قرآن سے کرو۔ تو حضرت علیؓ نے قرآن پاک منگوالیا اور سامنے رکھ لیا۔ اور رکھ کر تین دفعہ فرمایا۔ اے خدا کے قرآن فیصلہ سنا دے کہ میں سچا ہوں یا خارجی۔ دوسری اور تیسری دفعہ پھر فرمایا۔ اس پر خارجی خود ہی بول اٹھے کہ یہ تو بولتا نہیں یہ کیا فیصلہ سنائے گا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب قرآن خود نہیں بولتا تو اسے کوئی عالم ہی بلوائے گا۔ اور وہ اس کا مطلب سمجھائے گا اور فرمایا ہم نے قرآن پاک اس پیغمبر ﷺ سے پڑھا ہے جس پر قرآن نازل ہوا ہے اور تم کہتے ہو کہ تمہیں قرآن نہیں آتا۔ حالانکہ ہم قرآن پاک کا وہ مطلب بیان کرتے ہیں جو ہم نے اللہ تعالیٰ کے نبی پاک ﷺ سے سمجھا ہوا ہے اور تم کہتے ہو قرآن کا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ وہ مطلب ہے جو ہم سمجھتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کا جو مطلب تم بیان کرتے ہو وہ اس مطلب کے خلاف ہے جو اللہ کے نبی ﷺ اور ان کے صحابہ نے بیان فرمایا۔

تو جو عادت خارجیوں کی تھی وہی آج کل مماتیوں کی ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم جو قرآن کا معنی اور مطلب بیان کرتے ہیں وہی صحیح ہے۔ اگرچہ وہ نبی علیہ السلام، صحابہ کرام، جمہور مفسرین کے بیان کردہ معنی اور مطلب کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اس پر حضرت کا ایک واقعہ یاد آیا۔

واقعہ

حضرت اوکاڑویؒ نے فرمایا کہ جب میں شعبان میں کراچی پڑھانے کے لئے جاتا ہوں، تین جگہ پڑھاتا ہوں ان میں سے ایک لڑکیوں کا مدرسہ بھی ہے۔ مجھے ایک دن وہاں کے مہتمم صاحب نے کہا میری بیوی نے چٹ لکھی ہے کہ نئی لڑکی آج پڑھنے کے لئے آئی ہے اور وہ وفاق المدارس میں اول آئی ہے لیکن ہے وہ مماتی۔ وہ کہتی ہے، میں مسئلہ حیات النبی ﷺ سمجھنا چاہتی ہوں آپ ذرا آج اس مسئلہ کو بیان فرمادیں۔ تو میں نے ان سے کہا کہ آپ جلالین شریف کھول کر سامنے رکھ لیں اور آیت انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم نکال لیں۔ پھر جب میں نے کہا کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ایک کافر عبداللہ زِبَعرِیٰ آٹھ دس آدمیوں کا وفد لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آکر کہا یہ آیت جو نازل ہوئی اس کا صاف مطلب ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دوزخی ہیں، چونکہ عیسائیوں نے انہیں خدا کا بیٹا کہا ہے، عزیر علیہ السلام بھی دوزخی ہیں کیونکہ یہودیوں نے ان کو خدا کا بیٹا کہا ہے۔

اور فرشتے سارے دوزخی ہیں، کیونکہ عرب کا ایک قبیلہ ان کو خدا کی بیٹیاں کہتا ہے اور کہتا ہے فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں، اسی وجہ سے پردے میں رہتی ہیں نظر نہیں آتیں۔ تو جب عزیرؑ، عیسیٰؑ اور سارے فرشتے دوزخ میں چلے جائیں گے، تو اگر ہمارے سارے پتھر کے معبود دوزخ میں چلے جائیں تو یہ سودا بھی ہمیں مہنگا نظر نہیں آتا۔ اس پر انہوں نے بڑا مذاق اڑایا، تالیاں بھی بجائیں۔ آنحضرت ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جواب خود ارشاد فرمانے سے پہلے وحی کا انتظار فرماتے کہ شاید من جانب اللہ کوئی جواب آجائے۔ اس لئے آپ ﷺ خاموش رہے اور انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ لاجواب ہوگئے ہیں۔ اس پر وہ شور مچانا شروع ہوگئے تو ان کے سوال کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ان الذین سبقت لھم منا الحسنی کہ یہ لوگ اس میں شامل نہیں ہیں۔ پس اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ بتوں والی آیات انبیاء پر چسپاں کرنے کا کام عبداللہ زبعری

نے کیا۔ اگر چہ اس نے کوئی جماعت بنا کر اس کا نام جمیعت اشاعۃ التوحید والسنہ یا کیپٹن عثمانی کی طرح حزب اللہ نہیں رکھا۔ لیکن یہ اصول جمیعت اشاعۃ التوحید والسنۃ اور کیپٹن عثمانی کو وہی دے کر گیا ہے کہ بتوں والی آیات انبیاء پر چسپاں کرنی ہیں۔

اب وہ لڑکی پردے میں بیٹھی تھی ایک مرتبہ اس کی چیخ نکل گئی۔ کہنے لگی آپ نے بہت سخت بات فرمائی ہے، میں نے کہا بات اگر چہ سخت ہے لیکن ہے سچی۔ چنانچہ وہ سارا درس ریکارڈ کر کے لے گئی، اگلے دن وہ واپس آئی تو اس نے ایک بہت بڑی چٹھی لکھ کر دیدی کہ میں آپ کا ٹیپ کیا ہوا سبق وہاں لے کر گئی تھی انہوں نے اسے سنا اور کہا ہم تو پہلے ہی جانتے تھے کہ امین بالکل ان پڑھ آدمی ہے، اسے اتنا بھی معلوم نہیں کہ ما غیر ذوی العقول کے لئے اور من ذوی العقول کے لئے آتا ہے، جب عبداللہ زبعری نے یہ اعتراض کیا تو حضرت پاک ﷺ نے فرمایا کہ تجھے اپنی زبان عربی نہیں آتی۔ تجھے یہ پتا نہیں کہ آیت کریمہ میں لفظ مَا ہے۔ جو غیر ذوی العقول کے لئے آتا ہے نہ کہ مَن جو کہ ذوی العقول کے لئے آتا ہے۔ آیت کریمہ انکم وما تعبدون ہے نہ کہ انکم ومن تعبدون. چنانچہ وہ لکھوا کر لائی۔ میں نے جواب میں کہا کہ یہ جو بات ہے کہ مَا غیر ذوی العقول کے لئے آتا ہے، لا آثر له عند المحدثين اس کا سرے سے کوئی ثبوت ہی نہیں۔ (ح ۲) میں نے کہا اسے جا کر بتا دینا اور تمہارے علماء کو اور تمہیں یہ بات نہیں آتی ایک ان پڑھ کو آتی ہے۔ پھر میں نے کہا التوضیح والتلویح اور نور الانوار کھولیں ان میں یہی ہے کہ مَن ذوی العقول کے لئے آتا ہے اور مَا عام ہے، ذوی العقول اور غیر ذوی العقول دونوں کے لئے استعمال

(ح ۲). وللمحدثين في هذا الحديث كلام حتىٰ قالوا انه موضوع كذا قال بحر العلوم وفي التيسير انه شيء لا يعرف ولا اصل له وقال العسقلاني لا اصل له من طريق ثابتة ولا واهية كذا قال على القاري.

(حاشیہ نور الانوار ص ۲۰۸)

ہوتا ہے۔قرآن پاک میں ہے یسبح للہ ما فی السموت وما فی الارض اب یہاں لفظ مَا ہے حالانکہ سب لکھتے ہیں کہ ملائکہ بھی اس میں شامل ہیں اور ارواح بھی شامل ہیں۔ اور وہ سارے اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں حالانکہ ملائکہ ذوی العقول ہیں اور مَا ان کو شامل ہے۔اس کے بعد میں نے کہا کہ انہوں نے جو لکھا ہے کہ مَن ذوی العقول کے لئے آتا ہے اور خاص ہے۔تو یہ جو تم دن رات پڑھتے ہو وما انت بمسمع من فی القبور تو اس میں مَن آیا ہے۔تو قبروں والے سارے عقل مند ثابت ہوگئے۔اب جب اس نے یہ درس بھی ان کو سنایا تو انہوں نے اس کی خوب پٹائی کی اور وہاں سے نکال دیا اور کہا کہ آئندہ یہاں نہ آنا۔

تو بہرحال ان لوگوں نے اس طرح کی باتیں بچوں کے ذہن میں بٹھائی ہوتی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے علامۃ الدھر ہوگئے ہیں، باقی ساری دنیا ان پڑھ ہے۔صحابہؓ نے جو تفسیریں کی ہیں ان کو بھی عربی نہیں آتی تھی، تابعین جو تفسیریں کرتے تھے انہیں بھی عربی نہیں آتی تھی۔ عربی صرف ہم مماتیوں کو آتی ہے اور کسی کو نہیں آتی۔تو ایک تو انہوں نے موت کا معنی بگاڑ دیا ہے۔ اور بگاڑنے سے مقصود وہی تھا کہ انہوں نے بتوں والی آیات انبیاء پر چسپاں کرنی ہیں۔اس لئے کہ موت کا آدھا معنی یعنی روح جسم سے نکل جائے اور جسم کے ساتھ اس کا تعلق نہ ہو اس کو بیان کرتے ہیں اور آدھا یعنی روح جسم میں آئے ہی نہ۔اسکو بیان نہیں کرتے۔

اب جب مسئلہ ایک طرف سے شروع کیا جائیگا عام فہم ہوگا۔ دیکھیے پہلے موت تھی۔ قرآن پاک میں آیا ہے

کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا فاحیاکم

پھر اللہ نے حیات عطا فرمادی۔اب جو پچیس سال قبل پیدا ہوا اسکی یہ حیات پچیس سال ہے۔اور جو پندرہ سال قبل پیدا ہوا اسکی حیات پندرہ سال ہے۔حالانکہ اس سے قبل ہزاروں سال موت پر گذر گئے۔لیکن اب میری اور آپکی حیات کی بات ہونی چاہیے نہ کہ موت کی جو کہ ہزاروں سال گذر چکی۔اب اس وقت ہم اپنے آپ کو زندہ سمجھ رہے ہیں۔کوئی مماتی بھی اپنے آپکو مردہ

نہیں سمجھتا۔ لیکن اگر میں کہوں کہ قرآن پاک سے ثابت کرتا ہوں کہ تم مردہ ہو

کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا

قرآن کہتا ہے کہ تم سارے مردہ ہو۔ اس پر آپ کہیں گے کہ ہمارا ایمان ہے کہ آیت برحق ہے، لیکن اس میں پہلی حالت کا ذکر ہے جب ہم مردہ تھے۔ اس کے بعد اللہ نے ہمیں حیات عطاء فرمادی ہے۔ تو جس طرح اس موت کے بعد حیات ہے، اسی طرح اگلی موت کے بعد بھی حیات ہے۔ اور آیت کریمہ

انک میت و انھم میتون

کا اس حیات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ جب موت آگئی، خواہ ایک لحظہ کے لئے آئی تو **کل نفس ذائقة الموت** کا وعدہ پورا ہوگیا۔ اسی طرح **انک میت و انھم میتون** والا وعدہ بھی پورا ہوگیا۔ لیکن جس طرح اس پہلی موت کے بعد (جو **کنتم امواتا** میں مذکور ہے) یہ حیات مل گئی تھی، اسی طرح اس موت کے بعد امام الانبیاء ﷺ کی حیات چودہ سو سال سے آرہی ہے۔ قرآن پاک میں **کل نفس ذائقة الموت** اور ذائقہ چکھنے کو کہتے ہیں اور کسی چیز کو کوئی سال تک نہیں چکھا جاتا، بلکہ ایک یا دو لحہ میں چیز چکھ لی جاتی ہے۔ اسی طرح موت ایک ذائقہ ہے جو چکھنا ہے۔ اس کے بعد حالت بدل جاتی ہے، نیز موت ایک آنی چیز ہے جیسے آپ جب کمرے میں داخل ہوئے تھے تو آپ کا کمرے میں آنے کا فعل پایا گیا، اب آپ بیٹھے سبق پڑھ رہے ہیں اور وہ آنے کا فعل ختم ہو چکا ہے۔ اور اگلا فعل یعنی بیٹھنا اور سبق پڑھنا یہ شروع ہوگیا ہے۔ تو اسی طرح موت ایک ذائقہ ہے کوئی لمبی چیز نہیں۔ اب جب اس کے بعد حیات مل چکی ہے۔ اب اس جگہ **انک میت و انھم میتون** پڑھنا یہ ایسا ہی دھوکہ ہے جیسے میں آپ پر پڑھوں **کنتم امواتا، کنتم امواتا، کنتم امواتا**. آپ اس پر کہیں گے کہ آیت کریمہ بالکل برحق ہے، لیکن اس کا تعلق اس زمانے سے ہے جب ہمیں حیات نہیں ملی تھی، اس زمانے سے تعلق نہیں۔ اب ان منکرین حیات انبیاء کو یہی ایک آیت مبارکہ یاد ہے۔ اور موقع خواہ ہو یا نہ ہو اسی کو پڑھ دیتے

ہیں۔ حالانکہ اس کا اصل بحث سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں، کیونکہ ہم موت کے بعد حیات کو مانتے ہیں۔ حضرتؒ اس مقام پر ایک لطیفہ سنایا کرتے تھے۔

لطیفہ

ایک دن ایک بابا جی استنجا خانے میں بیٹھے اونچی اونچی آواز سے کچھ پڑھ رہے تھے، طالبعلم باہر انتظار میں کھڑے ہیں کہ بابا جی کب نکلتے ہیں، لیکن بابا جی نکلنے کا نام ہی نہ لیں، اور پڑھ کیا رہے تھے؟

اللھم ارحنی رائحۃ الجنۃ ولا ترحنی رائحۃ النار

اب جب طلباء نے یہ آواز سنی تو بڑے حیران ہوئے کہ بابا جی شاید اندر ہی وضو کرنا شروع ہو گئے ہیں۔ کیونکہ انہیں پتا تھا کہ یہ دعا تو ناک میں پانی ڈالنے کے وقت پڑھی جاتی ہے۔ جب بابا جی فارغ ہو کر باہر تشریف لائے، تو طلباء نے پوچھا بابا جی آپ نے وضو بھی کر لیا ہے؟ بابا جی غصے سے بولے وضو کہاں کیا میں نے تو استنجا کیا ہے۔ طلباء نے پوچھا کہ بابا جی آپ نے بڑا استنجا کیا ہے یا چھوٹا۔ اس نے کہا بڑا، پوچھا کہ دعا کونسی پڑھی ہے؟ بابا جی نے پھر دعا سنا دی

اللھم ارحنی رائحۃ الجنۃ ولاترحنی رائحۃ النار

طلباء نے کہا بابا جی آپ کو دعا تو یاد ہو گئی ہے، لیکن سوراخ بھول گیا ہے کہ کس سوراخ پر پڑھنی تھی۔ جس سوراخ پر دل کرتا ہے پڑھنا شروع کر دیتے ہیں، اب یہی حال ان مماتیوں کا ہے ان کو ایک آیت تو یاد ہو گئی ہے۔ انک میت وانھم میتون۔ لیکن اس آیت کا موقع محل بھول گیا ہے کہ کس موقع پر اس آیت کو پڑھنا ہے، جہاں ان کا دل کرتا ہے خواہ محل ہو یا نہ ہو بابا جی کی طرح اسے پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ ان کو ایک آیت تو یاد ہو چکی ہے، اس کا معنی بھی ان بے چاروں کو آ جائے تا کہ اس آیت کو بے موقع محل استعمال نہ کریں۔

قبر کا معنیٰ

قبر کا معنی بھی ان حضرات نے تبدیل کر لیا کہ قبر جسم مثالی کو کہتے ہیں، اس پر دلائل آگے آرہے ہیں کہ قبر اسی گڑھے کو کہتے ہیں کہ جو زمین میں ہے۔

روحانی

روحانی کا معنی بھی انہوں نے بگاڑا ہے، روحانی کا معنی یہ ہے کہ وہاں روح مقدم ہے جیسے اس حیات میں جسم مقدم ہے۔ یہاں کی حیات کو جسمانی کہنے سے کوئی یہ نہیں سمجھتا کہ جسم سے روح کا تعلق نہیں ہے بلکہ صرف اتنا سمجھا جاتا ہے کہ یہاں جسم مقدم ہے۔ اس طرح وہاں کی حیات کے روحانی ہونے کا یہ مطلب لینا کہ جسم بے جان ہے یہ غلط ہے بلکہ جسم کے ساتھ روح کا تعلق ہے۔ البتہ تقدم چونکہ روح کو حاصل ہے عموماً حالات پہلے روح پر وارد ہوتے ہیں پھر روح کے واسطے سے جسم پر، اس لئے اس کو روحانی کہہ دیتے ہیں۔

برزخ

﴿حتیٰ اذا جاء احدهم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحاً فیما ترکت کلا انها کلمة هو قائلها ومن ورائهم برزخ الی یوم یبعثون﴾

(المؤمنون ع ٦......٢٣)

ترجمہ...... یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک کو موت آتی ہے تو کہتا ہے اے رب میرے مجھے واپس لوٹا دے تا کہ میں نیک عمل کروں ان چیزوں میں جو میں چھوڑ آیا ہوں، ہرگز نہیں یہ ایک بات ہوگی جس کو وہ کہنے والا ہوگا اور اس کے پیچھے پردہ ہے اس دن تک جس دن اٹھائے جائیں گے۔

برزخ کا معنی

برزخ کا معنی ہے غیر محسوس پردہ۔ انہی معنوں میں قرآن پاک میں یہ لفظ دو جگہ آیا ہے،

(۱) ...... ﴿مرج البحرین یلتقیان بینهما برزخ لا یبغیان﴾

ترجمہ...... ملا دیا دو دریاؤں کو ایک دوسرے سے مل رہے ہیں اور ان کے درمیان پردہ ہے کہ ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے۔

(۲) ...... ﴿هو الذی مرج البحرین هذا عذب فرات وهذا ملح اجاج وجعل بینهما برزخا و حجرا محجوراً﴾

ترجمہ...... اور وہ ذات جس نے دو دریاؤں کو ملایا یہ میٹھا ہے پیاس کو بجھانے والا اور یہ کھاری ہے جو اور پیاس کو بڑھاتا ہے اور ان دونوں کے درمیان پردہ کر دیا اور بند بندھا ہوا ہے۔

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں

البرزخ علی ثلاثة اقسام، مکان و زمان و حال. فالمکان من القبر الی علیین ...... ومن القبر الی سجین...... اما الزمان فهو مدة بقاء الخلق فیه من اول من مات او یموت من الجن والانس الی یوم یبعثون، واما الحال فاما منعمة واما معذبة.

(الحاوی للفتاوی)

ترجمہ...... برزخ تین قسم پر ہے مکان، زمان اور حال۔ مکان قبر سے علیین تک ہے، (نیک لوگوں کے لئے) اور قبر سے سجین تک ہے (برے لوگوں کے لئے)

اور زمان یہ وہ مدت ہے جتنی مدت مخلوق جنوں انسانوں میں سے جو مر چکی ہے اور مرے گی قیامت تک اس میں رہے گی۔تو یہ زمانہ ان میں سے ہر ایک کے لئے زمانہ برزخ ہے۔اور حال یا دکھ میں ہوں گے یا سکھ میں۔

اس سے معلوم ہوا کہ برزخ غیر محسوس پردے کو کہتے ہیں کہ وہ حالت ہمیں نظر بھی نہیں آتی وہاں کی حیات کو برزخی کہنے کا یہی مطلب ہے کہ وہ ہم سے پردہ میں ہے۔پھر یہ کہ یہ پردہ ہمارے اعتبار سے ہے،﴿ و من ورائهم برزخ ﴾فرمایا ہے ان کے لئے کوئی پردہ نہیں،جیسے پردہ والی عورت کو تو کوئی نہیں دیکھ سکتا لیکن وہ سب کو دیکھ سکتی ہے۔اسی لئے فرمایا﴿ ولكن لا تشعرون ﴾ کہ تمہیں شعور نہیں،یہ نہیں فرمایا لایشعرون کہ انہیں بھی اپنی حیات کا شعور نہیں۔بلکہ انہیں پورا پورا شعور حاصل ہے۔یہ تو تھا برزخ کا وہ معنی جو چودہ سو سال سے چلا آرہا تھا،ایک برزخ کا معنی گجرات میں بیٹھ کر گھڑا گیا ہے کہ برزخی حیات کا مطلب یہ ہے کہ روح کا جسم سے کوئی تعلق نہیں روح اور جسم کے درمیان پردہ حائل ہے۔اب جہاں پہلی کتب میں برزخی کا لفظ آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی حیات برزخی ہے یا شہداء کی یا عام مردوں کی حیات برزخی ہے تو یہ اس کو لے کر شور مچانا شروع کر دیتے ہیں کہ دیکھو جی ہمارا عقیدہ مل گیا ہے۔حالانکہ یہ دھوکہ ہے اور کچھ نہیں برزخ کا صرف اتنا مطلب ہے کہ ہم سے پوشیدہ ہے۔بہت سارے حضرات جہاں برزخی کا ذکر کرتے ہیں وہیں جسمانی اور دنیوی کا بھی ذکر کرتے ہیں تو کیا وہ ناسمجھ تھے؟ کہ دو ایسی حالتوں کو جمع کر رہے ہیں جن میں آپس میں ٹکراؤ ہے۔مفسر قرآن حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اپنی بے مثال شہرہ آفاق کتاب سیرت المصطفیٰ میں لکھتے ہیں کہ

”تمام اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام وفات کے بعد اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز اور عبادت میں مشغول ہیں اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی یہ برزخی حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے۔“

دو صفحے آگے لکھتے ہیں

''اسی طرح اس حیات برزخیہ میں بھی عبادت میں مشغول ہیں۔''

دیکھئے حضرت'' اس حیات کو برزخی بھی فرمارہے ہیں اور جسمانی بھی معلوم ہوا کہ ان دونوں میں منافات نہیں ہے۔

مسئلہ عذاب وثواب قبر میں یہ بات پہلے سمجھ لیں کہ اس میں ہمارا اہل سنت والجماعت کا عقیدہ کیا ہے؟

عقیدہ اہل سنت والجماعت

میت اپنی قبر میں پھر زندہ ہوتی ہے اور عذاب قبر برحق ہے وہ اس جسم کو ہوتا ہے۔

معتزلہ کا عقیدہ

میت قبر میں بے جان ہے اسے عذاب وثواب قبر نہیں ہوتا۔

کرامیہ کا عقیدہ

میت قبر میں ہوتی تو بے جان ہے، لیکن عذاب وثواب قبر ہوتا ہے۔

اہل سنت والجماعت کے عقیدے کی وضاحت

میت قبر میں جب رکھی جاتی ہے تو روح کا جسم سے تعلق قائم ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے اس جسم کو عذاب وثواب ہوتا ہے خواہ یہ ریزہ ریزہ ہی کیوں نہ ہو چکی ہو۔

ہمیں اس عقیدے کے اثبات کے لئے مندرجہ ذیل مضامین سے بحث کرنی پڑے گی۔

نمبر۱...... عذاب قبر ثابت ہے۔

نمبر۲...... قبر کس کو کہتے ہیں۔

نمبر۳...... روح کا اسی جسم سے تعلق قائم ہو جاتا ہے۔

نمبر۴...... اس جسم کو ایک قسم کی حیات قبر میں حاصل ہو جاتی ہے۔

نمبر۵......عذاب قبر اسی بدن کو ہوتا ہے۔

دلیل نمبر۱

عذاب قبر اور قرآن۔

قال اللہ تعالیٰ. ...... ولو تری اذ الظلمون فی غمرات الموت والملائکة باسطوا ایدیهم اخرجو انفسکم الیوم تجزون عذاب الهون.

ترجمہ۔

اور اگر تو دیکھ لے جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھوں کو ان کی طرف پھیلانے والے ہوں گے اور ان کو کہا جائے گا نکالو اپنی جانوں کو آج کے دن تم دردناک عذاب چکھو گے۔

امام بخاری نے صحیح بخاری شریف میں اس آیت پر باب باندھا ہے باب ما جاء فی عذاب القبر وقول الله ولو تری اذ الظلمون فی غمرات الموت والملئكة باسطوا ایدیهم اخرجوا انفسكم الیوم تجزون عذاب الهون. (ح ۳)

(ح۳). و أخرج ابن أبي حاتم عن ابن عباس قال. آيتان يبشر بهما الكافر عند موته ﴿ولو ترى اذ الظالمون﴾ الى قوله ﴿تستكبرون﴾

و أخرج ابن مردويه بسند ضعيف عن ابن عباس قال بينا رسول الله ﷺ ذات يوم قاعدا، و تلا هذه الآية ﴿ولو ترى اذ الظالمون في غمرات الموت والملائكة باسطو أيديهم أخرجوا أنفسكم اليوم تجزون عذاب الهون بما كنتم تقولون على الله

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ قبر کس کو کہتے ہیں۔ موت کے بارے میں تو بات آگئی

غیر الحق و کنتم عن آیاته تستکبرون﴾ثم قال. والذی نفس محمد بیده ما من نفس تفارق الدنیا حتی تری مقعدها من الجنة والنار، ثم قال. اذا کان عند ذلک صف سماطان من الملائکة نظموا ما بین الخافقین کان وجوههم الشمس فینظر الیهم ما یری غیرهم، وان کنتم ترون أنه ینظر الیکم مع کل ملک منهم أکفان و حنوط ، فاذا کان مؤمنا بشروه بالجنة، وقالوا. اخرجي أیتها النفس الطیبة الی رضوان الله و جنته فقد أعد الله لک من الکرامة ما هو خیر لک من الدنیا وما فیها، فما یزالون یبشرونه و یحفون به فهم ألطف و أرأف من الوالدة بولدها، و یسلون روحه من تحت کل ظفر و مفصل، و یموت الاول فالاول ، و یبرد کل عضو الاول فالاول، و یهون علیه وان کنتم ترونه شدیدا حتی تبلغ ذقنه ، فلهو أشد کرامة للخروج حینئذ من الولد حین یخرج من الرحم، فیبتدرها کل ملک منهم أیهم یقبضها، فیتولی قبضها ملک الموت ثم تلا رسول الله ﷺ ﴿قل یتوفاکم ملک الموت الذی و کل بکم ثم الی ربکم ترجعون﴾ (السجدة الآیة ۱۱) قال. فیتلقاها بأکفان بیض ثم یحتضنها الیه فهو أشد لها لزوما من المرأة لو لدها، ثم یفوح لها فیهم ریح أطیب من المسک، یتباشرون بها و یقولون. مرحبا بالریح الطیبة والروح الطیب، اللهم صل علیه روحا و صل علیه

ہے، انہوں نے قبر کا معنیٰ بھی بگاڑ دیا ہے۔ اب قرآن پاک نے قبر کے معنیٰ کو واضح کردیا ہے۔

جسدا خرجت منه فيصعدون بها، ولله خلق في الهواء لا يعلم عدتهم الا هو، فيفوح لها فيهم ريح أطيب من المسک، فيصلون عليها و يتباشرون بها ويفتح لها أبواب السماء، ويصلى عليها كل ملک في كل سماء تمر به حتى توقف بين يدي الملک الجبار، فيقول الجبار عز و جل، مرحبا بالنفس الطيبة و بجسد خرجت منه، و اذا قال الرب عز و جل للشيء، مرحبا. رحب له كل شيء و ذهب عنه كل ضيق، ثم يقول. اذهبوا بهذه الى النفس الطيبة فأدخلوها الجنة، و أروها مقعدها، و اعرضوا عليها ما أعد لها من النعيم والكرامة، ثم اهبطوا بها الى الأرض فاني قضيت أني منها خلقتهم وفيها أعيدهم ومنها أخرجهم تارة أخرى، فوالذي نفس محمد بيده هي أشد كراهة للخروج منها حين كانت تخرج من الجسد، وتقول. أين تذهبون بي الى ذلک الجسد الذى كنت فيه؟ فيقولون. انا مأمورون بهذا فلا بد لک منه. فيهبطون به على قدر فراغهم من غسله و أكفانه، فيدخلون ذلک الروح بين الجسد و أكفانه، فما خلق الله تعالى كلمة تكلم بها حميم ولا غير حميم الا وهو يسمعها، الا أنه لا يؤذن له في المراجعة، فلو سمع أشد الناس له حبا و من أعزهم كان عليه يقول. على رسلكم ما يعجلكم و أذن له في الكلام للعنه، وانه يسمع خفق نعالهم ونفض ايديهم اذا

کیونکہ امام بخاریؒ کے زمانے میں عذاب قبر کا انکار کرنے والے تو تھے، لیکن قبر کا انکار کرنے

ولوا عنه.

ثم يأتيه عند ذلک ملكان فظان غليظان يسميان منكرا و نكيرا ومعهما عصا من حديد لو اجتمع عليها الجن و الانس ما أقلوها وهي عليهما يسير، فيقولان له . اقعد باذن الله ، فاذا هو مستو قاعد فينظر عند ذلک الى خلق كريه فظيع ينسبه ما كان راى عند موته .... فيقولان له من ربک؟ فيقول. الله فيقولان . فما دينک؟ فيقول. الاسلام . ثم ينتهرانه عند ذلک انتهارة شديدة ، ثم يقولان. فمن نبيک؟ فيقول. محمد ﷺ و يعرق عند ذلک عرقا يبتل ما تحته من التراب، و يصير ذلک العرق اطيب من ريح المسک، و ينادى عند ذلک من السماء نداء خفيا صدق عبدي فلينفعه صدقه، ثم يفسح له في قبره مد بصره، و يتبدله فيه الريحان، و يستر بالحرير ، فان كان معه من القرآن شيء كفاه نوره، وان لم يكن معه جعل له نور مثل الشمس في قبره، و يفتح له أبواب و كوى الى الجنة فينظر الى مقعده منها مما كان عاين حين صعد به، ثم يقال . نم قرير العين ، فما نومه ذلک الى يوم يقوم الا كنومة ينامها أحدكم شهية لم يرو منها، يقوم وهو يمسح عينه، فكذالک نومه فيه الى يوم القيامة.

وان كان غير ذلک اذا نزل به ملک الموت صف له

والے نہیں تھے۔ اس لئے انہیں (امام بخاریؒ کو) وہ آیات جو قبر کے بارے میں ہیں لکھنے کی

سماطان من الملائكة نظموا ما بين الخافقين ، فيخطف بصره اليهم ما يرى غيرهم ، وان كنتم ترون انه ينظر اليكم و يشدد عليه، وان كنتم ترون أنه يهون عليه فيلعنونه، و يقولون . اخرجي أيتها النفس الخبيثة فقد أعد الله لك من النكال و النقمة والعذاب كذا و كذا ساء ما قدمت لنفسك ، ولا يزالون يسئلونها في غضب و تعب وغلظ و شدة من كل ظفر و عضو ، و يموت الأول فالأول ، و تنشط نفسه كما يصنع السفود ذو الشعب بالصوف حتى تقع الروح في ذقنه ، فلهي أشد كراهية للخروج من الولد حين يخرج من الرحم مع ما يبشرونه بأنواع النكال والعذاب حتى تبلغ ذقنه ، فليس منهم ملك الا وهو يتحاماه كراهية له، فيتولى قبضها ملك الموت الذى وكل بها فيتلقاها، أحسبه قال. بقطعة من بجاد انتن ما خلق الله و أخشنه ، فيلقى فيها و يفوح لها ريح أنتن ما خلق الله و يسد ملك الموت منخريه و يسدون آنافهم و يقولون . اللهم العنها من روح والعنه جسدا خرجت منه ، فاذا صعد بها غلقت أبواب السماء دونها ، فيرسلها ملك الموت في الهواء حتى اذا دنت من الارض انحدر مسرعا في اثرها ، فيقبضها بحديدة معه يفعل بها ذلك ثلاث مرات ، ثم تلا رسول الله ﷺ ﴿ومن يشرك بالله فكأنما خر من السماء فتخطفه الطير أو تهوى به الريح في مكان سحيق﴾ (الحج الآية ٣١) والسحيق البعيد . ثم ينتهي

ضرورت نہیں تھی۔ وہ کچھ میں عرض کرتا ہوں۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے کتنا واضح کر دیا ہے، فرمایا فتسل

بها فتوقف بين يدى الملك الجبار فيقول . لا مرحبا بالنفس الخبيثة ولا بجسد خرجت منه ، ثم يقول . انطلقوا بها الى جهنم فاروها مقعدها منها واعرضوا عليها ما اعددت لها من العذاب والنقمة والنكال.

ثم يقول الرب. اهبطوا بها الى الارض فانى قضيت انى منها خلقتهم وفيها اعيدهم ومنها اخرجهم تارة اخرى. فيهبطون بها على قدر فراغهم منها ، فيدخلون ذلک الروح بين جسده و أكفانه، فما خلق الله حميما ولا غير حميم من كلمة يتكلم بها الا وهو يسمعها الا انه لا يؤذن له فى المراجعة ، فلو سمع اعز الناس عليه واحبهم اليه يقول . اخرجوا به وعجلوا وأذن له فى المراجعه للعنه. وود أنه ترک كما هو لا يبلغ به حفرته الى يوم القيامة.

فاذا دخل قبره جائه ملكان اسودان أزرقان فظان غليظان ، ومعهما مرزبة من حديد وسلاسل و أغلال و مقامع الحديد، فيقولان له اقعد باذن الله . فاذا هو مستو قاعدا سقطت عنه أكفانه ، و يرى عند ذلک خلقا فظيعا ينسى به ما رأى قبل ذلک ، فيقولان له، من ربک ؟ فيقول. أنت . فيفزعان عند ذلک فزعة ، و يقبضان و يضربانه ضربة بمطرقة الحديد فلا يبقى منه عضو الا وقع على حدة ، فيصيح عند ذلک صيحة فما

الانسـان مـا کـفـره مارا جائے انسان کتنا ناشکرا ہے۔ یہ انسان اسی جسم والا ہے یا خواب وخیال

خـلق الله من شيء ملك أو غيره الا يسمعها الا الجن والانس ، فيلعنونه عند ذلك لعنة واحدة وهو قوله ﴿اولئك يلعنهم الله و يـلعنهم اللاعنون﴾ (البقرة الآية ١٥٩) والذى نفس محمد بيده لـو اجتـمـع على مطرقتهما الجن والانس ما أقلوها وهي عليهما يسير، ثم يقولان عد باذن الله ، فاذا هو مستو قاعد فيقولان . من ربك ؟ فيـقـول . لا أدرى . فيـقـولان . فـمـن نبيك ؟ فيقول . سـمـعت الناس يقولون محمد. فيقولان . فما تقول أنت؟ فيقول . لا ادرى . فيقولان . لا دريت . ويعرق عند ذلك عرقا يبتل ما تـحتـه من التراب، فلهو انتن من الجيفة فيكم، ويضيق عليه قبره حتـى تـخـتـلف أضـلاعـه فيقولان له. نم نومة المسهر. فلا يزال حيات و عقارب أمثال أنياب البخت من النار ينهشنه، ثم يفتح له بـابـه فيـرى مـقعده من النار، و تهب عليه أرواحها و سمومها، و تلفح وجهه النار غدوا و عشيا الى يوم القيامة".

(الـدر المنثور في التفسير بالمأثور للامام الحافظ جلال الدين السيوطى رحمه الله (ت ٩١١ھ)

(والـمـلائـكة بـاسـطـوا ايـديهـم) في محل نصب . اى والـحال ان الملائكة باسطوا أيديهم لقبض ارواح الكفار، وقيل لـلـعـذاب وفـى ايـديهم مطارق الحديد ، ومثله قوله تعالى . ولو تـرى اذ يتـوفـى الـذيـن كـفـروا الـمـلائكة يضربون وجوههم و

کے جسم والا؟ اسی جسم والا ہے اور ناشکریاں بھی اسی جسم سے کرتا ہے۔ من ای شی خلقه. الله

ادبارهم. قوله (أخرجوا انفسكم) اى قائلين لهم أخرجوا انفسكم من هذه الغمرات التى و قعتم فيها، او اخرجوا انفسكم من ايدينا و خلصوها من العذاب، أو أخرجوا انفسكم من اجسادكم و سلموها الينا لنقبضها (اليوم تجزون عذاب الهون) اى اليوم الذى تقبض فيه ارواحكم ، أو أرادوا باليوم الوقت الذى يعذبون فيه الذى مبدؤه عذاب القبر.

(فتح القدير تاليف محمد بن على بن محمد الشوكانى المتوفى ١٢٥٠هج)

قال البخارى. باب ما جاء فى عذاب القبر، وقوله تعالى. (اذ الظالمون فى غمرات الموت والملائكة باسطوا ايديهم اخرجوا انفسكم اليوم تجزون عذاب الهون)

الموضع السابق نفسه. ومراد البخارى الباث عذاب القبر، وأنه حق خلافا للخوارج و بعض المعتزلة كضرار بن عمرو وبشر المريسى ومن وافقهما. وخالفهم فى ذلك اكثر المعتزلة و جميع اهل السنة وغير هم، و أكثروا من الاحتجاج له. والبخارى يبين بذلك أن عذاب القبر ثابت فى القرآن ، خلافا لمن رده و زعم أنه لم يرد ذكره الا فى اخبار الاحاد.

وقد روى الطبرى وابن ابى حاتم من طريق على بن ابى طلحة، عن ابن عباس فى قوله تعالى. (ولو ترى اذ الظالمون فى

نے کس شے سے پیدا کیا؟من نطفة تو بوند سے یہ جسم بنا ہے یا خواب خیال والا جسم بنا ہے؟ یہی بنا ہے۔ خلقه فقدره ماں کے پیٹ میں اسے بنایا اور اسے اندازے سے بنایا۔ دیکھو دونوں آنکھیں ایک جتنی ہیں یہ نہیں کہ ایک دس من کی آنکھ ہو اور ایک ڈیڑھ ماشہ کی، دونوں ہاتھ ایک جیسے بنائے پورے اندازے سے، دونوں ٹانگیں ایک جیسی بنائیں۔ تو ماں کے پیٹ میں اللہ نے جو جسم تیار فرمایا وہ یہ جسم ہے یا خواب وخیال والا؟ ثم السبيل يسره پھر ماں کے پیٹ سے پیدائش کا راستہ آسان کر دیا تو ماں کے پیٹ سے جو جسم پیدا ہوا ہے وہ یہ ہے یا خواب وخیال والا؟

غمرات الموت والملائكة باسطوا أيديهم) قال. هذا عند الموت، والبسط . الضرب، يضربون وجوههم و ادبارهم.

و يشهد له قوله تعالى فى سورة الانفال . (فكيف اذا توفتهم الملائكة يضربون وجوههم و ادبارهم) وهذاو ان كان قبل الدفن فهو من جملة العذاب الواقع قبل يوم القيامة، وانما أضيف العذاب الى القبر لكون معظمه يقع فيه، ولكون الغالب على الموتى أن يقبروا ، والا فالكافر ومن شاء الله تعذيبه من العصاة يعذبون بعد موتهم ولو لم يدفنوا (راجع الفتح ٣/٢٧٥)

(جامع التفسيرمن كتب الاحاديث لخالد بن عبدالقادر آل عقدة)

(اليوم) اى اليوم الذى تقبض فيه ارواحكم او ارادوا باليوم الوقت الذى يعذبون فيه الذى مبذؤه عذاب القبر.

(فتح البيان فى مقاصد القرآن تاليف صديق بن حسن بن على الحسين القنوجى البخارى)

ثم اماته فاقبره پھر موت دی۔ تو موت اس جسم کو آتی ہے یا خواب وخیال والے جسم کو؟ فاقبره پھر اس کو قبر میں رکھنے کا حکم دیا ثم اذا شاء انشره پھر جب اللہ چاہیں گے اس کو قبر سے اٹھالیں گے قیامت میں۔

اب دیکھو قرآن کی اس آیت میں ذرہ بھی شک نہیں کہ قبر وہ جگہ ہے جہاں وہ جسم رکھا جائے گا جو ناشکریاں کرتا تھا، وہ جسم رکھا جائے گا جو بوند سے پیدا کیا گیا، وہ جسم رکھا جائے گا جو ماں کے پیٹ میں بنایا گیا، وہ جسم رکھا جائے گا جو ماں کے پیٹ سے پیدا کیا گیا، وہ جسم رکھا جائے گا جس پر موت آئی، وہ جسم رکھا جائے گا جو قیامت کو حساب کتاب کے لئے کھڑا کیا جائے گا۔ اب یہ سارا اسی جسم کا قصہ ہے یا نہیں؟ لیکن کیپٹن عثمانی تو خیر پڑھا ہوا نہیں تھا، اگرچہ اس نے پرائیویٹ وفاق کا امتحان دے دیا تھا، لیکن نیلوی صاحب سرگودھے والے وہ تو شیخ الحدیث، شیخ القرآن کہلاتے ہیں۔ عثمانی نے جب اس کا ترجمہ غلط کیا (فاقبره کا) اور اس کو قبر میں رکھا، حالانکہ سب ترجموں میں فاقبره کا ترجمہ ''اور اس کو قبر میں رکھنے کا حکم دیا'' کیا ہے۔ چلو عثمانی تو ان پڑھ ہے کیا نیلوی بھی ان پڑھ ہے؟ دیکھیں نزل کا اور معنی ہے انزل کا اور معنی ہے اسی طرح فاقبره کا معنی ہے قبر میں رکھنے کا حکم دینا۔ اب جب اس نے اس کا ترجمہ یہ کیا کہ ''اللہ نے قبر دی'' تو کہتے ہیں کہ اللہ نے تو یہ قبر نہیں کھودی وہ قبر اور ہے جو اللہ دیتا ہے۔ اور جو اللہ دیتا ہے وہ قبر ہے جسم مثالی۔ اب دیکھو اس نے قبر کا مطلب بگاڑ دیا۔ حالانکہ قرآن پاک میں جہاں بھی قبر کا لفظ آتا ہے وہ اس قبر کے لئے آتا ہے جہاں میت رکھی جاتی ہے، لا تقم علی قبره کوئی بھی اس کا ترجمہ یہ نہیں کرتا کہ حضور ﷺ منافق کا جنازہ پڑھنے ساتوں زمینوں کے نیچے سجین میں پہنچ گئے تھے۔ معاذ اللہ کوئی یہ نہیں کہتا۔

حضرت ﷺ نے فرمایا قبروں کو پختہ نہ بناؤ، تو کوئی یہ نہیں کہتا کہ حضرت ﷺ کو یہ اطلاع پہنچی تھی کہ پندرہ بیس ترک ہجری کے علیین سجین میں پہنچ گئے ہیں اس کو پختہ کیا جا رہا ہے اور حضرت ﷺ نے فرمادیا کہ اس کو پختہ نہ کرنا۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ قبروں کو سجدہ نہ کرو تو کوئی یہ

نہیں کہتا کہ لوگ علیین میں جا کر علیین کو سجدے کرتے تھے۔ اسی قبر کو کرتے تھے۔

نمبر۲......حق تعالیٰ فرماتے ہیں ولا تقم علی قبرہ ۹/۸۴ منافق کی قبر پر کھڑا نہ ہونا۔

نبی اقدس ﷺ عبداللہ بن ابی کی اس قبر پر کھڑے ہوئے تھے یا کھڑا ہونے کے لئے علیین یا سجین گئے تھے۔

نمبر۳......وما انت بمسمع من فی القبور ۳۵/۲۲ میں یہی قبر مراد ہے یا علیین یا سجین۔ اگر علیین یا سجین مراد ہے تو ان قبروں پر کیوں فٹ کرتے ہیں۔

نمبر۴......افلا یعلم اذا بعثر ما فی القبور ۱۰۰/۹ کیا نہیں جانتا جب اٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں۔

نمبر۵......وان اللہ یبعث من فی القبور ۲۲/۷ اور بے شک اللہ تعالیٰ اٹھائیں گے جو قبروں میں ہیں۔

نمبر۶......کما یئس الکفار من اصحاب القبور ۶۰/۱۳ جیسا کہ کفار یعنی قبروں والوں سے مایوس ہیں (دنیا کی طرف لوٹنے سے)۔

نمبر۷......واذا القبور بعثرت ۸۲/۴ اور جب قبریں اکھیڑی جائیں گی۔

نمبر۸......حتی زرتم المقابر ۱۰۲/۲ حتی کہ تم نے قبروں کی زیارت کی۔

اب یہ لوگ کونسی قبریں گننے گئے تھے؟ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ دو قبیلوں میں جھگڑا ہو گیا، ایک کہتا تھا ہمارے بہادر زیادہ ہیں، دوسرا کہتا تھا ہمارے زیادہ ہیں۔ تو کسی نے کہا لڑنے کی کیا بات ہے گن کر دیکھ لو۔ اب جب گننے گئے تو ایک قبیلے کے کم نکلے دوسرے کے زیادہ نکلے۔ لیکن جس کے کم نکلے وہ ہار ماننے کو تیار نہیں تھا، اس نے کہا نہیں فلاں لڑائی میں ہمارے آدمی زیادہ مرے تھے قبریں بھی جا کر گنو، تو وہ یہی قبریں گننے گئے تھے یا سجین میں گئے تھے؟ یقیناً یہی قبریں گننے گئے تھے۔

قبر احادیث کی روشنی میں

نمبرا......

عن انسؓ بن مالک قال مر النبیﷺ بامرأة تبکی عند قبر فقال اتقی الله واصبری.

(بخاری ص ۱۷۱ ج ۱)

ترجمہ...... حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو قبر پر رو رہی تھی آپ ﷺ نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور صبر کرو۔

کیا نبی اقدس ﷺ نے اس عورت کو علیین یا سجین میں روتے دیکھا تھا؟ وہ عورت علیین یا سجین میں رو رہی تھی یا اس زمین پر؟ یقیناً اس زمین پر رو رہی تھی۔ تو اس گڑھے کو قبر کہا گیا ہے جو زمین میں ہوتا ہے۔

نمبر۲......

عن انسؓ بن مالک قال شهدنا بنتا لرسول اللهﷺ قال و رسول اللهﷺ جالس علی القبر قال فرأیت عینیه تدمعان قال فقال هل منکم رجل لم یقارف اللیلة فقال ابو طلحة انا قال فانزل قال فنزل فی قبرها.

(بخاری ص ۱۷۳ ج ۱)

ترجمہ...... حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کی وفات پر حاضر ہوئے درآنحالیکہ رسول اللہ ﷺ قبر کے پاس بیٹھے تھے پس میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی آنکھیں بہہ رہی تھیں فرماتے ہیں کہ پس فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کیا تم میں کوئی ایسا آدمی ہے جو رات عورت کے پاس نہ گیا ہو پس ابو طلحہ نے عرض

کیا میں ہوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اتر جا پس ابو طلحہؓ ان کی قبر میں اتر گئے۔
کیا حضرت انسؓ نے رسول اللہ ﷺ کو علیین میں قبر پر دیکھا تھا؟
کیا ابو طلحہ علیین پہنچے ہوئے تھے۔
کیا حضرت انس بھی علیین پہنچے ہوئے تھے؟
اگر نہیں تو معلوم ہوا کہ قبر وہی گڑھا ہے جو اس زمین پر ہے اور جہاں میت دفنائی جاتی ہے۔

پھر جب آپ ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرے تو وہ قبر کیا آپ ﷺ نے اعلیٰ علیین میں پائی تھی یا اسی زمین کے ایک سرخ ٹیلے کے پاس آپ نے اس کا مشاہدہ کیا تھا؟

مررت علی موسیٰ لیلۃ اسریٰ بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ.

(سنن کبریٰ جلد۳ ص ۲۴۸)

ترجمہ......جس رات مجھے معراج کی سیر کرائی گئی میرا قبر موسیٰؑ پر گذر ہوا وہ سرخ ٹیلے کے پاس تھی میں نے آپ کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے پایا۔
ہم یہ کیسے مان لیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جسد اصلی تو قبر میں صرف محفوظ پڑا تھا اور اس پر ایک مثالی جسد کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔ ہمیں ان لوگوں پر تعجب آتا ہے جو اس قسم کا عقیدہ رکھ کر خود بھی بھٹکے اور اوروں کو بھی بھٹکا رہے ہیں اللہ ان پر رحم کرے۔
آپ ﷺ نے ایک اور جگہ پر ارشاد فرمایا ہے

لعن رسول اللہ ﷺ زائرات القبور و المتخذین علیھا المساجد والسرج. (رواہ ابو داؤد ج ۲ ص ۱۰۵)

ترجمہ......رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر گھومنے والی عورتوں اور وہاں جائے

عبادت بنانیوالے مردوں اوران پر دیئے جلانیوالوں پرلعنت فرمائی ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام میری قبر پرآئیں گے

ثم قام علیٰ قبری فقال یا محمد لاجیبنه.

(مجمع الزوائد ص۲۱۱ ج۱، الخصائص الکبریٰ ص۴۹۰ باب حیاتہ فی قبرہ وصلوٰتہ فیہ)

ترجمہ...... حضرت عیسیٰ بن مریم ضرور اتریں گے پھر اگر وہ میری قبر پر (سلام کے لئے) ٹھہرے اور سلام کیا تو میں ضرور اس کا جواب دوں گا۔

حضور ﷺ جب یہ حدیث فرمارہے تھے تو آپ قبر کسے کہہ رہے تھے؟

اللھم لا تجعل قبری وثنا یصلی الیه فانه اشتد غضب الله علی قوم اتخذوا قبور انبیائهم مساجدا.

(المصنف لعبد الرزاق ج ا ص ۴۰٦ و نحوه فی جلد ۸ ص ۴٦۴)

ترجمہ...... اے اللہ میری قبر کو معبود نہ بننے دینا جس کی طرف لوگ سجدے کریں، اس قوم پر اللہ کا غضب بھڑکا جس نے اپنے نبیوں کی قبروں کو جائے عبادت بنالیا۔

آنحضرت ﷺ نے جب یہ فرمایا تو آپ ﷺ کے ذہن میں قبر کے کیا معنی تھے؟

الارض کلھا مسجد الا القبر والحمام. (المصنف ج ا ص ۴۵)

ترجمہ...... کل صفحہ زمین (میرے دین میں) مسجد ہے سوائے قبر اور حمام (جائے غسل) کے۔

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا

اذا وضعتم موتاکم فی قبورھم فقولوا بسم الله وعلی

ملة رسول الله. (مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۶۶)

ترجمہ...... جب تم اپنی میتوں کو قبروں میں رکھو تو یہ کہہ کر رکھو **بسم الله وعلی ملة رسول الله.**

بھلا کیا اس کا مطلب یہ لیا جا سکتا کہ تم اپنی میتوں کو لے کر اعلیٰ علیین پہنچا کرو کیونکہ قبر تو اس جگہ میں ہے۔ یہاں کے ان گڑھوں کو تو قبر نہیں کہا جاتا؟۔ استغفر اللہ۔

آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ شریعت میں قبریں کن جگہوں کو کہا جاتا تھا؟ انہیں قبروں کو جو سامنے نظر آتی ہیں یہی گڑھے ہیں

لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیها (جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۲۵)

ترجمہ...... تم نہ قبروں پر بیٹھا کرو اور نہ ان کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھا کرو۔

پھر آپ ﷺ کا یہ ارشاد بھی ملاحظہ فرمایئے

قاتل الیهود اتخذوا قبور انبیائهم مساجد. (صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۲ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰۱)

ترجمہ...... اللہ یہود کو برباد کرے انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنالیا۔

ایک شخص کو آپ ﷺ نے قبر پر بیٹھے دیکھا تو ارشاد فرمایا

لا تؤذ صاحب القبر ولا یؤذیک. (رواه الطحاوی ج ۱ ص ۲۹۶)

ترجمہ...... تم اس قبر والے کو اذیت نہ دو نہ وہ تجھے نقصان دے۔

اب آپ ہی کہیں یہاں قبر سے مراد اگر یہ ظاہری قبر نہیں جسے مخالفین بار بار گڑھا کہہ رہے ہیں تو اور اس سے کیا مراد ہے؟ کیا کوئی شخص اعلیٰ علیین میں کسی قبر کی بے ادبی یا ایذاء رسانی

کے لئے جا سکتا ہے؟

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا

ان ھذہ الامۃ تبتلی فی قبورھا فلو لا ان لا تدافنوا لدعوت اللہ ان یسمعکم من عذاب القبر. (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸۶)

ترجمہ...... یہ امت اپنی قبروں میں آزمائش سے گزرتی ہے، مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ تم اپنی میتوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں خدا سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں بھی عذاب قبر کی یہ آوازیں سنا دے۔

جب آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا، دیکھئے صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۴۶ کا **باب ما بین قبرہ** ﷺ **و منبرہ** الفاظ حدیث جامع صغیر کے ایک نسخہ میں اس طرح ہیں

مابین قبری و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ

(بخاری ۱۰۹۰، ۹۷۵، ۲۵۳، ۱۵۹ متفق علیہ)

متواتر (السراج المنیر ج ۴ ص ۱۹۶)

ترجمہ...... جو جگہ میری قبر اور میرے منبر کے مابین ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

تو اس میں قبر کس جگہ کو کہا گیا ہے؟ کیا یہ جگہ اعلیٰ علیین میں ہے یا یہیں مدینہ منورہ میں؟

پھر آپ ﷺ کا یہ ارشاد بھی پیش نظر رہے

یا اھل القبور یغفر اللہ لنا ولکم وانتم سلفنا و نحن بالاثر. (رواہ الترمذی کذا فی المشکوٰۃ ص ۱۵۴)

آپ نے قبرستان جا کر یہ کہنے کی تعلیم دی ہے۔ کیا وہاں قبریں نہ تھیں؟ سو انہی قبروں کے پاس ہمیں یہ کہنے کا حکم دیا گیا۔

آپ ﷺ نے اذخر گھاس کو کاٹنے کی اجازت دی تو فرمایا اس کی ضرورت ہے مگر کس لئے؟

لقبورنا. ہماری قبروں کے لئے۔

(صحیح بخاری ص ۱۸۰ ج ۱)

یہاں قبور انہیں جگہوں کو کہا گیا جن میں میت اتاری جاتی ہے اور اسے اس میں دفن کیا جاتا ہے نہ کسی پردے کے جہان کو۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا

کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا.

(سنن ابن ماجه ص ۱۱۴ کما فی المشکوٰۃ ص ۱۵۴)

ترجمہ...... میں تمہیں پہلے قبروں پر جانے سے روکا کرتا تھا، اب کے بعد اجازت ہے تم انہیں دیکھنے جایا کرو یہ تمہیں آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا

ان المیت اذا وضع فی قبرہ.

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸۶)

تو قبر سے یہاں کون سی جگہ مراد ہے؟ یہی جو نظر آتی ہے یا یہ کوئی اعلیٰ علیین کی جگہ کے لئے ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ایک اور موقعہ پر ارشاد فرمایا

یھود تعذب فی قبورھا.

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸۶)

یہاں قبور کیا انہیں گڑھوں کو نہیں کہا گیا؟ کیا یہ کوئی عالم غیب کی جگہ تھی؟

ایک اور جگہ ارشاد ہے

عن ابن عمر مرفوعاً من حج فزار قبری بعد موتی

کان کمن زارنی فی حیاتی.

(رواہ البیھقی فی شعب الایمان کذا فی المشکوۃ ص ۲۴۹)

ترجمہ...... جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی

ایسا ہی ہے جیسے اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی ہو۔

یہ تشبیہ کے طور پر فرمایا گیا ہے جس پر ہر بات میں مشابہت ضروری نہیں۔ اور یہ اسی روضہ اطہر کے بارے میں ارشاد فرمایا جو مدینہ منورہ میں واقع ہے، جہاں ساری دنیا سے مسلمان زیارت کے لئے جمع ہوتے ہیں۔

دوسری حدیث میں ہے

من زار قبری کنت له شفیعاً (شفاء السقام ص ۲۸)

ترجمہ...... جو میری قبر کی زیارت کرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔

آپ ﷺ نے جب ارشاد فرمایا تو آپ نے قبر سے کون سی جگہ مراد لی؟

ان اولئک اذا کان فیھم الرجل الصالح فمات بنوا

علیٰ قبرہ مسجداً.

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰۱)

ترجمہ...... ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی مرتا تو وہ اس کی قبر پر جائے

عبادت بنا دیتے۔

عن ابی ھریرۃؓ قال زار النبی ﷺ قبر امه فبکی و

ابکی من حوله فقال ﷺ استاذنت ربی فی ان استغفر لھا

فلم یؤذن لی واستأذنته فی ان ازور قبرھا فاذن لی فزوروا

القبور فانها تذکرکم الموت.

(مسلم ص ۳۱۴ ج ۲)

ترجمہ......

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی پس آپ ﷺ رو پڑے اور اپنے اردگرد والوں کو بھی رلا دیا پھر فرمایا میں نے اپنے رب سے ان کے لئے استغفار کرنے کی اجازت چاہی تھی پس مجھے اجازت نہیں دی گئی اور میں نے اجازت چاہی کہ ان کی قبر کی زیارت کرلوں پس مجھے میرے رب نے اجازت دے دی پس تم بھی قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ تم کو یہ موت یاد دلاتی ہے۔

اب نبی اقدس ﷺ کس قبر کی زیارت کے لئے گئے کیا علیین گئے تھے اور جو صحابہ اردگرد کھڑے تھے وہ بھی کیا علیین پہنچے ہوئے تھے؟ یقیناً اسی زمین پر کھڑے تھے۔ معلوم ہوا کہ یہی زمین والی قبر قبر ہے۔

عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله ﷺ لان يجلس احدكم على جمرة فتحرق ثيابه خير له من ان يجلس على قبر. (مسلم ج ۲ ص ۳۱۴)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی آگ کے شعلے پر بیٹھے اور وہ شعلہ اس کے کپڑوں کو جلادے اور اس کے جسم تک پہنچ جائے یہ بہتر ہے اس کے لئے کہ وہ قبر پر بیٹھے۔

اب یہ بیٹھنا اس زمین والی قبر پر ہوگا جس پر لوگ بیٹھتے ہیں یا علیین سجین میں ہوگا۔

حدیث میں آتا ہے

سمعت رسول الله ﷺ تسويتها.

(مسلم ص ۳۱۴ ج ۲)

کہ نبی اقدس ﷺ نے قبر کو برابر کرنے کا حکم دیا۔

کیا علیین میں جا کر یہ کام بجالایا جاتا ہے۔

عن ابی هریرةؓ ان امرأة سوداء کانت تقم المسجد او شابا ففقدها رسول الله ﷺ فسأل عنها او عنه فقالوا مات قال افلا کنتم اذنتمونی قال فکانهم صغروا امرها او امره فقال دلونی علی قبره فأتوه فصلی علیها ثم قال ان هذه القبور مملوة ظلمة علی اهلها وان الله ینورها لهم بصلاتی علیهم.

(مسلم ص ۳۱۰ ج ۲)

ترجمہ......

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت سیاہ رنگ والی یا ایک نوجوان مسجد میں ٹھہرتا تھا پس رسول اللہ ﷺ نے اسے نہ پایا تو اس کے بارے میں صحابہ سے پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ فوت ہو گیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا تم نے مجھے خبر کیوں نہ دی فرماتے ہیں کہ شاید لوگوں نے اس عورت یا نوجوان کے معاملہ کو معمولی سمجھ کر اطلاع نہ دی پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اس کی قبر بتاؤ پس آپ ﷺ نے اس پر جنازہ پڑھا اور فرمایا کہ یہ قبریں ظلمت سے بھری ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ ان پر میری نماز کی وجہ سے ان قبروں کو منور فرما دیتے ہیں۔

کیا صحابہ رسول اللہ ﷺ کو علیین لے گئے تھے یا اس زمین والی قبر پر؟

تو قرآن پاک نے جہاں بھی قبر کا ذکر کیا ہے اسی قبر کا ذکر کیا ہے۔ احادیث آپ کے سامنے ہیں محدثین نے جتنے بھی باب باندھے ہیں قبر کے بارے میں وہ مثلاً باب الصلوٰۃ علی

القبر. باب الدعاء علی القبر ، باب الاستغفار علی القبر. باب الدفن فی القبر.
وہ سارے اسی قبر کے بارے میں باندھے گئے ہیں۔خود امام بخاریؒ نے تیرہ باب قبر پر باندھے ہیں۔اسی قبر پر باندھے ہیں۔فقہاء نے جتنے بھی مسائل قبر کے بارے میں لکھے ہیں وہ سارے اسی قبر کے لئے لکھے ہیں۔وہ مسائل اسی قبر کے ہیں۔سارے مسلمان اسی قبر کو قبر مانتے ہیں۔حتی کہ کافر بھی اسی قبر کو قبر مانتے ہیں۔

حتی زرتم المقابر کافروں کا قصہ ہے اور انہوں نے ان قبروں کو گنا تھا۔کافر پھر بھی انسان ہیں۔قرآن کہتا ہے کہ وہ نجاست خور جانور کوا،اسے بھی قبر کا پتہ ہے کیونکہ سب سے پہلے قبر کھودنے کا طریقہ اسی نے بتایا تھا۔قرآن میں یبحث فی علیین آیا ہے یا یبحث فی سجین؟ . یبحث فی الارض آیا ہے۔تو کوے کو بھی پتہ ہے کہ قبر زمین میں ہوتی ہے۔حضرت اقدس ﷺ کا خچر علیین میں جا کر بدکا تھا یا سجین میں جا کر بدکا تھا یا یہیں؟اس لئے جو اس قبر کو قبر نہیں مانتے ان کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے اولئک کالانعام بل ھم اضل وہ جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں۔ اب قبر کے بارے میں قرآن کا انکار کر رہے ہیں حالانکہ دعویٰ ہوتا ہے ہم قرآن کو مانتے ہیں،قبر کے مسئلے میں یہ بالکل قرآن کے منکر ہیں۔احادیث متواترہ کے منکر ہیں،اجماع فقہاء کے منکر ہیں۔

ان کی قبر کہاں ہے؟

حضرت اوکاڑویؒ نے ایک پمفلٹ شائع کیا تھا کہ مماتیوں کی قبر کہاں ہے؟ نہ تو ان کی قبر کا معاذ اللہ اللہ کو پتہ ہے،کیونکہ قرآن میں کہیں ان کی قبر کا ذکر نہیں۔نہ اللہ کے نبی ﷺ کو پتہ ہے کہ ان کی قبر کہاں ہے،کیونکہ احادیث میں کہیں اس کا ذکر نہیں۔،نہ فقہاء کو پتہ ہے،نہ پہلے کسی انسان کو پتہ ہے کہ ان کی قبر کہاں ہے۔اب نہ یہ قرآن کو مانیں،نہ احادیث متواترہ کو مانیں،نہ اجماع فقہاء کو مانیں۔

حضرت اوکاڑویؒ فرمایا کرتے تھے کہ آخر میں تنگ آمد بجنگ آمد ہو کر میں یہی کہتا ہوں کہ

میں دعا کرتا ہوں آپ آمین کہیں، کہ اے اللہ جو لوگ اس قبر کو قبر نہیں مانتے ان کو یہ قبر کبھی نصیب نہ کرنا۔ لیکن یہاں آمین صرف حیاتی کہتے ہیں مماتی کبھی بھی اس دعا پر آمین نہیں کہہ سکتے۔ مماتی بجائے آمین کہنے کے حیاتی کو کہتا ہے کہ تو ہمارے لئے بددعا کرتا ہے۔ بھئی بددعا کونسی؟ تیری قبر تو یہ ہے ہی نہیں۔ اب دیکھئے قبر کے مسئلے میں یہ صاف طور پر قرآن کے منکر ہیں۔ اب آخری بات کیا ہوتی ہے کہ جی جن کو قبر نہیں ملی ان کو کہاں عذاب ہوگا؟ ہم کہتے ہیں جتنی بات طے ہوگئی اتنی تو لکھ دو۔ کہ جن کو ملی ہے ان کو عذاب ہو رہا ہے۔ اب یہ اگلی بات ہے کہ کس کو نہیں ملی قبر؟ تو کوئی ہمیں نظر نہیں آتا جس کو قبر نہ ملی ہو۔ ہر شخص کو قبر ملتی ہے جلدی ملے یا دیر سے ملے۔ کہتے ہیں جسے شیر کھا گیا؟ تو شیر کھا کر عرش پر تو نہیں چڑھ گیا، وہ بھی تو مر کر مٹی میں ہی گیا۔ جن کو کوے کھا گئے وہ بھی مر کر یہیں گئے۔ دیکھو قرآن پاک نے بات بالکل واضح کر دی ہے ان اللہ یبعث من فی القبور اور دوسری آیت میں صاف کر دیا منھا خلقنکم وفیھا نعیدکم و منھا نخرجکم تارۃ اخریٰ کہ قبور سے مراد یہی زمین ہے، کسی آیت میں یہ نہیں آرہا کہ قیامت کے دن کوئی ہوائی جہاز سے اتر کر آرہا ہوگا (ضیاء الحق)، کوئی کوے کے پیٹ سے نکل کر آرہا ہوگا، کوئی چیل کے پیٹ سے نکل کر آرہا ہوگا۔ قرآن نے ایک ہی بات بتائی ہے کہ سارے زمین سے نکل کر آرہے ہوں گے۔ تو چونکہ عذاب وثواب کا اکثر حصہ ہر شخص کو اسی زمین میں ہو رہا ہے، ورنہ عذاب وثواب تو اسی وقت شروع ہو جاتا ہے قبر میں رکھنے کی بھی دیر نہیں ہوتی۔ (اس عذاب و ثواب کا نام عذاب قبر اس لئے رکھتے ہیں کہ اس کا اکثر حصہ چونکہ قبر میں ہوتا ہے) جیسے نام شربت بنفشہ رکھتے ہیں حالانکہ اس میں اور چیزیں بھی ہوتی ہیں لیکن چونکہ اجزاء اس میں اور بھی ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ اجزاء میں سے غالب بنفشہ ہوتا ہے اس لئے اس کا نام شربت بنفشہ رکھ دیتے ہیں۔ اسی طرح چونکہ اس عذاب کا اکثر حصہ قبر میں ہوتا ہے اس لئے اس کا نام عذاب قبر رکھا گیا۔ تو کون ہے جس کو قبر نہیں ملتی؟ آخر سارے پھر پھرا کے اسی زمین میں چلے جاتے ہیں اور قرآن نے یہاں بتا دیا ہے کہ قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔ اور وضاحت کر دی کہ اس زمین سے

سارے اٹھائے جائیں گے۔تو یہ سوال ہی سرے سے غلط ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جن کو قبر نہیں ملتی۔قبر سب کو ملتی ہے دیر یا سویر تو ہو جاتی ہے لیکن ملتی سب کو ہے۔دیکھو قبر کے مسئلے میں یہ قطعاً قرآن کے منکر ہیں۔اب آگے پیچھے کہتے ہیں کہ ہم رحمۃ اللہ کو نہیں مانتے۔اکابر کا نام انہوں نے رحمۃ اللہ رکھا ہوا ہے۔یہ قسمت کی بات ہے ہماری قسمت میں رحمۃ اللہ ہیں،تمہاری قسمت میں لعنۃ اللہ ہیں۔نہیں مانتے تو نہ مانو۔یہ لوگ قرآن پاک کا غلط مطلب کریں گے۔اب ہم ترجمہ پیش کریں گے،کہیں گے نہیں غلط ہے،قرآن،قرآن۔اس کی حضرت اوکاڑویؒ عام فہم مثال دیا کرتے تھے۔

مماتیوں کی مثال

ایک جگہ جماعت ہو رہی تھی سارے آدمی نماز پڑھ رہے ہیں،ایک آدمی اکیلا پیچھے کھڑا نماز پڑھ رہا ہے ادھر جماعت والوں نے سلام پھیرا ادھر اس نے بھی سلام پھیر دیا۔پہلے تو لوگوں نے آپس میں باتیں کیں کہ یہ اللہ کا بندہ مسجد میں آیا بھی اور جماعت کا ثواب ضائع کر دیا۔جب جماعت کھڑی تھی تو جماعت سے پڑھ لیتا۔آخر ایک نے پوچھ ہی لیا کہ جماعت کھڑی تھی تو جماعت سے کیوں نہ پڑھی؟ وہ کہنے لگا میں آپکی طرح قرآن کا منکر نہیں ہوں قرآن مانتا ہوں۔قرآن......قرآن...... پوچھنے لگا کہاں قرآن میں آیا ہے کہ جماعت سے نماز پڑھو؟ اب لوگوں کو پتا چلا کہ یہ تو کوئی قرآن والا آ گیا ہے۔مولوی صاحب نے کہا کہ قرآن میں آتا ہے وارکعوا مع الراکعین اس سے علماء امت ثابت کرتے ہیں۔وہ کہنے لگا کہ یہاں تو رکوع ہے جماعت کا لفظ ہی نہیں۔مولوی صاحب کہنے لگے کہ رکوع زکوۃ میں ہوتا ہے؟ وہ کہتا ہے نہیں۔مولوی کہتا ہے رکوع روزے میں ہوتا ہے؟ وہ کہتا ہے نہیں۔حج میں ہوتا ہے؟ جواب ملتا ہے نہیں۔وہ کہنے لگا رکوع ہوتا تو نماز میں ہی ہے،لیکن میں نے رکوع کا لفظ نہیں دیکھنا۔نماز کا لفظ دکھاؤ۔اب مولوی صاحب نے کہا کہ اچھا تو دکھا تجھے کون سا لفظ مل گیا ہے جس میں اکیلے نماز پڑھنے کا حکم ہو اور یہ ہو کہ جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھنی۔اس نے کہا میں تمہاری طرح رکوع کا لفظ نہیں صلوٰۃ

(نماز) کا لفظ دکھاؤں گا۔ کہتا ہے ان الصلوٰۃ تنھیٰ بے شک نماز اکیلے پڑھو تنہا پڑھو۔ لوگ حیران ہیں کہ کم بخت کو قرآن کا ترجمہ بھی صحیح نہیں آتا۔ اب لوگ اندر گئے مولوی صاحب نے مشکوٰۃ نکالی اور باجماعت نماز کی حدیثیں سنانے لگے۔ وہ کہنے لگا یہ ساری حدیثیں قرآن کے خلاف ہیں۔ جب قرآن نے کہہ دیا کہ نماز تنہا پڑھو، اب یہ ساری حدیثیں جن میں باجماعت نماز کا حکم ہے یہ قرآن کے خلاف ہیں۔

اب یہی طریقہ مماتیوں کا ہے کہ ترجمہ خود گھڑ لیں گے جب تم حدیثیں پڑھو گے تو کہیں گے یہ قرآن کے خلاف ہیں۔ اور یہی طریقہ قادیانیوں کا ہوتا ہے۔ آخر لوگوں نے سوچا کہ چلو اس کو ترجمہ ہی دکھائیں تو شاید مان جائے۔ اب کوئی شیخ الہندؒ کا ترجمہ لے آیا، کوئی شاہ رفیع الدینؒ کا۔ اب اس نے دیکھا کہ یہ لوگ عربی تو جانتے نہیں تھے، اب اردو ترجمہ آ گیا ہے یہ لوگ پڑھ لیں گے اور مجھے جھوٹا کہیں گے، اب اس نے کہا اور شور مچایا کہ رکھ دو میں نے کتاب اللہ سے پڑھا ہے اور تم رحمت اللہ (یعنی اکابر جنکو رحمت اللہ علیہ کہا جاتا ہے) لے کر آ گئے ہو۔ اب لوگوں نے کہا یہ "رحمۃ اللہ" "کلام اللہ" کے خلاف نہیں ہیں، بلکہ غلام اللہ کے خلاف ہیں، عنایت اللہ کے خلاف ہیں۔

اب دیکھیں یہ کہتے ہیں کہ ہم رحمت اللہ نہیں مانتے، ہم کہتے ہیں کہ پھر لعنت اللہ مان لو۔ ہم تو فخر سے کہتے ہیں کہ ہم رحمت اللہ کو مانتے ہیں۔ صراط الذین انعمت علیھم جن کو اللہ نے سیدھے راستے پر چلایا ہے، جن پر رحمت اور انعام کیا ہے ہم ان لوگوں کو مانتے ہیں۔ ہم کو اس پر فخر ہے۔ تم نہیں مانتے تمہاری مرضی، تمہاری قسمت میں لعنت اللہ ہی ہوں گے۔ تو بات چل رہی تھی کہ قبر اس گڑھے کو ہی کہتے ہیں، دیکھئے رسول پاک ﷺ نے قبروں پر جانے والی عورتوں اور قبروں پر عبادت گاہیں بنانے والے مردوں اور دیئے جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے اب یہ عورتیں جن پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے، کیا علیین سجین میں زیارت کے لئے گئی تھیں یا دنیا کے قبرستان میں؟ اور ان میں مردوں سے مراد وہ مرد ہیں جو علیین میں جا کر دیئے جلاتے ہیں یا

وہ مراد ہیں جو دنیا کی قبروں پر دیئے جلاتے ہیں؟ معلوم ہوا اس حدیث میں بھی قبر سے مراد وہی قبر ہے جن پر عورتیں جا سکتی ہیں، لوگ ان پر عبادت گاہیں بنا سکتے ہوں اور دیئے جلا سکتے ہوں۔ اور وہ یہی دنیا والی قبر ہے۔ پس معلوم ہوا کہ قرآن اور حدیث اسی قبر کو قبر کہتے ہیں جس کو حیاتی قبر کہتے ہیں۔ مماتیوں کی قبر کا ذکر نہ قرآن میں کہیں ہے نہ حدیث میں۔

اب چونکہ قبر میں جسم رکھا جاتا ہے جیسا کہ قرآن پاک سے واضح کر دیا گیا ہے۔ اس لئے چونکہ اس قبر کو قبر کہنے میں جسم کو عذاب نہیں ہوتا، کیونکہ جسم کو عذاب ماننے میں ایک قسم کی حیات ماننی پڑتی ہے اس لئے یہ قبر کا ہی انکار کر دیتے ہیں۔ تو امام بخاریؒ نے یہ باب باندھا ہے باب ما جاء فی عذاب القبر تو امام بخاریؒ نے قبر کے بارے میں زیادہ وضاحت نہیں فرمائی کیونکہ اس زمانے میں قبر کا انکار کرنے والے موجود نہیں تھے کہ انہیں وضاحت کرنی پڑتی۔ ہاں یہاں ایک اور بات یاد آئی کہ یہ لوگ آگے پیچھے (دوسرے اوقات میں) قرآن قرآن کرتے ہیں، لیکن جب ہم قبر والی ساری آیات قرآن سے پیش کرتے ہیں، حدیثیں پیش کرتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ مولانا تھانویؒ نے لکھا ہے اشرف الجواب میں کہ یہ گڑھا قبر نہیں اور ایک مرتبہ دو آدمی آئے مولانا کاندھلویؒ کی عقائد اسلام لے کر کہ یہ لکھا ہے کہ گڑھا قبر نہیں ہے۔ تو اس بات کو ذرا سمجھ لیں۔

قبر اور عالم قبر

ایک ہے قبر، ایک ہے عالم قبر۔ جس طرح ایک ہے بستر خواب، ایک ہے عالم خواب جو عرش تک ہے۔ تو یہ دونوں لفظ یعنی قبر اور عالم قبر علماء ایک دوسرے کی جگہ استعمال کر دیتے ہیں۔ لیکن ہر زمانے میں استعمال میں فرق پڑ جاتا ہے۔ جس طرح جوں جوں گمراہ لوگ انکار کرتے ہیں تو علماء کو احتیاط کرنی پڑتی ہے، اس سے پہلے اجمال ہی چلتا رہتا ہے۔ جیسے مثال کے طور پر آپ پہلے کی کوئی کتاب اٹھائیں آپ کو معراج کا ذکر مل جائے گا، کیونکہ اس وقت جسمانی معراج کا کوئی منکر نہیں تھا۔ سارے کہتے تھے کہ معراج جسمانی ہوئی ہے اس لئے علماء معراج کے ساتھ جسمانی کا لفظ لکھنا ضروری نہیں سمجھتے تھے، آج لوگ جسمانی معراج کا انکار کرنے لگے اب اگر کوئی صرف اتنا

کہے کہ میں معراج مانتا ہوں جسمانی کا لفظ نہ بولے ہم یہ نہیں سمجھیں گے کہ یہ معراج کا قائل ہے تو جسمانی کا لفظ لگانے کی اب ضرورت پڑی کیونکہ جسمانی کے منکر دنیا میں پیدا ہو گئے ہیں۔ اور جس وقت تک یہ منکر نہیں تھے اس وقت تک جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں جسمانی کی قید لگانے کی ضرورت نہیں تھی۔ اب قید تو ہم نے لگائی ان کو مسئلہ سمجھانے کے لئے اب یہ کہتے ہیں کہ جسمانی کا لفظ قرآن میں دکھاؤ۔ حالانکہ اگرچہ جسمانی کا لفظ قرآن میں نہیں لیکن سیاق وسباق اور احادیث اور اجماع اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ معراج جسمانی ہوا۔ اسی طرح مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا کاندھلویؒ کے زمانے میں عالم قبر کا انکار کرنے والے تو تھے لیکن اس گڑھے کا انکار کرنے والے نہیں تھے، یہ لوگ تو اب پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے انہوں نے عالم قبر پر قبر کا لفظ استعمال کر دیا ہے۔ یہ دونوں عبارتیں یہاں نقل کر دی جاتی ہیں۔

مولانا کاندھلویؒ کا عقیدہ بعینہ وہی ہے جو سب اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ عقائد اسلام کے صفحہ ۵۸ پر لکھتے ہیں

"مرنے کے بعد زمانہ بعث تک انسان عالم برزخ میں رہتا ہے، کما قال اللہ تعالیٰ ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون اور اس کو عالم قبر بھی کہتے ہیں۔ (یعنی برزخ کو) اس پر ایمان لانا فرض اور لازم ہے۔

عقیدہ اول۔ قبر میں مومنوں اور کافروں سے منکر نکیر کا سوال حق ہے۔ قبر سے وہ گڑھا مراد نہیں جس میں مردہ جسم دفن کیا جاتا ہے بلکہ عالم برزخ مراد ہے۔ (کیونکہ اس زمانے میں عالم برزخ کا انکار کرتے تھے) جو دنیا اور آخرت کے درمیان ایک عالم ہے جو من وجہ دنیا کے مشابہ ہے اور من وجہ آخرت کے مشابہ ہے اس لئے کہ مرنے کے بعد اس کے ذاتی اعمال تو منقطع ہو جائیں گے لیکن زندوں کی دعاؤں اور صدقات اور خیرات سے اس کو نفع پہنچتا رہے گا۔ پچھلوں کی دعاؤں اور صدقات اور خیرات سے اس کو نفع پہنچتا رہے گا۔ پچھلوں کی دعاؤں سے اس کے گناہ

صاف ہوں گے تو جب قیامت کے دن قبر سے اٹھے گا تو پاک اور صاف اٹھے گا۔

اب یہاں یہ کہا ہے کہ گڑھا قبر نہیں عالم برزخ ہے۔)

خود اگلے صفحے پر لکھتے ہیں

عالم برزخ میں پہنچنے کے بعد سب سے پہلے جو بات پیش آتی ہے وہ منکر نکیر کا سوال و جواب ہے یہ اسوقت ہوتا ہے جس وقت خویش و اقارب مردہ کو قبر میں رکھ کر واپس ہوتے ہیں تو کس قبر میں رکھتے ہیں وہ؟ اسی قبر میں رکھتے ہیں۔ اور اسی میں سوال ہوتے ہیں۔ مولانا لکھ رہے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور اس مرد یعنی محمد ﷺ کے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟ اگر مسلمان ہے تو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے اور یہ شخص محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں کہ تجھے کیسے علم ہوا وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اور اس کی تصدیق کی۔ اب اسی کو حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا۔ اب دیکھیں ان میں اور مولانا کاندھلوی میں کتنا فرق ہو گیا۔ یہ کہتے ہیں کہ یہ قبر دنیا میں ہے اور حیات دنیوی نہیں، اگر دنیوی کہیں تو اس قبر میں حیات ماننی پڑے گی۔ اور مولانا قرآن کی آیت پیش کر رہے ہیں کہ یہ سوال و جواب اور حیات اسی دنیا میں ہے یعنی اس دنیا والی قبر میں ہے۔ تو جب یہ قبر دنیا میں ہے تو عالم برزخ میں جسم دنیا میں اور روح کا تعلق علیین سجین کے ساتھ بھی اور جسم کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ تو دیکھو حضرت جسم کے عذاب و ثواب دونوں کو مان رہے ہیں اس کا انکار نہیں کر رہے۔

حضرت تھانویؒ کی کتاب ہے "احکام اسلام عقل کی روشنی میں" اس کے ص ۲۵۶ اور ۲۶۵ پر عذاب و ثواب قبر کا ذکر کرتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ

"قبر یعنی عالم برزخ میں جسم دکھ یا سکھ میں ہوتا روح کے تابع ہوتا ہے اس جگہ بدن ظاہر ہے اور روح پوشیدہ۔ اور عالم قبر برزخ میں روح غالب اور ظاہر ہو گی اور بدن پوشیدہ۔ اور برزخ کے احکام ارواح پر جاری ہوں گے یعنی دکھ اور سکھ جب

روح کو پہنچے گا تو صاحب روح کے بدن پر بھی سرایت کرے گا۔"

مولانا بالکل واضح فرمارہے ہیں کہ سرایت کرتا ہے، عذاب کا جسم پر ظاہر ہونا ضروری نہیں۔ آگے لکھتے ہیں

"عالم برزخ میں بھی جسم اور روح کے لئے دکھ اور سکھ سونے والے کو پہنچتا ہے۔ روح اور جسم دونوں کو۔ وہ اس کی روح پر جاری ہوتا ہے اور اس میں بدن اس کے تابع ہوتا ہے، ایسے ہی عالم برزخ میں جسم اور روح کو دکھ سکھ کا طریق جاری ہے بلکہ اس خواب سے بھی بڑھ کر ہوگا۔ کیونکہ اس عالم برزخ میں روح کا تعلق ظاہر ہونا بہت کامل ہے، اور روح کا تعلق بدن سے گو عام حالات میں ظاہر نہیں لیکن ایک غیر معلوم وجہ یہ بھی رہتا ہے۔ بدن سے اس کا بالکل انقطاع اور جدائی نہیں ہوتی۔"

یہ ساری بحث عذاب کی چل رہی ہے۔

تو ۲۰۵ پر کہتے ہیں

"اس طرح بلا شبہ مرنے کے بعد بھی اجزاء بدن سے بھی روح کا تعلق رہتا ہے گو نیکوں کی روحیں علیین میں اور بدوں کی سجین میں ہوتی ہیں، لیکن روحوں کا روحانی تعلق ابدان کے ذرات کے ساتھ رہنا ضروری ہے، خواہ کسی کو قبر میں دفن کریں خواہ جلا دیں خواہ ڈوب جائے، ذرے ذرے کے ساتھ روح کا تعلق بالاتر از فہم رہتا ہے۔ جس کی نظیر ایک تار برقی کی کافی ہے تار برقی کا تعلق کہاں سے کہاں تک رہتا ہے۔"

اب پاور ہاؤس کہاں ہے اور کہاں سے اس کا تعلق پہنچا ہے اور اس پنکھے کے ساتھ بھی ہے اور اُس پنکھے کے ساتھ بھی ہے۔ یہ مثال دی ہے حضرتؒ نے۔ مگر اس دنیا کی آنکھیں محسوس نہیں کر سکتیں۔ ایسے ہی روح علیین سجین میں ہو تو بھی بدن کے ساتھ تعلق قائم رہتا ہے۔ حضرت تھانویؒ اور حضرت کاندھلویؒ بالکل جسم اور روح دونوں کے عذاب کے قائل ہیں البتہ فرق یہ کر

رہے ہیں اور یہ فرق ہم بھی کرتے ہیں کہ یہاں جسم کو اولیت حاصل ہے اس لئے جسم کے ذریعے سے روح کو دکھ پہنچتا ہے۔ کسی کی روح کو ستانا ہو تو جسم پر لاٹھی ماریں گے۔ جسم پر ٹھنڈا پانی ڈالیں گے۔ روح بھی ٹھنڈی ہو جائے گی۔ لیکن خواب میں روح پر پہلے حالات آتے ہیں جسم پر بعد میں مرتب ہوتے ہیں۔

ساری کاروائی روح کرتی رہی، آخر میں جسم ناپاک ہوتا ہے۔ پہلے ساری کاروائی روح نے کی اور جسم اس میں شریک نہیں تھا، لیکن روح کی طرف سے جسم پر احکام آئے ہیں۔ بیداری میں جسم سے روح کی طرف جاتے ہیں۔ اسی طرح عالم برزخ میں عذاب وثواب پہلے روح پر آتا ہے، پھر روح سے جسم پر۔ اس لئے اِس کو حیات جسمانی کہہ دیتے ہیں اُس کو حیات روحانی۔ تو جیسے اس کو جسمانی کہنے کا کسی نے آج تک یہ مطلب نہیں سمجھا کہ جسم کے دکھ سکھ میں روح شریک نہیں، اسی طرح اس کو روحانی کہنے کا یہ مطلب بالکل نہیں کہ روح کے عذاب وثواب میں جسم شریک نہیں۔ لیکن یہاں اس کو جسمانی کہتے ہیں، اولیت کی وجہ سے۔ کہ پہلے احکام جسم پر آتے ہیں اس کے واسطے سے روح پر پہنچتے ہیں اور اس کو روحانی اس لئے کہتے ہیں کہ وہاں پہلے روح پر آتے ہیں، پھر اس کے واسطے سے جسم پر۔ جس طرح یہاں دکھ سکھ دونوں کو ہے۔ لیکن اگر بالفرض کوئی لکھ بھی دے کہ وہ حیات جسمانی نہیں، پھر بھی مطلب ہوگا کہ یہ کھلی جسمانی نہیں ہے یہ مطلب نہیں ہوگا کہ جسم عذاب وثواب میں شریک نہیں۔ تو جس زمانے میں ایسے لوگ شرارتیں نہیں کرتے تھے اس زمانے میں اگر کوئی اجمالاً لکھ جائے تو اس کا یہی مطلب ہوگا کہ کھلی حیات جسمانی نہیں، یہ مطلب نہیں ہوگا کہ بالکل جسم کو حیات نہیں۔

حضرت اوکاڑویؒ نے فرمایا کہ ابھی میں کراچی میں گیا تو مولانا زرولی صاحب نے مجھے فتح الباری دکھائی کہ لکھا ہے کہ حضرت پاک ﷺ روضہ میں حیات ہیں لیکن یہ حیات دنیوی نہیں ہے، پھر میں نے دو تین جگہ سے دکھایا کہ اس جسم میں وہ حیات مانتے ہیں۔ تو یہ جو لکھا ہے کہ دنیوی نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا جیسی کھلی حیات نہیں کہ سب کو نظر آئے۔ یہ مراد نہیں کہ حیات

میں جسم شریک نہیں۔ میں نے کہا فتح الباری کے زمانے میں یہ فتنہ نہیں تھا اس لئے انہوں نے اجمال لکھ دیا ہے۔ اس لئے یاد رکھیں کہ جب تک فتنہ نہیں ہوتا علماء اجمال لکھ جاتے ہیں، اب دیکھیں ختم نبوت کے بارے میں بھی پہلوں کی ایسی عبارتیں مل جاتی ہیں۔ کہ بھئی چونکہ عیسیٰؑ نے آنا ہے اس لئے نبی آئے گا لیکن وہ اپنی شریعت پر عمل نہیں کرے گا حضورﷺ کی شریعت پر عمل کرے گا۔ اب ان کے عقیدہ ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں تھا۔ لیکن مرزے نے ان کی مجمل عبارتیں اٹھالیں کہ دیکھو جی مطلب یہ نکلا کہ حضرتﷺ کے بعد صاحب شریعت نبی نہیں آسکتا غیر تشریعی نبی آسکتا ہے۔ ان بیچاروں کے فرشتوں کو بھی پتہ نہیں کہ ہماری عبارتوں کا انہوں نے یہ مطلب نکالنا ہے، لیکن چونکہ اس زمانے میں یہ فتنہ ان کے سامنے نہیں تھا اسلئے وہ کسی جگہ بات مفصل لکھ گئے، جہاں ضمناً آئی مجمل لکھ گئے۔ تو ایسی باتوں کو مفصل باتوں کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے گا صرف مجمل کو نہیں دیکھا جائے گا۔ اسی طرح یہ قبر کا لفظ اس قبر کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور عالم قبر کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ پہلے زمانے میں لوگ اس کو قبر کہتے تھے عالم قبر کو اس میں شریک نہیں مانتے تھے۔ اور آج اس قبر کا انکار کرنے والے آگئے ہیں۔ اگر اس فتنہ کے شروع ہونے سے پہلے اگر کسی نے یہ بات لکھی ہے اجمالاً اور دوسری جگہ صراحت کر دی ہے کہ عذاب و ثواب روح اور جسم دونوں کو ہے۔ اب ان کی اس صراحت کے بعد ان کی اجمالی عبارت کا وہ مطلب لینا جو یہ (مماتی) لیتے ہیں صحیح نہیں ہے کہ نہ سوال ہے، نہ عذاب ہے، نہ کچھ اور ہے۔ یہ ایک دھوکا ہے اور فریب ہے۔ تو ایسے اجمالات پہلے ہوتے ہیں، جوں جوں ٹکراؤ پیدا ہوتا ہے، لڑائی ہوتی ہے، پھر صراحت شروع کر دی جاتی ہے۔

حضرت اوکاڑویؒ نے دوسری مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ ہم جب ختم نبوت پر تقریر کرتے ہیں تو میں ختم نبوت کا معنیٰ کرتا ہوں کہ حضرتﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا، تا کہ اگر پہلے زندہ ہوں تو ختم نبوت کے خلاف نہ سمجھا جائے، اب یہ لفظ کوئی قرآن وحدیث میں نہیں۔ لیکن بات کو سمجھانے کے لئے آج کل یہ تعبیر ہم نے بنالی تا کہ کوئی دھوکہ لوگوں کو باقی نہ رہے۔ تو

قبر کے بارے میں یہ لوگ جو دھوکا دیتے ہیں تو بعض اوقات عالم قبر کے لئے لفظ قبر استعمال کر دیتے ہیں، لیکن دوسری جگہ وضاحت فرمارہے ہیں کہ اس قبر میں عذاب وثواب ہے اور جسم اور روح دونوں عذاب وثواب میں شریک ہیں۔ البتہ فرق یہ ہے کہ دنیا میں پہلے جسم کو عذاب ہوتا ہے اس کے واسطے روح کو پہنچتا ہے اور خواب میں اور قبر میں پہلے روح کو عذاب وثواب ہوتا ہے پھر اس کے واسطے سے جسم کو پہنچتا ہے۔ اب اگر کوئی یہ بات کہے کہ یہ حیات روحانی نہیں جسمانی ہے، جس طرح یہ بات غلط ہے اسی طرح یہ بات بھی غلط ہے کہ وہ حیات قبر والی روحانی ہے جسمانی نہیں۔ اب اس حیات کو جسمانی کہہ سکتے ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب لینا کہ روح کو تکلیف نہیں پہنچتی یہ غلط ہے۔ اسی طرح قبر والی حیات کو روحانی کہہ سکتے ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب لینا کہ جسم کو عذاب وثواب نہیں ہوتا یہ بھی غلط ہے۔ اسی طرح اگر پہلے کسی نے لکھ دیا ہو کہ وہ حیات (قبر والی) روحانی ہے، جسمانی نہیں، تو اس جسمانی نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہاں احکام پہلے روح پر آتے ہیں پھر اس کے واسطے سے جسم پر آتے ہیں۔ اس کو حیات جسمانی کہو تو بھی دکھ سکھ دونوں کو ہے اور اگر حیات روحانی کہو تو تب بھی دکھ سکھ دونوں کو ہے۔ لیکن یہاں اوّلیت جسم کو حاصل ہے وہاں اوّلیت روح کو حاصل ہے صرف اتنا فرق ہے۔ اور اتنے فرق سے یہ لوگ لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اب امام بخاری قبر عذاب وثواب ثابت فرماتے ہیں قرآن پاک سے۔

پہلی آیت

امام بخاریؒ پہلی آیت نقل فرماتے ہیں

ولو تری اذ الظلمون فی غمرات الموت والملئکة باسطوا ایدیھم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تقولون علی اللہ غیر الحق و کنتم عن آیتہ تستکبرون.

اچھی طرح یہ بات سمجھ لیں، یہ جو ظالم ہیں جن کو موت آرہی ہے، یہ موت اسی جسم کو آرہی

ہے یا خواب خیال والے جسم کو؟ اسی جسم کا ذکر ہے۔ اور ظلم انہوں نے اسی جسم کے ساتھ کیا ہے یا خواب وخیال والے جسم کے ساتھ؟ اسی جسم کے ساتھ ظلم کرتا ہے۔ والملئکۃ باسطوا ایدیھم. اب ملائکہ اسی جسم کی طرف ہاتھ پھیلاتے ہیں یا خواب وخیال والے جسم کی طرف؟ اسی جسم کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ اخرجوا انفسکم اس جسم سے روح نکالتے ہیں یا خواب خیال والے جسم سے؟ اسی جسم سے نکالتے ہیں۔ آگے ہے الیوم تجزون عذاب الھون اسی جسم اور روح کو خطاب کر کے کہہ رہے ہیں کہ آج ہی تم کو عذاب شروع ہو جائے گا تو معلوم ہوا کہ عذاب تو اس وقت شروع ہو رہا ہے الیوم ایک عذاب ہے دوزخ کا، وہ تو دوزخ میں ڈالنے کے بعد ہوگا، الیوم سے پتہ چلا کہ مرنے کے بعد فوراً عذاب شروع ہو جاتا ہے، عذاب کا لفظ تو آ گیا (عذاب الھون) لیکن اس عذاب کا نام کیا ہے؟ تو اللہ کے نبی ﷺ نے اس عذاب کے دو نام رکھے ہیں۔ ایک عذاب قبر دوسرا عذاب میت۔

فرمایا عذاب القبر حق. (بخاری)

اور فرمایا ان المیت لیعذب فی قبرہ.

تا کہ جسم کو بھی عذاب میں شریک مانا جائے کیونکہ قبر میں جسم رکھا جاتا ہے۔ اب یہ لوگ کہتے ہیں قرآن میں عذاب قبر کا ذکر موجود نہیں۔ قرآن میں لفظ عذاب کے ساتھ عذاب قبر کا ذکر یقیناً موجود ہے۔ البتہ اس عذاب کا نام "عذاب قبر" اللہ کے نبی ﷺ نے رکھا ہے۔ یہ کہ اس عذاب کا نام عذاب میت ہے، اللہ کے نبی ﷺ نے رکھا ہے۔ یہ کہ اس عذاب کا نام عذاب میت ہے، اللہ کے نبی ﷺ نے رکھا ہے۔ نام اس لئے رکھا کہ جب عذاب دو تین قسم کے ہو گئے تو امتیاز کے لئے نام رکھنا پڑا۔ اب یہ لوگ بھی اس عذاب کا نام عذاب برزخ رکھتے ہیں۔ اگر ان کو نام رکھنے کا حق ہے تو اللہ کے نبی ﷺ کو کیوں نہیں ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے اس کا نام رکھا عذاب القبر، عذاب المیت.

تو اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ عذاب وثواب میں جسم اور روح دونوں شریک ہیں۔

اور مماتی اس آیت کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ عذاب صرف روح کو ہوتا ہے۔

عذاب قبر پر دوسری آیت

﴿ سنعذبھم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم. ﴾

اس آیت میں تین عذابوں کا ذکر ہے دو عذاب **مرتین** میں آ گئے، تیسرا عذاب **عظیم** میں اور تین ہی قسم کی سزاؤں کا شریعت میں ذکر ہے ایک دنیا میں، ایک قبر میں، ایک آخرت میں۔ دنیا میں سزائیں کہ چور کا ہاتھ کاٹ دو، زانی شادی شدہ کو سنگسار کر دو، مرتد کو قتل کر دو۔ اب یہ دنیا کی سزائیں جسم اور روح دونوں پر آتی ہیں یا صرف ایک چیز پر آتی ہیں؟ دونوں پر آتی ہیں۔ یہ جو پہلا عذاب **سنعذبھم** کا یہ جسم اور روح دونوں پر ہے یا صرف روح پر؟ یہ بھی دونوں پر ہے۔ اور جو تیسرا عذاب ہے آخرت والا وہ جسم اور روح دونوں پر ہے یا صرف روح پر؟ وہ بھی دونوں پر ہے۔ کافروں کو یہی تو شبہ رہتا تھا کہ یہ ہڈیاں گل سڑ جائیں گی کیسے اٹھیں گی؟ ان کا حشر ہوگا؟ کیسے عذاب وثواب ہوگا؟ تو اگر عذاب وثواب صرف روح کو ہونا ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرماتے کہ عذاب وثواب تو روح کو ہونا ہے اور وہ نہیں گلتی سڑتی۔ ان ہڈیوں کو عذاب ہونا ہی نہیں، اس جسم کو عذاب ہونا ہی نہیں۔ جیسا کہ مماتی کہتے ہیں۔ اگر یہ بات ہوتی تو اللہ تعالیٰ صاف فرماتے کہ عذاب صرف روح کو ہونا ہے اور وہ گلتی سڑتی نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **قل یحییھا الذی انشا ھا اول مرۃ.** انہی ہڈیوں کو اللہ نے زندہ کرنا ہے۔ پہلی مرتبہ شی بنانا مشکل ہوتی ہے دوبارہ بنانا مشکل نہیں ہوتی۔ تو جس خدا نے پہلے ان کو بنا لیا وہ دوبارہ بھی کھڑا کرے گا۔ تو پتہ چلا ان ہڈیوں نے ہی دوبارہ کھڑا ہونا ہے اور ان کو عذاب وثواب ہونا ہے۔ تو جب دنیا کے عذاب وثواب میں جسم اور روح دونوں شریک، آخرت کے عذاب وثواب میں جسم اور روح دونوں شریک ہیں، اسی لئے اللہ کے نبی ﷺ نے اس کا نام ہی عذاب قبر رکھا کیونکہ قبر میں ہم جسم ہی رکھ کر آئے ہیں اس کا نام ہی عذاب میت رکھا۔ کیونکہ میت اس جسم کو کہتے ہیں امام بخاریؒ نے تیرہ باب میت پر باندھے ہیں سب جگہ میت سے یہی جسم مراد ہے۔ مثلاً **باب غسل المیت ، باب کلام المیت ،**

باب سماع المیت، باب الدخول علی المیت بعد الموت، باب یبدا بمیا من المیت، باب مواضع الوضوء من المیت، باب کیف الاشعار من المیت، باب الحنوط للمیت، باب قول النبی ﷺ یعذب المیت ببعض بکاء اهله علیه ، باب ما یکره من النیاحة علی المیت، باب المیت یسمع خفق النعال، باب هل یخرج المیت من القبر واللحد لعلة الحد والشق فی القبر، باب ثناء الناس علی المیت. اب میت کا لفظ روح پر تو استعمال نہیں ہوتا اس لئے اس عذاب کا نام ہی عذاب میت رکھدیا تا کہ پتہ چل جائے کہ جسم کو بھی عذاب ہوتا ہے۔ یہ جو کہتے ہیں کہ قرآن میں عذاب قبر کا ذکر موجود نہیں یہ جھوٹ ہے قرآن میں یقیناً عذاب کا ذکر موجود ہے اوراس عذاب کا نام عذاب قبر نبی ﷺ نے رکھ دیا۔عذاب میت نبی ﷺ نے رکھ دیا۔اب اس آیت میں (سنعذبهم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم) تین عذابوں کا ذکر آ گیا، پہلا دنیا میں، آخری آخرت میں اور درمیانہ عذاب اس کے بارے میں امام بخاریؒ سمجھا رہے ہیں کہ یہ عذاب قبر ہے۔تو جس طرح پہلا اور تیسرا عذاب جسم اور روح دونوں پر ہے اسی طرح درمیانہ عذاب (عذاب قبر) یہ بھی جسم اور روح دونوں پر ہے۔

عذاب قبر پر تیسری آیت

وحاق بآل فرعون سوء العذاب النار یعرضون علیها غدوا و عشیا و یوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب.

اب اس آیت مبارکہ میں بھی ایک عذاب کا ذکر ہے جو غرق ہونے کے بعد فوراً ہے اس کو سوء العذاب کہا گیا ہے وہ کس طرح ہے؟النار یعرضون علیها غدوا و عشیا. اگلا عذاب ہے ادخلوا آل فرعون اشد العذاب یہ تو قیامت کے دن ہوگا کہ فرعونی آگ میں داخل کئے جائیں گے۔اب جو عذاب ہے وہ عرض نار ہے، عرض نار سے ان کو آگ پر بھونا جارہا

ہے، نہ کہ دخول نار سے۔

اب دیکھیں آیت مبارکہ میں مرنے کے بعد دو عذابوں کا ذکر آیا، ایک عرض نار سے عذاب ہے، اور ایک دخول نار سے عذاب ہے۔ جو دخول نار سے عذاب ہے اس کو عذاب دوزخ اور عذاب قیامت کہا جاتا ہے اور یہ جو عرض نار والا عذاب ہے اس کا نام عذاب قبر ہے۔ جس طرح دوزخ کے عذاب میں آل فرعون کا جو لفظ ہے یہ جسم اور روح دونوں پر صادق آتا ہے یا صرف روح پر؟ جب دوزخ میں داخل ہوں گے تو روح اور جسم دونوں داخل ہوں گے یا صرف روح؟ تو جن کو دوزخ میں عذاب دیا جاتا ہے انہیں کو عرض نار سے عذاب دیا جارہا ہے۔ البتہ یہاں ان کے عذاب کو دائمی قرار دیا گیا ہے اور دوسروں کو صبح وشام ٹھکانا دکھایا جاتا ہے۔ جیسا کہ بخاری میں ہے اگر جنتی ہے تو جنت کا ٹھکانہ، اگر دوزخی ہے تو دوزخ کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے۔ لیکن آل فرعون کے لئے صبح وشام کی قید نہیں ان کو ہر وقت آگ پر بھونا جارہا ہے۔ (ح ۴)

(ح ۴).. قوله تعالى ﴿فوقاه الله سيئات ما مكروا﴾ اى من الحاق انواع العذاب به فطلبوه فما وجدوه ، لانه فوض امره الى الله . قال قتادة. كان قبطيا فنجاه الله مع بنى اسرائيل . فالهاء على هذا لمؤمن آل فرعون. وقيل. انها لموسى على ما تقدم من الخلاف. ﴿وحاق بآل فرعون سوء العذاب﴾ قال الكسائى . يقال حاق يحيق حيقا و حيوقا اذا نزل و لزم . ثم بين العذاب فقال. ﴿النار يعرضون عليها﴾ وفيه ستة اوجه . يكون رفعا على البدل من "سوء" . و يجوز ان يكون بمعنى هو النار ، و يجوز ان يكون مرفوعا بالابتداء. وقال الفراء. يكون مرفوعا بالعائد على معنى النار عليها يعرضون، فهذه اربعة اوجه فى الرفع ، واجاز الفراء النصب، لان بعدها عائدا و قبلها ما يتصل به، و اجاز الاخفش الخفض على البدل من "العذاب"

ایک بات، اماں عائشہؓ کی حیرانگی

یہ آیات جن میں عذاب وثواب قبر کا ذکر ہے یہ مکی ہیں اور سیدہ عائشہؓ کی حدیث بخاری

والجمهور على ان هذا العرض فى البرزخ. و احتج بعض اهل العلم فى تثبيت عذاب القبر بقوله ﴿النار يعرضون عليها غدوا و عشيا﴾ ما دامت الدنيا. كذلك قال مجاهد و عكرمة. مقاتل و محمد بن كعب كلهم قال. هذه الآية تدل على عذاب القبر فى الدنيا، الا تراه يقول عن عذاب الآخرة. ﴿و يوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب﴾

(الجامع لاحكام القرآن لابى عبد الله محمد بن احمد الانصارى القرطبى الجزء الاول)

قوله. عز وجل . (النار يعرضون عليها غدوا و عشيا) فيه ثلاثة اقاويل.

احدها. انه يعرض عليهم مقاعدهم من النار غدوة و عشية، فيقال . لآل فرعون هذه منازلكم ، توبيخا، قاله قتادة.

الثاني. ان ارواحهم فى اجواف طير سود تغدو على جهنم و تروح فذلك عرضها، قاله ابن مسعود.

الثالث. انهم يعذبون بالنار فى قبرهم غدوا و عشيا، وهذا لآل فرعون خصوصاً . قال مجاهد . ما كانت الدنيا.

(النكت والعيون تفسير الماوردى تصنيف ابى الحسن على بن محمد بن حبيب الماوردى البصرى)

(المسألة الاولى) احتج اصحابنا بهذه الاية على اثبات عذاب القبر قالوا الآية تقتضى عرض النار عليهم غدوا و عشيا،

شریف (ص۱۸۳ ج۱) میں ہے

ولیس المراد منه یوم القیامة لانه قال (و یوم تقوم الساعة أدخلوا آل فرعون اشد العذاب) ، ولیس المراد منه ایضا الدنیا لان عرض النار علیهم غدوا و عشیا ما کان حاصلا فی الدنیا ، فثبت ان هذا العرض انما حصل بعد الموت وقبل یوم القیامة، وذلک یدل علی اثبات عذاب القبر فی حق هؤلاء ، واذا ثبت فی حقهم ثبت فی حق غیرهم لانه لا قائل بالفرق، فان قیل لم لا یجوز ان یکون المراد من عرض النار علیهم غدوا و عشیا عرض النصائح علیهم فی الدنیا؟ لان اهل الدین اذا ذکروا لهم الترغیب والترهیب و خوفوهم بعذاب الله فقد عرضوا علیهم النار، ثم نقول فی الآیة ما یمنع من حمله علی عذاب القبر و بیانه من وجهین، (الاول) ان ذلک العذاب یجب ان یکون دائما غیر منقطع، وقوله (یعرضون علیها غدوا و عشیا) یقتضی ان لا یحصل ذالک العذاب الا فی هذین الوقتین ، فثبت ان هذا لا یمکن حمله علی عذاب القبر (الثانی) ان الغدوة والعشیة انما یحصلان فی الدنیا ، اما فی القبر فلا وجود لهما ، فثبت بهذین الوجهین انه لا یمکن حمل هذه الایة علی عذاب القبر (والجواب) عن السؤال الاول ان فی الدنیا عرض علیهم کلمات تذکرهم امر النار، لا انه یعرض علیهم نفس النار، فعلی قولهم یصیر معنی الآیة الکلمات المذکرة لامر النار کانت تعرض علیهم، وذلک یفضی الی ترک ظاهر اللفظ والعدول الی المجاز ، اما قوله الآیة تدل علی حصول هذا العذاب فی هذین الوقتین و ذلک لا یجوز ، قلنا لم لا یجوز أن یکتفی فی القبر بایصال العذاب الیه فی هذین الوقتین، ثم عند قیام

عن عائشة ان يهودية دخلت عليها فذكرت عذاب

القيامة يلقى فى النار فيدوم عذابه بعد ذلك ، وايضا لايمتنع ان يكون ذكره الغدوة والعشية كناية عن الدوام كقوله (ولهم رزقهم، فيها بكرة و عشيا) أما قوله انه ليس فى القبر والقيامة غدوة و عشية، قلنا لم لا يجوز أن يقال ان عند حصول هذين الوقتين لاهل الدنيا يعرض عليهم العذاب؟ والله أعلم.

(التفسير الكبير للامام الفخر الرازى)

وقال فى مصيرهم فى البرزخ ﴿النار يعرضون عليها غدوا و عشيا﴾

وقال فى عذابهم فى الآخرة . ﴿ويوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب﴾

(اضواء البيان فى ايضاح القرآن بالقرآن محمد الامين بن محمد المختار الجكنى الشنقيطى)

﴿النار يعرضون عليها غدوا و عشيا﴾ جملة مستأنفة او النار خبر محذوف و يعرضون استئناف للبيان، او بدل و يعرضون حال منها، او من الآل و قرئت منصوبة على الاختصاص او باضمار فعل يفسره يعرضون مثل يصلون، فان عرضهم على النار احراقهم بها من قولهم. عرض الاسارى على السيف اذا قتلوا به، و ذلك لارواحهم كما روى ابن مسعود ان ارواحهم فى اجواف طيور سود تعرض على النار بكرة و عشيا الى يوم القيامة، و ذكر الوقتين تحتمل التخصيص والتابيد ، وفيه دليل على بقاء النفس وعذاب القبر.

القبر فقالت لها اعاذک الله من عذاب القبر فسألت عائشة

(تفسیر البیضاوی لامام ناصر الدین ابی سعید عبدالله بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی)

واخرج ابن ابی الدنیا فی کتاب من عاش بعد الموت وابن جریر عن الاوزاعی رضی الله عنه انه سأله رجل فقال . یا ابا عمرو انا نری طیرا أسود تخرج من البحر فوجا فوجا لا یعلم عددها الا الله تعالیٰ فاذا کان العشاء عاد مثلها بیضا؟ قال . وفطنتم لذالک ؟ قالوا . نعم . قال . ذلک فی حواصلها ارواح آل فرعون (یعرضون علی النار غدوا وعشیا) فترجع وکورها وقد احرقت ریاشها وصارت سوداء ، فینبت علیها ریش ابیض وتتناثر السود، ثم تعرض علی النار، ثم ترجع الی وکورها، فذالک دأبهم فی الدنیا، فاذا کان یوم القیامة قال الله ﴿ادخلوا آل فرعون اشد العذاب﴾

واخرج ابن ابی شیبة والبخاری ومسلم وابن مردویه عن ابن عمر رضی الله عنهما قال . قال رسول اللهﷺ . ان احدکم اذا مات عرض علیه مقعده من الغداة والعشی . ان کان من اهل الجنة فمن اهل الجنة ، وان کان من اهل النار فمن اهل النار . یقال هذا مقعدک حتی یبعثک الله یوم القیامة . زاد ابن مردویه ﴿ النار یعرضون علیها غدوا و عشیا﴾

واخرج البزار وابن ابی حاتم وصححه وابن مردویه والبیهقی فی شعب الایمان عن ابن مسعود رضی الله عنه عن النبیﷺ قال. ما احسن محسن مسلم او کافر الا اثابه الله . قلنا یا رسول اللهﷺ ما اثابة الکافر؟ قال . المال، والولد، والصحة،

رسول اللہ ﷺ عن عذاب القبر فقال نعم عذاب القبر حق

واشباہ ذالک. قلنا . وما الابتہ فی الآخرۃ ؟ قال . عذابا دون العذاب. وقرأ رسول اللہ ﷺ ﴿ادخلوا آل فرعون اشد العذاب﴾ قراء ۃ مقطوعۃ الألف.

(الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور للامام الحافظ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ (ت ۹۱۱ھ)

(النار یعرضون علیھا غدوا و عشیا) فارتفاع النار علی انھا بدل من سوء العذاب ، وقیل علی انھا خبر مبتدا محذوف ، او مبتدا و خبرہ یعرضون ، والاول اولی و رجحہ الزجاج وعلی الوجھین الاخیرین تکون الجملۃ مستأنفۃ جواب سوال مقدر . وقری بالنصب علی تقدیر فعل یفسرہ یعرضون من حیث المعنی، ای یصلون النار یعرضون علیھا، او علی الاختصاص. و أجاز الفراء الخفض علی البدل من العذاب . و ذھب الجمھور ان ھذا العرض ھو فی البرزخ ، وقیل ھو فی الآخرۃ ، قال الفراء . ویکون فی الآیۃ تقدیم و تاخیر . ای ادخلوا آل فرعون اشد العذاب النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا، ولا ملجی الی ھذا التکلف فان قولہ (ویقوم الساعۃ ادخلوا ال فرعون اشد العذاب) یدل دلالۃ واضحۃ علی ان ذلک العرض ھو فی البرزخ .

(فتح القدیر تالیف محمد بن علی بن محمد الشوکانی المتوفی ۱۲۵۰ ھج)

﴿وحاق بال فرعون سوء العذاب﴾ای و نزل بفرعون و جماعتہ اسوأ العذاب، وھو الغرق فی الدنیا، والحرق فی الآخرۃ، ثم

قالت عائشة فما رأيت رسول اللهﷺ بعد صلى صلوٰة الا

فسره بقوله، ﴿النار يعرضون عليها غدوا و عشيا﴾ اى النار يحرقون بها صباحا و مساء قال المفسرون. المراد بالنار هنا نار القبر وعذابهم فى القبور بدليل قوله بعده، ﴿ويوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب﴾ اى و يوم القيامة يقال للملائكة . ادخلوا فرعون و قومه نار جهنم التى هى اشد من عذاب الدنيا.

(صفوة التفاسير للعلامة محمد على الصابونى)

قوله تعالى. (النار يعرضون عليها غدوا و عشيا) اكثر المفسرين أن هذا فى القبر . ومن المعروف عن ابن مسعود انه قال . ارواح آل فرعون فى حواصل طير سود يردون النار غدوا وعشيا . وقد ثبت برواية مالک عن نافع، عن ابن عمر أن النبیﷺ قال. "ان احدكم اذا مات يعرض عليه معقده بالغداة والعشى ، ان كان من اهل الجنة فالجنة، وان كان من اهل النار النار، ويقال . هذا مقعدک يوم القيامة" قال. رضى الله عنه . اخبرنا بذلک المكى بن عبدالرزاق الكشميهنى ، اخبرنا ابو الهيثم جدى، اخبرنا الفربرى، اخبرنا البخارى ، اخبرنا اسماعيل بن ابى اويس، عن مالک ... الحديث

وفى الآية قول آخر. وهو انه العرض على النار يوم القيامة.

قال الفراء. وفى الآية تقديم و تأخير، وكانه قال. ويوم تقوم الساعة أدخلوا آل فرعون اشد العذاب ، النار يعرضون عليها غدوا و عشيا ، وهذا قول فاسد، والصحيح هو الاول.

وقوله. (ويوم تقوم الساعة أدخلوا آل فرعون اشد العذاب) قرىء . "ادخلوا آل فرعون اشد العذاب" على الأمر لآل فرعون

تعوذ من عذاب القبر.

بالدخول.

وقرى . (ادخلوا آل فرعون اشد العذاب) على الأمر لحرقة النار.

والدليل على ان الصحيح هو القول الاول قال. (يعرضون عليها غدوا و عشيا) اذا كان يوم القيامة ، فهو الادخال حقيقة لا العرض، وانما العرض فى القبر على ما ورد فى الحديث.

(تفسير القرآن للامام العلامة شيخ الاسلام حجة اهل السنة والجماعة ابى المظفر السمعاني منصور بن محمد بن عبدالجبار التميمى المروزى الشافعي السلفى)

قوله تعالى. (النار يعرضون عليها) (النار) رفع على البدل من (سوء) وقالت فرقة. (النار) رفع بالابتداء ، وخبره (يعرضون) وقالت فرقة. هذا الغدو والعشى هو فى الدنيا ، اى فى كل غدو و عشى من ايام الدنيا يعرض آل فرعون على النار، وروى فى ذلك عن الهذيل بن شرحبيل ، والسدى أن ارواحهم فى اجواف طير سود تروح بهم و تغدو الى النار ، وقاله الاوزاعى حين قال له رجل. انى رأيت طيورا بيضا تغدو من البحر ثم ترجع بالعشى سودا مثلها، قال الاوزاعى. تلك هى التى فى حواصلها ارواح آل فرعون، يحترق ريشها و يسود بالعرض على النار، وقال كعب بن محمد القرظى وغيره. اراد تعالى انهم يعرضون فى الآخرة على النار على تقدير ما بين الغدو والعشى ، اذ لا غدو ولا عشى فى الآخرة ، وانما ذلك على التقدير بايام الدنيا.

ترجمہ...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک

(المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز لابي محمد عبدالحق بن عطيه الاندلسي)

(النار يعرضون عليها غدوا وعشيا) جملة مستأنفة مبينة لكيفية نزول العذاب بهم. على ان (النار) مبتداء و جملة (يعرضون) خبره. وعلى الثاني ، فالنار خبر لمحذوف وهو خبر العذاب السيء. أو هي بدل من (سوء العذاب) والمراد عرض أرواحهم عليها دائما. واكتفى بالطرفين المحيطين . الغدو والعشي. عن الجميع. وبه يستدل على عذاب القبر والبرزخ.

(تفسير القاسمي المسمى محاسن التاويل تاليف علامة الشام محمد جمال الدين القاسمي)

(قوله فوقاه الله سيئات ما مكروا)اى شدائد مكرهم وما هموا به من الحاق انواع العذاب بمن خالفهم و نجا ذلك الرجل مع موسى عليه السلام من الغرق اه أبو السعود (قوله قومه معه) و عدم التصريح به للاستغناء بذكرهم عن ذكره ضرورة أنه اولى منهم بذلك اه أبو السعود (قوله النار) مبتدا و جملة يعرضون عليها خبره والجملة مستأنفة هذا هو المناسب لصنيعه حيث فسر سوء العذاب بالغرق و قدر ثم في الدخول على ما بعدها ليشير الى أنه مستانف و قوله يعرضون عليها اى تعرض ارواحهم من حين موتهم الى قيام الساعة هذا ما رواه ابن مسعود ليغاير قوله و يوم تقوم الساعة الخ اه شيخنا وفي القرطبي والجمهور على أن هذا العرض في البرزخ واحتج بعض أهل العلم على اثبات عذاب القبر بقوله النار يعرضون

یہودیہ نے آکر عذاب قبر کا ذکر کیا چنانچہ اس نے آپ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو

علیها غدوا و عشیا ما دامت الدنیا کذلک قال مجاهد و عکرمة و مقاتل و محمد بن کعب کلهم قال هذه الآیة تدل علی عذاب القبر فی الدنیا ألا تراه یقول عن عذاب الآخرة و یوم تقوم الساعة أدخلوا آل فرعون اشد العذاب وفی الحدیث عن ابن مسعود أن أرواح آل فرعون ومن کان مثلهم من الکفار تعرض علی النار بالغداة والعشی فیقال هذه دارکم وعنه ایضا أن أرواحهم فی جوف طیر سود تغدو علی جهنم و تروح کل یوم مرتین.

(الفتوحات الالهیة سلیمان بن عمر العجلی الشافعی الشهیر بالجمل المتوفی سنة ۱۲۰۴)

﴿فوقاه الله سیئات ما مکروا﴾ ما ارادوا به من الشر، ﴿وحاق﴾ احاط و نزل بهم ﴿سوء العذاب﴾ قال الکلبی. غرقوا فی البحر و دخلوا النار. و ذلک قوله ﴿النار یعرضون علیها غدوا و عشیا﴾

قال ابن مسعود رضی الله عنه ان ارواح آل فرعون فی اجواف طیر سود یعرضون علی النار کل یوم مرتین، فقال . یا آل فرعون هذه دارکم وقال مقاتل. تعرض روح کل کافر علی النار غدوا و عشیا ما دامت الدنیا، وهو قول قتادة والسدی والکلبی.

اور محشی لکھتے ہیں

قال ابن کثیر فی تفسیره. و هذه الآیة اصل کبیر فی استدلال

عذاب قبر سے پناہ دیں تو حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عذاب قبر کے بارے

اهل السنة على عذاب البرزخ في القبور ، وهو قوله تعالى، ﴿النار يعرضون عليها غدوا و عشيا﴾ قال. ولكن هنا سؤال ، وهو انه لا شك ان هذه الآية مكية ، وقد استدلوا بها على عذاب القبر في البرزخ ، وقد قال الامام احمد . ثنا هاشم. هو ابن القاسم ابوالنضر . ثنا اسحاق بن سعيد . هو ابن عمرو بن سعيد بن العاص . ثنا سعيد يعني اباه. عن عائشة . رضي الله عنها. ان يهودية كانت تخدمها ، فلا تصنع عائشة رضي الله عنها اليها شيئا من المعروف الا قالت لها اليهودية. وقاك الله عذاب القبر، قالت عائشة رضي الله عنها . فدخل رسول الله ﷺ على فقلت يا رسول الله ﷺ هل للقبر عذاب قبل يوم القيامة؟ قال ﷺ لا ، من زعم ذلک ؟ قالت هذه اليهودية لا اصنع معها شيئا من المعروف الا قالت . وقاک الله عذاب القبر، قال ﷺ وكذبت اليهودية وهي على الله اكذب ، لا عذاب دون يوم القيامة ثم مكث بعد ذلک ما شاء الله ان يمكث ، فخرج ذات يوم نصف النهار مشتملا بثوبه، محمرة عيناه وهو ينادى باعلى صوته، "القبر كقطع الليل المظلم، ايها الناس،. لو تعلمون ما اعلم بكيتم كثيرا وضحكتم قليلا. ايها الناس . استعيذوا بالله من عذاب القبر، فان عذاب القبر حق ، وهذا اسناد صحيح. انظر مسند الامام احمد ٦/ ٨١ . على شرط البخارى و مسلم، ولم يخرجاه ، قال. و روى احمد و مسلم . ثنا يزيد ، ثنا سفيان،

میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں عذاب قبر حق ہے، حضرت عائشہؓ فرمایا کہ

عن الزهرى، عن عروة، عن عائشة رضى الله عنها قالت. سألتها امرأة يهودية فاعطتها، فقالت لها. وقاك الله من عذاب القبر، فانكرت عائشة رضى الله عنها ذلك، فلما رأت النبى ﷺ. قالت له، فقال ﷺ "لا" قالت عائشة رضى الله عنها. ثم قال لنا رسول الله ﷺ بعد ذلك. "انه اوحى الى انكم تفتنون فى قبوركم". انظر مسند الامام احمد ٢٣٨/٦. وهذا ايضا على شرطهما قال. فيقال. فما الجمع بين هذا و بين كون الآية مكية وفيها الدلالة على عذاب البرزخ؟ قال. الجواب أن الاية دلت على عرض الارواح على النار غدا و عشيا فى البرزخ وليس فيها دلالة على اتصال تالمها باجسادها فى القبور. اذ يكون ذالك مختصا بالروح، فاما حصول ذلك للجسد فى البرزخ و تالمه بسببه، فلم يدل عليه الا السنة فى الاحاديث المرضية الاتى ذكرها قال. وقد يقال. ان هذه الآية انما نزلت للدلالة على عذاب الكفار فى البرزخ، ولا يلزم من ذلك ان يعذب المؤمن فى قبره بذنب، قال. ومما يدل على ذلك ما رواه الامام احمد. ثنا عثمان بن عمر، ثنا يونس عن الزهرى عن عروة عن عائشة رضى الله عنها ان رسول الله ﷺ دخل عليها وعندها امرأة من اليهود وهى تقول. اشعرت انكم تفتنون فى قبوركم؟ فارتاع رسول الله ﷺ وقال. "انما يفتن اليهود". قالت عائشة رضى الله عنها. فلبثنا ليالى، ثم قال

اس کے بعد میں نے رسول اللہ ﷺ کو کوئی نماز نہیں پڑھتے دیکھا مگر آپ ﷺ عذاب

رسول الله ﷺ "اشعرت انه اوحى الى انكم تفتنون فى القبور" وقالت عائشة رضى الله عنها فكان رسول الله ﷺ بعد يستعيذ من عذاب القبر. انظر مسند الامام احمد ٢٤٨/٦. و هكذا رواه مسلم عن هارون بن سعيد، و حرملة كلاهما عن ابن وهب عن يونس بن يزيد الايلى عن الزهرى به. انظر صحيح مسلم كتاب المساجد و مواضع الصلاة باب استحباب التعوذ من عذاب القبر. قال. وقد يقال. ان هذه الآية دلت على عذاب الارواح فى البرزخ، قال. ولا يلزم من ذلك ان يتصل بالاجساد فى قبورها، فلما اوحى الى النبى ﷺ فى ذلك بخصوصه استعاذ منه، والله سبحانه و تعالى اعلم. قال. وقد روى البخارى من حديث شعبة، عن اشعث، عن ابن الشعثاء عن ابيه، عن مسروق، عن عائشة رضى الله عنها ان يهودية دخلت عليها فقالت. نعوذ بالله من عذاب القبر، فسألت عائشة رضى الله عنها رسول الله ﷺ عن عذاب القبر، فقال ﷺ "نعم عذاب القبر حق". قالت عائشة رضى الله عنها. فما رأيت رسول الله ﷺ بعد صلى صلاة الا تعوذ من عذاب القبر. قال ابن كثير. فهذا يدل على انه بادر ﷺ الى تصديق اليهودية فى هذا الخبر، وقرر عليه، قال. وفى الاخبار المتقدمة انه انكر ذلك حتى جاءه الوحى، وقال. فلعلهما قضيتان، والله سبحانه اعلم قال. و أحاديث عذاب القبر كثيرة جدا. انظر تفسير

قبر سے پناہ مانگتے تھے۔

القرآن العظیم لابن کثیر ۴/ ۸۱، ۸۲.

(الوسیط فی تفسیر القرآن المجید تالیف ابی الحسن علی بن احمد الواحدی النیسابوری (المتوفی ۴۶۸ھ))

﴿النار یعرضون علیها غدوا و عشیا﴾ آتش عرضه می کند بر جان این ال فرعون بمدت بامداد و شبانگا و این دلیلست که عذاب گور حقست بدان دلیل که گفت...... ﴿ادخلوا آل فرعون اشد العذاب﴾ الدر آرید شان بسخت ترین عذاب سخت تر بقیامت اضافت کرد دانستیم که آن عذاب اول عذاب گورست.

(تفسیر زاهدی ص ۶۵۱)

واستدل مجاهد و محمد بن کعب و عکرمة و مقاتل بقوله النار یعرضون علیها غدوا و عشیا ای عند موتهم علی عذاب القبر فی الدنیا. ((تفسیر البحر المحیط ص ۴۶۸)

﴿فوقاه الله سیئات ما مکروا﴾ ای فی الدنیا والآخرة واما فی الدنیا فنجاه الله تعالیٰ مع موسیٰ علیه الصلوٰة والسلام و اما فی الآخرة فبالجنة ﴿وحاق بآل فرعون سوء العذاب﴾ وهو الغرق فی الیم ثم النقلة منه الی الجحیم فان ارواحهم تعرض علی النار صباحاً و مساءً الی یوم قیام الساعة فاذا کان یوم القیامة اجتمعت ارواحهم و اجسادهم فی النار و لهذا قال (و یوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب﴾ ای اشده الماً و اعظمه نکالاً و هذه الآیة اصل کبیر فی استدلال اهل السنة علی عذاب البرزخ فی القبور وهی قوله تعالیٰ ﴿النار یعرضون علیها غدواً و عشیاً﴾ ولکن هنا سوال وهو انه

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک یہودیہ میرے پاس آئی، اس نے میرے پاس عذاب

لا شک ان هذه الآية مكية وقد استدل بها على عذاب القبر في البرزخ و قال الامام احمد حدثنا هاشم وهو ابن القاسم ابو النضر حدثنا اسحق بن سعيد هو ابن عمرو بن سعيد بن العاص حدثنا سعيد يعني اباه عن عائشة رضي الله عنها ان يهودية كانت تخدمها فلا تصنع عائشة رضي الله عنها اليها شيئاً من المعروف الا قالت لها اليهودية وقاك الله عذاب القبر قالت رضي الله عنها فدخل رسول الله ﷺ على فقلت يا رسول الله ﷺ هل للقبر عذاب قبل يوم القيامة؟ قال ﷺ لا! من زعم ذلك؟ قالت هذه اليهودية لا أصنع اليها شيئا من المعروف الا قالت وقاك الله عذاب القبر قال ﷺ و كذبت يهود وهم على اكذب لا عذاب دون يوم القيامة ثم مكث بعد ذلك ماشاء الله ان يمكث فخرج ذات يوم نصف النهار مشتملاً بثوبه محمرة عيناه وهو ينادي باعلىٰ صوته "القبر كقطع الليل المظلم، ايها الناس لو تعلمون ما اعلم بكيتم كثيرا و ضحكتم قليلاً ايها الناس استعيذوا بالله من عذاب القبر فان عذاب القبر حق" وهذا اسناد صحيح على شرط البخاري و مسلم و لم يخرجاه و روى احمد حدثنا يزيد حدثنا سفيان عن الزهري عن عروة عن عائشة رضي الله عنها قالت سألتها امرأة يهودية فاعطتها فقالت لها وقاك الله من عذاب القبر فانكرت عائشة رضي الله عنها ذلك فلما رأت النبي ﷺ قالت له فقال ﷺ "لا! قالت عائشة رضي الله عنها ثم قال لنا رسول الله ﷺ بعد ذلك "وانه اوحي الى انكم تفتنون في قبوركم" و هذا ايضاً على شرطهما . فيقال فما الجمع بين هذا و بين

قبر کا ذکر کیا تو میں حیران ہو گئی، اس نے حضرت عائشہؓ سے کہا اللہ تجھے عذاب قبر سے بچائے، پھر

كون الآية مكية و فيها دلالة على عذاب البرزخ ؟ والجواب أن الآية دلت على عرض الارواح على النار غدوا و عشياً في البرزخ و ليس فيها دلالة على اتصال تألمها بأجسادها في القبور اذ قد يكون ذلك مختصاً بالروح فأما حصول ذلك للجسد في البرزخ و تألمه بسببه فلم يدل عليه الا السنة في الاحاديث المرضية الآتي ذكرها. وقد يقال ان هذه الآية انما دلت على عذاب الكفار في البرزخ ولا يلزم من ذلك ان يعذب المؤمن في قبره بذنب، و مما يدل على ذلك ما رواه الامام احمد حدثنا عثمان بن عمر حدثنا يونس عن الزهري عن عروة عن عائشة رضي الله عنها ان رسول الله ﷺ دخل عليها و عندها امرأة من اليهود و هي تقول اشعرت انكم تفتنون في قبوركم فارتاع رسول الله ﷺ وقال "انما يفتن يهود" قالت عائشة رضي الله عنها فلبثنا ليالي ثم قال رسول الله ﷺ "الا انكم تفتنون في القبور" و قالت عائشة رضي الله عنها فكان رسول الله ﷺ بعد يستعيذ من عذاب القبر و هكذا رواه مسلم عن هارون بن سعيد بن حرملة كلاهما عن ابن وهب عن يونس بن يزيد الايلي عن الزهري به وقد يقال ان هذه الآية دلت على عذاب الارواح في البرزخ ولا يلزم من ذلك ان يتصل في الاجساد في القبورها فلما اوحى الى النبي ﷺ في ذلك بخصوصه استعاذ منه والله سبحانه و تعالىٰ اعلم . وقد روى البخاري من حديث شعبة عن اشعث بن ابي الشعثاء عن ابيه عن مسروق عن عائشة رضي الله عنها ان يهودية دخلت عليها فقالت نعوذ بالله من عذاب القبر فسألت عائشة رضي الله عنها رسول الله

میں نے (حضرت عائشہؓ) نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ کیا ہمیں بھی قبر میں عذاب ہوگا؟ آپ

ﷺ عن عذاب القبر فقال رسول الله ﷺ "نعم عذاب القبر حق" قالت عائشة رضی الله عنها فما رأيت رسول الله ﷺ بعد صلی صلوٰة الا تعوذ من عذاب القبر. فهذا يدل على انه بادر الى تصديق اليهودية فی هذا الخبر و قرر عليه و فی الاخبار المتقدمة انه الكر ذلک حتی جاء ه الوحی فلعلهما قضيتان و الله سبحانه اعلم، و احاديث عذاب القبر كثيرة جداً و قال قتادة فی قوله تعالیٰ ﴿غدوا و عشيا﴾ صباحا و مساء أما بقية الدنيا يقال لهم يا آل فرعون هذه منازلكم توبيخاً و نقمة و صغاراً لهم وقال ابن زيد هم فيها اليوم يغدی بهم و يراح الى ان تقوم الساعة وقال ابن ابی حاتم حدثنا ابو سعيد حدثنا المحاربی حدثنا ليث عن عبدالرحمن بن سروان عن هزيل عن عبدالله بن مسعود رضی الله عنه قال ان ارواح الشهداء فی اجواف طيور خضر تسرح بهم فی الجنة حيث شاؤوا وان ارواح ولدان المؤمنين فی اجواف عصافير تسرح فی الجنة حيث شاء ت فتاوی الى قناديل معلقة فی العرش و ان ارواح آل فرعون فی اجواف طيور سود تغدوا على جهنم و تروح عليها فذلک عرضها، وقد رواه الثوری عن ابی قيس عن الهذيل بن شرحبيل من كلامه فی ارواح آل فرعون و كذلک قال السدی و فی حديث الاسراء من رواية ابی هارون العبدی عن ابی سعيد الخدری رضی الله عنه عن رسول الله ﷺ قال فيه " ثم انطلق به الى خلق كثير من خلق الله رجال كل رجل منهم بطنه مثل البيت الضخم مصفدون على سابلة آل فرعون و آل فرعون يعرضون على النار غدوا و عشيا ﴿ويوم

اقدس ﷺ نے فرمایا۔ ہاں۔ گناہگاروں کو ہوگا۔ اس کے بعد حضرت اقدس ﷺ عذاب قبر کے

تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب﴾ و آل فرعون كالابل المسومة يخبطون الحجارة والشجر ولا يأكلون وقال ابن ابی حاتم حدثنا علی بن الحسين حدثنا زيد بن اخرم حدثنا عامر بن مدرک الحارثی حدثنا عتبة يعنی ابن يقظان عن قيس بن مسلم عن طارق عن شهاب عن ابن مسعود رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال "ما أحسن محسن من مسلم او كافر الا اثابه الله تعالىٰ" قال قلنا يا رسول الله ﷺ ما اثابة الله الكافر؟ فقال "ان كان قد وصل رحماً او تصدق بصدقة او عمل حسنة اثابه الله تبارک و تعالىٰ المال و الولد والصحة و اشباه ذلک". قلنا فما اثابته فی الآخرة؟ قال ﷺ "عذاباً دون العذاب" و قرأ ﴿ادخلوا آل فرعون اشد العذاب﴾ و رواه البزار فی مسنده عن زيد بن اخرم ثم قال لا نعلم له اسنادا غير هذا وقال ابن جرير حدثنا عبدالكريم بن ابی عمير حدثنا حماد بن محمد الفزاری البلخی قال سمعت الاوزاعی و سأله رجلاً فقال رحمک الله رأينا طيورا تخرج من بحر تأخذ ناحية الغرب بيضاً فوجاً فوجاً لا يعلم عددها الا الله عز و جل فاذا كان العشی رجع مثلها سوداً قال و فطنتم الی ذلک ؟ قال نعم، قال ان ذلک الطير فی حواصلها ارواح آل فرعون يعرضون علی النار غدوا و عشياً فترجع الی وكورها وقد احترقت ارياشها و صارت سودا فينبت عليها من الليل ريش ابيض و يتناثر الاسود، ثم تغدو علی النار غدوا و عشيا ثم ترجع الی وكورها فذالک دأبهم فی الدنيا فاذا كان يوم القيامة قال الله تعالىٰ ﴿ادخلوا آل فرعون اشد العذاب﴾ قال و كانوا يقولون انهم ستمائة

بارے میں دعا بھی اونچی مانگا کرتے تھے۔

سوال

کیا یہ آیات اماں عائشہؓ کو نہیں آتی تھیں کہ وہ عذاب قبر کا ذکر سن کر حیران ہو رہی ہیں؟

ألف مقاتل ، وقال الامام احمد حدثنا اسحق حدثنا مالک النافع عن ابن عمرؓ قال ، قال رسول الله ﷺ "ان احدکم اذا مات عرض علیه مقعده بالغداة والعشی ان کان من اهل الجنة فمن اهل الجنة وان کان من اهل النار فمن اهل النار فیقال هذا مقعدک حتی یبعثک الله عز و جل الیه یوم القیامة اخرجاه فی الصحیحین من حدیث مالک به. (تفسیر ابن کثیر ص ۱۰۵-۱۰۶ ج ۴)

﴿النار یعرضون علیها﴾ قال ابن عباس یعنی تعرض ارواحهم علی النار ﴿غدوا و عشیا﴾ هکذا قال قتادة و مجاهد ، وقال مقاتل ، تعرض روح کل کافر علی منازلهم من النار کل یوم مرتین ، وقال ابن مسعود "ارواحهم فی جوف طیر سود یرون منازلهم غدوة و عشیة" وقال هذیل بن شرحبیل "أرواح الشهداء فی جوف طیر خضر تأوی الی قنادیل معلقة بالعرش " وان ارواح آل فرعون فی جوف طیر سود تغدو و تروح علی النار فذلک عرضها، والآیة تدل علی اثبات عذاب القبر لانه ذکر دخولهم النار یوم القیامة و ذکر انه تعرض علیهم النار قبل ذلک غدوا و عشیا. (تفسیر سمرقندی ص ۱۶۹ ج ۳)

﴿النار یعرضون علیها ......﴾ واستدل بهذه الآیة علی ثبوت عذاب القبر اذ لیس المراد بها انهم یعرضون علیها فی الدنیا بان المذکور فیها ما

جواب

یقیناً حضرت عائشہؓ کو یہ آیات آتی تھیں لیکن قرآن کی آیات میں کافروں کے عذاب کا

کان حاصلاً فی الدنیا فثبت ان هذا العرض انما حصل بعد الموت وقبل یوم القیامة . ((حاشیه محی الدین شیخ زاده علی تفسیر البیضاوی مصنف محمد بن مصلح الدین مصطفی القوجوی الحنفی المعروف شیخ زاده المتوفی ۹۵۱ھ)(ص ۳۳۱ ج ۷)

(۷)﴿ النار یعرضون علیها غدوا و عشیا﴾ آتش عرضه می کند بر جان این ال فرعون بمدت بامداد و شبانکا و این دلیلست که عذاب گور حقست بدان دلیل که گفت...... ﴿ادخلوا آل فرعون اشد العذاب﴾ اندر آرید شان بسخت ترین عذاب سخت تر بقیامت اضافت کرد دانستیم که آن عذاب اول عذاب گورست. (تفسیر زاهدی ص ۳۵۱)

(۷) قال . وقد یقال . ان هذه الآیة دلت علی عذاب الارواح فی البرزخ ، قال ولا یلزم من ذلک أن یتصل فی الاجساد فی قبورها، فلما أوحی الی النبی ﷺ فی ذلک بخصوصة، استعاذ منه، والله سبحانه و تعالیٰ اعلم ، قال . وقد روی البخاری من حدیث شعبة عن اشعث عن ابی الشعثاء عن ابیه عن مسروق عن عائشة رضی الله عنها ان یهودیة دخلت علیها فقالت ، نعوذ بالله من عذاب القبر ، فسألت عائشة رضی الله عنها أن یهودیة دخلت علیها فقالت ، نعوذ بالله من عذاب القبر ، فسألت عائشة رضی الله عنها . فما رأیت رسول الله ﷺ بعد صلی صلاة الا تعوذ من عذاب القبر.

(حاشیہ زادالمسیر ص ۲۲۸ ج ۷)

ذکر ہے، اس لئے لتاں جی نے یہی سمجھا کہ عذاب قبر صرف کافروں کے لئے ہے، مثال کے طور پر حیات عیسیٰؑ کے باب میں رفـع کا لفظ قرآن میں آگیا، نزول کا حدیثوں میں آگیا۔ اب قرآن و حدیث دونوں کے ماننے کے بعد پتہ چلا کہ کافروں کو بھی عذاب ہے اور گناہگار مومنوں کو بھی ہے۔ لیکن گناہگار مومنین کا عذاب تطہیر کے لئے ہے کہ اتنے سے پاک ہو جائے اور پھر دوزخ سے بچ جائے۔ ان کا عذاب بند بھی ہو جائے گا، جب ان کے گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے۔

عذاب قبر پر چوتھی آیت مبارکہ

﴿یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوٰۃ الدنیا. ﴾

نبی ﷺ نے خود فرمایا ہے کہ یہ عذاب وثواب کے بارے میں نازل ہوئی ہے، یہاں ایک بات اچھی طرح ذہن میں رکھ لیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ ختم نبوت کا مسئلہ ہو یا حیات مسیح کا مسئلہ ہو اسی طرح جو مسائل چودھویں صدی میں چھیڑے گئے ہیں ان کے بارے میں پہلی کتابوں میں ضمنی طور پر جہاں ذکر ہوا اجمال ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض تفاسیر میں بعض جگہ اجمال ہوتا ہے تو ایک قاعدہ یہ یاد رکھ لیں۔

قاعدہ

جب بھی وہ (مماتی) عذاب وثواب کے بارے میں کسی تفسیر کا حوالہ پیش کریں، آپ فوراً وہی تفسیر لے کر آیت یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت دکھا دیں کیونکہ یہ اصل بنیاد ہے عذاب وثواب قبر کے بارے میں لہٰذا اس آیت کے تحت تمام تفاسیر میں پوری وضاحت ہوگی۔ (ح ۵) حدیث تعاد روحہ فی جسدہ بھی ہوگی وہ حدیثیں بھی آ جائیں گیں کہ قبر میں سوال

(ح۵). انبا عبدالرحمن ، نا ابراھیم ، نا آدم ، ثنا حماد بن سلمة عن محمد بن عمرو ، عن ابی سلمة ، عن ابی ھریرة ، قال. تلا

وجواب ہو رہا ہے۔ سارا مسئلہ واضح ہو جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ ﴿یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ﴾ (الآیۃ ۲۷) فقال. ذاک اذا قیل لہ فی القبر. من ربک ؟ وما دینک؟ ومن نبیک؟ فیقول. اللہ ربی ، والاسلام دینی ، ونبیی محمد جاء نا بالبینات من عنداللہ ، فآمنت بہ وصدقت . فیقال . صدقت علی ھذا عشت ، وعلیہ مت ، وعلیہ تبعث.

(تفسیر مجاھد للامام المحدث المقریء المفسر اللغوی ابو الحجاج مجاھد بن جبر التابعی المکی المخزومی سنہ ۱۰۴ھ یا سنہ ۱۰۱ھ)

﴿قولہ تعالی . یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ و یضل اللہ الظلمین و یفعل اللہ ما یشاء﴾

قولہ تعالی ﴿یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت﴾ قال ابن عباس . ھو لا الہ الا اللہ. وروی النسائی عن البراء قال قال. "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ " نزلت فی عذاب القبر، یقال. من ربک ؟ فیقول. ربی اللہ و دینی دین محمد ، فذلک قولہ. "یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ"

قلت . وقد جاء ھکذا موقوفا فی بعض طرق مسلم عن البراء (انہ) قولہ، والصحیح فیہ الرفع کما فی صحیح مسلم وکتاب النسائی وأبی داؤد وابن ماجہ وغیرھم عن البراء عن النبی ﷺ ، و ذکر البخاری ، حدثنا جعفر بن عمر، قال حدثنا شعبۃ عن علقمۃ بن مرثد عن سعد بن عبیدۃ عن البراء بن عازب عن النبی ﷺ قال. "اذا

یہ وہ آیت ہے جہاں مفسرین وضاحت سے یہ مسئلہ لکھتے ہیں، اگر کسی دوسری جگہ مفسرین

اقعد المؤمن فی قبره اتاه آت ثم يشهد ان لا اله الا الله وان محمد ا رسول الله فذلک قوله "يثبت الله الذين امنوا بالقول الثابت فى الحياة الدنيا وفى الآخرة". وقد بينا هذا الباب فى كتاب "التذكرة" و بينا هناک من يفتن فى قبره و يسال ، فمن اراد الوقوف عليه تامله هناک، وقال سهل بن عمار. رأيت يزيد بن هرون فى المنام بعد موته، فقلت له. ما فعل الله بک؟ فقال. اتانى فى قبرى ملكان فظان غليظان ، فقالا. ما دينک ومن ربک ومن نبيک؟ فاخذت بلحيتى البيضاء وقلت. امثلى يقال هذا وقد علمت الناس جوابكمالمانين سنة؟ فذهبا وقالا. اكتبت عن حريز بن عثمان؟ قلت نعم. فقالا. انه كان يبغض (علياً) فابغضه الله . وقيل . معنى. "يثبت الله " يديمهم الله على القول الثابت، ومنه قول عبدالله بن رواحة.

"يثبت الله ما اتاک من حسن. تثبيت موسى ونصرًا كالذى نُصرا"

وقيل . يثبتهم فى الدارين جزاء لهم على القول الثابت .

وقال القفال و جماعة . "فى الحياة الدنيا" اى فى القبر، لان الموتى فى الدنيا الى ان يبعثوا "وفى الآخرة" اى عند الحساب، وحكاه الماوردى عن البراء قال. المراد بالحياة الدنيا المسائلة فى القبر، وبالآخرة المسائلة فى القيامة. ﴿ويضل الله الظالمين﴾ اى عن حجتهم فى قبورهم كما ضلوا فى الدنيا بكفرهم فلا يلقنهم كلمة الحق، فاذا سئلوا فى قبورهم قالوا. لا ندرى ، فيقول . لا دريت ولا تليت ، وعند ذلک يضرب بالمقامع على ما ثبت فى الاخبار، وقد ذكرنا ذلک فى كتاب "التذكرة" وقيل. يمهلهم حتى يزدادوا

عذاب کا ذکر کریں گے تو وہاں بعض اوقات اجمال کہہ کر گزر جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ مسئلہ تفصیل کے

ضلالا فی الدنیا. ﴿ویفعل الله ما یشاء﴾ من عذاب قوم و اضلال قوم. وقیل . ان سبب نزول هذه الآیة ما روی عن النبی ﷺ لما وصف مساء لة منکر و نکیر وما یکون من جواب المیت قال عمر. یا رسول الله ایکون معی عقلی؟ قال. "نعم" قال. کفیت اذا، فانزل الله عزوجل هذه الآیة.

(الجامع لاحکام القرآن لابی عبد الله محمد بن احمد الانصاری القرطبی)

وفی قوله تعالی (فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة) وجهان.

احدهما. أن المراد بالحیاة الدنیا زمان حیاته فیها، وبالآخرة المسألة فی القبر ، قاله طاؤس و قتادة.

الثانی. ان المراد بالحیاة الدنیا المسألة فی القبر أن یأتیه منکر و نکیر فیقولان له. من ربک و ما دینک؟ ومن نبیک؟ فیقول. ان اهتدی . ربی الله و دینی الاسلام و نبی محمد ﷺ.

(ویضل الله الظالمین) فیه وجهان.

احدهما. عن حجتهم فی قبورهم، کما ضلوا فی الحیاة الدنیا بکفرهم.

الثانی. یمهلهم حتی یزدادوا ضلالاً فی الدنیا.

(ویفعل الله ما یشاء) فیه وجهان.

احدهما. من امهال و انتقام.

الثانی. من ضغطة القبر و مسألة منکر و نکیر.

وروی ابن اسحاق أن النبی ﷺ قال. "لو نجا احد من ضمة

ساتھ اس آیت مبارکہ کے تحت ذکر کر چکے ہوتے ہیں تو کوئی بھی حوالہ کسی تفسیر کا کوئی مماتی آپکے

القبر لنجا منه سعد بن معاذ ، ولقد ضم ضمة "۔

وقال قتادة. ذكر لنا ان عذاب القبر من ثلاثة. ثلث من البول. وثلث من الغيبة، وثلث من النميمة.

و سبب نزول هذه الآية ما روى عن النبیﷺ لما وصف مسألة منكرو نكيروما يكون من جواب الميت قال عمر. يا رسول اللهﷺ أيكون معي عقلي ؟ قال. "نعم". قال كفيت اذن ، فانزل الله تعالى هذه الآية.

(النكت والعيون تفسير الماوردى تصنيف ابى الحسن علي بن محمد بن حبيب الماوردى البصرى)

﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت﴾ وهو قول لا اله الا الله ﴿في الحياة الدنيا﴾ على الحق ﴿وفي الآخرة﴾ يعنى. في القبر يلقنهم كلمة الحق عند سؤال الملكين.

(الوجيز في تفسير الكتاب العزيز لابى الحسن بن على الواحدى المتوفى ۴۶۸ھ)

﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحيوة الدنيا وفي الآخرة و يضل الله الظلمين و يفعل الله ما يشاء﴾

﴿بالقول الثابت﴾ الذى ثبت بالحجة والبرهان في قلب صاحبه و تمكن فيه، فاعتقده واطمأنت اليه نفسه، و تثبيتهم به في الدنيا. انهم اذا فتنوا في دينهم لم يزلوا، كما ثبت الذين فتنهم اصحاب الاخدود ، والذين نشروا بالمناشير و مشطت لحومهم بأمشاط الحديد، وكما ثبت جرجيس و شمسون و غيرهما، و

سامنے پیش کرے تو آپ وہی تفسیر اٹھا کر اس آیت مبارکہ کو دیکھیں، کیونکہ اس آیت کے نیچے

تثبيتهم في الآخرة. انهم اذا سئلوا عند تواقف الاشهاد عن معتقدهم و دينهم، لم يتلعثموا ولم يبهتوا، ولم تحيرهم اهوال الحشر، وقيل معناه الثبات عند سؤال القبر. وعن البراء بن عازب رضى الله عنه ان رسول الله ﷺ ذكر قبض روح المؤمن فقال "ثم يعاد روحه في جسده فيأتيه ملكان فيجلسانه في قبره و يقولان له. من ربک؟ وما دينک؟ ومن نبيک؟ فيقول. ربي الله وديني الاسلام، ونبيي محمد. فينادى منادٍ من السماء ان صدق عبدى فذلک قوله. "يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت".

(الكشاف لابى القاسم محمود بن عمر الزمخشرى الخوارزمى (٤٦٧-٥٣٨ھ)

وفى الآية قول آخر وهو القول المشهور أن هذه الآية وردت في سؤال الملكين في القبر، وتلقين الله المؤمن كلمة الحق في القبر عند السؤال و تثبيته اياه على الحق . وعن النبي ﷺ أنه قال في قوله (يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا وفي الآخرة) قال "حين يقال له في القبر من ربک وما دينک ومن نبيک فيقول ربي الله وديني الاسلام و نبيي محمد ﷺ " والمراد من الباء في قوله (بالقول الثابت) هو ان الله تعالى انما ثبتهم في القبر بسبب مواظبتهم في الحياة الدنيا على هذا القول، ولهذا الكلام تقرير عقلي وهو أنه كلما كانت المواظبة على الفعل اكثر كان رسوخ تلک الحالة في العقل والقلب أقوى، فكلما كانت مواظبة العبد على ذكر لا اله الا الله وعلى التامل في حقائقها و دقائقها أكمل و أتم

سارے مفسرین پوری وضاحت سے مسئلہ بیان کرتے ہیں۔تو اس لئے اگر وہاں اجمال ہوگا،تو

كان رسوخ هذه المعرفة فى عقله وقلبه بعد الموت أقوى و أكمل . قال ابن عباس . من داوم على الشهادة فى الحياة الدنيا يثبته الله عليها فى قبره و يلقنه اياها وانما فسر الآخرة ههنا بالقبر، لان الميت انقطع بالموت عن احكام الدنيا و دخل فى أحكام الآخرة وقوله (ويضل الله الظالمين) يعنى ان الكفار اذا سئلوا فى قبورهم قالوا. لاندرى وانما قال ذلك لان الله اضله وقوله (ويفعل ما يشاء) يعنى ان شاء هدى وان شاء اضل ولا اعتراض عليه فى فعله البتة.

(التفسير الكبير للامام الفخر الرازى)

(يثبت الله الذين آمنوا بالقول) اى بقول الاسلام (الثابت) بالحجج (فى الحيوة الدنيا) فلا يغلبون بحجة و يحفظون انفسهم و اولادهم و ازواجهم و اموالهم (وفى الآخرة) فلا يتلعمثون اذا سئلوا عن معتقدهم فى القبر ولا فى الموقف ولا تدهشهم اهوال القيامة.

(تفسير القرآن المسمى تبصير الرحمٰن و تيسير المنان العلامة على بن احمد بن ابراهيم المهايمى المتوفى ۸۳۵ھ)

قوله تعالى. ﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت﴾ كلمة التوحيد، وهى قوله. لا اله الا الله ﴿فى الحيوة الدنيا﴾ يعنى قبل الموت، ﴿وفى الآخرة﴾ يعنى فى القبر هذا قول اكثر المفسرين.

وقيل . ﴿فى الحيوة الدنيا﴾ فى القبر عند السؤال ﴿وفى الآخرة﴾ عند البعث، والاول اصح، لما روى البراء بن عازب ان رسول الله ﷺ ، قال. " المسلم اذا سئل فى القبر يشهد ان لا اله الا

اس تفصیل کو سامنے رکھ کے اس مفسر کا عقیدہ بیان ہوگا۔ اور ہم ان آیات (جن کے تحت متقدمین

الله ، وان محمدا رسول الله، فذلک قوله سبحانه ﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فى الحيوة الدنيا و فى الاخرة﴾ قال حين يقال له. من ربک ؟ وما دينک؟ ومن نبيک؟ فيقول . الله ربى ، ودينى الاسلام ، ونبيى محمد. والمشهور ان هذه الآية وردت فى سؤال الملكين فى القبر، فيلقن الله المؤمن كلمة الحق فى القبر عند السؤال، و يثبته على الحق.

ومعنى " الثابت" هو ان الله تعالى الما يثبتهم فى القبر لمواظبتهم فى الحياة الدنيا على هذا القول.

(اللباب فى علوم الكتاب تاليف الامام المفسر ابى حفص عمر بن على ابن عادل الدمشقى الحنبلى المتوفى بعد سنہ ۸۸۰ هجريه)

﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت ﴾ الذى ثبت بالحجة عندهم و تمكن فى قلوبهم ﴿فى الحيوة الدنيا﴾ فلا يزالون اذا فتنوا فى دينهم كزكريا و يحى عليهما السلام و جرجيس و شمعون والذين فتنهم اصحاب الاخدود . ﴿وفى الآخرة ﴾ فلا يتلعثمون اذا سئلوا عن معتقدهم فى الموقف، ولا تدهشهم اهوال يوم القيامة. وروى انه ﷺ ذكر قبض روح المؤمن فقال. ثم تعاد روحه فى جسد فياتيه ملكان فيجلسانه فى قبره يقولان له. من ربک؟ وما دينک؟ ومن نبيک؟ فيقول . ربى الله ، ودينى الاسلام ، ونبيى محمد ﷺ، فينادى مناد من السماء ان صدق عبدى فذلک قوله.

﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت ﴾ ﴿ويضل الله الظالمين﴾

اجمالاً لکھ گئے ہیں) پر بھی تفصیل سے مسئلہ بیان کریں گے، کیونکہ ہمارے سامنے ایسے لوگ آ گئے

الذین ظلموا انفسهم بالاقتصار علی التقلید فلا یهتدوا الی الحق ولا یثبتون فی مواقف الفتن. ﴿ویفعل الله ما یشاء﴾ من تثبیت بعض و اضلال آخرین من غیر اعتراض علیه.

(تفسیر البیضاوی لامام ناصر الدین ابی سعید عبدالله بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی)

﴿یثبت الله الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوٰة الدنیا وفی الآخرة ویضل الله الظلمین ویفعل الله ما یشاء﴾

أخرج الطیالسي والبخاري ومسلم وأبو داؤد والترمذي والنسائي وابن ماجة وابن جریر وابن المنذر وابن ابي حاتم وابن مردویه، عن البراء بن عازب رضی الله عنه. ان رسول الله ﷺ قال. المسلم اذا سئل فی القبر، یشهد أن لا اله الا الله وأن محمد رسول الله. فذالک قوله سبحانه. ﴿یثبت الله الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوٰة الدنیا وفی الآخرة﴾ وأخرج ابن مردویه عن البراء بن عازب رضی الله عنه فی قول الله. ﴿یثبت الله الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوٰة الدنیا وفی الآخرة﴾ قال. ذالک فی القبر، ان کان صالحا وفق، وان کان لا خیر فیه وجد أبلة.

وأخرج الطیالسي وابن ابي شیبة في المصنف وأحمد بن حنبل وهناد بن السري في الزهد، وعبد بن حمید وأبو داؤد وابن جریر وابن ابي حاتم وابن مردویه والحاکم صححه والبیهقي في کتاب عذاب القبر، عن البراء بن عازب رضي الله عنه قال. خرجنا مع رسول الله ﷺ فی جنازة رجل من الانصار فانتهینا الی القبر ولما

ہیں جو ان آیات کا غلط مطلب بیان کرتے ہیں۔ اور جب یہ فتنے نہیں تھے تو اس زمانے میں کچھ

یلحد فجلس رسول ﷺ وجلسنا حوله. وكأن على رؤسنا الطير. وفي يده عودا ينكت به الأرض، فرفع رأسه فقال. استعيذوا بالله من عذاب القبر. مرتين او ثلاثا.

ثم قال. ان العبد المؤمن اذا كان في انقطاع من الدنيا واقبال من الآخرة، نزل أليه ملائكة من السماء بيض الوجوه، كأن وجوههم الشمس، معهم كفن من اكفان الجنة وحنوط من حنوط الجنة. حتى يجلسوا منه مد البصر. ثم يجيء ملک الموت، ثم يجلس عند رأسه فيقول. ايتها النفس المطمئنة، اخرجي الى مغفرة من الله ورضوان. قال. فتخرج ...... تسيل كما تسيل القطرة من في السقاء، وان كنتم ترون غير ذالک، فيأخذها، فاذا أخذها لم يدعوها في يده طرفة عين، حتى يأخذوها فيجعلوها فى ذلک الكفن وفي ذلک الحنوط، ويخرج منها أطيب نفحة مسک وجدت على وجه الأرض، فيصدون بها فلا يمرون على ملأ من الملائكة الا قالوا. ما هذا الروح الطيب؟ فيقولون. فلان بن فلان. بأحسن اسمائه التي كانوا يسمونها في الدنيا وحتى ينتهوا بها الى السماء الدنيا، فيستفتحون له فيفتح لهم، فيشيعه من كل سماء مقربوها الى السماء التى تليها، حتى تنتهي به الى السماء السابعة، فيقول الله، اكتبوا كتاب عبدي في عليين واعيدوه الى الأرض، فانى منها خلقتهم وفيها أعيدهم ومنها أخرجهم تارة أخرى. فتعاد روحه في جسده، فيأتيه ملكان فيجلسانه، فيقولان له. من ربک؟ فيقول. ربي الله . فيقولان له. ما دينک؟ فيقول. ديني الاسلام. فيقولان له. ما هذا الرجل الذي

لوگ متعلقہ آیت کے سامنے تو پوری وضاحت کر جاتے تھے اور کہیں ضمناً آیا تو وہاں ضمنی بات لکھ کر

بعث فيكم ؟ فيقول . هو رسول الله فيقولان له، وما علمك؟ فيقول . قرأت كتاب الله فآمنت به وصدقت. فينادي مناد من السماء ان صدق عبدي، فافرشوه من الجنة وألبسوه من الجنة وافتحوا له بابا الى الجنة، فيأتيه من روحها وطيبها و يفسح له في قبره مد بصره، و يأتيه رجل حسن الوجه حسن الثياب طيب الريح، فيقول. ابشر بالذي يسرك .... هذا يومك الذى كنت توعد. فيقول له. من أنت فوجهك الوجه يجيء بالخير . فيقول له. أنا عملك الصالح. فيقول. رب اقم الساعة .... رب أقم الساعة حتى أرجع الى اهلي ومالي.

قال . وان العبد الكافر اذا كان في انقطاع من الدنيا واقبال من الآخرة ، نزل اليه من السماء ملائكة سوء الوجوه، معهم المسوح. فيجلسون منه مد البصر، ثم يجيء ملك الموت حتى يجلس عند رأسه فيقول. ايتها النفس الخبيثة، اخرجي الى سخط من الله وغضب. فتفرق في جسده، فينتزعها كما ينتزع السفود من الصوف المبلول، فيأخذها. فاذا أخذها لم يدعوها في يده طرفة عين حتى يجعلوها في تلك المسوح. ويخرج منها كانتن ريح جيفة وجدت على وجه الأرض. فيصعدون بها .... فلا يمرون بها على ملأ من الملائكة. الا قالوا. ما هذا الروح الخبيث؟ .... فيقولون فلان بن فلان بأقبح اسمائه التي كان يسمى بها في الدنيا. حتى ينتهي بها الى السماء الدنيا، فيستفتح فلا يفتح له.

ثم قرأ رسول الله ﷺ ﴿لا تفتح لهم ابواب السماء﴾ (الحج

گزر جاتے ہیں۔ اب حق پرستوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جہاں وضاحت ہو اس کو لیا جائے اور

آیۃ ۱۳) فیقول اللہ عز وجل اکتبوا کتابہ في سجین فی الارض السفلی. فتطرح روحه طرحا.

ثم قرأ رسول اللہ ﷺ ﴿ومن یشرک باللہ فکانما خر من السماء فتخطفه الطیر أو تهوي به الریح في مکان سحیق﴾ (الحج آیۃ ۳۱) فتعاد روحه في جسده ویأتیه ملکان، فیجلسانه فیقولان له. من ربک؟ فیقول . هاه .... هاه؟ ا.... لا أدری. فیقولان له. ما دینک؟ فیقول. هاه .....هاه ؟ لا أدري. فیقولان له. ما هذا الرجل الذي بعث فیکم؟ فیقول. هاه .... هاه ...؟ لا ادري فینادی مناد من السماء، أن کذب عبدي ، فافرشوه من النار وافتحوا له بابا الی النار فیأتیه من حرها وسمومها. ویضیق علیه قبره حتی تختلف فیه اضلاعه، و یأتیه رجل قبیح الوجه ، قبیح الثیاب، منتن الریح، فیقول ابشر بالذی یسوئک ..... هذا یومک الذي کنت توعد فیقول، من انت؟ ا..... فوجهک الوجه یجيء بالشر، فیقول. أنا عملک الخبیث . فیقول رب لا تقم الساعة .

و أخرج ابن ابی شیبة عن البراء بن عازب رضی اللہ عنه ﴿یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا﴾ قال. التثبیت في الحیاۃ الدنیا، اذا جاء الملکان الی الرجل والقبر فقالا له. من ربک؟ قال. ربي اللہ. قال. وما دینک؟ قال. دیني الاسلام . قالا. ومن نبیک؟ قال. نبي محمد فذلک التثبیت في الحیاۃ الدنیا.

وأخرج الطبراني في الأوسط وابن مردویه، عن ابي سعید الخدري رضی اللہ عنه . سمعت رسول اللہ ﷺ یقول في هذه الآیة

باطل پرستوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جہاں اجمال ہوگا اسے لیں گے، کیونکہ وہاں اپنی ٹانگ

﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فى الحياة الدنيا﴾ قال. ﴿في الآخرة﴾ القبر.

وأخرج ابن المنذر والطبرانى وابن مردويه، عن ابن عباس رضى الله عنهما ﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فى الحياة الدنيا وفى الآخرة﴾ قال. المخاطبة في القبر. من ربك؟ وما دينك؟ و من نبيك؟

. وأخرج ابن مردويه عن عائشة قالت. قال النبىﷺ في قول الله ﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فى الحياة الدنيا وفي الآخرة﴾ قال. هذا في القبر.

وأخرج البيهقي في عذاب القبر عن عائشة رضى الله عنها قالت. قال رسول اللهﷺ لى يفتن اهل القبور وفيه نزلت ﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت﴾

وأخرج البزار عن عائشة قالت. قلت يا رسول اللهﷺ تبتلى هذه الأمة في قبورها، فكيف بي وأنا امرأة ضعيفة؟ قال. ﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فى الحياة الدنيا وفي الآخرة﴾

و أخرج ابن جرير وابن مردويه، عن البراء بن عازب عن النبىﷺ قال، و ذكر قبض روح المؤمن. فيأتيه آت فيقول. من ربك؟ فيقول . الله . فيقول . وما دينك؟ فيقول. الاسلام. فيقول . ومن نبيك؟ فيقول محمد. ثم يسأل الثانية فيقول مثل ذلك، ثم يسأل الثالثة و يؤخر اخذا شديدا فيقول مثل ذلك . فذلك قول الله تعالىٰ. ﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت﴾

اڑانے کا موقع مل جاتا ہے اس لئے وہ اجمال کو لیتے ہیں اور کہتے ہیں اس اجمال کی تفسیر ہم یوں

واخرج ابن جرير و ابن أبي حاتم و البيهقي في عذاب القبر، عن ابن عباس قال. ان المؤمن اذا حضر الموت، شهدته الملائكة فسلموا عليه و بشروه بالجنة، فاذا مات، مشوا معه في جنازته ثم صلوا عليه مع الناس، فاذا دفن، أجلس في قبره فيقال له. من ربک؟ فيقول. ربي الله. فيقال له. من رسولک؟ فيقول. محمد. فيقال له. ما شهادتک؟ فيقول. أشهد أن لا اله الا الله وأشهد أن محمد رسول الله. فذلک قوله. ﴿يثبت الله الذين آمنوا ٠٠٠٠٠﴾ الآية. فيوسع له في قبره مد بصره. وأما الكافر، فتنزل الملائكة فيبسطون ايديهم. والبسط هو الضرب. يضربون وجوههم و أدبارهم عند الموت، فاذا دخل قبره أقعد فقيل له من ربک فلم يرجع اليهم شيئا فذلک قوله. ﴿ويضل الله الظالمين﴾

واخرج ابن جرير والطبراني والبيهقي في عذاب القبر، عن ابن مسعود قال. ان المؤمن اذا مات أجلس في قبره، فيقال له. من ربک، ما دينک ومن نبيک؟ فيقول. ربي الله و ديني الاسلام، ونبيي محمد . فيوسع له في قبره و يفرج له فيه. ثم قرأ ﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت ....﴾ الآية. وان الكافر اذا دخل قبره، أجلس فقيل له . من ربک، ما دينک، ومن نبيک؟ فيقول لا أدري . فيضيق عليه قبره و يعذب فيه . ثم قرأ ابن مسعود ﴿ومن اعرض عن ذكري فان له معيشة ضنكا﴾ (طه، آية ١٢٤)

واخرج ابن ابي حاتم وابن منده والطبراني في الاوسط، عن ابي قتادة الأنصاری قال. ان المؤمن اذا مات أجلس في قبره، فيقال

کرتے ہیں، ہم یوں کرتے ہیں، ہم یوں کرتے ہیں۔ اس لئے باطل والے ہمیشہ اجمالی حوالے

له. من ربک ؟ فيقول. الله . فيقال له من نبيک؟ فيقول . محمد بن عبدالله . فيقال له ذلک ثلاث مرات، ثم يفتح له باب الى النار فيقال له. انظر الى منزلتک لو زغت. ثم يفتح له باب الى الجنة فيقال له انظر الى منزلک في الجنة ان ثبت. واذا مات الكافر، اجلس في قبره فيقال. من ربک؟ من نبيک؟ .... فيقول . لا ادری .... كنت اسمع الناس يقولون . فيقال له . لا دريت . ثم يفتح له باب الى الجنة فيقال له انظر الى منزلک لو ثبت ، ثم يفتح له باب الى النار فيقال له. انظر الى منزلک اذ زغت . فذالک قوله. ﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا﴾ قال. لا اله الا الله . ﴿ وفي الآخرة ﴾ قال . المسألة في القبر.

وأخرج أحمد وابن أبي الدنيا في ذكر الموت، وابن أبي عاصم في السنة، والبزار وابن جرير وابن مردويه والبيهقي في عذاب القبر بسند صحيح ، عن ابي سعيد الخدری قال. شهدت مع رسول الله ﷺ جنازة فقال . يا ايها الناس ، أن هذه الأمة تبتلى في قبورها فاذا الانسان دفن فتفرق عنه اصحابه، جاء ه ملک في يده مطراق فأقعده قال ما تقول في هذا الرجل ؟ فان كان مؤمنا قال. اشهد أن لا اله الا الله و أن محمد عبده و رسوله فيقول له . صدقت . ثم يفتح له باب الى النار فيقول له. هذا كان منزلک لو كفرت بربک ، فأما اذا امنت فهذا منزلک . فيفتح له باب الى الجنة، فيريد أن ينهض اليه فيقول له. اسكن . ويفتح له في قبره.

و ان كان كافرا او منافقا ، قيل له . ما تقول في هذا الرجل ؟

نکالتے رہتے ہیں۔ تو یہ قاعدہ یاد رکھیں کسی بھی تفسیر کا حوالہ ہو اور وہ آپ کو مجمل نظر آ رہا ہو اور نظر

فيقول . لا ادرى .... سمعت الناس يقولون شيئا. فيقول لا دريت ولا تليت ولا اهتديت . ثم يفتح له باب الى الجنة فيقول . هذا منزلك لو آمنت بربك . فأما اذ كفرت به، فان الله أبدلك منه هذا، و يفتح له باب الى النار ، ثم يقمعه مقمعة بالمطراق يسمعها خلق الله كلها غير الثقلين . فقال بعض القوم. يا رسول الله ﷺ ما أحد يقوم عليه ملك في يده مطراق الا هبل عند ذلك . فقال رسول الله ﷺ ﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت﴾

وأخرج الطبراني في الأوسط و ابن مردويه ، عن ابي هريرة قال. شهدنا جنازة مع رسول الله ﷺ فلما فرغ من دفنها وانصرف الناس قال. انه الآن يسمع خفق نعالكم ، أتاه منكر و نكير ... عيناهما مثل قدور النحاس ، أنيابهما مثل صياصي البقر، و أصواتهما مثل الرعد، فيجلسانه فيسألانه ما كان يعبد ، ومن نبيه، فان كان ممن يعبد الله ، قال . كنت أعبد الله ، ونبي محمد ﷺ ... جاء نا بالبينات والهدى فآمنا به واتبعناه فذلك قوله. ﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا و في الآخرة﴾ فيقال له. على اليقين حييت و عليه مت وعليه تبعث. ثم يفتح له باب الى الجنة و يوسع له في حفرته. وان كان من اهل الشك، قال لا أدرى ... سمعت الناس يقولون شيئا فقلته . فيقال له . على الشك حييت وعليه مت وعليه تبعث . ثم يفتح له باب الى النار و يسلط عليه عقارب و تنانين، لو نفخ أحدهم في الدنيا ما أنبت شيئا تنهشه، و تؤمر الأرض فتضم عليه حتى تختلف أضلاعه.

آرہا ہو کہ اس میں کوئی مماتی اپنی ٹانگ اڑا رہا ہے، آپ وہی تفسیر اٹھا کر یہ آیت نکال دیں۔ اس

و أخرج ابن ابي شيبة و هناد في الزهد، وابن جرير و ابن المنذر و ابن حبان والطبراني في الاوسط، والحاكم و ابن مردويه والبيهقى، عن ابي هريرة قال. قال رسول الله ﷺ. والذى نفسي بيده، ان الميت اذا وضع في قبره، انه ليسمع خفق نعالهم حين يولون عنه فاذا كان مؤمنا، كانت الصلاة عند رأسه والزكاة عن يمينه والصوم عن شماله. وفعل الخيرات والمعروف والاحسان الى الناس من قبل رجليه. فيؤتى من قبل رأسه، فيقول الصلاة. ليس قبلي مدخل. فيؤتى عن يمينه، فتقول الزكاة. ليس قبلي مدخل. و يؤتى من قبل شماله، فيقول الصوم. ليس قبلي مدخل. ثم يؤتى من قبل رجليه، فيقول فعل الخيرات والمعروف والاحسان الى الناس. ليس قبلي مدخل. فيقال له. اجلس. فيجلس وقد مثلت له الشمس قد قربت للغروب، فيقال. أخبرنا عما نسألک، فيقول دعنى حتى أصلي.

فيقال. انک ستفعل، فأخبرنا عما نسألک، فيقول. عم تسالوني؟ فيقال في هذا الرجل الذي كان فيكم؟ يعني النبي ﷺ. فيقول اشهد انه رسول الله جاء نا بالبينات من عند ربنا فصدقنا و اتبعنا. فيقال له. صدقت. على هذا حييت وعلى هذا مت وعليه تبعث ان شاء الله ويفسح له في قبره مد بصره. فذلک قول الله. ﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا وفي الآخرة﴾ و يقال. افتحوا له بابا الى النار، فيقال. هذا كان منزلک لو عصيت الله. فيزداد غبطة و سرور، فيعاد الجسد الى ما بدا منه من التراب و

کے سارے وسوسوں کا جواب اس میں آجائے گا، وہاں اعادہ روح کا ذکر بھی ہوگا، قبر میں سوال و

یجعل روحه في النسيم الطيب ، وهي طير خضر تعلق في شجر في الجنة.

و أما الكافر، فيؤتى في قبره من قبل راسه ، فلا يوجد شيء. فيؤتى من قبل رجليه ، فلا يوجد شيء. فيجلس خائفا مرعوبا. فيقال له . ما تقول في هذا الرجل الذى كان فيكم و ما تشهد به؟ فلا يهتدى لاسمه . فيقال . محمد ﷺ . فيقول سمعت الناس يقولون شيئا فقلت كما قالوا. فيقال له. صدقت . على هذا حييت و عليه مت وعليه تبعث ان شاء الله و يضيق عليه قبره حتى تختلف أضلاعه . فذلك قوله تعالى. ﴿ومن اعرض عن ذكري فان له معيشة ضنكا﴾ (طه. ۱۲۴) فيقال . افتحوا له بابا الى الجنة. فيفتح له باب الى الجنة . فيقال هذا منزلك و ما اعد الله لك لو كنت أطعته، فيزداد حسرة و ثبورا. ثم يقال. افتحوا له بابا الى النار فيفتح له باب اليها فيقال له . هذا منزلك وما أعد الله لك. فيزداد حسرة و ثبورا.

وأخرج ابن جرير وابن مردويه، عن ابي هريرة رضى الله عنه قال. تلا رسول الله ﷺ ﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنياو في الآخرة﴾ قال. ذاك اذا قيل في القبر. من ربك ، وما دينك؟ فيقول ربي الله ، و ديني الاسلام ، و نبيي محمد ﷺ جاء نا بالبينات والهدى من الله فآمنت به وصدقت . فيقال له . صدقت، على هذا عشت وعليه مت وعليه تبعث.

وأخرج ابن جرير عن طاؤس في قوله. ﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنياوفي الآخرة﴾ الآية. هي فتنة

جواب کاذکربھی ہوگا۔اس جگہ مفسرین تفسیر میں تفصیل سے یہ مسئلہ ذکر کرتے ہیں،دوسری جگہوں

القبر.

و أخرج ابن أبي شيبة و ابن جرير عن المسيب بن رافع رضي الله عنه في قوله. ﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا﴾الآية. قال . نزلت في صاحب القبر.

و أخرج ابن جرير عن ابن زيد رضي الله عنه في الآية قال . نزلت في الميت الذي يسأل في قبره عن النبیﷺ.

و أخرج ابن جرير عن مجاهد ﴿يثبت الله الذين آمَنوا.........﴾الآية . قال هذا في القبر و مخاطبته.

و أخرج ابن جرير و عبدالرزاق و ابن المنذر و ابن ابي حاتم، عن طاوس رضي الله عنه ﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا﴾ قال. لا اله الا الله ﴿وفي الآخرة﴾ قال المسألة في القبر.

و أخرج عبد بن حميد وابن المنذر و ابن أبى حاتم، عن قتادة. رضي الله عنه فى قوله. ﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنياوفي الآخرة﴾ قال. أما الحياة الدنيا، فيثبتهم بالخير والعمل الصالح. وأما قوله. ﴿وفي الآخرة﴾ ففي القبر و أخرج ابن مردويه عن أنس رضي الله عنه، عن النبیﷺ في قوله تعالى. ﴿يثبت الله الذين آمنوا﴾ قال. هو المؤمن في قبره، عند محنته يأتيه ممتحناه فيقولان . من ربک و ما دينک و من نبيک ؟؟؟ .... فيقول . الله ربي و ديني الاسلام . فيقولان . ثبتک الله لما يحب و يرضى. و يفسحان له في قبره مد البصر، و يفتحان له بابا الى الجنة و يقولان .

نم قرير العين نومة الشاب النائم الآمن في خير مقيل. وفيه نزلت ﴿اصحاب الجنة يومئذ خير مستقرا و أحسن مقيلا﴾ (الفرقان . ۲۴) و أما الكافر ، فانهما يقولان. من ربک ، وما دينک، ومن نبيک، فيقول . لا ادري .... فيقولان . لا دريت ولا اهتديت ، فيضربانه بسوط من النار يذعر لها كل دابة ما خلا الجن والانس . ثم يفتحان له بابا الي النار و يضيق عليه قبره حتى يخرج دماغه من بين اظفاره ولحمه.

و أخرج ابن مردويه عن أنس رضي الله عنه قال. رسول الله ﷺ . اذا وضع الميت في قبره ، جاء ه ملكان فسأله فقالا. كيف تقول في هذا الرجل الذى كان بين أظهركم الذي يقال له محمد؟ فلقنه الله الثبات، و ثبات القبر خمس. أن يقول العبد . ربی الله و دینی الاسلام.... و نبيي محمد، أشهد أن لا اله الا الله ، و أشهد ان محمد عبده و رسوله ثم قال له. اسكت ، فانک عشت مؤمنا و مت مؤمنا و تبعث مؤمنا، ثم أرياه منزله من الجنة يتلالأ بنور عرش الرحمن،

و أخرج البخاری و مسلم و أبو داؤد والنسائی و ابن مردويه من طريق قتادة رضى الله عنه عن انس رضي الله عنه قال. قال رسول الله ﷺ . ان العبد اذا وضع في قبره وتولى عنه أصحابه. انه ليسمع قرع نعالهم، يأتيه ملكان فيقعدانه فيقولان له. ما كنت تقول في هذا الرجل ؟ زاد ابن مردويه. الذی کان بین اظهرکم الذی يقال له محمد ﷺ؟ قال فأما المؤمن فيقول . أشهد أنه عبدالله و رسوله . فيقال له . انظر الى مقعدک من النار ، قد أبدلک الله به مقعدا من الجنة ، فان النبي ﷺ . فيراهما جميعا قال قتادة رضي الله عنه . و

ذكر لنا أنه يفسح له في قبره سبعون ذراعا و يملأ عليه خضرا. وأما المنافق والكافر، فيقال له ما كنت تقول في هذا لرجل ؟ فيقول. لا ادري كنت أقول كما يقول الناس، فيقال له لادريت ولا تليت . ويضرب بمطراق من حديد ضربة ، فيصيح صيحة يسمعها من يليه الا الثقلين

و أخرج أحمد و ابو داؤد و ابن مردويه والبيهقي في عذاب القبر، عن أنس رضي الله عنه قال . قال رسول الله ﷺ . ان هذه الامة تبتلى في قبورها ، و ان المؤمن اذا وضع في قبره أتاه الملك فسأله . ما كنت تعبد؟ فان الله هداه قال . كنت أعبد الله . فيقال له . ما كنت تقول في هذا الرجل ؟ فيقول هو عبدالله و رسوله . فما يسال عن شيء بعدها ، فينطلق الى بيت كان له في النار فيقال له . هذا بيتک كان لک في النار ، ولكن الله عصمک ورحمک فابدلک بيتا في الجنة ، فيقول . دعوني حتى أذهب فابشر أهلي...... فيقال له. اسكن . وأن الكافر اذا وضع في قبره ، أتاه ملک فينتهره فيقول له . ما كنت تعبد ؟ فيقول . لاادري . فيقول له . ما كنت تقول في هذا الرجل ؟ فيقول . كنت اقول ما يقول الناس . فيضربونه بمطراق من حديد بين أذنيه، فيصيح صيحة يسمعها الخلق الا الثقلين.

و أخرج أحمد وابن ابي الدنيا والطبراني في الاوسط ، والبيهقي من طريق ابن الزبير رضي الله عنه ، أنه سال جابر بن عبدالله رضي الله عنه عن فتاني القبر، فقال. سمعت رسول الله ﷺ يقول . أن هذه الامة تبتلى في قبورها، فاذا أدخل المؤمن قبره و تولى عنه اصحابه ، جائه ملک شديد الانتهار فيقول له. ما كنت تقول في هذا

الرجل؟ فيقول المؤمن . أقول انه رسول الله و عبده ، فيقول له الملک. انظر الى مقعدک الذى كان من النار ، قد أنجاک الله منه وأبدلک بمقعدک الذي ترى من النار مقعدک الذى ترى من الجنة فيراهما كليهما ، فيقول المؤمن . دعوني ابشر أهلي . فيقال له . اسكن. و أما المنافق . فيقعد اذا تولى عنه أهله، فيقال له . ما كنت تقول في هذا الرجل؟ فيقول لا ادرى ..... اقول ما يقول الناس. فيقال له. لادريت ..... هذا مقعدک الذى كان لک من الجنة ، قد أبدلک الله مكانه مقعدک من النار . قال جابر رضي الله عنه. سمعت رسول الله ﷺ يقول . يبعث كل عبد في القبر على ما مات ، المؤمن على ايمانه،والمنافق على نفاقه.

وأخرج ابن ابي عاصم في السنة وأبن مردويه والبيهقى من طريق أبي سفيان ، عن جابر رضي الله عنه قال. قال رسول الله ﷺ اذا وضع المؤمن في قبره ، أتاه ملكان فانتهراه فقام يهب كما يهب النائم ، فيقال له. من ربک ؟ فيقول . الله ربي والاسلام ديني و محمد ﷺ نبيي فينادي مناد ، ان صدق عبدي فأفرشوه من الجنة والبسوه من الجنة فيقول . دعوني اخبر اهلي. فيقال له . اسكن.

و أخرج البيهقي في كتاب عذاب القبر، عن ابن عباس قال. قال رسول الله ﷺ كيف أنت يا عمر اذا انتهى بک الى الأرض ، فحفر لک ثلاثة اذرع و شبر في ذراع و شبر ، ثم اتاک منكرو نكير أسودان يجران شعرهما ، كان اصواتهما الرعد القاصف، و كأن أعينهما البرق الخاطف، يحفران الأرض يأتيا بهما فاجلساک فزعا فتلتلاک و توهلاک؟؟؟ ..... فقال. يا رسول الله ﷺ و أنا

یومئذ علی ما أنا علیه ؟ قال . نعم. قال. اکفیکهما باذن الله یا رسول الله.

و أخرج البیهقي عن ابن عباس رضي الله عنهما، عن النبیﷺ قال. ان المیت لیسمع خفق نعالهم حین یولون ، ثم یجلس فیقال له. من ربک ؟ فیقول الله ربي. ثم یقال له. ما دینک ؟ فیقول. الاسلام. ثم یقال له من نبیک؟ فیقول . محمد . فیقال وما علمک؟ فیقول . عرفته و آمنت به و صدقت بما جاء به من الکتاب . ثم یفسح له في قبره مد البصر، و یجعل روحه مع أرواح المؤمنین.

و أخرج الطبرانی في الأوسط عن ابن عباس رضي الله عنهما قال. اسم الملکین اللذین یأتیان في القبر، منکر و نکیر.

و أخرج أحمد و ابن أبي الدنیا و الطبراني والآجري في الشریعة و ابن عدي ، عن عبدالله بن عمرو رضي الله عنهما. أن رسول اللهﷺ ذکر فتاني القبر، فقال عمر رضي الله عنه . أترد الینا عقولنا یا رسول اللهﷺ ، فقال رسول اللهﷺ . نعم، کهیئتکم الیوم فقال عمر بفیه الحجر.

و أخرج ابن أبي داؤد في البعث والحاکم في التاریخ والبیهقي في عذاب القبر، عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال. قال لي رسول اللهﷺ . کیف أنت اذا کنت في اربعة أذرع في ذراعین، و رأیت منکر و نکیر؟ قلت . یا رسول اللهﷺ ، وما منکر و نکیر؟ ..... قال . فتانا القبر، یبحثان الأرض یأنیا بهما، و یطآن في أشعارهما أصواتهما کالرعد القاصف، و أبصارهما کالبرق الخاطف..... معهما مرزبة لو أجتمع علیهما أهل منی لم یطیقوا

رفعها، هي أيسر عليهما من عصاي هذه، فامتحناک، فان تعاييت أو تلويت، ضرباک ضربة تصير بها رمادا. قلت يا رسول ، و أنا على حالي هذه؟ قال. نعم. قلت . اذا أكفيكهما.

و أخرج الترمذي و حسنه و ابن أبي الدنيا و ابن أبي عاصم والآجري و البيهقي ؟ عن أبي هريرة رضي الله عنه قال. قال رسول الله ﷺ. اذا قبر الميت ، أتاه ملكان أسودان أزرقان، يقال لأحدهما منكر، والأخر نكير . فيقولان . ما كنت تقول في هذا الرجل؟ فيقول ما كان يقول . هو عبدالله و رسوله . أشهد أن لا اله الا الله و أن محمدا عبده و رسوله . فيقولان . قد كنا نعلم أنك تقول هذا . ثم يفسح له في قبره سبعون ذراعا في سبعين، ثم ينور له فيه، فيقال له. نم. فيقول . أرجع الى أهلي فأخبرهم. فيقولون. نم كنومة العروس الذي لا يوقظه الا أحب أهله اليه، حتى يبعثه الله من مضجعه ذالك فان كان منافقا قال. سمعت الناس يقولون فقلت مثله، لا أدري . فيقولون . قد كنا نعلم، أنك كنت تقول ذلک . فيقال للأرض. التئمي عليه، فتختلف أضلاعه فلا يزال فيها معذبا حتى يبعثه الله من مضجعه ذلک.

و أخرج ابن أبي الدنيا عن أبي هريرة رضي الله عنه قال. قال رسول الله ﷺ لعمر رضي الله عنه . كيف أنت اذا رأيت منكرا و نكيرا؟ قال. وما منكر ونكير؟ قال. فتانا القبر، اصواتهما كالرعد القاصف، وابصارهما كالبرق الخاطف، يطآني اشعارهما و يحفران بأنيابهما--- معهما عصا من حديد، لو اجتمع عليها أهل منى لم يقلوها.

واخـرج البـخـارى عـن أسـماء بنت ابى بكر رضى الله عنها، أنهـا سـمعت رسول اللهﷺ يقول. أنه قد اوحى الى انكم تفتنون فى القبور. فيقال ما علمكم بهذا الرجل؟ فأما المؤمن أو الموقن ، فيقول . هـو محمد رسول الله ، جائنا بالبينات والهدى فأجبنا و اتبعنا. فيقال لـه. قـد علمنا ان كنت لمؤمنا، ثم صالحا. و أما المنافق أو المرتاب ، فيقول لا أدري .... سمعت الناس يقولون شيئا فقلت.

و أخـرج أحمد عن أسماء رضي الله عنها، عن النبىﷺ قال . أذا أدخـل الانسـان قبـره، فـان كـان مـؤمـنـا أحف به عمله، الصلاة والـصيـام. فيـأتيـه الـمـلـك من نحو الصلاة فترده، و من نحوالصيام فيرده فيناديه . اجلس . فيجلس ، فيقول له. ما تقول في هذا الرجل؟ . يعـنـي النبىﷺ . قال من ؟ قال محمد ، قال أشهد أنه رسول الله . فيـقـول . ومـا يـدريک أدركته ؟ قال . أشهد أنه رسول الله . فيقول. على ذلک عشت وعليه مت وعليه تبعث. وان كان فاجرا أو كافرا، جاء ه الـمـلـک وليس بينه وبينه شيء يرده. فأجلسه وقال. ما تقول فـي هـذا الـرجل؟ قال. أي رجل ؟ قال. محمد فيقول . والله ما أدري .... سـمـعـت الـنـاس يـقـولـون شينا فقلته. فيقول له الملک. على ذالک عشـت وعـليـه مت وعليه تبعث . و يسلط عليه دابة في قبره معها سـوط ثـمـرته جمرة مثل عرف البعير، يضربه ما شاء الله ... لا تسمع صوته فترحمه.

و أخـرج أحمد والبيهقي عن عائشة رضي الله عنها قال. جاء ت يهـودية فـاستطعمت على بابي . فقالت . أطعموني أعاذكم الله من فتـنـة الدجال ومن فتنة عذاب القبر، فلم أزل أحبسها حتى أتى رسول

الله ﷺ . فقلت . يا رسول الله ، ما تقول هذه اليهودية .....؟ قال. وما تقول؟ قلت . تقول أعاذكم الله من فتنة الدجال ، ومن فتنة عذاب القبر. فقام رسول الله ﷺ فرفع يديه مدا يستعيذ بالله من فتنة الدجال ومن فتنة عذاب القبر، ثم قال . أما فتنة الدجال، فانه لم يكن نبي الا قد حذر أمته ، و ساحذركموه بحديث لم يحدثه نبي أمته، انه أعور و الله ليس بأعور، مكتوب بين عينيه كافر، يقرؤه كل مؤمن.

و أما فتنة القبر، فبي تفتنون و عني تسألون. فاذا كان الرجل الصالح أجلس في قبره غير فزع ولا مشغوف ، ثم يقال له. فيم كنت؟ فيقول. في الاسلام ، فيقال. ما هذا الرجل الذي كان فيكم؟ فيقول . محمد رسول الله . جاء نا بالبينات من عند الله فصدقناه ، فيفرج له فرجة قبل النار فينظر اليها يحطم بعضها بعضا، فيقال له. انظر الى ما وقاک الله. ثم يفرج له فرجة الى الجنة فينظر الى زهرتها وما فيها، فيقال. هذا مقعدک منها. ويقال. على اليقين كنت وعليه مت وعليه تبعث ان شاء الله . واذا كان الرجل السوء ، جلس في قبره فزعا مشعوفا، فيقال له. فيم كنت ؟ فيقول. لا أدري. فيقال. ما هذا الرجل الذي كان فيكم؟ فيقول. سمعت الناس يقولون قولا فقلت كما قالوا، فيفرج له فرجة قبل الجنة، فينظر الى زهرتها وما فيها، فيقال . انظر الى ما صرف الله عنک ، ثم يفرج له فرجة قبل النار فينظر اليها يحطم بعضها بعضا، و يقال. هذا مقعدک منها على الشک كنت وعليه مت وعليه تبعث ان شاء الله.

و أخرج أحمد في الزهد و أبو نعيم في الحلية ، عن طاوس رضي الله عنه قال. ان الموتى يفتنون في قبورهم سبعا، فكانوا

يستحبون أن يطعم عنهم تلك الأيام.

و أخرج ابن جرير في مصنفه ، عن الحارث بن أبي الحرث، عن عبيد بن عمير قال يفتن رجلان. مؤمن و منافق، فأما المؤمن، فيفتن سبعا. وأما المنافق، فيفتن أربعين صباحا.

و اخرج ابن أشاهين في السنة ، عن راشد بن سعد رضي الله عنه قال. كان النبيﷺ يقول. تعلموا حجتكم فانكم مسؤلون، حتى انه كان أهل البيت من الأنصار يحضر الرجل منهم الموت فيصونه، والغلام اذا عقل فيقولون له. اذا سالوك. من ربك ؟ فقل. الله ربي . وما دينك؟ فقل الاسلام ديني . ومن نبيك؟ فقل محمد رسول اللهﷺ.

و أخرج أبو نعيم عن أنس رضي الله عنه. أن رسول اللهﷺ، وقف على قبر رجل من أصحابه حين فرغ منه فقال له. انا لله و انا اليه راجعون اللهم نزل بك و أنت خير منزول به، جاف الأرض عن جنبيه، وافتح أبواب السماء لروحه، واقبله منك بقبول حسن، و ثبت عند المسائل منطقه.

و أخرج أبو داؤد والحاكم والبيهقي ، عن عثمان بن عفان رضي الله عنه قال. مر رسول اللهﷺ بجنازة عند قبره، و صاحبه يدفن فقال. استغفروا لأخيكم واسألوا له التثبيت، فانه الآن يسأل.

و أخرج سعيد بن منصور ، عن ابن مسعود رضي الله عنه قال كان رسول اللهﷺ يقوم على القبر بعدما يسوى عليه ، فيقول اللهم نزل بك صاحبنا و خلف الدنيا خلف ظهره، اللهم ثبت عند المسألة منطقه ولا تبتله في قبره بما لا طاقة به.

و أخرج الطبراني وابن منده، عن أبي أمامة رضي الله عنه، عن رسول الله ﷺ قال. اذا مات أحد من اخوانكم فسويتم التراب عليه، فليقم أحدكم على رَأس قبره ثم ليقل. يا فلان بن فلانة، فانه يسمعه ولا يجيب، ثم يقول، يا فلان بن فلانة فانه يستوي قاعدا، ثم يقول. يا فلان بن فلانة، فانه يقول ،ارشدنا رحمك الله، ولكن لا يشعرون، فليقل. اذكر ما خرجت عليه من الدنيا شهادة أن لا اله الا الله و أن محمدا عبده ورسوله، رضيت بالله ربا و بالاسلام دينا و بمحمد ﷺ نبيا، وبالقرآن اماما. فان منكرا و نكيرا يأخذ كل واحد منهما بيد صاحبه و يقول. انطلق بنا ما يقعدنا عند من لقن حجته، فيكون حجيجه دونهما. قال رجُل. يا رسول الله، فان لم يعرف أمه قال. ينسبه الى حواء، يا فلان ابن حواء.

و أخرج ابن منده عن ابي أمامة رضي الله عنه قال. اذا مت فدفنتموني، فليقم انسان عند رأسي فليقل. يا صدي بن عجلان، اذكر ما كنت عليه في الدنيا، شهادة أن لا اله الا الله و أن محمدا رسول الله.

و أخرج سعيد بن منصور عن راشد بن سعد و ضمرة بن حبيب و حكيم بن عمير، قالوا. اذا سوى على الميت قبره وانصرف الناس عنه. كان يستحب أن يقال للميت عند قبره. يا فلان، قل لا اله الا الله ثلاث مرات يا فلان، قل ربي الله و ديني الاسلام ونبيي محمد ﷺ، ثم ينصرف.

و أخرج الحكيم الترمذى في نوادر الاصول، عن عمرو بن مرة رضي الله عنه قال. كانوا يستحبون اذا وضع الميت في اللحد أن

يقال . اللهم أعذه من الشيطان الرجيم.

و أخـرج الـحكيم الترمذي، عن سفيان الثوري رضي الله عنه قـال. اذا سئل الميت من ربک ، ترايا له الشيطان في صورة ، فيشير الى نفسه أني أنا ربک.

و أخـرج الـنسائي عن راشد بن سعد رضي الله عنه ، أن رجلا قـال. يـا رسـول الله ، مـا بـال المؤمنين يفتنون في قبورهم الا الشهيد ....؟ فقال. كفى ببارقة السيوف على رأسه فتنة.

و أخـرج ابـن مـردويـه ، عـن أنــس رضي الله عنه قال. خدم رسـول الله ﷺ رجـل من الاشعريين سبع حجج، فقال. ان لهذا علينا حقا، ادعوه فليرفع الينا حاجته، فدعوه فقال له رسول الله ﷺ . ارفع الينـا حاجتک، فقال. يا رسول الله، دعني حتى أصبح فأستخير الله . فلما اصبح ، دعاه فقال . يا رسول الله ، أسألک الشفاعة يوم القيامة. فـقال رسول الله ﷺ ﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا وفي الآخرة﴾ قال . فاعني على نفسک بكثرة السجود.

و أخـرج ابن ابي شيبة و ابن منذر ، عن ميمون بن أبي شبيب رضي الله عنه قال. أردت الجمعة في زمان الحجاج، فتهيات للذهاب و قـلـت. أيـن أذهـب أصـلـي؟ خلف هذا؟ فقلت مرة أذهب و مرة لا أذهـب ، فـنـاداني مناد من جهة البيت ﴿يا أيها الذين آمنوا اذا نودي لـلصلاة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله ﴾ (الجمعة ، آية ٩) قال . و جـلست مرة أكتب كتابا، فعرض لي شيء ان أنا كتبته زين كتابي و كـنت قد كذبت ، وان أنا تركته كان في كتابي بعض القبح و كنت قـد صـدقـت . فقلت . مرة اكتبه، وقلت . مرة لا أكتبه. فأجمع رأيي

علی ترکه فترکته، فناداني مناد من جانب البيت ﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا وفي الآخرة﴾ الآية.

(الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور للامام الحافظ جلال الدین السیوطی رحمه الله (ت ۹۱۱ھ)

﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فی الحياة الدنيا وفی الآخرة و يضل الله الظالمين و يفعل الله ما يشاء﴾ يخبر تعالى انه يثبت عباده المؤمنين ، ای . الذين قاموا بما عليهم من ايمان القلب التام، الذی يستلزم اعمال الجوارح و يثمرها، فيثبتهم الله فی الحياة الدنيا، عند ورود الشبهات بالهداية الى اليقين، وعند عروض الشهوات بالارادة الجازمة ، على تقديم ما يحبه الله على هوى النفس ومراداتها وفی الآخرة عند الموت بالثبات على الدين الاسلامی، والخاتمة الحسنة، وفی القبر عند سؤال الملكين، للجواب الصحيح، اذا قيل للميت "من ربک؟ وما دينک؟ ومن نبيک؟ " هداهم للجواب الصحيح ، بان يقول المؤمن . "الله ربی، والاسلام دينی، ومحمد نبيی".

﴿ويضل الله الظالمين﴾ عن الصواب فی الدنيا والآخرة ، وما ظلمهم الله ولكنهم ظلموا انفسهم، وفی هذه الآية دلالة على فتنة القبر وعذابه، ونعيمه، كما تواترت بذلک النصوص عن النبی ﷺ فی الفتنة وصفتها، ونعيم القبر و عذابه.

(تيسير الكريم الرحمن فی تفسير كلام المنان للعلامة الشيخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی ۱۳۰۷ - ۱۳۷۶ھ رحمه الله.)

واذا سمعت حديث البخاری و مسلم " ان العبد اذا وضع

فی قبره و تولی عنه اصحابه وانه یسمع قرع نعالهم اذا انصرفوا اتاه ملكان فیقعدانه فیقولان له ما كنت تقول فی هذا الرجل (یعنی محمداً ﷺ فاما المؤمن فیقول . أشهد انه عبدالله و رسوله ، فیقال له انظر الی مقعدک من النار ابدلک الله به مقعدا من الجنة قال النبی ﷺ فیراهما جمیعا . واما المنافق او الكافر فیقول لا ادری كنت اقول ما یقول الناس فیقال له لا دریت الحدیث. ثم یضرب بمطرقة من حدید ضربة بین اذنیه فیصیح صیحة یسمعها من یلیه الا الثقلین" لفظ البخاری . وهناک روایات اخری تزید علی هذا المسلم و ابی داؤد و الترمذی فاذا سمعتها فاعلم ان ذلک العذاب علی الجهل المطلق لانه اذا لم یصدق اصل الدین فكیف یدرس عوالم الارض والسماء التی أمر بها الدین ، و تأمل فی الحدیث كیف عبر بان الضربة بین اذنیه كانه یقول له هلا سمعت سماع تفهم وهلا عقلت اما السماع فبالاذنین، واما الفهم فبالعقل الذی هو بین الاذنین، واعلم ان هذه الضربة التی تصیب الجاهل فی قبره یحس بعضها فی حیاته، فان الامم الجاهلة المتفرقة الكلمة یصیبها العذاب فی الدنیا باغتصاب بلادهم و ذهاب مجدهم و ضیاع شرفهم.

(الجواهر فی تفسیر القرآن الكریم للشیخ طنطاوی جوهری)

﴿یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا﴾ ای یثبتهم علی كلمة التوحید "لا اله الا الله " وعلی الایمان فی هذه الحیاة فلا یزیغون ولا یفتنون ﴿وفی الآخرة﴾ ای عند سؤال الملكین فی القبر كما فی الحدیث الشریف. "المسلم اذا سئل فی القبر شهد

ان لا الـه الا الله وان محمد رسول الله فذلک قوله تعالى. ﴿يثبت الله الـذيـن آمـنـوا...﴾ الآية. ﴿ويـضـل الله الظلمين﴾ اى لا يهديهم فى الحياة ولا عند سؤال الملكين وقت الممات.

(صفوة التفاسير للعلامة محمد على الصابونى)

وقـولـه. (فـى الحياة الدنيا) يعنى . قبل الموت. وقوله (وفى الآخـرة) اى . فـى الـقبر، وعليه اكثر اهل التفسير ، وقد ثبت ذلک عـن الـنبى ﷺ برواية البراء بن عازب، وهو قول عبدالله بن مسعود، وعبدالله بن عباس، وجماعة من الصحابة.

واعـلـم ان سـوال القبر ثابت فى السنة، والايمان به واجب ، وقـد وردت فيـه الاخبـار الـكثيـرة ، روى ابو سعيد الخدرى . "ان الـنبى ﷺ كان فى جنازة ، فذكر لاصحابه أنه يدخل على الرجل فى قبـره مـلـكـان و يسـألانـه ، فيـقـولان. من ربک؟ وما دينک؟ ومن نبيک؟ قـال. فـأمـا الـمـؤمن فيقول. ربى الله ، و دينى الاسلام، ونبى محمد ﷺ . فيفتح له باب الى النار، فيقال له . هذا كان مكانک لو قـلـت غيـر هـذا، ثـم يـفتح له باب الى الجنة، و يفسح له فى قبره مد الـبـصر. وأما الكافر فيقول الملكان له. من ربک؟ وما دينک؟ ومن نبيک؟ فيـقـول. لا ادرى، فيـقـولان. لا دريت ولا تليت، ثم يفتح له بـاب الـى الـجنة، فيقولان. هذا مكانکّ لو اجبت ، ثم يفتح له باب الـى الـنـار، و يـضـيـق عـليـه الـقبـر حتـى تختلف اضلاعه، و يضربانه بمطرقة من نار فيصيح صيحة يسمعها كل الخلائق الا الثقلين".

وفـى بـعـض الاخبـار . "أن الـنبـى ﷺ قال. لو نجا احد من عذاب القبر لنجا سعد بن معاذ، ولقد ضمه القبر ضمة أو ضمتين". و

روی أن النبی ﷺ قال لعمر. "کیف بک اذا اتاک ملکان ...." الخبر. فقال. یا رسول اللہ ﷺ، ومعی عقلی؟ قال. نعم. قال. اکفیھما اذا".

وقیل. ان عذاب القبر ثلاثة اثلاث. ثلث من ترک الاستنزاہ من البول، وثلث من الغیبة، وثلث من المشی بالنمیمة. واللہ اعلم.

وفی الآیة قول آخر. أن الحیاۃ الدنیا ھی القبر، وفی الآخرۃ ھی القیامة، والقول الاول اصح.

(تفسیر القرآن للامام العلامة شیخ الاسلام حجة اھل السنة والجماعة ابی المظفر السمعانی منصور بن محمد بن عبدالجبار التمیمی المروزی الشافعی السلفی)

القول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الاخرۃ کلمة الاخلاص والنجاۃ من النار "لا الہ الا اللہ" والاقرار بالنبوۃ، وھذہ الآیة تعم العالم من لدن آدم علیه السلام الی یوم القیامة. وقال طاؤس، وقتادہ، و جمھور من العلماء. (فی الحیاۃ الدنیا) ھی مدۃ حیاۃ الانسان، (وفی الآخرۃ) ھی وقت سؤاله فی القبر، وقال البراء بن عازب و جماعة. (فی الحیاۃ الدنیا) ھی وقت سؤاله فی قبرہ، ورواہ البراء عن النبی ﷺ فی لفظ متأول، لان ذلک فی مدۃ وجود الدنیا، وقوله. (وفی الآخرۃ) ھو یوم القیامة عند العرض. والاول احسن، ورجحه الطبری.

و "الظالمون" فی ھذہ الآیة. الکافرون، بدلیل أنه عادل بھم المؤمنین، وعادل التثبیت بالاضلال، وقوله. (ویفعل اللہ ما یشاء) تقریر لھذا التقسیم المتقدم، وکأن امرءًا رأی التقسیم فطلب فی

نفسه علته فقيل له. (و يفعل الله ما يشاء) بحق الملك ، وفی هذه الآية رد على القدرية . وذكر الطبرى فی صفة مساء لة العبد فی قبره احاديث منها ما وقع فی الصحيح ، وهی من عقائد الدين، وانكرت ذلک المعتزلة، ولم تقل بأن العبد يسأل فی قبره، و جماعة السنة تقول. ان الله يخلق له فی قبره ادراكات و تحصيلا، اما بحياة كالمتعارفة واما بحضور النفس وان لم تتلبس بالجسد كالعرف، كل هذا جائز فی قدرة الله تعالى، غير ان فی الاحاديث أنه يسمع خفق النعال، ومنها أنه يرى الضوء كالشمس دنت للغروب، وفيها. أنه يراجع، وفيها. فتعاد روحه الى جسده، وهذا كله يتضمن الحياة.

(المحرر الوجيز فی تفسير الكتاب العزيز لابی محمد عبدالحق بن عطيه الاندلسی)

اخرج البخاری. عن البراء ، أن رسول الله ﷺ قال. "المسلم اذا سئل فی القبر يشهد أن لا اله الا الله وان محمداً رسول الله. فذلك قوله. (يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فی الحياة الدنيا وفی الآخرة)

المناسبة المتعلقة بالآية.

اخرج احمد . عن أبی سعيد الخدری قال. شهدت مع رسول الله ﷺ جنازة، فقال رسول الله ﷺ . "ان هذه الامة تبتلى فی قبورها، فاذا الانسان دفن فتفرق عنه اصحابه جاء ه ملك فی يده مطراق، فاقعده. قال. ما تقول فی هذا الرجل؟ فان كان مؤمنا قال. اشهد أن لا اله الا الله و أن محمداً عبده و رسوله ، فيقول. صدقت ...، وان كان كافرا أو منافقا يقول له. ما تقول فی هذا الرجل ؟

فیقول. لا ادری.

سمعت الناس یقولون شیئاً فیقول . لادریت ولا تلیت. ولا اهتدیت ۔ ۔ ۔، ثم یقمعه قمعة بالمطراق یسمعها خلق الله کلهم غیر الثقلین". فقال بعض القوم. یا رسول الله ﷺ، ما أحد یقول علیه ملک فی یده مطراق الا هبل عند ذلک فقال رسول الله ﷺ " (یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت) ".

(جامع التفسیر من کتب الاحادیث لخالد بن عبدالقادر آل عقدة)

وقیل . معناه الثبات عند سؤال القبر . فمن البراء بن عازب رضی الله عنه . أن رسول الله ﷺ قال. (المسلم اذا سئل فی القبر شهد ان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله) قال. فذلک قوله تعالی. (یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت ۔ ۔ ۔) الآیة، رواه الشیخان واهل السنن.

وعلیه، فتفسیر الآخرة بالقبر، لکون المیت انقطع بالموت عن احکام الدنیا.

(تفسیر القاسمی المسمی محاسن التاویل تالیف علامة الشام محمد جمال الدین القاسمی)

(یثبت الله) راجع للمثل الاول (الذین آمنوا بالقول الثابت) ای بالحجة الواضحة عندهم وهی الکلمة الطیبة المتقدم ذکرها، وقد ثبت فی الصحیح انها کلمة الشهادة یقولها المؤمن اذا قعد فی قبره قال النبی ﷺ . "فذلک قوله تعالی یثبت الله " الآیة وقیل معنی تثبیت الله لهم هو ان یدوموا علیه (فی الحیاة الدنیا) و یستمروا حتی

اذا فتنوا فی دینھم لم یزالوا کما ثبت الذین فتنھم اصحاب الاخدود وغیر ذلک.

(وفی الآخرة) ای فی القبر بتلقین الجواب و تمکین الصواب، قاله الجمھور وقبل یوم القیامة عند البعث والحساب، وقیل المراد بالحیاة الدنیا وقت المسألة فی القبر وفی الآخرة وقت المسالة یوم القیامة والمراد انھم اذا سئلوا عن معتقدھم و دینھم اوضحوا ذلک بالقول الثابت من دون تلعثم ولا تردد ولا جھل، کما یقول من لم یوفق لا ادری فیقال له لا دریت ولا تلیت.

واخرج البخاری و مسلم واھل السنن وغیر ھم عن البراء بن عازب ان رسول اللہ ﷺ قال "المسلم اذا سئل فی القبر یشھد أن لا اله الا اللہ وان محمد رسول اللہ" فذلک قوله (یثبت اللہ الذین آمنوا) الآیة. وعن البراء قال "اذا جاء الملکان الی الرجل فی القبر فقالا من ربک فقال ربی اللہ ، وقالا وما دینک قال دینی الاسلام ، وقالا من نبیک قال نبیی محمد ﷺ.

(فتح البیان فی مقاصد القرآن تالیف صدیق بن حسن بن علی الحسین القنوجی البخاری)

(قوله بالقول الثابت) أی الذی ثبت بالحجة عندھم و تمکن فی قلوبھم فی الحیاة الدنیا فلا یزلون اذا افتتنوا فی دینھم کزکریا و یحی و جرجیس و شمعون وکالذین فتنھم اصحاب الاخدود وفی الآخرة فلا یتلعثمون اذا سئلوا عن معتقدھم فی الموقف ولا تدھشھم اھوال القیامة اه بیضاوی (قوله فی الحیاة الدنیا) أی فلا یزلون عن دینھم اذا افتتنوا و یأمنون فیھا من الأسر والقتل

وغیر ذلک بما یعصمه الاسلام اه (قوله لما یسألهم الملکان الخ) فیقولان فی السؤال من ربک وما دینک وما کنت تقول فی هذا الرجل المبعوث فیقول فی الجواب ربی الله و دینی الاسلام و أشهد أن هذا الرجل عبدالله و رسوله اه .

(الفتوحات الالٰهیة سلیمان بن عمر العجلی الشافعی الشهیر بالجمل المتوفی سنة ۱۲۰۴)

﴿یثبت الله الذین آمنوا﴾الذین صدقوا محمدا ﴿بالقول الثابت﴾ وهو لا اله الا الله ﴿فی الحیاة الدنیا﴾ یثبتهم بها علی الحق ﴿وفی الآخرة﴾ یعنی فی القبر، قال المفسرون . هذه الآیة وردت فی فتنة القبر، و سؤال الملکین ، و تلقین الله المؤمن کلمة الحق فی القبر عند السؤال ، و تثبیته ایاه بها علی الحق ، اخبرنا ابو الحسن علی بن محمد بن محمد البغدادی نا محمد بن یعقوب نا یحی بن ابی طالب نا وهب بن جریر نا شعبة عن ابی اسحاق عن البراء بن عازب قال . ذکر رسول الله ﷺ المؤمن والکافر، فقال . ان المؤمن اذا سئل فی قبره، قال. ربی الله ، فذلک قوله ﴿یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة﴾

اخبرنا محمد بن موسی بن شاذان انا محمد بن عبدالله الصفار نا عبدالله بن احمد بن حنبل حدثنی ابی ، انا ابو عامر ، نا عباد بن راشد، عن داؤد بن ابی هند ، عن ابی نضرة، عن ابی سعید الخدری قال. شهدنا مع رسول الله ﷺ جنازة ، فقال. ایها

الناس ان هذه الامة تبتلى فى قبورها ، فاذا الانسان دفن ، فتفرق عنه اصحابه ، جائه ملک فى يده مطراق ، فاقعده ، فقال. ما تقول فى هذا الرجل فان كان مؤمنا قال. اشهد أن لا اله الا الله ، وان محمد عبده و رسوله ، فيقول له. صدقت ثم يفتح له باب الى النار فيقول. هذا كان منزلک لو كفرت بربک ، فأما اذا آمنت، فهذا منزلک و يفتح له باب الى الجنة ، فيريد ان ينهض اليه فيقال له اسكن و يفسح له فى قبره وان كان كافرا او منافقا يقول له ما تقول فى هذا الرجل لا ادرى سمعت الناس يقولون شيئا فقلت فيقال لا دريت ولا تليت ولا اهتديت ثم يفتح له باب الى الجنة فيقال هذا لک لو آمنت ، فاما اذا كفرت ، فان الله عز و جل ابدلک به هذا ، و يفتح له باب الى النار ثم يقمعه بالمطراق قمعة ، يسمعها خلق الله كلهم غير الثقلين، فقال بعض القوم. يا رسول الله، ما احد يقوم عليه ملک فى يده مطرقة ، الا هيل عند ذلک ، فقال رسول الله ﷺ يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فى الحياة الدنيا وفى الآخرة وقوله. ﴿ويضل الله الظالمين﴾ يعنى. لا يلقن الله المشركين والكافرين، حتى اذا سئلوا فى قبورهم قالوا. لا ندرى قال الفراء . يضلهم عن هذه الكلمة ﴿ويفعل الله ما يشاء﴾ من تثبيت المؤمن و تلقينه الصواب ، و اضلال الكافر، قال الفراء . اى لا تكون له قدرة ، ولا يسأل عما يفعل.

(الوسيط فى تفسير القرآن المجيد تاليف ابى الحسن على بن احمد

الواحدی النیسابوری (المتوفی ۴۶۸ھ))

﴿یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوٰة الدنیا وفی الآخرة﴾...... وقیل فی الحیوٰة الدنیا یعنی عند الموت وفی الآخرة یعنی فی القبر حتی یجیب سوال الملکین . (تفسیر زاهدی ص۲۶۶)

وقال طاؤس و عبادة و جمهور من العلماء أن تثبیتهم فی الدنیا فهو مدة حیاة الانسان وفی الآخرة هو وقت سؤاله فی قبره و رجح هذا القول الطبری. وقال البراء بن العازب و جماعة فی الحیاة الدنیا هی وقت سؤاله فی قبره و رواه البراء عن النبی ﷺ و فی الآخرة هو یوم القیامة عند العرض وقیل هی تثبیته فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة هو حمله علی الایمان و حشره علیه وقیل التثبیت فی الدنیا الفتح والنصر وفی الآخرة الجنة والثواب و ما صح عن الرسول ﷺ فی حدیث البراء من تلاوته عند اعاد المؤمن فی قبره. وسئل و شهد شهادة الاخلاص قوله تعالیٰ یثبت الله الذین آمنوا آلآیة لا یظهر منه یعنی ان الحیاة الدنیا هی حیاة الانسان وان الآخرة فی القبر ولان الحیاة الدنیا هی فی القبر و أن الاخرة هی یوم القیامة ...... وقیل یتعلق بآمنوا و سؤال العبد فی قبره عند اهل السنة. ((تفسیر البحر المحیط ص۴۲۳)

وقال عبدالرزاق عن معمر عن ابن طاؤس عن ابیه ﴿یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوٰة الدنیا﴾ قال لا اله الا الله ﴿و فی الآخرة﴾ المسئلة فی القبر وقال قتادة اما الحیاة الدنیا فیثبتهم بالخیر والعمل الصالح ﴿وفی الآخرة﴾ فی القبر و کذا رویٰ عن

غیر واحد من السلف. وقال ابو عبداللہ الحکیم الترمذی فی کتابہ نوادر الاصول حدثنا ابی حدثنا عبداللہ بن نافع عن ابی فدیک عن عبدالرحمن بن عبداللہ عن سعید بن المسیب عن عبدالرحمن بن سمرۃ قال خرج علینا رسول اللہ ﷺ ذات یوم و نحن فی مسجد المدینۃ فقال " انی رأیت البارحۃ عجیب رأیت رجلا من امتی جائہ ملک الموت لیقبض روحہ فجائہ برہ بوالدیہ فرد عنہ و رأیت رجلا من امتی قد بسط علیہ عذاب القبر فجائہ وضوئہ فستنقذہ من ذلک و رأیت رجلا من امتی قد احتبشتہ الشیطان فجاء ہ ذکر اللہ فخلصہ مم بینہم و رجلا من امتی قد احتوشتہ ملائکۃ العذاب فجاء تہ صلاتہ فاستنقذتہ من ایدیہم و رأیت رجلا من امتی یلہث عطشاً کما ورد حوضاً مع منعہ فجاء ہ صیامہ فسقاہ و ارواہ و رأیت رجلا من امتی والنبیون قعود حلقا حلقاً کلما دنا لحلقۃ طردوہ فجاء ہ اغتسالہ من الجنابۃ فاخذ بیدہ فعقدہ الی جنبہ. و رأیت رجلا من امتی بین یدیہ ظلمۃ و خلفہ ظلمۃ و عن یمینہ ظلمۃ و عن شمالہ ظلمۃ و من فوقہ ظلمۃ ومن تحتہ ظلمۃ و ھو متحیر فیہا فجائتہ حجتہ و عمرتہ فاستخرجاہ من الظلمۃ وادخلاہ النور، ورأیت رجلا من امتی یکلم المؤمنین فلا یکلمونہ فجائتہ صلۃ الرحم فقالت یا معشر المؤمنین کلموہ فکلموہ و رأیت رجلا من امتی یتقی وھج النار و شررھا بیدہ عن وجہہ فجائتہ صدقتہ فصارت لہ ستراً علی وجہہ و ظلاً علی رأسہ و رأیت رجلا من امتی قد اخذتہ الزبانیۃ من کل مکان فجاء ہ امرہ بالمعروف والنہی عن المنکر فاستنقذاہ من ایدیہم و ادخلاہ مع ملائکۃ الرحمۃ و رایت رجلاً من امتی جاثیاً علی رکبتیہ بینہ و بین اللہ

حجاب فجاءه حسن خلقه فاخذ بيده فادخله على الله عز و جل و رايت رجلا من امتى قد هوت صحيفته من قبل شماله فجاءه خوفه من الله فاخذ صحيفته فجعلها فى يمينه و رأيت رجلا من امتى قد خف ميزانه فجائته افراطه فثقلوا ميزانه و رأيت رجلا من امتى قائم على شفير جهنم فجاءه وجله من الله فستنقذه من ذلک و مضیٰ و رأيت رجلاً من امتى هوای فى النار فجائته دموعه التى بقى من خشية الله فى الدنيا فاستخرجته من النار و رأيت رجلا من امتى قائما على الصراط يزحف احياناً و يحبوا احياناً فجاءته صلوته على فاخذت بيده فاقامته و مضى على الصراط و رايت رجلا من امتى انتهى الى باب الجنة فغلقت الابواب دونه فجاءته شهادته ان لا اله الا الله فتحت له الابواب و ادخلته الجنة". قال القرطبى بعض ايراده هذا الحديث من هذا الوجه هذا حديث عظيم ذكر فيه اعمالا خاصة تنجى من اهوال خاصة واورده هكذا فى كتابه التذكرة .

(تفسیر ابن کثیر ص۴۰۶ ج۲)

ثم قال تعالىٰ ﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت﴾ بلا اله الا الله ﴿فى الحيوة الدنيا﴾ يعنى يثبتهم على ذلک القول عند النزع ﴿وفى الآخرة﴾ يعنى فى القبر وقال البراء بن عازب نزلت الآية فى عذاب القبر يسأل من ربک ومن نبيک و ما دينک؟ يعنى اذا اجاب فقد ثبته الله تعالىٰ وقال الضحاک اذا وضع المؤمن فى قبره انصرف عنه الناس دخل عليه ملكان فيجلسانه و يسألانه من ربک و من نبيک وما دينک وما كتابک وما قبلتک ؟ فيثبته الله فى القبر كما يثبته فى الحيوٰة الدنيا بالاقرار بالله تعالىٰ و كتبه و رسله و رواه

ابن طاؤس عن ابیہ أنہ قال فی الحیاۃ الدنیا یعنی قولہ لا الہ الا اللہ یثبتھم علیھا فی الدنیا وفی الآخرۃ عند المسئلۃ فی القبر و ھکذا قال قتادۃ وقال الربیع بن انس فی الحیاۃ الدنیا یعنی فی القبر وفی الآخرۃ یعنی یوم الحساب و یقال فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ یعنی یموت علی الایمان ویبعث یوم القیامۃ مع الایمان . (تفسیر سمرقندی ص۲۰۶ ج۲)

﴿یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الآخرۃ﴾...... وقیل فی الحیوٰۃ الدنیا یعنی عند الموت وفی الآخرۃ یعنی فی القبر حتی یجیب سوال الملکین . (تفسیر زاھدی ص۲۶۶)

﴿یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوٰۃ الدنیا و فی الآخرۃ و یضل اللہ الظالمین و یفعل اللہ ما یشاء﴾ قولہ تعالیٰ ﴿یثبت اللہ الذین آمنوا﴾ ای ، یثبتھم علی الحق بالقول الثابت ، وھو شھادۃ أن لا الہ الا الا اللہ

قولہ تعالیٰ ﴿فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ﴾ فیہ قولان .

احدھما. أن الحیاۃ الدنیا ، زمان الحیاۃ علی وجہ الارض ، والآخرۃ ، زمان المسألۃ فی القبر، والی ھذا المعنی ذھب البراء بن عازب ، وفیہ احادیث تعضدہ، والثانی ، ان الحیاۃ الدنیا ، زمن السؤال فی القبر ، والآخرۃ ، السؤال فی القیامۃ ، و الی ھذا المعنی ذھب طاووس، و قتادۃ ، قال المفسرون . ھذہ الآیۃ وردت فی فتنۃ القبر، و سؤال الملکین و تلقین اللہ تعالیٰ للمؤمنین کلمۃ الحق عند السؤال ، و تثبیتہ ایاہ علی الحق. (زاد المسیر فی علم التفسیر

ص ۱۶۳ج۴)

عن ابی سعید الخدریؓ قال شهدت مع رسول الله ﷺ جنازة فقال رسول الله ﷺ یاایها الناس ان هذه الامة تبتلی فی قبورها فاذا الناس دفن فتفرق عنه اصحابه، جاء ه ملک فی یده مطراق فاقعده قال ما تقول فی هذا الرجل، فان کان مؤمنا قال اشهد ان لا اله الا الله وان محمداً عبده و رسوله، فیقول صدقت ثم یفتح له بابا الی النار فیقول هذا کان منزلک لو کفرت بربک فاما اذ آمنت بربک فهذا منزلک فیفتح له باباً الی الجنة فیرید ان ینهض الیه فیقول له اسکن ویفسح له فی قبره وان کان کافرا او منافقا یقول له ما تقول فی هذا الرجل فیقول لا ادری، سمعت الناس یقولون شیئا فیقول لا دریت ولا تلیت ولا اهتدیت ثم یفتح له باباً الی الجنة فیقول هذا منزلک لو آمنت بربک فاما اذا کفرت بربک فان الله عز و جل ابدلک به هذا ویفتح له باباً الی النار ثم یقمعه قمعة بالمطراق یسمعها خلق الله کلها، غیر الثقلین، وقال بعض القوم یا رسول الله ﷺ ما احد یقوم علیه ملک فی یده مطراق الا هبل عن ذلک فقال رسول الله ﷺ ﴿یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت﴾. رواه احمد والبزار، وزاد،

﴿فی الحياة الدنيا وفی الآخرة و يضل الله الظالمين و يفعل الله مايشاء﴾ (ابراهيم ۲۷) ورجاله رجال الصحيح.

(مجمع الزوائد ج۳ص ۱۲۹)

عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ والذی نفسی بيده انه ليسمع خفق نعالهم حين يولون عنه، فاذا كان مؤمنا كانت الصلاة عند رأسه و الزكاة عن يمينه، والصوم عن شماله، وفعل الخيرات والمعروف والاحسان الى الناس من قبل رجليه، فيؤتى من قبل رأسه ، فتقول الصلاة ليس قبلی مدخل ، فيؤتى عن يمينه فتقول الزكاة ليس قبلی مدخل، ويؤتى من قبل شماله، فيقول الصوم، ليس قبلی مدخل، ثم يؤتى من قبل رجليه، فيقول فعل الخيرات الى الناس، ليس من قبلی مدخل فيقال له اجلس، فيجلس وقد مثلت له الشمس للغروب فيقال له ما تقول فی هذا الرجل الذی كان قبلكم يعنی النبی ﷺ فقال. اشهد انه رسول الله ﷺ جاء نا بالبينات من عند ربنا فصدقناه واتبعناه، فيقال له صدقت، وعلى هذا حييت، وعلى هذا مت، وعليه تبعث ان شاء الله ، و يفسح له قبره مد بصره فذلك قول الله عز وجل ﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فی الحياة الدنيا و فی الآخرة﴾ (ابراهيم ۲۷) ويقال افتح له باباً الى النار

فیقال هذا کان منزلک لو عصیت الله عز و جل فیزداد غبطة و سروراً و یقال افتحوا له باباً الی الجنة فیفتح له، فیقال هذا منزلک وما أعده الله لک، فیزداد غبطة و سروراً، فیعاد الجلد الی ما بدا منه، و یجعل روحه فی نسم طیر یعلق فی شجر الجنة ، وأما الکافر فیؤتی من قبل رأسه، فلا یوجد شیئا ، فیؤتی من قبل رجل فلا یوجد شیء، فیجلس خائفا مرعوباً، فیقال له ما تقول فی هذا الرجل کان فیکم، وما تشهد به ؟فلا یهتدی لاسمه، فیقال محمد ﷺ. فیقول . سمعت الناس یقولون شیئا فقلت کما قالوا، فیقال له صدقت علی هذا حییت ، وعلیه مت وعلیه تبعث ان شاء الله ، و یضیق علیه قبره حتی تختلف اضلاعه، فذلک قول الله عز وجل ﴿ومن اعرض عن ذکری فان له معیشة ضنکا﴾ (طه ۱۲۴) فیقال افتحوا له باباً الیٰ الجنة فیقال له هذا کان منزلک وما أعد الله لک لو اطعته، فیزداد حسرة و ثبوراً، ثم یقال افتحوا له باباً الی النار فیفتح له الیها، فیقال هذا منزلک وما اعدالله لک فیزداد حسرة و ثبوراً، قال ابو عمر ، یعنی الضریر . قلت لحماد بن سلیمان کان هذا من اهل القبلة قال نعم. قال ابو عمر کأنه یشهد بهذه الشهادة علی غیر یقین یرجع الی قلبه، کان یسمع الناس

یقولون شیئا فیقوله . (رواه الطبرانی فی الاوسط و اسناده حسن)

(مجمع الزوائد ج۳ص ۱۳۴)

وعن عائشةؓ، قالت، قلت، یا رسول الله ، تبتلی هذه الأمة فی قبورها، فکیف بی و أنا امرأة ضعیفة؟ قال. ﴿یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة﴾ (ابراهیم ۲۷) قلت. لها حدیث غیر هذا فی الصحیح. رواه البزار، و رجاله ثقات.

(مجمع الزوائد ج۳ص ۱۳۵)

وعن ابی هریرة، رضی الله عنه، قال. شهدنا جنازة مع نبی الله ﷺ ، فلما فرغ من دفنها وانصرف الناس، قال نبی الله ﷺ ، انه الآن یسمع خفق نعالکم، أتاه نکیر و منکر أعینهما مثل قدور النحاس، و أنیابهما مثل صیاصی البقر، و أصواتهما مثل الرعد، فیجلسانه فیسألانه. ما کان یعبد؟ ومن کان نبیه؟ فان کان ممن یعبد الله ، قال. کنت اعبدالله ، و نبیی محمدﷺ، جاء نا بالبینات فآمنا به واتبعناه، فذلک قول الله . ﴿یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة﴾(ابراهیم ۲۷) فیقال له . علی الیقین حییت، وعلیه مت، وعلیه تبعث، ثم یفتح له باب الی

الجنة، و يوسع له في حفرته، وان كان من أهل الشک، قال. لا أدری، سمعت الناس يقولون شيئاً فقلته، فيقال له. على الشک حييت، وعليه مت، وعليه تبعث، ثم يفتح له باب الى النار، و يسلط عليه عقارب و تنانين، لو نفخ أحدهم في الدنيا ما نبتت شيئاً تنهشه، و تؤمر الأرض فتضمه حتى تختلف أضلاعه.

رواه الطبرانی فی الأوسط، وفيه ابن لهيعة. قلت وفيه كلام.

(مجمع الزوائد ج۳ص ۱۳۶)

وعن عبدالله، قال. اذا حدثتكم بحديث أنبئكم بتصديق ذلک، ان المؤمن اذا مات جلس فی قبره، فيقال. من ربک؟ وما دينک؟ ومن نبيک؟ فيقول. ربی الله، ودينی الاسلام، و نبيی محمد ﷺ، فيوسع له فی قبره، و يفرج له فيه، ثم قرأ عبدالله. ﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فی الحياة الدنيا وفی الآخرة و يضل الله الظالمين﴾ (ابراهيم ۲۷)

رواه انطبرانی فی الكبير، و اسناده حسن.

(مجمع الزوائد ج۳ص۱۳۷)

حدثنا أبو معاوية عن الأعمش عن سعد بن عبيدة عن

البراء بن عازب ﴿یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا﴾ قال التثبیت فی الحیاۃ الدنیا اذا جاء الملکان الی الرجل فی القبر فقالا له من ربک؟ فقال ربی الله قالا وما دینک؟ قال دینی الاسلام قالا ومن نبیک؟ قال نبیی محمد ﷺ فذلک التثبیت فی الحیاۃ الدنیا.

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج۳ص ۲۵۴)

حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب، ثنا محمد بن اسحاق الصغانی، ثنا سعید بن عامر، ثنا محمد بن عمرو بن علقمۃ، عن ابی سلمۃ، عن ابی ھریرۃؓ، عن النبی ﷺ قال. ان المیت یسمع خفق نعالھم اذا ولو مدبرین فان کان مؤمنا کانت الصلاۃ عند رأسه وکان الصوم عن یمینه و کانت الزکاۃ عن یسارہ وکان فعل الخیرات من الصدقۃ والصلاۃ والصلۃ والمعروف والاحسان الی الناس عند رجلیه فیؤتی من قبل رأسه فتقول الصلاۃ ما قبلی مدخل و یؤتی من عن یمینه فیقول الصوم. ما قبلی مدخل و یؤتی من عن یسارہ فتقول الزکاۃ. ما قبلی مدخل و یؤتی من قبل رجلیه فیقول فعل الخیرات. ما قبلی مدخل فیقال له. اقعد فیقعد و تمثل له الشمس قد دنت للغروب فیقال له. ما تقول فی ھذا الرجل الذی/ کان فیکم و ما تشھد به فیقول. دعونی اصلی

فیقولون . انک ستفعل ولکن أخبرنا عما نسالک عنه قال. وعم تسألونی عنه فیقولون. أخبرنا عما نسالک عنه فیقول. دعونی اصلی فیقولون . انک ستفعل ولکن أخبرنا عما نسالک عنه قال. وعم تسالونی فیقولون. أخبرنا ما تقول فی هذا الرجل الذی کان فیکم وما تشهد به علیه فیقول. محمداً أشهد انه عبدالله و أنه جاء بالحق من عند الله فیقال له. علی ذلک حییت و علی ذلک مت وعلی ذلک تبعث ان شاء الله ثم یفتح له باب من قبل النار فیقال له. أنظر الی منزلک والی ما أعد الله لک لو عصیت فیزداد غبطة و سروراً ثم یفتح له باب من قبل الجنة فیقال له. أنظر الی منزلک و الی ما أعد الله لک فیزداد غبطة و سروراً و ذلک قول الله تبارک و تعالیٰ. ﴿یثبت الله الذی آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا و فی الآخرة و یضل الله الظالمین و یفعل الله ما یشاء﴾ (ابراهیم۲۷) قال و قال أبو الحکم عن أبی هریرة. فیقال له. أرقد رقدة العروس الذی ما یوقظه الا اعز أهله الیه. ثم رجع الی حدیث أبی سلمة عن أبی هریرة قال. وان کان کافرا أتی من قبل رأسه فلا یوجد شیء و یؤتی عن یمینه فلا یوجد شیء ثم یؤتی عن یساره فلا یوجد شیء ثم یؤتی من قبل رجلیه فلا یوجد شیء فیقال له.

أقعد فيقعد خائفا مرعوباً فيقال له. ما تقول في هذا الرجل الذى كان فيكم و ما ذا تشهد به عليه فيقول. أى رجل؟ فيقولون. الرجل الذى كان فيكم قال. فلا يهتدى له قال فيقولون. محمد فيقول. أى رجل؟ فيقولون. الرجل الذى كان فيكم قال. فلا يهتدى له قال فيقولون. محمد فيقول. سمعت الناس قالوا فقلت كما قالوا فيقولون. على ذلك حييت و على ذلك مت وعلى ذلك تبعث ان شاء الله ثم يفتح له باب من قبل الجنة فيقال له. أنظر الى منزلك والى ما أعد الله لك لو كنت أطعته فيزداد حسرة و ثبوراً قال. ثم يضيق عليه قبره حتى تختلف اضلاعه قال. و ذلك قوله تبارك و تعالىٰ. ﴿وان له معيشة ضنكاً و نحشره يوم القيامة أعمى﴾ (طه ۱۲۴)

قال في التلخيص تابعه حماد بن سلمة عن محمد بنحوه. على شرط مسلم.

(المستدرك على الصحيحين للحاكم ج۳ص۵۳۷)

حدثنا عبدالله حدثنى أبى ثنا أبو عامر ثنا عباد يعنى ابن راشد عن داؤد بن أبى هند عن أبى نضرة عن أبى سعيد الخدرى قال. شهدت مع رسول اللهﷺ جنازة، فقال

رسول اللہ ﷺ "یا ایھاالناس ان ھذہ الأمة تبتلی فی قبورھا، فاذا الانسان دفن فتفرق عنه اصحابه، جاء ہ ملک فی یدہ مطراق فاقعدہ ، قال، ما تقول فی ھذا الرجل؟ فان کان مؤمناً قال. أشھد أن لا الٰه الا اللہ و أن محمدا عبدہ و رسوله، فیقول. صدقت، ثم یفتح له باب الی النار، فیقول ھذا کان منزلک لو کفرت بربک، فأما اذ آمنت فھذا منزلک، فیفتح له باب الی الجنة فیرید أن ینھض أليه، فیقول له اسکن، و یفسح له فی قبرہ. وان کان کافرا أو منافقاً یقول له ما تقول فی ھذا الرجل؟ فیقول لا ادری، سمعت الناس یقولون شیئا، فیقول. لا دریت ولا تلیت ولا اھتدیت، ثم یفتح له باب الی الجنة، فیقول. ھذا منزلک لو آمنت بربک، فأما اذ کفرت به، فان اللہ عز و جل أبدلک به ھذا، ویفتح له باب الی النار، ثم یقمعه قمعة بالمطراق یسمعھا خلق اللہ کلھم غیر الثقلین"، فقال بعض القوم. یا رسول اللہ ما أحد یقوم علیه ملک فی یدہ مطراق الا ھبل عند ذلک، فقال رسول اللہ ﷺ. ﴿یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت﴾

(مسند احمد ج۳ص۵)

وقد جاء ھذا مبیناً فی احادیث صحاح، فمنھا ما فی

المسند من حديث داؤد بن أبى هند عن أبى نضرة عن أبى سعيد قال. كنا مع النبىﷺ فى جنازة ، فقال "يا أيها الناس ان هذه الامة تبتلى فى قبورها، فاذا الانسان دفن و تفرق عنه أصحابه جاء ه ملک بيده مطراق فاقعده فقال. ما تقول فى هذا الرجل؟ فان كان مؤمنا قال. أشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريک له و أشهد أن محمدا عبده و رسوله ، فيقول له. صدقت ، فيفتح له باب الى النار فيقال له. هذا منزلک لو كفرت بربک، فأما اذا آمنت فان الله أبدلک به هذا، ثم يفتح له باب الى الجنة، فيريد أن ينهض له، فيقال له. اسكن، ثم يفسح له فى قبره، و أما الكافر والمنافق فيقال له. ما تقول فى هذا الرجل؟ فيقول. لا أدرى، فيقال له. لا دريت ولا اهتديت، ثم يفتح له باب الى الجنة، فيقال له. هذا منزلک لو آمنت بربک، فأما اذ كفرت فان الله أبدلک به هذا، ثم يفتح له باب الى النار، ثم يقمعه الملک بالمطراق قمعة يسمعه خلق الله كلهم الا الثقلين". قال بعض اصحابه. يا رسول الله، ما منا من احد يقول على رأسه ملک بيده مطراق الا هيل عند ذلک، فقال رسول الله ﷺ ﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فى الحياة الدنيا وفى الآخرة، و يضل الله الظالمين و يفعل الله ما يشاء﴾

(ابراهیم ۲۷)

(اعلام الموقعين ج ا ص ١٣٦)

وهذا كما أنه مقتضى السنة الصحيحة، فهو متفق عليه بين أهل السنة. قال المروزى. قال أبو عبدالله. عذاب القبر حق لا ينكره الا ضال مضل. قال حنبل. قلت لأبي عبدالله في عذاب القبر، فقال. هذه أحاديث صحاح نؤمن بها، و نقر بها. كلما جاء عن النبي ﷺ اسناد جيد أقررنا به. اذ لم نقر بما جاء به رسول الله ﷺ و دفعناه و رددناه رددنا على الله أمره، قال الله تعالى. ﴿وما آتاكم الرسول فخذوه﴾ قلت له وعذاب القبر حق؟ قال. حق، يعذبون في القبور. قال. و سمعت أبا عبدالله يقول. نؤمن بعذاب القبر، و بمنكر و نكير، وأن العبد يسأل في قبره. ﴿فيثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا وفي الآخرة﴾ في القبر.

(الروح لابن قيم الجوزية ص ٤١)

فقال. وأما سؤال السائل هل يتكلم الميت في قبره فجوابه أنه يتكلم، وقد يسمع أيضا من كلمه، كما ثبت في

الصحیح عن النبی ﷺ أنہ قال. "انهم يسمعون قرع نعالهم" و ثبت عنه فی الصحيح أن الميت يسأل فی قبره. فيقال له. من ربک؟ وما دينک؟ ومن نبيک؟ فيثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت، فيقول . الله ربی، والاسلام دينی، ومحمد نبيی. ويقال له. ما تقول فی هذا الرجل الذی بعث فيكم؟ فيقول المؤمن. هو عبدالله و رسوله، جاء نا بالبينات والهدى فآمنا به واتبعناه، وهذا تأويل قوله تعالى. ﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فی الحياة الدنيا وفی الآخرة﴾

(فتاویٰ ابن تیمیہ ج۴ ص ۲۷۳)

آیت ﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فی الحياة الدنيا وفی الآخرة......الخ﴾ معناه الثبات عند سوال القبر وعن البراء بن عازب اله عليه السلام ذكر قبض روح المؤمن فقال ثم يعاد روحه فی جسده فيأتيه ملكان فيجلسانه فی قبره ويقولان له من ربک؟ وما دينک؟ ومن نبيک؟ فيقول ربی الله ، و دينی الاسلام، ونبيی محمد عليه السلام، فينادی مناد من السماء ان صدق عبدی فذالک

قوله ﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت ......الخ﴾...... و ظنى ان عذاب القبر ههنا بمعنى عام يتناول لجميع الاحوال التى فى القبر كما هو راى البعض وان هذه الآية جامعة لسوال القبر وعذابه و تنعيمه.

(تفسیرات الاحمدیۃ فی بیان آیات الشرعیۃ)

پر بعض اوقات اجمال کر جاتے ہیں کیونکہ اس زمانے میں یہ فتنہ نہیں تھا۔

عذاب قبر پر آیت نمبر پانچ

سورۃ نوح میں آتا ہے اغرقوا فادخلوا ناراً. اب یہ فا تعقیب بلامہلۃ کے لئے آتی ہے ادھر غرق ہوتے گئے ادھر عذاب میں مبتلا کر دیئے گئے۔ اب دیکھئے کہ جب غرق ہوئے تو غرق سے جو عذاب آیا وہ جسم اور روح دونوں کو آیا یا صرف روح کو؟ روح اور جسم دونوں کو آیا۔ جب یہ عذاب دونوں کو آیا تو فادخلوا ناراً یہ عذاب بھی جسم اور روح دونوں کو آیا اور یہی عذاب قبر ہے۔ مفسرین نے اس آیت سے عذاب قبر پر استدلال کیا ہے۔ تفسیری حوالہ جات حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ (ح٦)

(ح٦). ﴿فادخلوا نارا﴾ ای بعد اغراقهم . قال القشیری. وهذا یدل علی عذاب القبر.

(الجامع لاحکام القرآن لابی عبد الله محمد بن احمد الانصاری القرطبی الجزء الاول)

﴿فادخلوا نارا﴾ جعل دخولهم النار فی الآخرة کانه متعقب لاغراقهم ، لاقترابه، ولانه کائن لامحالة ، فکأنه قد کان. او ارید عذاب القبر. ومن مات فی ماء او فی نار او اکلته السباع والطیر. اصابه ما یصیب المقبور من العذاب.

(الکشاف لابی القاسم محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی (٤٦٧-٥٣٨ھ)

(المسألة الثالثه) تمسک اصحابنا فی اثبات عذاب القبر بقوله (اغرقوا فأدخلوا نارا) و ذلک من وجهین (الاول) ان الفاء فی. قوله) " فادخلوا نارا تدل علی انه حصلت تلک الحالة عقیب

ایک بات

یہاں ایک بات سمجھ لیں کہ یہاں دخول نار کا ذکر ہے اور دوسری میں عرض نار کا ذکر ہے۔

الاغراق فلا یمکن حملها علی عذاب الآخرة ، والا بطلت دلالة هذه الفاء (الثانی) أنه قال فادخلوا علی سبیل الاخبار عن الماضی. وهذا انما یصدق لو وقع ذلک.

(التفسیر الکبیر للامام الفخر الرازی)

فصل فی صحة "عذاب القبر"

قال ابن الخطیب. دل قوله. ﴿اغرقوا فادخلوا نارا﴾ علی اثبات عذاب القبر لانه یدل علی انه حصلت تلک الحالة عقیب الاغراق ، ولا یمکن حمل الآیة علی عذاب الآخرة والا بطلت دلالة هذه الفاء، وایضا فقوله " فادخلوا" یدل علی الاخبار عن الماضی، وهذا انما یصدق لو وقع ذلک ، وقال مقاتل، والکلبی . معناه انهم سیدخلون فی الآخرة نارا، ثم عبر عن المستقبل بلفظ الماضی، لصدق وقوع وعده کقوله. ﴿ونادی اصحب الجنة﴾ (الاعراف. ۴۴)

قال ابن الخطیب. وهذا ترک للظاهر من غیر دلیل ، فان قیل. انما ترکنا الظاهر لدلیل، وهو ان من مات فی الماء، فانا نشاهده هناک، فکیف یمکن ان یقال. انهم فی تلک الساعة ادخلوا نارا؟ فالجواب. ان هذا الاشکال ، انما جاء لاعتقاد ان الانسان هو مجموع هذا الهیکل، وهذا خطأ لان الانسان هو الذی کان موجودا من اول عمره، مع انه کان صغیر الجثة فی اول عمره، ثم ان اجزاء ه دائما فی التحلل والذوبان، و معلوم ان الباقی غیر المتبدل. فهذا

وہاں عرض نار کے بعد دخول نار ہے، اس سے پتہ چلا کہ کبھی عرض نار کو بھی مجازاً دخول نار کہہ دیتے

الانسان عبارة عن ذلک الشیء الذی هو باق ، من اول عمره الی الآن ، فلم لا یجوز ان یقال. نقل الاجزاء الباقیة الاصلیة التی فی الانسان عبارة عنها الی النار والی العذاب.

ونقل القرطبی عن القشیری انه قال. هذه الآیة تدل علی عذاب القبر، ومنکرو یقولون . صاروا مستحقین دخول النار، او عرض علیهم اماکنهم من النار ، کقوله تعالی ﴿النار یعرضون علیها غدوا و عشیا﴾

(اللباب فی علوم الکتاب تالیف الامام المفسر ابی حفص عمر بن علی ابن عادل الدمشقی الحنبلی المتوفی بعد ۸۸۰ھجریه)

﴿مما خطیئاتهم﴾ من اجل خطیئاتهم، وما مزیدة للتاکید والتفخیم، وقرأ ابو عمرو مما خطایاهم. ﴿اغرقوا﴾ بالطوفان. ﴿فادخلوا نارا﴾ المراد عذاب القبر او عذاب الآخرة،

(تفسیر البیضاوی لامام ناصر الدین ابی سعید عبدالله بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی)

مما خطیئاتهم اغرقوا) ما مزیدة للتاکید ، والمعنی . من خطیئاتهم . ای من اجلها و بسببها أغرقوا بالطوفان (فادخلوا نارا) عقب ذلک ، وهی نار الآخرة ، وقیل عذاب القبر.

(فتح القدیر تالیف محمد بن علی بن محمد الشوکانی المتوفی ۱۲۵۰ھج)

فائدة. استدل العلماء علی عذاب القبر بقوله تعالی ﴿مما

ہیں۔ حقیقت مجاز کے طور پر ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہو جاتے ہیں۔ جیسے نیک آدمی کی قبر میں

خطيئاتهم اغرقوا فادخلوا نارا﴾ قالوا. المراد بها نار القبر وعذابه، لانه تعالى عطف بالفاء ، والفاء تفيد الترتيب مع التعقيب، ونار الآخرة لم يذوقوها بعد ، فدل على ان المراد عذاب القبر، وهو استدلال لطيف.

(صفوة التفاسير للعلامة محمد على الصابونى)

(فادخلوا) عقب الاغراق (نارا) وهى نار الآخرة، وهذا من التعبير عن المستقبل بالماضى لتحقق وقوعه نحو (اتى امر الله) وقيل عذاب القبر، وعلى هذا هو على بابه كقوله فى آل فرعون (النار يعرضون عليها غدوا و عشيا)

(فتح البيان فى مقاصد القرآن تاليف صديق بن حسن بن على الحسين القنوجى البخارى)

(قوله فادخلوا نارا) اى فى الدنيا عقب الاغراق فكانوا يغرقون من جانب و يحترقون فى الماء من جانب بقدرة الله تعالى اه خطيب وفى السمين قوله فادخلوا نارا و يجوز أن يكون من التعبير عن المستقبل بالماضى لتحقق وقوعه نحو اتى امر الله وأن يكون على بابه والمراد عرضهم على النار فى قبورهم كقوله فى آل فرعون النار يعرضون عليها غدوا و عشيا اه.

(الفتوحات الالهية سليمان بن عمر العجلى الشافعى الشهير بالجمل المتوفى سنة ١٢٠٤)

قال الزمخشرى أو أريد عذاب القبر انتهى. (تفسير البحر المحيط ص ٣٤٣)

چونکہ اس کو جنت کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے اس لئے اس کو جنت کا باغ فرمادیا۔ بدکار آدمی کی قبر میں

﴿ اغرقوا فادخلوا نارا ﴾قوله (المراد عذاب القبر)
تمسک اصحابنا فی اثبات عذاب القبر بقوله تعالیٰ ﴿اغرقوا فادخلوا نارا﴾ و ذلک من وجهین الاول ان الفاء فی قوله تعالیٰ ﴿اغرقوا فادخلوا نارا﴾ تدل علی ان الادخال حصل عقیب الاغراق فلا یمکن حمل الادخال علی عذاب الآخرة لان لا یلزم اخلاء اللفظ عن مدلوله الوضعی من غیر دلیل والوجه الثانی ان قوله تعالیٰ ﴿فادخلوا ﴾ اخبار عن الماضی وهو انما یصدق بوقوع المخبر به قبل نزول الآیة وقال مقاتل والکلبی معنی الآیة انه سیدخلون فی الآخرة نارا و عبر عن المستقبل بلفظ الماضی لانه کائن لا محالة فکانه قد کان کقوله تعالیٰ ﴿ونادیٰ اصحاب النار﴾ (الاعراف ۵۰) و ﴿ونادی اصحٰب الجنة﴾ (الاعراف ۴۴) ولانه لما تحقق سبب الادخال و من حق المسبب ان یتحقق عقیب السبب جعل کالمتحقق وعبر عنه بلفظ الماضی ولا یخفی ان ما ذکر انما یصح التعبیر عن المستقبل بلفظ الماضی ولا یکون دلیلا علی ترک الظاهر و من المعلوم ان العدول عن الظاهر من غیر دلیل لا وجه له فالوجه ان یراد به عذاب القبر ومن مات فی ماء او نار او اکلته السباع والطیر اصابه ما یصیب المقبور من العذاب کقوله تعالیٰ فی آل فرعون ﴿النار یعرضون علیها غدوا و عشیا و یوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب﴾ (غافر ۴۶) و عن الضحاک انهم کانوا یغرقون من جانب و یحرقون من جانب و هو یؤید کون المراد به عذاب القبر ((حاشیه محی الدین شیخ زاده علی تفسیر البیضاوی

اس کو جہنم دکھائی جاتی ہے اس لئے رسول اقدس ﷺ نے اسے **حفرۃ من النیران** فرمادیا۔ اسی طرح کبھی عرض نار کی جگہ دخول نار کا لفظ مجازاً ذکر کردیا جاتا ہے۔

ایک مماتی کا لطیفہ

حضرت اوکاڑویؒ نے فرمایا کہ ایک مماتی کہنے لگا کہ **قیل ادخل الجنۃ** کا مطلب ہے کہ وہ جنت میں جاچکا ہے، پہلے تو میں نے اسے کہا کہ ہاں جاچکے ہیں، کیونکہ **و نفخ فی الصور**، صور بھی پھونکا جاچکا ہے جب صور پھونکا جاچکا ہے تو جنت میں بھی جاچکا ہے (حضرتؒ نے **و نفخ فی الصور** کا ترجمہ اس طرح کیا تا کہ وہ تاویل کرے اور خود پھنس جائے چنانچہ ایسے ہی ہوا) اب وہ یہاں تاویل کرنے بیٹھا کہ یہاں ماضی اس لئے لائی گئی ہے کہ بسااوقات جو بات آئندہ زمانے میں ہونی ہو اور یقینی ہو اس کو ماضی کے صیغے سے تعبیر کرلیتے ہیں کہ گویا ہو چکی ہے۔ حضرتؒ نے کہا پھر وہاں بھی یہ معنیٰ لے لو۔ حضرتؒ نے کہا جلالین ہی کم از کم اٹھا کر دیکھ لو کوئی اور تفسیر تو تمہاری قسمت میں نہیں ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کیا اسے شہید کیا بھی گیا تھا یا نہیں؟ قرآن میں اس کے شہید کرنے کا کوئی ذکر ہی نہیں کہ اسے شہید کردیا گیا۔ ایک قول تو یہ ہے کہ اسے زندہ اٹھالیا گیا تھا، سرے سے شہید ہوا ہی نہیں وہ۔ اور دوسرا یہ کہ اگر یہ شہید ہوا بھی تو **قیل ادخل الجنۃ** کے دونوں مطلب ہو سکتے ہیں کہ جنت سے مراد اس کی قبر بھی ہو سکتی ہے، کیونکہ وہ بھی جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ یا یہ بات قیامت کے دن اس کو کہی جائے گی۔ مفسرین نے یہ قول بھی لکھا ہے، نیز شہید ہے تو حیات بھی تو ثابت ہو رہی ہے کہ کلام کر رہا ہے پچھلوں کو خبر دینا چاہتا ہے۔ یہ لوگ اس طرح کے اجمالات اٹھا اٹھا کر تفصیلی باتوں کی مخالفت

مصنف محمد بن مصلح الدین مصطفی القوجوی الحنفی المعروف
شیخ زادہ المتوفی ۹۵۱ھ)

ص۳۵۱-۳۵۲ ج۸)

کرتے رہتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے قرآن پاک کی تین چار آیتیں لکھی ہیں۔ مفتی محمد شفیعؒ صاحب معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ دس سے زائد آیات قرآن میں ایسی ہیں جس سے علماء نے عذاب وثواب قبر کے باب میں ثابت کیا ہے۔ ہمارے مخدوم محترم حضرت مولانا نور محمد قادری تونسوی مدظلہ نے اپنی کتاب الحیات بعد الممات المعروف قبر کی زندگی لکھی ہے اس میں تقریباً ساٹھ آیتیں نقل کی ہیں، جن کے نیچے کسی نہ کسی مفسر نے عذاب وثواب قبر کا ذکر کیا ہے۔ بہرحال قرآن پاک اور احادیث سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو رہی ہے کہ عذاب وثواب قبر میں جسم اور روح دونوں شریک ہیں۔

اعتراض

قبر کی حیات تسلیم کرنا ﴿ربنا امتنا اثنتین و احییتنا اثنتین﴾ کے خلاف ہے، اس لئے کہ دو زندگیوں کا ذکر ہے۔ (۱) دنیا والی (۲) حشر والی۔

اگر قبر میں زندگی مانیں تو تین زندگیاں ثابت ہو جائیں گی اور یہ اس آیت کے خلاف ہے۔

جواب

علامہ سبکیؒ فرماتے ہیں

لم یفهم الصحابة الذین نزل القرآن بلسانهم و لغتهم من نبیهم علیه السلام غیر ذالک و کذالک التابعون بعدهم.

(شفاء السقام ص۲۰۲)

کیا صحابہؓ نے یہ بات نہیں سمجھی نبی اقدس ﷺ سے جن کی زبان اور لغت میں قرآن نازل ہوا۔ نہ تابعین نے یہ سمجھا۔

اس یہ ہے کہ چونکہ قبر کی حیات آخرت کی حیات کا مقدمہ اور دیباچہ ہے اس لئے اس کے ضمن میں آگئی۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتاً فاحیاکم﴾ تم کیسے اللہ کے ساتھ کفر کرتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے پھر اللہ نے تمہیں حیات دی۔ اب بچہ اس دنیا میں آنے سے قبل چند ماہ ماں کے پیٹ میں بھی تو زندہ رہتا ہے، اگر اس آیت میں ماں کے پیٹ والی حیات کا ذکر ہے تو دنیا والی کا ذکر کہاں ہے اور اگر دنیا والی کا ذکر ہے تو ماں کے پیٹ والی کا کہاں ہے؟ اس کے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ ماں کے پیٹ والی حیات چونکہ اس زندگی کا دیباچہ اور مقدمہ ہے اس لئے فاحیاکم کے تحت ہی آگئی۔ اسی طرح قبر کی حیات آخرت کی حیات کا مقدمہ اور دیباچہ ہے وہ آخرت کی حیات کے تحت ہی داخل ہے۔

عذاب قبر پر آیت نمبر چھ

﴿ولنذیقنهم من العذاب الادنیٰ دون العذاب الاکبر لعلهم یرجعون﴾

ترجمہ......اور ہم چکھائیں گے عذاب اکبر سے قبل عذاب ادنیٰ تاکہ وہ لوٹ آئیں۔

حضرات مفسرین نے عذاب ادنیٰ سے عذاب قبر مراد لیا ہے۔

ابن قیم الجوزیہؒ لکھتے ہیں

وقد احتج بهذه الآية جماعة منهم عبدالله بن عباسؓ علی عذاب القبر.

(کتاب الروح لابن قیم)

ترجمہ......اور اس آیت سے ایک جماعت نے جن میں سے عبداللہ بن عباسؓ بھی ہیں عذاب قبر کے اثبات پر دلیل پکڑی ہے۔

اشکال

اس پر اشکال ہوتا ہے کہ اگر اس آیت میں عذاب ادنیٰ سے مراد عذاب قبر ہے تو یہاں تو ہے کہ عذاب ادنیٰ اس لئے دیا جاتا ہے تا کہ وہ کفر سے لوٹ آئیں حالانکہ قبر میں جا کر کفر سے تو نہیں لوٹا جا سکتا، اگر عذاب ادنیٰ سے عذاب قبر مراد لیں تو جو غرض ہے یعنی ان کا کفر سے لوٹنا وہ فوت ہو جائے گی۔

جواب

ابن قیمؒ اسی اشکال کو نقل کر کے اس کا جواب دیتے ہیں فرماتے ہیں

''یہ بات حبر الامۃ ترجمان قرآن حضرت ابن عباسؓ سے کیسے مخفی رہ سکتی ہے، انہوں نے یہ قول کہ عذاب ادنیٰ سے مراد عذاب قبر ہے یہ اپنی دقت نظر کی وجہ سے اختیار کیا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کے لئے دو عذاب ہیں۔ ادنیٰ اور اکبر۔ اور پھر یہ فرمایا کہ ادنیٰ کا بعض حصہ چکھایا جائے گا تا کہ وہ کفر سے رجوع کر لیں اس لئے کہ مِن تبعیضیہ ہے بعض ادنیٰ تو یہاں چکھا دیا باقی ادنیٰ جو ہے وہ اس عذاب دنیا کہ بعد چکھایا جائے گا اور وہ قبر میں چکھایا جائے گا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے من الادنیٰ فرمایا العذاب الادنیٰ نہیں فرمایا۔ اس پر تفسیری حوالہ جات جن مفسرین عذاب قبر پر استدلال کیا ہے حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ (ح ۷)

(ح۷). قوله تعالى. ﴿ولنذيقنهم من العذاب الادنى﴾ قال الحسن و ابو العالية و الضحاك وابى بن كعب و ابراهيم النخعي. العذاب الادنى مصائب الدنيا واسقامها مما يبتلى به العبيد حتى يتوبوا ، وقاله ابن عباس. وعنه ايضا انه الحدود. وقال ابن مسعود والحسين بن على

حضرت انسؓ فرماتے ہیں

قال قال رسول اللہ ﷺ ان العبد اذا وضع فی قبرہ و

وعبداللہ بن الحارث. ھو القتل بالسیف یوم بدر . وقال مقاتل . الجوع سبع سنین بمکۃ حتی اکلوا الجیف، وقالہ مجاھد ، وعنہ ایضا. العذاب الادنی عذاب القبر، وقالہ البراء ابن عازب . قالوا. والاکبر عذاب یوم القیامۃ . قال القشیری . وقیل عذاب القبر.

(الجامع لاحکام القرآن لابی عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی)

قولہ تعالی. (ولنذیقنھم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر) اما العذاب الادنی ففی الدنیا وفیہ سبعۃ اقاویل.

احدھا. أنھا مصائب الدنیا فی الانفس والاموال قالہ ابی .

الثانی. القتل بالسیف ، قالہ ابن مسعود.

الثالث. أنہ الحدود ، قالہ ابن عباس.

الرابع . القحط والجذب، قالہ ابراھیم.

الخامس. عذاب القبر، قالہ البراء بن عازب و مجاھد.

تولیٰ عنه اصحابه انه یسمع قرع نعالهم اتاه ملکان فیقعدانه

السادس. أنه عذاب الدنیا کلها، قاله ابن زید.

السابع. أنه غلاء السعر والاکبر خروج المهدی، قاله جعفر الصادق.

و یحتمل ثامناً. أن العذاب الادنی فی المال، والاکبر فی الانفس.

والعذاب الاکبر عذاب جهنم فی الآخرة.

(النکت والعیون تفسیر الماوردی تصنیف ابی الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی البصری)

واخرج الفریابی وابن جریر وابن ابی حاتم عن مجاهد ﴿ولنذیقنهم من العذاب الادنی﴾ قال. عذاب الدنیا وعذاب القبر.

وأخرج الفریابی وابن جریر عن مجاهد فی قوله ﴿ولنذیقنهم من العذاب الادنی﴾ قال. القتل والجوع لقریش فی الدنیا، والعذاب الأکبر یوم القیامة فی الآخرة.

وأخرج هناد عن ابی عبیدة فی قوله ﴿ولنذیقنهم من العذاب الادنی﴾ قال. عذاب القبر.

(الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور للامام الحافظ جلال الدین السیوطی رحمه الله (ت ۹۱۱ھ)

فیقولان ...... و اما المنافق والکافر ...... فیقال له لا دریت

وقال مجاهد. عنی بذلک عذاب القبر.

(المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز لابی محمد عبدالحق بن عطیه الاندلسی)

(ولنذیقنهم من العذاب الادنی) وهو عذاب الدنیا، قال الحسن، وابو العالیة، والضحاک، والنخعی. هو مصائب الدنیا و أسقامها، وقیل. الحدود، وقیل. القتل بالسیف یوم بدر، وقیل سنی الجوع بمکة سبع سنین، حتی اکلوا فیها الجیف والعظام، والکلاب. وقیل عذاب القبر. ولا مانع من الحمل علی الجمیع، والذوق حسی ومعنوی.

(فتح البیان فی مقاصد القرآن تالیف صدیق بن حسن بن علی الحسین القنوجی البخاری)

وقوله تعالیٰ ﴿ولنذیقنهم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر﴾ قال ابن عباس یعنی بالعذاب الادنی و مصائب الدنیا و اسقامها و آفاتها و ما یحل باهلها مما یبتلی الله به عباده لیتوبوا الیه و روی مثله عن ابی بن کعب و ابی العالیة والحسن و ابراهیم النخعی والضحاک و علقمة و عطیة، و مجاهد و قتادة و عبدالکریم الجزری وخصیف وقال ابن عباس فی روایة عنه یعنی به اقامة الحدود علیهم

ولا تلیت و یضرب بمطارق من حدید ضربة فیصیح صیحة یسمعها من یلیه غیر الثقلین.

(متفق علیہ، مشکوٰۃ ص ۲۵، ابوداؤد ج ۲ ص ۶۵۴، سنن نسائی ج ۱ ص ۲۸۸)

ترجمہ......آنحضرت ﷺ نے فرمایا آدمی کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اسے چھوڑ آتے ہیں اور وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے تو اس کے پاس دو

وقال البراء بن عازب و مجاهد و ابو عبيدة يعنى به عذاب القبر. (تفسیر ابن کثیر ص ۴۶۱ ج ۳)

﴿ولنذيقنهم من العذاب الادنى﴾ وهو المصيبات والقتل والجوع ﴿دون العذاب الاكبر﴾ وهو عذاب النار يعنى . ان لم يتوبوا و يقال العذاب الادنى هو السحر للفاسقين والعذاب الاكبر النار ان لم يتوبوا و يقال. العذاب الادنى عذاب القبر. (تفسیر سمرقندی ص ۳۲ ج ۳)

فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے سوال و جواب کرتے ہیں جو منافق اور کافر ہوتا ہے اسے کہتے ہیں نہ تو نے بات خود سمجھی نہ کسی دوسرے سمجھنے والے کے پیچھے چلا، پھر اسے لوہے کے ہتھوڑوں سے مارتے ہیں اور وہ چیختا ہے ایسی چیخ کہ اسے سب پاس والے سنتے ہیں انسانوں اور جنات کے علاوہ۔

اس حدیث میں ان امور پر نظر رہے۔

ا...... یہ واقعہ کس قبر میں پیش آتا ہے جس میں میت کو اتارا جاتا ہے اور جس سے اس کے ساتھی رخصت ہوتے ہیں اور ان کے جانے کی آواز سنتا ہے۔

۲...... فرشتے اس کے پاس کس قبر میں آتے ہیں؟ جس میں اسے پکارا گیا اور جہاں اسے چھوڑ کر اس کے ساتھی چل دیئے۔ اگر یہ فرشتے سجین میں اس کے پاس آئے ہوں تو اسے اس طرح بیان کیا جاتا۔

۳...... وہ فرشتے اسے بٹھاتے ہیں، یہ اس کا بیٹھنا عالم دنیا کا نہیں، نہ یہاں کے حواس سے اسے دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ عالم برزخ کا معاملہ ہے، جو اسی قبر میں اسی بدن سے پیش آرہا ہے۔ گو یہاں سے جھانکنے والے کو وہاں کچھ بھی ہوتا دکھائی نہ دے۔

۴...... کافر اور منافق کی سزا کو وہی سن سکتے ہیں جو اس قبر کے زیادہ قریب ہوں **یسمعها من یلیه** ...... سو عذاب اسی قبر میں ہو رہا ہے۔ گو یہ اتنی تنگ ہو رہی ہو کہ اس کی پسلیاں اس میں گھس جائیں اور دیکھنے والے کو وہ ویسی ہی دکھائی دے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں

مر النبی ﷺ بقبرین فقال انهما لیعذبان و ما یعذبان فی کبیر اما احدهما فکان لا یستتر من البول و اما الاخر فکان یمشی بالنمیمة ثم اخذ جریدة رطبة فشقها نصفین فغرز فی کل قبر واحد قالوا یا رسول الله لم فعلت هذا قال

لعله یخفف عنهما مالم ییبسا.

(صحیح بخاری ج۱ص۲۵، صحیح مسلم ج۱ص۱۴۱)

ترجمہ۔آنحضرت ﷺ دوقبروں کے پاس سے گزرے،آپ نے بتایا کہ ان دونوں کوعذاب ہورہاہے اوروہ کسی بڑے گناہ پرنہیں،ایک توپیشاب کی چھینٹوں سے بچاؤنہیں کرتاتھااوردوسراچغلی کھانے کارسیاتھا۔

پھرآپ نے کھجورکی ایک ٹہنی لی اوراس کودوحصوں میں کاٹااوراوردونوں ٹکڑے ایک ایک قبرمیں گاڑدیئے۔صحابہؓ نے اس کی وجہ پوچھی توآپ ﷺ نے فرمایا شایدجب تک یہ ٹہنیاں سبزرہیں ان سے عذاب ہلکارہے۔

اس حدیث میں یہ امورپیش نظررہیں۔

۱......یہ حدیث کسی نادرکتاب کی نہیں،حدیث کی اول درجے کی کتابوں میں ہے۔

۲......آنحضرت ﷺ نے ان دوشخصوں کوانہی گڑھوں میں عذاب ہوتے پایاجنہیں ظاہری قبریں کہاجاتاتھا،کسی اورعالم غیب کی خبرنہیں دی،جوان قبروں سے بالکل لاتعلق ہواور وہاں ان کوعذاب ہورہاہو۔

۳......پھرآپ ﷺ نے کھجورکی شاخیں بھی انہی قبروں پررکھیں جنہیں عرف عام میں قبر کہاجاتاہے۔کیاآپ یہ شاخیں مقام تخمین پررکھ رہے تھے؟......یہ اسی نشان قبرکی بات ہے۔

۴......یہ عذاب جوانہیں ہورہاتھاحشرکے بعدنہیں،جسے عذاب آخرت کہتے ہیں،یہ عالم برزخ کی واردات ہے اوراسے ہی عذاب قبرکہتے ہیں۔یہ عذاب اکبرسے پہلے ایک چھوٹا عذاب ہے۔

اس سے ہم دواستدلال کرتے ہیں ایک تویہ کہ حضرت ﷺ نے کشف میں انہی قبروں میں عذاب وثواب دیکھااورانہی قبروں پرٹہنیاں رکھیں نہ کہ تخمین جاکرمعلوم ہواکہ اس قبرمیں عذاب ہے،دوسرااستدلال ہم یہ کرتے ہیں حضرت ﷺ نے سبزٹہنی رکھی،کہ اس کے ذکرسے

میت کو فائدہ پہنچے گا۔ جب ٹہنی کے ذکر سے فائدہ پہنچتا ہے تو دوسروں سے ایصال ثواب سے کیوں فائدہ نہیں پہنچتا۔ اس حدیث مبارکہ سے ایصال ثواب کا مسئلہ بھی واضح ہو رہا ہے۔ اب جتنی احادیث بخاری شریف میں عذاب وثواب قبر کے بارے میں آرہی ہیں قرآن میں ہے ان سب میں اسی قبر میں عذاب وثواب کا ذکر ہے۔

اعتراض

یہ تو حضور ﷺ کا معجزہ تھا۔

جواب

قرآن پاک میں آتا ہے و ان من شیءٍ الا یسبح بحمده کہ ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔

لیکن بعض اوقات بطور خرق عادت ہم اس کو سن بھی لیتے ہیں۔ جیسا کہ بخاری شریف (ح ۸) میں ہے، کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم کھانے کی تسبیح سنتے تھے، جیسے یہاں کرامت کھانے کا تسبیح پڑھنا نہیں بلکہ اس کو سننا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی عذاب وثواب قبر کا سننا معجزہ ہے اس کا ہونا معجزہ نہیں کہ یہ تو امر واقع ہے۔

ہم نے جن پانچ امور کو ثابت کرنا تھا وہ بحمد اللہ ثابت ہو گئے۔

(۱)...... یہ بھی ثابت ہو گیا کہ عذاب قبر ہے۔

(۲)...... یہ بھی ثابت ہو گیا کہ قبر یہی قبر ہے۔

(ح۸). عن عبداللہ بن مسعودؓ ولقد کنا نسمع تسبیح الطعام وھو یؤکل.

(بخاری ص ۵۰۵ ج ۱)

(۳)...... یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جسم سے روح کا تعلق قائم ہو جاتا ہے۔

(۴)...... جسم کو ایک قسم کی قبر میں حیات حاصل ہو جاتی ہے۔

(۵)...... یہ بھی ثابت ہوا کہ عذاب قبر اسی جسم کو ہوتا ہے جس پر موت طاری ہوئی۔

ان امور کو ثابت کرنے کے بعد مسئلہ عذاب قبر مکمل ہو چکا ہے۔ آگے مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام کو بیان کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون

مسئلہ

حیات انبیاء علیہم السلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اما بعد

جیسا کہ پہلے یہ بات عرض کی جا چکی ہے کہ **زبدة المحدثین، سلطان المحققین، رئیس المناظرین، فاتح مذاهب باطله، حامل علوم وهبیه، مناظر اسلام، وکیل احناف، حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی رحمة الله علیه رحمة واسعة فی کل آن و اطال الله فیوضه فی کل مکان و ابقی الله ذکره بالخیر فی کل زمان و اعاذ الله تلامیذه و احباء ه من کل شیطان.** کی رائے گرامی تھی کہ مسئلہ حیات انبیاء علیھم السلام پر اس طرز پر تصنیف ہو، چنانچہ مسئلہ عذاب قبر بتوفیق اللہ تعالیٰ تمام ہو گیا ہے، اب مسئلہ حیات شروع کیا جا رہا ہے۔ ذات علیم و خبیر کے سامنے دست سوال دراز کرتے ہوئے ملتجی ہوں کہ اس کو خیر و عافیت سے تمام کرنے کی توفیق شامل حال فرمائے اور اپنے علوم کے لامحدود خزانوں سے عاجز کو بھی تھوڑا سا حصہ نصیب فرمادے۔ **وما ذلک علی الله بعزیز.**

دعویٰ

سب سے پہلے ہم اپنا دعویٰ ذکر کرتے ہیں کہ تاکہ پتا چلے کہ آنے والے دلائل دعوے کے مطابق ہیں یا نہیں، ہمارا دعویٰ ہے کہ

"نبی اقدس ﷺ پر قرآنی وعدہ کے مطابق موت طاری ہوئی اس کے بعد آپ کو حیات عطا کی گئی، اور اب آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں بلکہ تمام انبیاء

علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں''۔

ہمارے دعوے کا پہلا جزء یعنی موت کا وقوع فریق مخالف کے ہاں بھی مسلّم ہے، دوسرا جزء یعنی موت کے بعد حالت کیا ہے؟ یہ اختلافی ہے، اسی سے بحث ہوگی۔

اس موضوع کو ہم ایک واقعہ سے شروع کرتے ہیں تا کہ آنے والی بات اچھی طرح ذہن نشین ہوتی چلی جائے۔

واقعہ

رئیس المناظرین حضرت اوکاڑویؒ نے بتایا کہ میں ایک مرتبہ مظفر گڑھ بس سٹاپ پر بیٹھا تھا مجھے دیکھ کر دو تین آدمی آئے، اور آ کر کہنے لگے امین آپ ہی کا نام ہے؟ میں نے کہا کہ جی ہاں۔ انہوں نے کہا کہ ہم چھٹیوں میں تبلیغی جماعت کے ساتھ چلہ لگانے گئے تھے، تو ایک مسجد میں ایک مولوی صاحب نے بتایا کہ تبلیغی نصاب ساری شرک سے بھری پڑی ہے، اس میں نبی پاک ﷺ کو قبر میں زندہ لکھا ہے، اور قرآن کہتا ہے کہ وہ فوت ہو چکے ہیں، انک میت وانھم میتون، اس نے یہ آیت ہمیں دکھائی تو ہم بڑے حیران ہوئے کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ کو قرآن کیوں نہیں آتا تھا؟ تو اس پر مولوی صاحب کہنے لگے کہ شیخ الحدیث صاحب ضد میں یہ بات لکھ گئے ہیں، چنانچہ ہم اس وقت سے پریشان تھے کہ اب آپ اچانک نظر آ گئے ہم نے سوچا کہ آپ سے یہ مسئلہ سمجھ لیں۔

اس پر میں نے کہا انک میت وانھم میتون کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے، کیونکہ ہم موت کا انکار نہیں کرتے بلکہ موت کے بعد حیات کے قائل ہیں۔ میں نے کہا کیا آپ اس وقت زندہ بیٹھے ہیں؟ وہ کہنے لگے جی ہاں۔ میں نے کہا اس سے پہلی حالت کو اللہ تعالیٰ نے موت کہا ہے کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا اُس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حیات عطا فرمائی۔ اب اگر اس بعد والی حیات پر میں کنتم امواتا پڑھتا رہوں اور کہوں کہ قرآن کہتا ہے کہ تم سارے مردہ ہو، تو کیا تم میری بات مان لوگے؟ وہ کہنے لگے نہیں۔ میں نے کہا میں کہوں گا کہ تم

قرآن کے منکر ہو، قرآن کہتا ہے کنتم امواتا اور تم کہتے ہو ہم زندہ ہیں۔ وہ کہنے لگے وہ اور زمانہ ہے یہ اور زمانہ ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ وہاں بھی یہی مسئلہ ہے۔ ہم موت کے قائل ہیں کہ آپ ﷺ کو موت آئی، پھر موت کے بعد حیات کے قائل ہیں۔ تو موت کا اور زمانہ ہے اور بعد میں حیات کا اور زمانہ ہے۔ جھگڑا موت کے بارے میں نہیں ہے، بلکہ موت کے بعد قیامت تک کی حالت کے بارے میں ہے جبکہ انک میت وانھم میتون کا تعلق موت کے ساتھ ہے۔ اس کو ہم بھی مانتے ہیں۔ نہ کہ موت کے بعد قیامت تک کی حالت کے ساتھ، جبکہ جھگڑا اس حالت میں ہے، اور میں نے یہ بھی کہا ہے انک میت وانھم میتون یہ وعدہ موت ہے، وقوع موت نہیں۔ جس طرح حضور پاک ﷺ کا وعدہ موت قرآن پاک میں موجود ہے، ہمارا بھی وعدہ موت موجود ہے کل نفس ذائقة الموت لیکن اس وعدہ موت سے کیا ہمارا وقوع موت بھی ہو چکا ہے یا نہیں؟ یقیناً ابھی تک وقوع موت نہیں ہوا۔ وعدہ موت کے ذکر سے وقوع موت ثابت نہیں ہوتا۔ جس طرح ہمارے وعدہ موت سے وقوع موت ثابت نہیں ہوتا۔ تو قرآن پاک میں کوئی بھی آیت مبارکہ ایسی نہیں ہے کہ جس میں نبی اکرم ﷺ کے وقوع موت کا ذکر ہو کہ اللہ پاک نے فرمایا ہو کہ ہمارے نبی پاک ﷺ فوت ہو چکے ہیں۔

عیسائیوں اور یہودیوں کی تردید میں ہم یہی پیش کرتے ہیں کہ موجودہ تورات میں موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا ذکر ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جعلی تورات ہے، چنانچہ آج کل جو ہمیں تورات ملتی ہے اس کے پانچ حصے ہیں پیدائش، خروج، احبار، گنتی، استثناء۔ تو اس کا آخری باب یہاں سے شروع ہوتا ہے

”پس خداوند کے بندہ موسیٰ نے خداوند کے کہے کے موافق وہیں موآب کے ملک میں وفات پائی اور اس کو موآب کی ایک وادی میں بیت فغور کے مقابل دفن کیا گیا۔ پر آج تک کسی آدمی کو اسکی قبر معلوم نہیں۔ اور موسیٰ اپنی وفات کے وقت ایک سو بیس برس کا تھا اور نہ تو اس کی آنکھ دھندلانے پائی اور نہ اس کی طبعی قوت کم ہوئی۔ اور

بنی اسرائیل موسیٰ کے لئے موآب کے میدانوں میں تیس دن تک روتے رہے......اور اس وقت سے اب تک بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ کی مانند جس سے خداوند کے روبرو باتیں کی ہوں کہیں نہیں اٹھا۔" (ملخصا) (استثناء باب ۳۴)

میں نے کہا دیکھئے یہ فقرے صاف بتا رہے ہیں کہ اس تورات کو موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا، یہ اس وقت لکھی گئی ہے جب موسیٰ علیہ السلام کی قبر کا نشان بھی لوگوں کو یاد نہیں رہا تھا۔ تو قرآن کی کتنی واضح صداقت ہے کہ قرآن پاک فرماتا ہے

یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عنداللہ

کہ یہ لوگ کتابیں خود لکھ لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے آئی ہیں۔ تو اب ان کی تورات کے جملے صاف بتلا رہے ہیں کہ یہ تورات وہ تورات نہیں جو موسیٰ علیہ السلام پر اتری ہے۔ اور دوسری حیرانی کی بات یہ ہے کہ اس لکھنے والے کا پتہ ہی نہیں کہ وہ ہندو ہے، عیسائی ہے یا سکھ، کس مذہب کا ہے؟ کہاں رہتا تھا؟ البتہ اتنا پتا چلتا ہے کہ وہ شام کا رہنے والا کوئی شخص ہے۔

۶ ربیع الاول قاسم بیلہ ملتان میں بندہ کا جو مناظرہ مسئلہ حیات النبی ﷺ پر ہوا اس میں مماتی مناظر نے انہیں آیات کو پڑھ کر غلط ترجمہ کیا جب میں نے اس کے غلط ترجمہ کو پکڑا اور میں نے بائبل کا یہ حوالہ پیش کیا تو وہ گھبرا گیا اور پھر اس نے اگلی تقریر میں اس کا ترجمہ تبدیل کر لیا۔

واقعہ

حضرت اوکاڑویؒ نے فرمایا ایک جگہ جب میں گیا تو مجھے انہوں نے بتایا کہ کالج کے تین لڑکے عیسائی ہو گئے ہیں، ان کو کسی نے مشورہ دیا کہ ایک لڑکی انگلش پڑھاتی ہے تم بھی اس سے پڑھ لیا کرو انگلش اچھی ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ گرجا میں جانا شروع ہو گئے۔ جب جاتے وہاں ان کی کتابیں وغیرہ بھی پڑھتے۔ اب انہوں نے ان کے ذہن میں یہ بات ڈالی کہ انجیل پر آپ لوگ ایمان رکھتے ہیں، ہم بھی ایمان رکھتے ہیں، عیسیٰ کو تم بھی نبی مانتے ہو، ہم بھی نبی مانتے ہیں۔ قرآن نے عیسیٰ کو نبی کہا ہے اور انجیل کی تصدیق ہے۔ اس کے بعد ان کے ذہن میں یہ ڈالا کہ انجیل میں

لکھا ہے کہ عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے، تو تمہیں بھی مان لینا چاہئے کہ عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے۔

اب ان طلباء نے مولوی صاحب سے آکر پوچھا تو انہوں نے فرمایا موجودہ انجیل اصلی انجیل نہیں ہے بلکہ جعلی ہے۔ انہوں نے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ انجیل پر ایمان رکھتے ہیں؟ فرمایا جی ہاں۔ تو انہوں نے کہا اصلی انجیل دو کہاں ہے۔ اب مولوی صاحب اصلی انجیل کہاں سے دیتے۔ کیونکہ وہ کسی کے پاس تھی ہی نہیں۔ چنانچہ اسی دھوکے میں وہ تینوں لڑکے عیسائی ہو گئے کہ نہ یہ مولوی اصلی انجیل دیتے ہیں اور نہ اس کو مانتے ہیں۔ اب جب میں وہاں گیا تو کالج کے پرنسپل صاحب نے مجھے کہا کہ آپ عیسائیت کے بارے میں بول لیتے ہیں، ہمارے کالج میں یہ فتنہ بہت پھیل رہا ہے، آپ لڑکوں کو سمجھانے کے لئے میرے ساتھ چلیں۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ لڑکوں کو ملنے چلا گیا۔ ان میں وہ لڑکے بھی آئے ہوئے تھے۔ میں نے ان کو پادری کی طرف بھیج دیا۔ اوران کے ساتھ دو تین بوڑھوں کے کان پر دم کر کے بھیج دیا۔ وہ چلے گئے، اب وہ پادری پھر اپنے گر آزمانے شروع ہوا۔ کہ آپ کا انجیل پر ایمان ہے؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں۔ پادری نے کہا یہ انجیل ہے، باباجی نے کہا یہ تو غلط اور جعلی انجیل ہے۔ پادری نے کہا اصل انجیل لا دو کہاں ہے؟ اس پر شور مچ گیا۔ چنانچہ ایک باباجی آگے بڑھے جن کے کان پر میں نے دم کیا ہوا تھا اس نے کہا پادری صاحب کیا آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان رکھتے ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں باباجی نے کہا ابراہیم علیہ السلام میں ہی ہوں۔ اس نے کہا تو کہاں سے آگیا ہے ابراہیم۔ باباجی نے کہا جہاں سے تمہاری انجیل آئی ہے۔ پادری نے کہا تو جعلی ابراہیم ہے۔ بابا نے کہا پھر اصلی ابراہیم لا دو۔ کیونکہ امین صاحب کہتے ہیں کہ میں نے اصلی ابراہیم کو کہ جن پر عیسائیوں کا ایمان ہے دیکھنا ہے۔ اس کے بعد دوسرے باباجی آگے بڑھے اور پادری سے پوچھا آپ کا موسیٰ علیہ السلام پر ایمان ہے؟ پادری نے کہا جی ہاں۔ بابا نے کہا میں ہی موسیٰ ہوں۔ اس نے کہا تو کہاں سے آگیا ہے موسیٰ؟ بابا نے کہا جہاں سے تمہاری تورات آئی ہے۔ اگر میں جعلی ہوں تو اصلی موسیٰ تم لا دو۔ کیونکہ سارے لوگ کالج میں اصلی موسیٰ کے منتظر بیٹھے ہیں۔ اگر ایمان کے لئے چیز کا ہاتھ

میں ہونا ضروری ہے، پھر تم نبیوں پر ایمان کیوں رکھتے ہو جو تمہارے ہاتھ میں نہیں؟ تو جس طرح تم ان نبیوں پر ایمان رکھ سکتے ہو جو تمہارے ہاتھ میں نہیں ہیں۔ اسی طرح ہم بھی اصلی تورات پر ایمان رکھتے ہیں اگر چہ وہ اسوقت اپنی اصلی حالت پر دنیا میں موجود نہیں ہے۔

دوسرا واقعہ

حضرتؒ نے دوسرا واقعہ بھی سنایا کہ سیدنا امام اعظمؒ کے زمانے میں ایک یہودی کوفہ میں آ گیا۔ اب قادیانیوں اور ان دوسرے باطل مذاہب والوں کا طریقہ ہوتا ہے کہ غریب دکانداروں کو کچھ پیسہ دیتے ہیں تاکہ وہ اپنا کاروبار بڑھا لیں اور پھر وہاں اٹھنا بیٹھنا شروع کر دیتے ہیں۔ کبھی اس کی دکان پر رسالہ رکھ لیا، کبھی بیٹھے بیٹھے اس کے دل میں کوئی وسوسہ ڈال دیا، چنانچہ اس یہودی نے بھی اسی طریقے کو اختیار کیا۔ چنانچہ اس سے پوچھتا ہے کہ اتفاق اچھی چیز ہے یا اختلاف؟ اس نے کہا اتفاق اچھی چیز ہے۔ اس نے کہا موسیٰ کو جانتے ہو؟ مسلمان نے کہا جی ہاں۔ یہودی نے کہا موسیٰ علیہ السلام پر سب کا اتفاق ہے کہ یہودی عیسائی اور مسلمان یہ سب موسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں۔ اور محمد ﷺ کے بارے میں اختلاف ہے۔ نہ یہودی مانتے ہیں نہ عیسائی مانتے ہیں، اور اس وقت اتحاد کی بڑی ضرورت ہے۔ اور اتفاق و اتحاد تبھی قائم ہو سکتا ہے کہ سب لوگ یہودی ہو جائیں۔ اب اس پر کہنے لگا کہ میں تم کو اتحاد کی دعوت دیتا ہوں۔ اور تم بھاگ رہے ہو۔ ایسے موقع پر لوگوں کو علماء اور مدارس یاد آتے ہیں۔ امام صاحب حج پر تشریف لے گئے تھے ایک چھوٹا سا طالب علم کھڑا ہو گیا۔ اس نے مناظرہ کا چیلنج قبول کر لیا۔ لوگوں نے سمجھایا کہ بڑا گھاگ مناظر ہے، تم اس سے کس طرح مناظرہ کرو گے؟ کیا تیرے پاس اس کے سوال کا جواب بھی ہے؟ اس نے کہا ہے لیکن دوں گا وہیں جا کر۔ چنانچہ وہ پہنچ گیا۔

یہودی بیٹھے دیکھ رہے تھے اور ہنس رہے تھے کہ مسلمانوں کے پاس اس سے چھوٹا کوئی مناظر نہ تھا۔ بچے نے کہا میں اگر چہ چھوٹا ہوں لیکن میرا استاد بہت بڑا ہے۔ اور وہ وقت کا امام اعظمؒ ہے، اب یہودی نے کہا کیا تم میرے سوالوں کا جواب دے سکو گے؟ بچے نے کہا اگر جواب

آ گیا تو ٹھیک ورنہ کسی اور کو لے آئیں گے۔ آپ بات تو شروع کریں۔ چنانچہ یہودی نے اپنا داؤ آزمانا شروع کیا کہ اتفاق اچھی چیز ہے، بچے نے کہا جی ہاں۔ یہودی نے کہا اس پر پکے رہو گے۔ بچے نے کہا بالکل پکا رہوں گا، یہودی نے کہا تم بھاگ جاؤ گے۔ بچے نے کہا بالکل نہیں بھاگوں گا۔ یہودی نے کہا موسیٰ علیہ السلام کو جانتے ہو؟ بچے نے کہا کن کو؟ یہودی نے کہا موسیٰ کو، بچے نے کہا، کہاں رہتے تھے وہ؟ یہودی نے کہا تو موسیٰ کو نہیں جانتا؟ بچے نے کہا وہ کون تھے؟ کہاں رہتے تھے؟ پتہ تو چلے پھر میں بتاؤں گا۔ یہودی نے اس پر حیران ہو کر کہا کیا تو مسلمان نہیں؟ بچے نے کہا میں مسلمان ہوں۔ یہودی نے کہا قرآن پاک میں موسیٰ علیہ السلام کا نام ہے۔ اور تو کہتا ہے میں جانتا نہیں۔ اس پر بچے نے کہا اچھا! وہ موسیٰ جن کا ذکر قرآن میں ہے؟ جنہوں نے فرمایا میرے بعد نبی امی آئیں تو ان پر ایمان لے آنا۔ تو اس موسیٰ علیہ السلام کو تو میں بھی مانتا ہوں۔ اور ان کے فرمان پر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا کلمہ بھی پڑھ لیا ہوا ہے۔ تو بھی اگر ان کو مانتا ہے تو جلدی کر محمد رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھ لے۔ اگر نہیں پڑھتا تو پھر تو موسیٰ علیہ السلام کا نافرمان ہے۔ ہاں اگر اس کے علاوہ کسی اور موسیٰ کے بارے میں پوچھ رہے ہو جس نے ہمارے نبی ﷺ کے بارے میں پیشین گوئی نہیں کی، تو اس کو میں نہیں جانتا۔ میں تو اسی موسیٰ پر ایمان رکھتا ہوں جنہوں نے ہمارے نبی ﷺ کے بارے میں پیشین گوئی فرمائی تھی۔

تو بسا اوقات سمجھانے کے لئے ایسا انداز اختیار کرنا پڑتا ہے کہ عام لوگ بھی سمجھ جائیں۔ چنانچہ اسی طرح حضرتؒ نے ان کو سمجھایا کہ ہمارا اور ان کا جھگڑا جو ہے موت کا نہیں، کیونکہ موت تو ایک قطعی چیز ہے کل نفس ذائقة الموت. ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے اور اس ضابطہ سے کوئی مستثنیٰ نہیں، نہ پیغمبر، نہ شہید اور نہ کوئی اور۔ اور جلد ہو یا بدیر ہر ایک پر موت وارد ہو کر رہے گی۔ اور تمام انبیاء علیہم السلام پر یہ گھڑی آ کر رہی، بجز سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے کہ ابھی تک آسمان میں زندہ ہیں۔ اور قیامت کے قریب دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی سفید مینار پر صبح کے وقت نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ پھر چالیس سال تک حکومت کریں گے۔ اس کے بعد

مدینہ طیبہ میں ان کی وفات ہوگی۔ اور آنحضرت ﷺ کے روضہ مبارک میں دفن کئے جائیں گے۔

اور اسی طرح دوسرے مقام پر حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افأن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم (پ۴ آل عمران ۱۵)

لیکن ان آیات میں آنحضرت ﷺ کا وعدہ موت ہے وقوع موت کا تذکرہ ان میں موجود نہیں۔ اسی طرح کسی حدیث مبارکہ میں بھی آنحضرت ﷺ کے وقوع موت کا تذکرہ نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہو کہ میں فوت ہو کر قبر میں دفن ہو چکا ہوں اور اسی طرح قرآن پاک میں یہ بھی نہیں ہے کہ محمد ﷺ فوت ہو کر قبر میں دفن ہو چکے ہیں۔ خلاصہ یہ نکلا کہ قرآن پاک میں آنحضرت ﷺ کا وعدہ موت ہے وقوع موت کا ذکر بالکل نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کے وقوع موت کا ذکر خطبہ صدیق اکبرؓ میں ہے۔

خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حدثنا اسمٰعیل بن عبد اللہ ثنی سلیمن بن بلال عن هشام بن عروة قال اخبرنی عروة بن الزبیر عن عائشة زوج النبی ﷺ ان رسول الله ﷺ مات و ابوبکر بالسخ قال اسمعیل یعنی بالعالیة فقام عمر یقول والله ما مات رسول الله ﷺ قالت وقال عمر والله ما کان یقع فی نفسی الا ذاک لیبعثنه الله فلیقطعن ایدی رجال وارجلهم فجآء ابو بکر فکشف عن رسول الله ﷺ فقبله فقال بأبی انت وامی طبت حیا و میتا والذی نفسی بیده لایذیقک الله الموتتین ابدا ثم خرج فقال ایها الحالف علی رسلک فلما تکلم ابو

بکر جلس عمر فحمد الله ابوبکر و اثنی علیه وقال الا من کان یعبد محمدا فان محمدا ﷺ قد مات و من کان یعبد الله فان الله حی لایموت وقال انک میت وانهم میتون وقال وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیه فلن یضر الله شیئا و سیجزی الله الشاکرین.

(بخاری شریف ص ۵۱۷)

ترجمہ...... حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب فوت ہوئے تو ابو بکر صدیقؓ سخ مقام میں تھے، اسماعیل کہتے ہیں یعنی عالیہ میں تھے، پس حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے، اللہ کی قسم نہیں فوت ہوئے رسول اللہ ﷺ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اور کہا حضرت عمرؓ نے کہ میرے دل میں یہی بات تھی کہ اللہ دوبارہ نبی کریم ﷺ کو لوٹائیں گے اور وہ لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیں گے۔ (یعنی جو حضور ﷺ کی موت کا کہہ رہے ہیں) پس ابو بکر صدیقؓ تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھایا اور آپ کو بوسہ دیا اور فرمایا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کی زندگی بھی پاکیزہ ہے اور موت بھی پاکیزہ، قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی دو موتیں نہیں چکھائے گا۔ پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ نکلے اور فرمایا کہ اے قسم کھانے والے بیٹھ جا، پس جب حضرت ابو بکرؓ نے یہ فرمایا تو حضرت عمرؓ بیٹھ گئے، پس ابو بکر صدیقؓ نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور فرمایا جان لو کہ جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا ہے تو بے شک محمد ﷺ فوت ہو گئے ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا ہے پس بے شک اللہ زندہ ہیں اور نہیں مریں گے، اور یہ آیت پڑھی ﴿ انک میت و انهم میتون ﴾ اور یہ آیت پڑھی ﴿وما محمد الا رسول ......الخ﴾ یعنی آپ بھی فوت ہو جائیں گے اور وہ بھی فوت ہو جائیں گے......اور نہیں ہیں محمد ﷺ مگر رسول تحقیق ان سے پہلے بھی بہت سارے رسول گزرے

ہیں پس اگر وہ فوت ہو جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم کیا پیچھے لوٹ جاؤ گے؟ اور جو پیچھے لوٹ جائے گا پس وہ اللہ کو کسی قسم کا نقصان نہیں دے سکتا، عنقریب اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو جزاء دیں گے۔

اب اس خطبہ صدیقؓ میں حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا ان محمدا قد مات اب زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے صحابہؓ نے اس پر اتفاق کر لیا، لھذا اس پر اجماع ہو گیا۔ اب اگر اس اجماع کے مقابلے میں اجماع ہی پیش کر دیں کہ موت کے بعد آنحضرت ﷺ کی حیات پر بھی اجماع ہے تو دلیل برابر ہو جائے گی۔ اب یہاں پہلے ایک یہ بات بھی سمجھ لیں سیدنا فاروق اعظمؓ نے یہ کیوں فرمایا واللہ ما مات رسول اللہ ﷺ کہ اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ فوت نہیں ہوئے۔ حالانکہ اس سے پہلے حضرت عمرؓ نے کبھی اس شخص کے بارے میں یہ نہیں فرمایا تھا جو فوت ہو چکا ہو کہ یہ فوت نہیں ہوا۔ لیکن حضور ﷺ کے بارے میں فرما رہے تھے کہ فوت نہیں ہوئے کیونکہ فاروق اعظمؓ کی نظر آپ ﷺ کے قلب مبارک کی طرف تھی ان کو قلب میں حیات کے آثار محسوس ہو رہے تھے، تو وہ کیسے آپ ﷺ کی حیات کا انکار کرتے۔ چنانچہ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ نے سمجھا دیا کہ انبیاء علیہم السلام کی موت اسی طرح ہوتی ہے کہ ان کا دل زندہ ہوتا ہے۔ انک میت وانھم میتون کا وعدہ یہی ہے۔ عام لوگوں کی موت اور نبی کی موت میں فرق ہے، جیسے عام لوگوں کی نیند اور نبی کی نیند میں فرق ہے۔

حضرت نانوتویؒ کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جیسے زمین ہے اس پر اندھیرا اس کا ذاتی ہے اور روشنی عرضی ہے۔ روشنی لانی پڑتی ہے لیکن اندھیرا گٹھڑیاں باندھ کر نہیں لانا پڑتا بلکہ خود بخود آ جاتا ہے۔ اسی طرح پانی کی ذاتی صفت برودت ہے اس کا گرم ہونا یہ عرضی ہے۔ جب گرم کرو گے تو گرم ہو گا۔ لیکن جب گرم کر کے رکھ دیا تو اس کو ٹھنڈا کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی بلکہ خود بخود ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اسی طرح حضور پاک ﷺ کی حیات ذاتی ہے، جب موت طاری ہوئی تو حیات کہیں گئی نہیں۔ آپ کی موت ساتر حیات تھی اب موت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کل

نفس ذائقة الموت اورذائقہ تھوڑی چیز کے چکھنے کو کہتے ہیں جیسے آنا، جانا، داخل ہونا، نکلنا یہ افعال کرنے کے بعد ختم ہو جاتے ہیں جیسے آپ کمرے میں داخل ہوئے اب جب آپ بیٹھ گئے تو داخل ہونے کا فعل ختم ہوگیا۔ جب کمرے سے باہر نکلے تو آپ کے جانے کا فعل ختم ہوگیا۔ اسی طرح موت ایک آنی چیز ہے جب وہ اٹھ گئی تو حیات خود بخود ظاہر ہوگئی۔ تو بات چل رہی تھی کہ آپ ﷺ کا وقوع موت خطبہ صدیق اکبرؓ میں مذکور ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس پر اجماع ہے، تو اس کے مقابلے میں موت کے بعد حیات پر اجماع ہے۔ اسی خطبہ صدیق اکبرؓ میں مذکور ہے **فقال بابی انت و امی طبت حیا و میتا والذی نفسی بیده لا یذیقک الله الموتتین ابدا** حضرت صدیق اکبرؓ خود صدیق ہیں وہ بغیر قسم اٹھائے بھی بات کریں تو سچی بات کرتے ہیں، لیکن یہاں قسم اٹھا کر فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی دو موتیں نہیں چکھائیں گے اب ان دو موتوں سے کونسی دو موتیں مراد ہیں؟ اگر پہلی سے مراد آیت **کیف تکفرون باالله وکنتم امواتاً** والی موت ہے وہ تو دونوں آچکی ہیں۔ کہ آپ پہلے بھی دنیا میں نہیں تھے، ایک موت تو وہ ہوگئی۔ اب بھی یہ ایک موت آگئی۔ تو یہ دونوں موتیں واقع ہوگئیں۔ حالانکہ صدیق اکبرؓ قسم اٹھا کر فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتیں نہیں چکھائے گا۔ پس معلوم ہوا **امواتا** والی موت مراد نہیں ہے۔ پھر کونسی دو موتیں مراد ہیں۔

احادیث میں مذکور ہے کہ اس موت کے بعد سوال وجواب کے لئے قبر میں روح ڈال دی جاتی ہے۔ اس کے بعد نیک آدمی کو کہا جاتا ہے۔ ایسے سو جا جیسے دلھن سو جاتی ہے۔ تو نیند میں بھی روح نکل جاتی ہے۔

تعلق روح کا نینداور بیداری میں فرق

نیند میں روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہوتا ہے تلبس نہیں ہوتا۔ جبکہ بیداری میں روح کا تلبس ہوتا ہے یعنی ایک ایک ذرے میں روح موجود ہوتی ہے تو نیند میں تعلق روح ہے، تلبس روح نہیں۔ پھر چونکہ نیند میں بھی روح نکل جاتی ہے اسی لئے اس کو موت کی بہن کہا جاتا ہے۔

کیونکہ موت نام ہے روح کے نکلنے کا۔

اب جب انبیاء علیہم السلام کی روح موت کے وقت نکلی پھر جب سوال وجواب کے وقت لوٹائی گئی تو اب اس کو دوبارہ نہیں نکالا جاتا۔ پس اگر وہ نکلتی تو یہ دوسری موت ہوتی۔ چونکہ آنحضرت ﷺ کی روح دوبارہ نہیں نکلی، اس لئے دوسری موت واقع نہیں ہوئی بلکہ حیات ہی باقی ہے۔ پس یہی مراد ہے سیدنا صدیق اکبرؓ کے قول **لا یذیقک اللہ الموتتین ابدا** کافروں کے بارے میں اللہ جل شانہ کا ارشاد مبارک۔ ہے کہ وہ جب قیامت کے دن اٹھیں گے تو کہیں گے **من بعثنا من مرقدنا** کہ کس نے ہمیں ہماری خواب گاہ سے اٹھایا؟ تو یہ کافر خواب گاہ کا ذکر کر رہے ہیں گویا کہ ان پر بھی نیند کی حالت ہے اور نیند ہوتی ہے تعلق روح سے، نہ کہ تلبس روح سے۔ اس لئے باقی لوگوں کو عذاب وثواب تعلق روح سے ہوتا ہے، تو اب یہ جو دوسری مرتبہ روح نکالی جاتی ہے یہ انبیاء علیہم السلام کی نہیں نکالی جاتی۔ اسی لئے اس حدیث کے تحت بخاری شریف کے حاشیہ میں لکھا ہے

تمسک بھذا من انکر الحیات فی القبر واجیب عن اھل السنۃ المثبتین لذالک ان المراد نفی الموت اللازم الذی یثبت البتہ عمر بقولہ ولیبعثنہ اللہ ...... الخ. والاحسن ان یقال ان حیاتہ ﷺ لا یتعقبھا موت بل یستمر حیا والانبیاء احیاء فی قبورھم.

ترجمہ......دلیل پکڑی اس کے ساتھ ان لوگوں نے جنہوں نے حیات فی القبر کا انکار کیا اور اہل سنت وجماعت جو حیات فی القبر کو ثابت کرتے ہیں کی طرف سے جواب دیا گیا کہ مراد موت لازم کی نفی ہے اور بہتر یہ ہے کہ یہ کہا جائے گا کہ آپ ﷺ کی حیات کے بعد موت نہیں بلکہ حیات ہی کو استمرار حاصل ہے۔ **والانبیاء احیاء فی قبورھم.** اب دیکھیں اس حاشیہ سے معلوم ہوا کہ جو حیات فی القبر کا انکار کرتے ہیں وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں، کیونکہ

عدم حیات فی القبر پر استدلال غیر اہل سنت و نے کیا۔ پس اہل سنت والجماعت کی طرف سے جواب دیا گیا ہے اب اہل سنت والجماعت جو حیات کے قائل ہیں انہوں نے دو جواب دیئے ہیں۔

جواب نمبرا...... ان المراد نفی الموت اللازم الذی اثبته عمر. کہ ایسی موت جس کے بعد کسی قسم کی حیات نہیں ہوگی اس کا انکار کیا گیا ہے۔

جواب نمبر۲...... والاحسن ان یقال ان حیاته ﷺ لا یتعقبها موت بل یستمر حیا کہ جب دوبارہ قبر میں روح لوٹائی جائے گی تو پھر موت نہیں آئے گی بلکہ اسی حیات کو استمرار ہوگا۔

الانبیاء احیاء فی قبورھم آگے ف جو ہے یہ فتح الباری کی ہے، یہ صرف فتح الباری ہی میں نہیں عینی میں بھی یہی لکھا ہے اور اسی طرح تیسیر القاری مصنفہ شیخ نور الحق بن عبد الحق دہلوی اور مدارج النبوۃ مصنفہ شیخ عبد الحق دہلوی میں بھی مذکور ہے۔ چنانچہ شیخ نور الحقؒ لکھتے ہیں کہ

وقول مختار و مقرر جمہور ایں است کہ انبیاء بعد از اقت موت زندہ اند بحیات دنیوی۔ (تیسیر القاری ص۲۶۲ ج۳)

ترجمہ...... قول مختار اور جمہور کا مذہب یہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام موت کا ذائقہ چکھنے کے بعد زندہ ہیں حیات دنیوی کے ساتھ۔

نیز لکھتے ہیں،

وسوگند کسی کہ نفس من در دست قدرت اوست نمی چشاند ترا خدا دو موت دائما یعنی بعد ازیں موت بحیات ابدی زندہ خواہی بود از آں کہ وی رضی اللہ عنہ دانستہ بود کہ انبیاء در عالم برزخ زندہ اند بخلاف سایر مسلمانان کہ در وقت سوال منکر نکیر زندہ میکند آنہارا و بازمی میرانند۔

(تیسیر القاری شرح صحیح البخاری ص۴۲۵ ج۳)

ترجمہ...... قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتیں دائمی نہیں چکھائے گا۔ یعنی اس موت کے بعد ابدی حیات کے ساتھ آپ زندہ ہوں گے اسی وجہ سے آپؐ جانتے تھے کہ انبیاء علیہم السلام برزخ کے اندر زندہ ہیں بخلاف باقی مسلمانوں کے کہ وہ منکر نکیر کے سوال و جواب کے وقت زندہ کیے جائیں گے اور پھر وفات دے دی جائے گی۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ عام لوگوں پر موت کی جو کیفیت طاری ہوگی سوال و جواب کے بعد یہ من کل الوجوہ حیات کے منافی نہیں ہوگی۔ بلکہ نوعاً من الحیاۃ بھی اس شخص میں ہوگی جس سے عذاب وثواب قبر کا احساس ہوگا جیسا کہ عذاب قبر کے باب میں دلائل گزر چکے ہیں، باقی رہی یہ بات کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک چیز پر موت بھی طاری ہو اور حیات بھی۔ تو جواب یہ ہے کہ موت کی بھی کئی انواع ہیں اور حیات کی بھی۔ موت کی بعض انواع حیات کی بعض انواع کے ساتھ جمع ہوسکتی ہیں۔ نیند کی حالت کو موت کہا گیا ہے، حالانکہ نیند کی حالت میں حیات بھی ہوتی ہے۔

محدث دہلویؒ نے بھی یہی بات لکھی ہے حتیٰ کہ ۱۹۶۴ء کے تعلیم القرآن میں بھی یہ بات لکھی ہے کہ خطبہ صدیقؓ سے حیات فی القبر ثابت ہو رہی ہے۔ تعلیم القرآن اگر نہ ملے تو قہر حق نامی کتاب میں اس کا فوٹوسٹیٹ دے دیا گیا ہے، شارحین نے خطبہ صدیقؓ میں یہ بات لکھی ہے کہ خطبہ صدیقؓ میں حیات فی القبر کا ذکر موجود ہے۔ (ح ۱)

(ح ۱)۔ ایک حوالہ تو اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ خطبہ صدیق اکبرؓ بخاری شریف ص ۵۱۷ ج ۱ میں یہ بات موجود ہے کہ لا یذیقک اللہ الموتتین ابدا۔ اسی طرح بخاری شریف ج ۲ ص ۶۴۰ میں جو خطبہ صدیق اکبر مذکور ہے اس میں ہے اما الموتۃ التی کتبت علیک فقد متھا۔ بہرحال وہ موت جس کا آپ پر فیصلہ کیا گیا وہ تو آپ پر آگئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ عوام پر جو دو موتیں آتی ہیں نبی پاک ﷺ پر دوسری

اب ان عبارات سے معلوم ہوا کہ سیدنا صدیق اکبرؓ نے آیت انک میت و انھم

موت نہیں آئے گی۔

ایک موت جو سب پر آنی ہے کل نفس ذائقة الموت اور انک میت و انهم میتون افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ان آیات میں وقوع موت کا ذکر نہیں بلکہ امکان موت اور موت کے آئندہ آنے کا ذکر ہے۔ موت کے وقوع کا ذکر نہیں ہے۔ موت کا وقوع فان محمداً قد مات سے معلوم ہوا اوران آیات قرآنیہ کو اسی موت کا مصداق قرار دیا وفات فی القبر سے اس کا تعلق نہیں۔ چنانچہ جب ایک مرتبہ وفات ہو گئی تو یہ تمام وعدے پورے ہو گئے جو مذکورہ آیات میں مذکور ہیں اب قبر میں عام لوگوں پر جو موت طاری ہونی ہے ان آیات کا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کہ کہا جا سکے کہ آیات تو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قبروں میں سب پر موت طاری ہوگی پھر انبیاء علیہم السلام کے لئے حیات کس طرح ثابت ہے؟ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے حدیث ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء میں پہلے موت کا ذکر ہے پھر حیات بعد الموت کا۔

علامہ عینی حنفیؒ فرماتے ہیں۔

اراد بالموتین الموت فی الدنیا والموت فی القبر وهما الموتتان المعروفتان المشهورتان فلذالک ذکرهما بالتعریف وهما الموتتان الواقعتان لکل احد غیر الانبیاء علیهم السلام فانهم لا یموتون فی قبورهم بل هم أحیاء واما سائر الخلق فانهم یموتون فی القبور ثم یحیون یوم القیامة ومذهب اهل السنة والجماعة ان فی القبر حیاتاً و موتا فلا بد لذوق الموتین لکل احد غیر الانبیاء

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۶۰۰)

میتـــــون پڑھی۔ لیکن اس کے بعد آپ کے خطبے میں حیات کا اقرار بھی موجود ہے۔ پتہ چلا کہ

ترجمہ۔ ارادہ کیا دونوں موتوں کے ساتھ دنیا میں موت کا اور قبر میں موت کا اور یہ دونوں موتیں مشہور و معروف ہیں اس لئے ان کو معرفہ ذکر کیا اور یہ دونوں موتیں انبیاء کے علاوہ ہر ایک کے لئے واقع ہوں گی۔ (نہ کہ انبیاء کے لئے) اس لئے کہ انبیاء اپنی قبروں میں وفات نہیں پاتے بلکہ وہ زندہ ہیں اور بہر حال باقی مخلوق بے شک وہ قبروں میں مریں گے پھر قیامت کے دن زندہ کئے جائیں گے۔ اور اہل سنت و الجماعت کا مذہب ہے کہ قبر میں حیات بھی ہے اور موت بھی پس انبیاء کے علاوہ ہر ایک کے لئے دونوں موتوں کا چکھنا ضروری ہے۔

اس عبارت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ صدیق اکبر میں جس موت کی نفی کی گئی وہ موت فی القبر ہے۔ کہ انبیاء کے علاوہ دوسرے لوگوں کو قبر میں جب سوال و جواب کے لئے روح لوٹائی جائے گی۔ اس کے بعد موت طاری ہو جائے گی۔ لیکن انبیاء پر یہ موت طاری نہیں ہوتی بلکہ یہی حیات باقی رہتی ہے۔ اسی طرح علامہ ابن حجر فرماتے ہیں۔ واحسن من ھذا الجواب۔ اور بہترین جواب یہ ہے کہ۔

ان یقال ان حیاته فی القبر لا یعقب لها موت بل یستمر حیا والانبیاء احیاء فی قبورهم و لعل هذا هو الحکمة فی تعریف الموتین حیث قال لا یذیقک الله الموتین ای المعروفین المشهورین الواقعین لکل احد غیر الانبیاء.

(فتح الباری ج ۷ ص ۳۴)

ترجمہ۔ اور بہترین جواب یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ آپ ﷺ کی حیات ہے اس کے بعد موت نہیں آئے گی بلکہ حیات ہی مستمر رہے گی اور انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور شاید موتین کو معرفہ لانے میں یہی حکمت ہے۔ جب کہا **لا یـــذیـــقک الله الموتین** یعنی معروف اور مشہور موتیں جو واقع ہونے والی ہیں انبیاء کے علاوہ ہر ایک

انک میت وانھم میتون اسی طرح ماننی چاہئے، جس طرح سیدنا صدیق اکبرؓ نے مانی وما

کے لئے۔

اسی طرح علامہ کرمانی اپنی شرح بخاری میں فرماتے ہیں۔

فان قلت مذهب اهل السنة ان فی القبر حياة و موتا فلا بد من ذوق الموتتين قلت المراد به نفی الموت اللازم من الذی اثبته عمر ليبعثه الله فی الدنيا لقطع ايدی القائلين بموته فليس فيه نفی موت عالم البرزخ و مر فی اول کتاب الجنائز و يحتمل ان يراد ان حياتک فی القبر لا يعقبها موت فلا تذوق مشقة الموت مرتين بخلاف سائر الخلق فانهم يموتون فی القبر ثم يحيون يوم القيامة. والله اعلم.

ترجمہ۔ اگر تو کہے کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ قبر میں حیات بھی ہے اور موت بھی پس دو موتوں کا ذائقہ چکھنا ضروری ہوا۔ میں کہوں گا کہ مراد اس سے اس موت لازم کی نفی ہے جسے حضرت عمر اپنے قول لیبعثہ اللہ فی الدنیا لقطع ایدی القائلین بموتہ سے ثابت کررہے ہیں۔ پس اس میں عالم برزخ کی موت کی نفی نہیں ہے۔ اور کتاب الجنائز کے شروع میں گزر چکا ہے کہ احتمال ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ آپ ﷺ کی قبر میں جو حیات ہے اس کے بعد موت نہیں آئے گی پس آپ موت کی مشقت دو مرتبہ نہیں چکھیں گے بخلاف باقی مخلوق کے کہ وہ قبروں میں مرجائیں گے پھر قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے۔ (شرح کرمانی ج ۱۴ ص ۲۱۰)

امام شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد الشافعی القسطلانی المتوفی ۹۲۳ھ اسی کے تحت فرماتے ہیں۔

فاشار الی انه اکرم علی الله من ان يجمع عليه موتتين کما

محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افأن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم یہ آیت مبارکہ بھی سیدنا صدیق اکبرؓ نے تلاوت فرمائی، لیکن ساتھ ہی بعد والی آیات کا

جمعهما علی غیره کالذی مر علی قریة او انه یحیٰ فی قبره ثم لا یموت.

ترجمہ۔ پس اشارہ کیا اس بات کی طرف کہ آپ اللہ کے ہاں معزز ہیں اس بات سے کہ آپ پر دو موتیں جمع کی جائیں جیسا کہ ان کو جمع کیا ان کے غیر پر مثل اس شخص کے جو بستی پر سے گزرا یا یہ ہے کہ آپ قبر میں زندہ کئے جائیں گے پھر موت نہیں آئے گی۔

(ارشاد الساری ج ۸ ص ۱۵۹)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی بھی اس حدیث کی شرح اسی طرح کرتے ہیں

مراد آنست کہ نمی میرد بموت دیگر در قبر ہمچو دیگراں کہ زندہ گردانیدہ میشود برائے سوال باز میرانیدہ می شود و ظاہر آنست کہ موت دیگر نیست بروئے و بعد از جریان سنت الٰہی بر اذاقت موت و زندہ گردانیدہ بعد از اں حیات باقی و مستمر خواہد بود و ممات بر آن طاری نخواہد شد پس ایں سخن اشارہ است بحیات آنحضرت ﷺ۔

(مدارج النبوۃ ص ۸۹۰ ج ۱)

ترجمہ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی مراد اس کلمہ سے یہ تھی کہ دوسرے لوگوں کی طرح آپ ﷺ قبر منور میں دوسری موت کا ذائقہ بالکل نہ چکھیں گے دوسرے عام لوگوں کو قبر میں سوال و جواب کے لئے زندہ کیا جاتا ہے اور پھر ان پر دوبارہ ورود موت ہوتا ہے آنحضرت ﷺ پر یہ دوسری موت کبھی نہ آئے گی۔ ایک دفعہ لذت وفات چکھنے اور پھر زندہ ہونے کے بعد آپ ﷺ حیات دائمی سے زندہ ہیں آپ ﷺ پر پھر کبھی طریان موت نہ ہوگا اس ارشاد عالی میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اشارہ مسئلہ حیات النبی ﷺ کی طرف ہی تھا۔

بھی اقرار فرمایا ہے۔ہم اس آیت کو اسی طرح مانتے ہیں جس طرح سیدنا صدیق اکبرؓ نے پڑھا اور اسی پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع ہوا۔تو خطبہ صدیق اکبرؓ سے دو اجماع معلوم ہوئے۔ایک اس بات کا کہ وقوع موت ہو گیا۔اور یہ دونوں وعدے افأن مات او قتل انقلبتم اور انک میت و انھم میتون پورے ہو گئے۔اور پھر ساتھ ہی یہ بھی ذکر فرما دیا قبر میں آپ ﷺ کی روح لوٹانے کے بعد نکالی نہیں جائے گی۔لا یذیقک اللہ الموتین ابدا. اب اس پر کسی صحابی نے انکار نہیں فرمایا۔تو جس طرح آپ ﷺ کی موت پر اجماع ہوا(ح ۲) اسی طرح آپ ﷺ کی موت کے بعد حیات پر بھی اجماع ہوا۔

اجماع پر دوسری دلیل

دو سو کے قریب کتب کے مصنف محدث، مؤرخ، اصولی علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں

"ونحن نؤمن و نصدق بانہ ﷺ حی یرزق فی قبرہ و ان جسدہ الشریف لا تأکلہ الارض والاجماع علی ھذا.

(القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع ص ۱۷۲)

(ح ۲)۔اجماع صحابہ سے معلوم ہوا کہ صحابہ کا اجماع اس پر ہوا کہ آیت قرآنیہ انک میت و انھم میتون اور کل نفس ذائقۃ الموت اور افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم جس موت کے بارے میں ہے جو آ چکی اور دوسری موت آپ ﷺ کو نہیں آئے گی۔

وقد روی عن ابی بکر الصدیقؓ قال لا ینبغی رفع الصوت علی نبی حیا ولا میتا

حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا نبی ﷺ پر آواز کو بلند کرنا مناسب نہیں خواہ آپ زندہ ہوں یا وفات کی حالت میں۔

ترجمہ......ہم ایمان رکھتے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ زندہ ہیں اپنی قبر میں رزق دیئے جاتے ہیں اور آپ کے جسد شریف کو زمین نے نہیں کھایا اور اس پر اجماع ہے۔

اجماع پر تیسری دلیل

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں۔

''بباید حیات انبیاء متفق علیہ است وہیچ کس را در وے خلاف نیست''۔

(اشعۃ اللمعات)

ترجمہ......جاننا چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات متفق علیہ ہے، کسی کو اس میں اختلاف نہیں۔

اجماع پر چوتھی دلیل

مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ لکھتے ہیں۔

''تمام اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اور نماز اور عبادت میں مشغول ہیں۔

(سیرت المصطفیٰ ص ۲۴۹ ج ۳)

اجماع پر پانچویں دلیل

مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ لکھتے ہیں۔

''اس بات کو خوب یاد کر لینا ضروری ہے کہ عقیدہ سب کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔''

(براہین قاطعہ ص ۱۹۹)

اجماع پر چھٹی دلیل

قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ لکھتے ہیں

''مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں''۔

(فتاویٰ رشیدیہ)

سماع حیات کے بغیر نہیں ہوتا، معلوم ہوا کہ حیات میں بھی کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

اجماع پر ساتویں دلیل

حضرت مدنیؒ لکھتے ہیں

''حضرت مولانا نانوتویؒ قدس سرہ العزیز نے ایک بہت ضخیم کتاب تحریر فرمائی ہے، جو کہ مشہور بین العالم ہے، اس میں کس زور وشور سے حیات نبوی کا اثبات کیا ہے اور مذہب اہل سنت والجماعت اور فضائل نبوت میں کس درجہ اور قوت کے دلائل درج فرمائے ہیں''

(رجوم المذنبین ص ۴۸)

اس سے بھی معلوم ہوا تمام اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے۔

اجماع پر آٹھویں دلیل

فقیہ الامت مفتی مہدی حسنؒ مفتی دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں۔

''اہل سنت والا لجماعت متفق ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں حیات ہیں''۔

مفتی مہدی حسنؒ کا یہ تفصیلی فتویٰ اکثر فتاویٰ کی کتب میں مل جاتا ہے۔

اجماع پر نویں دلیل

شمس الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ لکھتے ہیں

''انبیاء کرام کا ابدان دنیوی کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا اہل

سنت والجماعت کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے''۔

(مقام حیات ص ۶۹۷)

اجماع پر دسویں دلیل

استاذ الاساتذہ مولانا نصیر الدین غورغشتیؒ خلیفہ اعظم حضرت مولانا حسین علی واں بھچرویؒ لکھتے ہیں

''میں اس مسئلہ کو حق اور صحیح سمجھتا ہوں، احادیث شریف، فقہاء عظام، سلف صالحین سے بھی اس مسئلہ کی حقانیت اور صحت ثابت ہے، میں نے مولانا حسین علیؒ سے اس مسئلہ میں کبھی اختلاف نہیں سنا، اور نہ ہی کبھی میں نے ان سے یہ پوچھا تھا، یہ تو ایک اہل سنت والجماعت کا متفقہ حق مسئلہ ہے۔''

(مقام حیات ص ۶۹۷)

اجماع پر گیارھویں دلیل

شیخ الحدیث والفقہ علامہ عبدالغنی صاحب

''الحاصل حیات انبیاء فی القبور کا عقیدہ ایک اجماعی عقیدہ ہے، اس کا انکار اجماع کا انکار ہے، اور سخت بدعت اعتقادی کا ارتکاب ہے''۔

(مقام حیات ص ۶۹۹)

اجماع پر بارھویں دلیل

دارالعلوم دیوبند کا متفقہ فتویٰ اس میں بھی اس کی تصریح ہے

''تمام اہل سنت والجماعت کا قرآن وحدیث کی روشنی میں اجماعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام قبروں میں اجساد عنصریہ کے ساتھ حیات ہیں اور یہ حیات برزخی حیات دنیوی سے کم نہیں''۔

(مقام حیات ص ۷۱۱)

اعتراض

ادھر آپ کہتے ہیں کہ تمام لوگوں کو قبروں میں حیات حاصل ہوتی ہے جس سے عذاب و ثواب قبر کا ادراک ہوتا ہے۔ یہاں آپ کہہ رہے ہیں کہ قبر میں انبیاء علیہم السلام کی حیات کے بعد موت نہیں آئے گی، عامۃ الناس کو آجائے گی۔

جواب۔

عامۃ الناس کو بھی قبور میں اسقدر نوعا من الحیاۃ حاصل ہوگی جس سے عذاب وثواب قبر کا ادراک ہو سکے، لیکن یہ حیات موت کے منافی نہیں ہے۔ موت اور حیات دونوں جمع ہو سکتی ہیں چنانچہ ابن عبدالھادی حنبلی الصارم المنکی میں فرماتے ہیں

والحیات جنس تحته انواع و کذالک الموت فالبات بعض انواع الموت لاینافی الحیوٰۃ.

ترجمہ...... اور حیات ایک جنس ہے جس کے تحت مختلف انواع ہیں اسی طرح موت بھی پس موت کی بعض انواع حیات کے منافی نہیں۔

(الصارم المنکی ص ۲۹۴)

فرماتے ہیں۔

ان ھذہ الاعادۃ لیست مستلزمة لا ثبات حیاۃ مزیلة لا سم الموت بل ھی نوع حیاۃ برزخیة.

ترجمہ...... بے شک یہ اعادہ نہیں ہے مستلزم ایسی حیات کے اثبات کو جو اسم موت کو زائل کرنے والی ہو بلکہ یہ حیات برزخیہ کی ایک نوع ہے۔

اور پھر اس اجماع کو تلقی بالقبول بھی حاصل ہے۔ چنانچہ آپ علیہ السلام کی وفات کے

تین دن بعد واقعہ ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں

روی عن علی انه بعد دفنه ﷺ جاء اعرابی وقال یا رسول الله جئتک لتستغفرلی الی ربی فنودی من القبر الشریف قد غفرلک و آتت صفیة عمة النبی ﷺ بعد وفاته (فقالت) الا یا رسول الله ﷺ انت رجائیا و کنت بنابرا ولم تک جافیا و سمع الصحابة.

(تحریرات حدیث ص۲۵۶، معارف القرآن ج۲ص۴۵۸، ۴۵۹، تسکین الصدور ص۳۷۶)

ترجمہ...... حضرت علیؓ سے روایت کی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دفن کئے جانے کے بعد ایک اعرابی آیا پس کہا اس نے یارسول اللہ ﷺ میں آپ کے پاس آیا ہوں آپ میرے رب سے میرے لئے مغفرت مانگیں۔ پس قبر مبارک سے آواز آئی کہ تیری بخشش ہوگئی۔ آنحضرت ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ آپ کی وفات کے بعد آئیں اور اس نے یہ شعر پڑھا۔ خبردار اے رسول اللہ ﷺ آپ میری امید ہیں اور ہم پر مہربان تھے۔ صحابہ کرامؓ نے سنا کسی ایک نے بھی انکار نہ کیا۔

نیز اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں موطا امام محمد میں مذکور ہے۔

عن نافع عن ابن عمر انه کا ن یاتی القبر فیسلم علی النبی ﷺ و علی ابی بکر و عمر حضرت عبداللہ قبر مبارک پر آتے پس آپ علیہ السلام پر درود پڑھتے اور ابوبکر عمر رضی اللہ عنہما پر اور یہ بھی فرماتے **السلام علیک یا رسول الله السلام علیک یا**

ابا بکر السلام علیک یا ابتاہ. (ح۳)

(ح۳)۔ مصنف عبدالرزاق میں یہ حدیث اس سند سے مروی ہے

عبدالرزاق عن معمر عن ایوب عن نافع قال کان ابن عمر اذا قدم من سفر اتی قبر النبیﷺ فقال السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا ابا بکر السلام علیک یا ابتاہ.

اسی طرح التعلیق المجد ص ۳۹۶ حاشیہ نمبر ۶ پر مذکور ہے

وعن نافع کان ابن عمر یسلم علی القبر و رأیتُہ مائۃ مرۃ او اکثر یأتی و یقول السلام علی النبی السلام علی ابی بکر السلام علی ابی.

حضرت نافع سے منقول ہے کہ ابن عمرؓ روضہ اقدس پر سلام عرض کرتے اور میں نے ان کو سو یا سو سے زائد مرتبہ دیکھا کہ آتے تھے اور پڑھتے تھے السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا ابا بکر السلام علیک یا ابی.

علامہ سبکیؒ نے شفاء السقام میں بھی اس واقعے کو اس سند سے نقل فرمایا ہے

وروی عن ابن عون قال سأل رجل نافعاً ھل کان ابن عمر یسلم علی القبر قال نعم لقد رأیتُہ مائۃ مرۃ او اکثر من مائۃ مرۃ کان یأتی القبر فیقوم عندہ فیقول السلام علی النبی السلام علی ابی بکر السلام علی ابی.

ترجمہ۔ ابی عون سے روایت کیا گیا ہے انہوں نے فرمایا کہ ایک آدمی نے حضرت نافع سے سوال کیا کہ کیا ابن عمر قبر پر سلام پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ہاں میں نے ابن عمرؓ کو سو یا سو سے زائد مرتبہ دیکھا کہ وہ روضہ پاک پر آتے اور اس کے قریب کھڑے ہو جاتے اور کہتے السلام علی النبی السلام علی ابی بکر السلام علی ابی

اسی طرح ۱۸ھ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ کا واقعہ ہے۔ حضرت مالک الدارؓ (جو حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام ہیں، جنکو صحبت نبوی کا شرف بھی حاصل ہے اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے روایت کرنے میں معروف ہیں) فرماتے ہیں حضرت عمرؓ کے زمانے میں لوگ قحط میں مبتلا ہوئے پس ایک آدمی (حضرت بلال بن الحارث المزنیؓ صحابی) روضہ اقدس پر حاضر ہوے اور عرض کیا حضرت ﷺ اپنی امت کے لئے بارش طلب فرماویں کیونکہ وہ ہلاک ہو چلی ہے۔ تو آنحضرت ﷺ نے اس کو خواب میں مشرف فرمایا اور فرمایا عمرؓ کے پاس جاؤ اور اس کو میرا سلام دو اور عمرؓ کو خبر دے دو کہ ان پر بارش نازل کی جائے گی۔ اور عمرؓ سے کہہ دے کہ وہ دانائی پر قائم رہے۔ پس وہ شخص حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور خبر دی تو حضرت عمرؓ رو پڑے پھر فرمایا اے میرے رب میں نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ مگر جس امر سے میں عاجز ہو گیا۔

شفاء السقام ص ۱۷۴، البدایہ والنھایہ ج ۷ ص ۷۱ پر ہے کہ حضرت عمرؓ باہر نکلے اور لوگوں کو نماز استسقاء کے لئے جمع ہونے کا حکم فرمایا۔ نیز تاریخ طبری ج ۴ ص ۹۹ پر ہے کہ جب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا فان بلال بن الحارث یزعم ذیۃ و ذیۃ (ح ۴)۔

اور ایک روایت میں ہے رأیتہ فی الیوم مائۃ مرۃ او اکثر (قالہ نافع)
(منتھی المقال ص ۷۳ للمفتی صدر الدین راجع جذب القلوب ص ۲۰۰ ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۳۸، زبدۃ المناسک للگنگوہی ص ۹۰،)

ترجمہ۔ ان کو نافع نے فرمایا میں نے عبداللہ بن عمر کو ایک دن میں سو یا سو سے زائد مرتبہ (نبی علیہ السلام کے روضہ اقدس پر درود پڑھتے) دیکھا ہے۔

(ح ۴)۔ اس حدیث پر جو اعتراض ہوتا ہے اسے آگے وسیلہ کی بحث میں ذکر کر دیا جائے گا۔ نیز اس حدیث کی ابن ابی شیبہ کی سند یہ ہے ابن ابی شیبہ، ابو معاویہ، اعمش ابو صالح، مالک الدار۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں اسنادہ صحیح (فتح الباری ص ۱۴۸ ج ۳) امام ابو بکر بن ابی شیبہ یہ امام بخاری کے استاد ہیں امام بخاری نے صحیح بخاری میں

(ھذا اسناد صحیح البدایہ والنھایہ ج ۷ ص ۹۲)

امام رازی تفسیر سورۃ کہف کے شروع میں فرماتے ہیں

نمبر ۱. باب لا یرد السلام فی الصلوٰۃ

نمبر ۲. باب اذا افطر فی رمضان ثم طلعت الشمس

نمبر ۳. باب الاعتکاف فی العشر الاوسط من رمضان

نمبر ۴. باب الدعاء علی المشرکین بالهزیمة والزلزلة

نمبر ۵. باب موت النجاشی

نمبر ۶. باب عدة اصحاب بدر

نمبر ۷. باب مرجع النبی ﷺ من الاحزاب و مخرجه الی بنی قریظة و محاصرته ایاه

نمبر ۸. باب ذهاب جریر الی الیمن

نمبر ۹. باب مرض النبی ﷺ ووفاته

نمبر ۱۰. باب قول الله و رأیت الناس یدخلون فی دین الله افواجاً

نمبر ۱۱. باب الباذق ومن نهیٰ عن کل مسکر

نمبر ۱۲. باب نهی تمنی المریض الموت

نمبر ۱۳. باب الحبة السوداء

نمبر ۱۴. باب مسح الراقی فی الوجع بیده الیمنیٰ

نمبر ۱۵. باب فضل الفقر

نمبر ۱۶. باب اذا همت الطائفتان

میں ان سے روایات لی ہیں۔ ابو معاویہ، اعمش اور ابو صالح تینوں ایک ہی سند میں سورۃ نباء کی تفسیر میں بخاری شریف میں مذکور ہیں اور مالک الدار تو خود صحابی ہیں۔

اما ابو بکر فمن کرامته لما حمل جنازته الی باب قبر النبی ﷺ و نودی السلام علیک یا رسول اللہ ھذا ابو بکر بالباب فاذا الباب قد انفتح فاذا بھاتف یھتف من القبر ادخلوا الحبیب الی الحبیب.

بہر حال ابو بکر صدیقؓ کی کرامت سے ہے کہ جب ان کا جنازہ نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کے دروازہ پر لایا گیا اور ندا دی گئی کہ اے اللہ کے رسول آپ پر سلام ہو یہ ابو بکرؓ دروازہ پر ہے پس اچانک دروازہ کھل گیا اور آواز دینے والا قبر سے آواز دے رہا تھا حبیبؓ کو حبیب ﷺ کی طرف داخل کردو۔

یہ افضل الناس بعد الانبیاء کا جنازہ ہے، خیال کرو کوئی صحابی رہ گیا ہوگا۔ ہزاروں کی تعداد میں صحابہؓ ہوں گے ان سب کا عقیدہ تھا کہ نبی پاک ﷺ زندہ ہیں اور سنتے ہیں۔ اب کیا مماتی یہ بھی کہیں گے کہ ان کو قرآن نہیں آتا تھا؟ **فاعتبروا یا اولی الابصار.**

اخرج الزبیر بن بکار فی اخبار المدینة عن سعید بن المسیب قال. لم ازل اسمع الاذان والاقامة فی قبر رسول اللہ ﷺ ایام الحرة حتی عاد الناس.

ترجمہ...... لکھا ہے زبیر بن بکار نے اخبار مدینہ میں سعید بن میتب سے انہوں نے فرمایا ہمیشہ سنتا رہا میں اذان اور اقامت کو نبی ﷺ کی قبر میں یہاں تک کہ لوگ واپس لوٹ آئے۔

واخرج ابن سعد فی الطبقات عن سعید بن المسیب انه کان یلازم المسجد ایام الحرة والناس یقتلون قال فکنت اذا حانت الصلوة اسمع اذانا یخرج من قبل القبر

الشریف و اخرج دارمی فی مسنده قال اخبرنا مروان بن محمد عن سعید بن عبدالعزیز قال لما کان ایام الحرة لم یؤذن فی مسجد النبی ﷺ ثلاثا ولم یقم و لم یبرح سعید بن المسیب من المسجد و کان لا یعرف وقت الصلاة الا بهمهمة یسمعها من قبر النبی ﷺ.

(سنن دارمی الجزء الاول ص۴۳ حدیث نمبر۹۴ باب ما اکرم اللہ تعالیٰ نبیه بعد موته)

ترجمہ......اور ابن سعد نے طبقات میں حضرت سعید بن المسیبؒ کے بارے میں نقل فرمایا ہے ایام حرہ میں جو لوگ لڑائی میں مصروف تھے وہ مسجد نبوی میں ہی رہے فرماتے ہیں جب نماز کا وقت قریب آتا تو میں قبر شریف سے اذان کی آواز سنتا۔

دارمی نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے انہوں نے فرمایا خبر دی ہمیں مروان بن محمد نے سعید بن عبدالعزیز سے انہوں نے فرمایا جب ایام حرہ تھے تو تین دن تک نہ مسجد نبوی میں اذان دی گئی نہ اقامت کہی گئی اور حضرت سعید بن المسیب مسجد سے باہر نہ آسکے آپ کو نماز کا وقت معلوم نہ ہوتا تھا مگر ایک آواز سے جو نبی اقدس ﷺ کی قبر مبارک سے آتی تھی۔(ح۵)

ان حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ حیات النبی ﷺ پر جس

(ح۵)۔اس واقعہ کو صاحب مشکوۃ باب الکرامات میں لائے ہیں، یعنی یہ اذان کی آواز سننا حضرت سعید بن المسیب کی کرامت تھی۔علامہ سخاوی القول البدیع میں شیخ عبدالحق جذب القلوب ص۱۸۱ اور مدارج النبوۃ ص۹۰۵ ج۲ میں بھی لائے ہیں۔

نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں ابن جوزی بسند متصل تا سعید بن المسیب روایت کردہ (حج الکرامۃ ص۲۸۵)

علامہ سیوطیؒ نے الخصائص الکبریٰ ص۲۹۰ پر اس کو نقل کیا ہے۔

طرح صحابہ رضوان اللہ کا اجماع ہوا ہے اس کو امت میں تلقی بالقبول کا شرف بھی حاصل ہے۔

تو اب جس طرح خطبہ صدیق اکبرؓ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ وفات کے بعد آپ ﷺ قبر میں باحیات ہیں کیونکہ وقوع موت کے بعد روح پھر لوٹا دی گئی۔تو موت تھوڑے عرصے کے لئے تھی تو اس کے بعد حیات ہے۔تو لہذا اب تذکرہ بھی آپ علیہ السلام کی حیات کا ہونا چاہئے جو تقریباً چودہ سو سال سے چلی آرہی ہے۔نہ کہ اس موت کا جو چودہ سو سال پرانی ہے، اس لئے کہ جس طرح آپ کی اور میری یہ جو موجودہ حیات ہے یہ چند سال کی ہے۔کسی کی بیس سال کی ہے، کسی کی پچیس سال کی۔اس سے پہلے موت تھی۔جیسے قرآن پاک نے فرمایا ہے کنتم اموا اتا تو اب اگر آپ کو کوئی مردہ کہے اور ساتھ یہ آیت بھی پڑھے کنتم امو اتا تو آپ اس کو پسند نہیں کرتے اور آپ کہتے ہیں کہ تو قرآن کی آیت کو غلط استعمال کر رہا ہے۔تو آپ اپنی اس بیس پچیس سالہ حیات کی نفی پسند نہیں کرتے تو اللہ کے نبی ﷺ کی جو حیات چودہ سو سال سے چلی آرہی ہے تو اس کی نفی کرنا کس طرح صحیح ہے۔اور یہ مماتی حضرات چودہ سو سال پرانی موت ہی کو پیٹ رہے ہیں۔اس کے بعد جو حیات ہے وہ ان کو نظر نہیں آتی۔حالانکہ تذکرہ اس حالت کا ہونا چاہئے جو اس وقت موجود ہے اور وہ حالت حیات ہے۔

لطیفہ

حضرت اوکاڑویؒ نے سنایا کہ مولانا رومؒ نے لکھا ہے کہ ایک کُرد آدمی ایران میں آیا تو اتفاقاً عاشورہ محرم تھا اور یہ لوگ پیٹ رہے تھے اس نے اپنے علاقے میں کسی کو پیٹتے نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی سنا تھا۔وہ بڑا حیران ہوا پوچھنے لگا کہ ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے یہ کیوں پیٹ رہے ہیں؟ کسی نے جواب دیا تمہیں پتا ہی نہیں کہ نواسہ رسول حضرت امام حسینؓ کو شہید کر دیا گیا۔وہ کہنے لگا اچھا یہاں آج اطلاع پہنچی ہے؟

اسی طرح ان مماتیوں کو شاید آج ہی اطلاع پہنچی ہے کہ حضرت ﷺ کا وصال ہوگیا ہے۔ حالانکہ وفات کے بعد آپ علیہ السلام کی حیات کو چودہ سو سال گذر چکے ہیں۔تو اب جس طرح ہم

زندہ ہیں تو ہماری حیات کا ہی ذکر ہونا چاہئے نہ کہ پچھلی موت کا تو اسی طرح جب آنحضرت ﷺ کا وصال ہوگیا تو وقوع موت ہوگیا۔ اور اس کو سب نے مان لیا، کسی نے بھی انکار نہیں کیا۔ لیکن اس کے بعد پھر چودہ سو سال سے آپ ﷺ کی حیات کا دور چل رہا ہے تو اب آپ ﷺ کی حیات ہی کا ذکر ہونا چاہئے نہ کہ اس موت کا جو چودہ سو سال پہلے گذر چکی ہے۔

مماتی اور حیاتی میں فرق

اب جو خطبہ صدیق اکبرؓ میں **ان محمدا قد مات** کو ہی مانتا ہے اس کو مماتی کہا جاتا ہے اور جو اس موت کے بعد اس حیات کا قائل ہے جو چودہ سو سال سے چل رہی ہے اس کو حیاتی کہا جاتا ہے۔ حیاتی نے خطبہ صدیق اکبرؓ میں مذکور دونوں باتیں مان لیں اور مماتی نے چودہ سو سال پرانی بات تو مان لی لیکن چودہ سو سال سے جو حیات چلی آرہی ہے اس کا انکار کر دیا۔ اتنا بڑا منکر اللہ کے نبی ﷺ کی حیات کا شاید دنیا میں پہلے کبھی پیدا نہیں ہوا۔ پس معلوم ہوا کہ جو سیدنا صدیق اکبرؓ کے پورے خطبے کو مانتا ہے وہ حیاتی ہے اور جو ایک بات مانتا ہے اور ایک بات کا انکار کرتا ہے وہ مماتی ہے۔

اجماع کو مقدم کرنے کی وجہ

ہم نے اجماع کو مقدم اس لئے کیا ہے کہ پوری امت جو عقیدہ قرآن یا حدیث سے سمجھتی ہے وہ فرد واحد نہیں سمجھ سکتا۔ اس لئے کہ امت کا اجماع معصوم ہے۔ نبی کے بعد کوئی معصوم نہیں البتہ امت کا اجماع معصوم ہے، نبی اقدس ﷺ نے فرمایا **ان اللہ لا یجمع امتی او قال امۃ محمد علی ضلالۃ** اللہ تعالیٰ میری امت یا فرمایا محمد کی امت کو گمراہی پر جمع نہیں فرمائیں گے۔

(ترمذی ص۳۹ ج۲)

جبکہ فرد واحد کے سمجھنے میں خطاء کا بھی احتمال ہوتا ہے۔ تو جب اس عقیدے پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہوگیا تو معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ قرآن وسنت کے مطابق ہے۔ کیونکہ اگر قرآن وسنت سے اس عقیدے کا اثبات نہ ہوتا یا یہ عقیدہ قرآن وسنت کے مخالف ہوتا تو صحابہ کرامؓ کا اس پر کبھی اجماع نہ

ہوتا۔ کیونکہ اس امت کا غلطی پر اجماع نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ یہ امت من حیث الامت معصوم ہے۔ چنانچہ حجۃ الاسلام امام غزالیؒ فرماتے ہیں

مقدمة الاولی فی بیان تقدیم الادلة فنقول یجب علی المجتهد فی کل مسئلة ان یرد نظره الی النفی الاصلی قبل ورود الشرع ثم یبحث عن الادلة السمعية فی المخيرة فينظر اول شیء فی الاجماع فان وجد فی المسئلة اجماعا ترک النظر فی الکتاب والسنة فانهما يقبلان النسخ والاجماع لا يقبل. فالاجماع علی خلاف ما فی الکتاب والسنة دلیل قاطع علی النسخ اذ لا تجتمع الامة علی الخطاء ثم ينظر فی الکتاب والسنة المتواترة

ترجمہ...... مقدمہ اولی ادلہ کی تقدیم کے بیان میں، پس ہم کہتے ہیں کہ مجتہد پر واجب ہے کہ ہر مسئلہ میں اپنی نظر کو شریعت کے وارد ہونے سے قبل نفی اصلی کی طرف لے جائے پھر دلائل مسموعہ سے بحث کرے اور سب سے پہلے اجماع میں نظر کرے، اگر کسی مسئلہ میں اجماع کو پالے تو کتاب وسنت میں نظر کو ترک کردے۔ یعنی اب کتاب وسنت میں اس مسئلہ کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ کتاب وسنت تو نسخ کو قبول کرتی ہیں، یعنی ان میں تو احتمال ہے کہ یہ منسوخ ہو۔ لیکن اجماع نسخ کو قبول نہیں کرتا۔ پس کتاب وسنت کے مخالف اجماع یہ نسخ پر دلیل قاطع ہے۔ اس لئے کہ پوری امت خطاء پر جمع نہیں ہوسکتی پھر اس کے بعد کتاب وسنت متواترہ میں نظر کی جائیگی۔ (المستصفی ج ۲ ص ۳۹۲)

تو اب جب ہم نے یہ بات ثابت کردی کہ یہ عقیدہ اجماعی عقیدہ ہے۔ اس کے بعد ہم قرآن وحدیث اور اقوال صحابہ سے اس عقیدے کی وضاحت

دلیل

جیسا کہ پیچھے مسئلہ عذاب قبر کی وضاحت میں مختصر طور پر عرض کر دیا گیا کہ موت سے لے کر قیامت تک کا جو زمانہ ہے اس میں انسان راحت و آرام میں ہوگا یا تکلیف میں ہوگا۔ یادکھ میں ہوگا یا سکھ میں ہوگا۔ اب یہ عذاب ہوگا، اسی عذاب کا نام عذاب قبر ہوگا۔ اسی کا نام عذاب میت ہے اور اسی کا نام عذاب برزخ ہے۔ کیونکہ وہ ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہوتا ہے اس لئے اس کو عذاب برزخ بھی کہہ دیتے ہیں۔ اب عذاب وثواب قبر ماننے کے بعد جسم کے ساتھ روح کا تعلق ماننا لازم ہو جاتا ہے اور جسم کے ساتھ روح کے تعلق کا ایسا ہی یقین ہو جاتا ہے جیسے دھوپ کو دیکھ کر سورج کا یقین یا دھوئیں کو دیکھ کر آگ کا یقین ہو جاتا ہے۔

عذاب وثواب قبر کو ماننے کے بعد جسم کے ساتھ روح کے تعلق کا انکار نہیں ہوسکتا۔ لیکن چونکہ شہداء کا درجہ عام لوگوں سے بہت بلند ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے بعبارت النص شہداء کی حیات کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون

ترجمہ...... اور نہ کہو تم ان لوگوں کو مردہ جو اللہ کے راستے میں قتل ہو گئے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں تمہیں ان کی حیات کا شعور نہیں۔

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ مماتی عام طور پر دھوکہ دیا کرتے ہیں کہ یہ حضور ﷺ کی موت کے قائل نہیں۔ لیکن قرآن پاک میں یقتل کے لفظ سے معلوم ہوا کہ موت آئی اور موت کے سارے وعدے کل نفس ذائقة الموت وغیرہ پورے ہو گئے۔ اب بحث یہی ہے کہ یہ جو موت آئی ہے یہی موت قیامت تک چلے گی یا حالت تبدیل ہو جائے گی؟ یقتل جملہ فعلیہ ہے جو ایک زمانے کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ قتل کا فعل ایک زمانہ کے ساتھ خاص ہے۔ آگے جو منع کیا گیا ہے اموات کہنے سے اس اموات کا مبتداء جو کہ ھم ضمیر ہے وہ محذوف

ہے۔ تو یہ جملہ اسمیہ بنا۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ نہ سمجھنا کہ قتل سے جو موت آئی قیامت تک چلے گی۔ اس لئے ان کے لئے جملہ اسمیہ استعمال نہ کرنا کہ وہ ہمیشہ کے لئے مردہ ہیں، اب اس پر سوال ہوا کہ جب موت ہمیشہ نہیں رہے گی تو کیا ہوگا؟ تو فرمایا احیاء بلکہ وہ زندہ ہیں۔

اب دیکھیں کہ قتل کا فعل اسی جسم پر وارد ہوتا ہے جسم مثالی پر وارد نہیں ہوتا۔ لوگ مردہ اسی جسم کو کہتے ہیں خواب وخیال والے جسم کو کوئی مردہ نہیں کہتا۔ تو حیات بھی اسی جسم کے لئے ثابت ہوئی جس پر قتل کا فعل وارد ہوا ہے، جس کو لوگ مردہ کہتے تھے۔ نیز جو جسم قتل ہوا اس کی روح نکل گئی تو تعلق جسم سے نہ رہا، تو اس پر موت واقع ہوگئی۔ اب جب موت کا معنی روح کا نکلنا ہے تو حیات کا معنی روح کا جسم کے اندر آنا یا جسم سے باہر ہونے کے باوجود اس کے ساتھ تعلق کا ہونا ہے۔

موت کا معنی

رئیس المناظرین حضرت اوکاڑویؒ نے فرمایا یونس نعمانی سے ایک مناظرے میں جب میں نے پوچھا کہ موت کا معنی کیا ہے تو اس نے کہا کہ روح جسم سے باہر ہو اور جسم سے تعلق نہ ہو۔ کیونکہ اگر روح جسم سے باہر ہو اور جسم کے ساتھ تعلق ہو اس کو نیند کہتے ہیں اس پر میں نے پوچھا اب یہ جو شہداء کے بارے میں قرآن میں احیاء ہے یہاں حیات کا کیا معنی ہے؟ اب اسے معلوم ہوا کہ وہ بری طرح پھنس چکا ہے چنانچہ بہت پریشان ہوا۔ کبھی ادھر کو دیکھتا کبھی ادھر کو دیکھتا۔ کیونکہ اس نے تو احیاء کا معنی کرنا تھا کہ شہداء کی ارواح سبز پرندوں میں ہیں (ح ٦) اور اس جسم

(ح٦). حدثنا یحی بن یحی و ابو بکر بن ابی شیبہ کلاھما عن ابی معاویۃ قال و حدثنا اسحق بن ابراھیم قال اخبرنا جریر و عیسیٰ بن یونس جمیعاً عن الاعمش ح قال و حدثنا محمد بن عبداللہ بن نمیر واللفظ لہ قال نا ابساط و ابو معاویۃ قالا نا

کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اور یہ معنی موت کا ہے نہ کہ حیات کا۔ چنانچہ جو شخص جسم کے ساتھ

الاعمش عن عبداللہ بن مرة عن مسروق قال سألنا عبداللہ عن هذه الآية ولا تحسبن الذين قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احياء عند ربهم يرزقون قال اما انا قد سألنا عن ذالک وقال ارواحهم فی جوف طير خضر لها قناديل معلقة بالعرش تسرح من الجنة حيث شاءت ثم تاوی الی تلک القناديل فاطلع عليهم ربهم اطلاعة فقال هل تشتهون شيئا قالوا ای شیءٍ نشتهی و نحنُ نسرح من الجنة حيث شئنا ففعل ذالک بهم ثلث مرات فلما رأوا انهم لن يتركوا من ان يسئل قالوا يا رب نريد ان ترد ارواحنا فی اجسادنا حتی نقتل فی سبيلک مرة اخریٰ فلما رایٰ ان ليس لهم حاجة تركوا.

ترجمہ۔ بیان کیا ہمیں یحییٰ بن یحییٰ اور ابوبکر بن ابی شیبہ دونوں نے ابی معاویہ سے اسی طرح فرمایا انہوں نے کہ بیان کیا ہمیں اسحٰق بن ابراہیم نے کہ خبر دی ہمیں جریر اور عیسیٰ بن یونس دونوں نے اعمش سے۔ اسی طرح فرمایا اور بیان کیا ہمیں محمد بن عبداللہ بن نمیر نے اور یہ لفظ انہی کے ہیں فرمایا انہوں نے خبر دی ہمیں ابساط اور ابو معاویہ نے دونوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی اعمش نے عبداللہ بن مرہ سے انہوں نے مسروق سے انہوں نے فرمایا سوال کیا ہم نے عبداللہ بن مسعودؓ سے اس آیت (**ولا تحسبن الذين قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احياء عند ربهم يرزقون** کے بارے میں انہوں نے کہا ہم نے بھی اس کے بارے میں سوال کیا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ان کی روحیں سبز پرندوں میں ہیں ان کے لئے عرش کے ساتھ قنادیل لٹک رہی ہیں جنت میں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں پھر وہ روحیں ان

تعلق روح کا انکار کرتا ہے اگر چہ اس نے موت کا لفظ استعمال نہیں کیا، لیکن جو معنی استعمال کیا ہے

قنادیل کی طرف آجاتی ہیں پس جھانکا ان کی طرف ان کے رب نے اور کہا تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کس چیز کی ہم خواہش کریں حالانکہ ہم جنت کی سیر کرتے ہیں جب چاہتے ہیں، پس اسی طرح تین مرتبہ سوال کیا جب انہوں نے دیکھا کہ سوال سے جان نہیں چھوٹتی تو انہوں نے کہا اے ہمارے رب ہم چاہتے ہیں کہ تو ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دے تا کہ ہم تیرے راستے میں دوبارہ قتل کیئے جائیں۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ ان کو کوئی حاجت نہیں ہے تو وہ چھوڑ دیئے گئے۔

اب مماتی لوگ اس حدیث مبارکہ کو پیش کر کے عوام الناس کو دھوکہ دیتے ہیں کہ شہداء کی حیات صرف جنت میں ہے اور شہداء اپنی قبروں میں حیات نہیں ہیں۔ اور وہ لوگ اس حدیث مبارکہ کو سورۃ بقرہ والی آیت **ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات۔ الخ۔** کی تفسیر کہتے ہیں حالانکہ یہ حدیث اس آیت کی تفسیر نہیں ہے بلکہ سورۃ آل عمران کی آیت **ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاء عند ربھم یرزقون** کے جملے **عند ربھم یرزقون** کی تفسیر ہے۔ آگے ہم وہ تمام تفسیری حوالہ جات نقل کرنے والے ہیں۔ مماتیوں کو تو یہ حدیث پیش کرنے کا حق ہی نہیں کیونکہ احمد سعید چتروڑ گڑھی نے لکھا ہے اس کا راوی اعمش شیعہ ہے، اور ابو معاویہ مدلس ہے۔ نیز یہ حدیث خبر واحد بھی ہے اور یہ لوگ یہی کہا کرتے ہیں **لا اعتماد علی الاحاد فی باب الاعتقاد** تو اس لئے ان دو وجوں سے مماتیوں کو یہ حدیث پیش کرنے کا حق ہی نہیں ہے۔ رہے ہم۔ تو ہم قرآن وحدیث دونوں کو مانتے ہیں قرآن سے حیات جسمانی ثابت ہوئی اور اس حدیث سے سیر روحانی۔ اس حدیث مبارکہ کی وجہ سے روح کا اس جسم کے ساتھ تعلق ہونے کا کسی نے انکار نہیں کیا چنانچہ آگے کئی تفاسیر کے حوالے نقل کیئے گئے ہیں کسی ایک نے بھی اس آیت کے تحت

وہ موت ہی کا ہے تو رب ذوالجلال نے جس بات سے منع فرمایا تھا انہوں نے وہی بات کہہ دی۔

حیات جسمانی کا انکار نہیں کیا۔ چنانچہ علامہ عبدالحق حقانی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں بالخصوص شہداء کو ان کو نسمہ سابق سے ایک عجیب تعلق باقی رہتا ہے۔ (تفسیر حقانی) روح سیر روحانی بھی کرے اور اس کا جسم کے ساتھ تعلق بھی ہو اس کی مثال یہ ہے جیسے کوئی شخص یہ بیان کرے کہ رات کو میں نے خواب میں بیت اللہ کی زیارت کی اور اس کا طواف کیا تو اس سے کوئی بیوقوف اس کا یہ مطلب نہیں سمجھے گا کہ سوئے ہوئے آدمی کی روح جب کعبہ کا طواف کر رہی تھی تو ملتان میں سوئے ہوئے جسم کے ساتھ روح کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ پس معلوم ہوا کہ روح کا سیر کے وقت اس جسم کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے جیسا کہ سوئے ہوئے آدمی کی روح خواہ مکہ میں ہو یا مدینہ میں پاکستان کی سیر کر رہی ہو یا سعودیہ کی لیکن اس کی روح کا تعلق اس جسم کے ساتھ باقی رہتا ہے۔ جسم یہاں کروٹیں بھی بدلتا ہے غذا بھی ہضم ہو رہی ہوتی ہے، دل کی دھڑکن بھی جاری رہتی ہے۔

مزید تفاسیر کے حوالہ جات نقل کئے جاتے ہیں ان کو پڑھ کر آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ کسی نے بھی اس حدیث سے حیات جسمانی کی نفی نہیں کی، نیز یہ حدیث آیت **ولا تحسبن ......الخ** کی تفسیر ہے نہ کہ آیت **ولا تقولوا** کی۔ بعض تفاسیر میں **فی قبورھم احیاء** کہا گیا ہے معلوم ہوا کہ انہی قبروں میں حیات ہے نیز اس کے ساتھ اسے حیات برزخیہ بھی کہا گیا اس اعتبار سے کہ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے، تفسیر زاہدی میں تو اس آیت کے تحت یہ حدیث بھی نقل کی ہے کہ میت پر قبر میں اس کے رشتہ داروں کے اعمال بھی پیش ہوتے ہیں۔

وفی مصنف ابی داؤد باسناد صحیح عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ . "لما اصیب اخوانکم باحد جعل اللہ ارواحھم فی جوف طیر خضر ترد انھار الجنۃ تاکل من ثمارھا و تأوی الی قنادیل

تو آیت کا مطلب یہ ہوا کہ قتل ہو گئے ہیں، موت آ گئی ہے۔ اس میں کسی قسم کا شک نہیں

من ذهب معلقة فی ظل العرش فلما وجدوا طيب مأكلهم و مشربهم ومقيلهم قالوا من يبلغ اخواننا عنا انا احياء فی الجنة نرزق لئلا يزهدوا فی الجهاد ولا ينكلوا عند الحرب فقال الله سبحانه انا ابلغهم عنكم . قال. فانزل الله "ولا تحسبن الذين قتلوا فی سبيل الله امواتا" الى آخر الآيات.

(الجامع لاحكام القرآن لابی عبد الله محمد بن احمد الانصاری القرطبی)

قوله تعالى. ﴿أمواتا بل احياء عند ربهم﴾

حدثنا محمد بن عبدالله بن يزيد المقری، ثنا سفيان ، عن الاعمش ، عن عبدالله بن مرة ، عن مسروق ، عن عبدالله قال. قرأ. ﴿ولا تحسبن الذين قتلوا فی سبيل الله امواتا بل احياء عند ربهم يرزقون﴾ فقال. أما قد سألنا عن ذلک ، فاخبرنا ان الارواح جعلت فی طير خضر ، تأوی الى قناديل معلقة بالعرش ، فتسرح فی ای الجنة شاء ت. قال. فاطلع اليهم ربک اطلاعة فقال. هل تستزيدونی فازيدكم ؟ قالوا. السنا نسرح فی الجنة حيث شئنا ؟ قال. ثم اطلع اليهم ربک اطلاعة. فقال. هل تستزيدونی فأزيدكم؟ فلما رأوا انهم لا يتركون قالوا. ترد ارواحنا فی اجسادنا، حتی نقتل فی سبيل الله مرة اخرى. قال سفيان . و زاد عطاء بن السائب عن ابی عبيدة ، عن عبدالله قال. تقرئ نبينا منا السلام، و تخبره ان قد رضينا و رضی عنا، و ترد ارواحنا حتی نقتل فی سبيلک مرة اخرى.

(تفسير القرآن العظيم تاليف الامام الحافظ عبدالرحمن بن

لیکن اب تم ان کو مردہ نہ کہو کیونکہ یہ موت آگے نہیں جارہی بل احیاء اب یہاں بھی احیاء خبر

محمد ابن ادریس الرازی ابن ابی حاتم المتوفی سنة ۳۲۷ھ)

﴿ولا تحسبن الذين قتلوا فى سبيل الله﴾ يعنى . شهداء احد ﴿امواتا بل احياء﴾ بل هم احياء ﴿عند ربهم﴾ فى دار كرامته، لان ارواحهم فى اجواف طير خضر. ﴿يرزقون﴾ يأكلون.

(الوجيز فى تفسير الكتاب العزيز لابى الحسن بن على الواحدى المتوفى ۴۶۸ھ)

"لما اصيب اخوانكم بأحد جعل الله ارواحهم فى اجواف طير خضر تدور فى انهار الجنة و تأكل من ثمارها و تأوى الى قناديل من ذهب معلقة فى ظل العرش".

(الكشاف لابى القاسم محمود بن عمر الزمخشرى الخوارزمى (۴۶۷-۵۳۸ھ)

ظاهر هذه الآية يدل على كون هؤلاء المقتولين احياء ، فاما أن يكون حقيقة، أو مجازا، فان كان حقيقة، فاما أن يكون بمعنى أنهم سيصيرون فى الآخرة احياء، او فى الحال. و بتقدير أن يكونوا أحياءً فى الحال، فاما ان يكون المراد الحياة الروحانية ، او الجسمانية ، فأما الاحتمال الأول. وهو أنهم سيصيرون أحياء فى الآخرة . فقد ذهب اليه جماعة من المعتزلة ، منهم الكعبى، قال. لأن الله .تعالى. اورد هذه الآية تكذيبا للمنافقين فى جحدهم البعث والمعاد، وقولهم . ان اصحاب محمد يعرضون انفسهم للقتل ، فيقتلون. و يخسرون الحياة، ولا يصلون الى خير.

وهذه الآية ترد هذالقول . لأن ظاهرها يدل على كونهم

ہے اور اس کا مبتداء محذوف ہے جو کہ ھم ہے اور یہ بھی جملہ اسمیہ ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

احیاء حال نزول ھذہ الایۃ ، وأیضا فانہ تعالی قال﴿ اغرقوا فادخلوا نارا﴾ (نوح . ۲۵) والفاء للتعقیب، والتعذیب مشروط بالحیاۃ. وقال . ﴿النار یعرضون علیھا غدوا و عشیا﴾ (غافر . ۴۶) واذا جعل اللہ اھل العذاب احیاء . قبل القیامۃ لاجل التعذیب ، فان یجعل اھل الثواب احیاء قبل القیامۃ . لاجل الثواب اولی، لأن جانب الاحسان والرحمۃ أرجح من جانب العذاب ، و أیضا لو کان المراد أنہ سیجعلھم احیاء فی القیامۃ لما قال للنبی ﷺ ﴿ولا تحسبن﴾ مع علمہ بأن جمیع المؤمنین کذلک.

فان قیل. انہ ﷺ کان عالما بأنھم سیصیرون أحیاء عند البعث ، لکنہ غیر عالم أنھم من أھل الجنۃ، فجاز أن یبشر ہ اللہ تعالی. بانھم سیصیرون احیاء ، و یصلون الی الثواب؟

فالجواب . ان قولہ. ﴿ولا تحسبن﴾ انما یتناول الموت ، لانہ قال. ﴿ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا﴾ فالذی یزیل ھذا الحسبان ھو کونھم احیاءً فی الحال ، لانہ لا حسبان . ھناک. فی صیرورتھم احیاء یوم القیامۃ .

و قولہ. ﴿یرزقون﴾ خبر مبتداء، ولا تعلق لہ بذلک الحسبان، فزال السؤال ، وایضا فقولہ تعالی. ﴿و یستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم من خلفھم﴾ فالقوم الذین لم یلحقوا بھم لا بد وأن یکونوا فی الدنیا ، واستبشارھم بمن یکون فی الدنیا لا بد وان یکون قبل القیامۃ ، والاستبشار لا یکون الا مع الحیاۃ ، فدل علی کونھم

نے جو حیات ان کو عطاء کی ہے وہ آگے جاری ہے۔ اب یہاں یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو ٹھیک ہے

احیاء قبل یوم القیامة.

وأیضا روی ابن عباس ان النبیﷺ قال. فی صفة الشهداء. " ارواحهم فی اجواف طیر خضر ، ترد انهار الجنة، و تأکل من ثمارها ، و تسرح حیث شاء ت، و تأوی الی قنادیل تحت العرش ، فلما رأوا طیب مسکنهم و مطعمهم و مشربهم قالوا. یا لیت قومنا یعلمون بما نحن فیه من النعیم ، کی یرغبوا فی الجهاد ، فقال الله تعالی. انا مخبر عنکم، و مبلغ اخوانکم، ففرحوا بذلک و استبشروا، فانزل الله تعالی هذه الآیة. و سئل ابن مسعود عن هذه الآیة ، فقال. سألنا عنها، فقیل لنا. ان الشهداء علی نهر بباب الجنة فی قبة خضراء. وفی روایة . فی روضة خضراء.

وعن جابر بن عبدالله ، قال . قال رسول اللهﷺ "الا ابشرک ان اباک، حیث أصیب باحد. احیاه الله ، ثم قال. ما ترید یا عبدالله بن عمرو ان افعل لک؟ قال . یا رب احب ان تردنی الی الدنیا فاقتل فیک مرة اخری".

الاحتمال الثانی. وهو انهم احیاء فی الحال. و القائلون بهذا القول ، منهم من أثبت الحیاة للروح، ومنهم من اثبتها للبدن ، فمن اثبتها للروح قال. لقوله تعالی. ﴿یاایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی﴾ (الفجر. ۲۷.۳۰) والمراد . الروح.

و روی عنه ﷺ یوم بدر کان ینادی المقتولین ، ویقول ﴿فهل وجدتم ما وعد ربکم حقا﴾ (الاعراف. ۴۴) فقیل. یا رسول

کہ قتل تو شہید کا جسم ہی ہوا لیکن جو بل کے بعد احیاء کا لفظ ہے یہ روح کے لئے ہے۔ حالانکہ

الله ﷺ ، انهم اموات ، فكيف تناديهم؟ فقال ﷺ . "انهم اسمع منكم". وقال ﷺ " انبياء الله لا يموتون ولكن ينتقلون من دار الى دار".

الاحتمال الثالث. من البت الحيلة للأجساد ، وهؤلاء اختلفوا، فقال بعضهم انه. تعالى. يصعد اجساد الشهداء الى السموات، والى قناديل تحت العرش ، و يوصل اليها الكرامات.

وقد طعنوا في هذا، وقالوا. انا نرى الشهداء تأكلهم السباع ، ونرى المقتول يبقى اياما الى ان تتفسخ و تنفصل اعضاؤه ، فعود الحيلة اليها مستبعدا ، وان جوزنا كونها حية عاقلة، متنعمة عارفة، لزم القول بالسفسطة.

الاحتمال الرابع . ان كونهم احياء من طريق المجاز.

قال الاصم البلخي . اذا كان الميت عظيم المنزلة في الدين، وكانت عاقبة يوم القيامة الى السعادة والكرامة، صح ان يقال . انه حي، وليس بميت ، كما يقال . في الجاهل الذى لا ينفع نفسه ولا غيره. انه ميت ، وكما يقال . للبليد . انه حمار، و للمؤذى انه سبع ، كما قال عبدالملك بن مروان. لما رأى الزهرى، وعلم فقهه و تحقيقه . ما مات من خلفه مثلك . واذا مات الانسان ، وخلف ثناء جميلا، وذكرا حسنا، يقال. على سبيل المجاز. انه ما مات.

وقال آخرون. مجاز هذه الآية ان اجسادهم لا تبلى تحت الأرض ، كما روى أن معاوية لما اراد أن يجرى العين الى قبور الشهداء ، أمر بان ينادى. من كان له قتيل فليخرجه من هذا الموضع

صرف روح کی حیات کوئی حیات نہیں ہے۔ کیونکہ کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا کا جو

، قال جابر. فخرجنا اليهم، فأخرجناهم رطاب الأبدان فاصاب المسحاة اصبع رجل منهم، فانفطرت دما.

(اللباب فی علوم الكتاب تاليف الامام المفسر ابی حفص عمر بن علی ابن عادل الدمشقی الحنبلی المتوفی بعد سنہ ۸۸۰ هجريه)

وما روى ابن عباس رضی الله عنهما انه عليه الصلاة والسلام قال. ارواح الشهداء فی اجواف طير خضر ترد انهار الجنة و تأكل من ثمارها و تأوى الى قناديل معلقة فی ظل العرش.

(تفسير البيضاوى لامام ناصر الدين ابی سعيد عبدالله بن عمر بن محمد الشيرازى البيضاوى)

وعن النبی ﷺ "لما اصيب اخوالكم باحد جعل الله ارواحهم فی اجواف طير خضر تدور فی انهار الجنة، و تأكل من ثمارها، وتأوى الى قناديل من ذهب، معلقة فی ظل العرش."

(تفسير القرآن الكريم للشيخ الاكبر العارف بالله العلامة محى الدين بن عربی المتوفی سنہ ۶۳۸ هجرية)

و أخرج احمد و هناد وعبد بن حميد و أبوداؤد وابن جرير وابن المنذر والحاكم و صححه والبيهقی فی الدلائل عن ابن عباس قال. قال رسول الله ﷺ لما اصيب اخوانكم باحد جعل الله ارواحهم فی أجواف طير خضر ترد انهار الجنة، و تأكل من ثمارها، و تأوى الى قناديل من ذهب معلقة فی ظل العرش . فلما وجدوا طيب ماكلهم او مشربهم، وحسن مقيلهم . قالوا. يا ليت اخواننا

زمانہ ہے اس وقت عالم ارواح میں روح یقیناً موجود تھی اور ہزار ہا برس موجود رہی۔ لیکن اس کو

یعلمون ما صنع الله لنا . وفی لفظ . قالوا انا أحياء فی الجنة نرزق لئلا يزهدوا فی الجهاد ولا يتكلوا عن الحرب فقال الله. انا ابلغهم عنكم . فانزل الله هؤلاء الآيات ﴿ولا تحسبن الذين قتلوا ....﴾ الآية.. وما بعدها.

(الدر المنثور فی التفسير بالمأثور للامام الحافظ جلال الدين السيوطی رحمه الله (ت ۹۱۱ھ)

﴿ولا تحسبن الذين قتلوا﴾ و قری مشددا ﴿فی سبيل الله﴾ و طلب اعلاء كلمته ﴿امواتا بل﴾ هم فی قبورهم ﴿احياء﴾ حياة برزخية ﴿عند ربهم يرزقون﴾ من ثمار جنانه وفی الخبر قال رسول الله ﷺ ارواح الشهداء فی اجواف طير خضر ترد انهار الجنة و تأكل من ثمارها و تأوی الی قناديل معلقة فی ظل العرش.

(تاج التفاسير للعلامة السيد محمد عثمان بن ابی بكر بن عبدالله الميرغنی)

وقد وردت السنة المطهرة بأن ارواحهم فی اجواف طيور خضر، وانهم فی الجنة يرزقون و يأكلون و يتمتعون.

(فتح القدير تاليف محمد بن علی بن محمد الشوكانی المتوفی ۱۲۵۰ھج)

سبب النزول. عن ابن عباس قال. قال رسول الله ﷺ "لما اصيب اخوانكم باحد جعل الله ارواحهم فی جوف طير خضر، ترد انهار الجنة تأكل من ثمارها و تأوی الی قناديل من ذهب معلقة فی ظل العرش، فلما وجدوا طيب ماكلهم و مشربهم و مقيلهم قالوا. من

موت کہا جارہا ہے، حیات نہیں کہا جارہا اور حیات مسیح علیہ السلام کے مسئلے میں قادیانیوں کا بھی

یبلغ اخواننا عنا انا احیاء فی الجنة نرزق لئلا یزهدوا فی الجهاد ولا ینکلوا عند الحرب فقال الله سبحانه. انا ابلغهم عنکم فانزل الله ﴿ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتا﴾

(صفوة التفاسیر للعلامة محمد علی الصابونی)

و اخرج عبد بن حمید و ابو داؤد وابن جریر والحاکم و صححه والبیهقی فی الدلائل عن ابن عباس قال. قال رسول الله ﷺ لما اصیب اخوانکم باحد جعل الله ارواحهم فی اجواف طیر خضر ترد انهار الجنة و تأکل من ثمارها و تأوی الی قنادیل من ذهب معلقة فی ظل العرش، فلما وجدوا طیب مأکلهم و مشربهم و حسن مقیلهم قالوا یا لیت اخواننا یعلمون ما صنع الله لنا، وفی لفظ قالوا من یبلغ اخواننا انا احیاء فی الجنة لئلا یزهدوا فی الجهاد، ولا ینکلوا عن الحرب، فقال الله انا ابلغهم عنکم فانزل هذه الآیات (ولا تحسبن الذین قتلوا) الآیة وما بعدها.

(فتح البیان فی مقاصد القرآن تالیف صدیق بن حسن بن علی الحسین القنوجی البخاری)

اخبرنا محمد بن ابراهیم بن محمد بن یحیٰ اخبرنا اسماعیل بن احمد الخلالی اخبرنا عبدالله بن زیدان البجلی، حدثنا ابو کریب، حدثنا عبدالله بن ادریس، عن محمد بن اسحاق، عن اسماعیل بن امیة، عن ابی الزبیر، عن سعید بن جبیر، عن ابن عباس قال. قال رسول الله ﷺ ولما اصیب اخوالکم باحد جعل الله ارواحهم فی اجواف طیر خضر ترد انهار الجنة، تأکل

بالکل یہی طریقہ ہے جو ان مماتیوں کا طریقہ ہے۔ کیونکہ قرآن پاک کی آیت مبارکہ وما قتلوہ

من ثمارها وتأوى الى قناديل من ذهب معلقة في ظل العرش ، فلما وجدوا طيب ماكلهم ومشربهم ومقيلهم، قالوا . من يبلغ اخواننا عنا أنا أحياء في الجنة نرزق؟ لئلا يزهدوا في الجهاد ولا يتكلوا عند الحرب، فقال الله عزوجل . أنا ابلغهم عنكم، فأنزل الله تعالىٰ . ﴿ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتاً بل احياء عند ربهم يرزقون﴾

(الوسيط في تفسير القرآن المجيد تاليف ابي الحسن علي بن احمد الواحدي النيسابوري (المتوفى ۴۶۸ھ))

﴿ ولا تقولوا لمن يقتل في سبيل الله اموات﴾ قد ذكرنا ان كيفية ترزيقهم بعلم الله تعالىٰ قوله عز وجل يستبشرون بالذين لم يلحقوا بهم باخبار الله تعالىٰ اياهم بحال من يستشهد من اقربائهم و في الخبر عن النبي ﷺ ان اعمالكم تعرض على عشائركم في قبورهم فان كان خيرا استبشروا وان كان غير ذلك قالوا اللهم الهمهم ان يعملوا بطاعتك. (تفسير زاهدي ۲۶۷)

وروى عن عطاء عن ابن عباس قال. قال رسول الله ﷺ لما اصيب اخوانكم يوم احد جعل الله ارواحهم في اجواف طير خضر ترد انهار الجنة و تاكل من ثمارها. و تأوي الى قناديل من ذهب تحت العرش ، فلما وجدوا طيب ماكلهم و مطعمهم و مشربهم ، و رأوا ما (عند) الله لهم من الكرامة (وما هم فيه من النعيم) قالوا يا ليت اخواننا علموا ما أعد الله لنا من الكرامة ، وما نحن فيه من النعيم ، فلم (ينكلوا) عند اللقاء ، ولم يجبنوا عند القتال ، فقال الله تعالىٰ انا

یقینا بل رفعه الله الیه میں بھی پہلے قتل کا لفظ ہے۔ پھر اس کے بعد بل کا لفظ ہے اب سارے مسلمان اس بات کے قائل ہیں کہ جس جسم کو یہودی قتل کرنے آئے تھے اسی جسم کو اللہ تعالیٰ نے اوپر اٹھالیا۔ لیکن مرزا قادیانی کہتا ہے کہ قتل تو اسی جسم کو کرنے آئے تھے لیکن اوپر اللہ تعالیٰ نے

ابلغهم عنكم ، فانزل . ﴿ولا تحسبن الذين قتلوا فى سبيل الله امواتاً بل احياء عند ربهم يرزقون﴾ (تفسیر سمرقندی ۳۱۴ ج ۲)

فدل ذالک على انهم احياء قبل قيام القيامة لاجل التعذيب واذا كان اهل العذاب احياء قبل قيام القيامة لاجل التعذيب فيكون اهل الثواب احياء قبله لاجل الاحسان والاثابة بالاولى بان جانب الرحمة والفضل والاحسان ارجح من جانب العذاب والعقوبة ((حاشيه محى الدين شيخ زاده على تفسير البيضاوى مصنف محمد بن مصلح الدين مصطفى القوجوى الحنفى المعروف شيخ زاده المتوفى ۹۵۱ھ، ص ۲۱۰ ج ۳)

احدهما، انها نزلت فى شهداء احد، روى ابن عباس عن النبى ﷺ انه قال ، "لما أصيب اخوانكم بأحد، جعل الله ارواحهم فى اجواف طير خضر، ترد أنهار الجنة، و تأكل من ثمارها ، و تأوى الى قناديل من ذهب معلقة فى ظل العرش ، فلما وجدوا طيب ماكلهم و مشربهم ، وحسن مقيلهم ، قالوا ليت اخواننا يعلمون بما صنع الله لنا، لئلا يزهدوا فى الجهاد (ولا ينكلوا عن الحرب) قال الله تعالىٰ . أنا أبلغهم عنكم، فانزل الله تعالى هذه الآية. وهذا قول سعيد بن جبير ، و ابى الضحىٰ. (زاد المسير فى علم التفسير ص ۴۹۹ ج ۲)

روح کو اٹھایا۔اب اسی طرح ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جو جسم قتل ہوا احیاء اسی کے لئے ہے،لیکن مماتی مرزا قادیانی کے طریقے پر چلتے ہوئے اس بات کے قائل ہیں کہ قتل تو جسم ہی ہوا تھا۔لیکن احیاء کا لفظ روح کے لئے ہے۔روح زندہ ہے نہ کہ جسم۔جبکہ آیت مبارکہ صاف یہ بتلا رہی ہے وہی جسم زندہ ہے جو شہید کیا گیا تھا اور جس کو لوگ مردہ کہتے تھے۔رب ذوالجلال نے اسی جسم کو حیات عطا فرمادی۔ہاں البتہ ایک فرق ہو گیا کہ شہید،شہید ہونے سے پہلے کھلی حیات کے ساتھ زندہ ہوتا ہے،وہ چلتا ہے،پھرتا ہے،کھاتا ہے،پیتا ہے،اٹھتا ہے،بیٹھتا ہے،جہاد کرتا ہوا لوگوں کو نظر آتا ہے لیکن شہید ہونے کے بعد جو حیات ہے یہ چھپی حیات ہے۔ہمارے شعور میں نہیں آتی۔اس لئے رب ذوالجلال نے فرمایا و لکن لا تشعرون کہ وہ تمہارے شعور میں نہیں آئے گی۔اس لئے تم یہ تو کہہ سکتے ہو کہ حیات ہمارے شعور میں نہیں آتی۔لیکن اس حیات کا انکار نہیں کر سکتے۔یہ بات یاد رکھیں کہ جو حیات شعور میں آتی ہے اس کا ایمان اور کفر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔مثلاً جیسے اب ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اگر کوئی ہندو ہمیں دیکھے تو مردہ سمجھے گا یا زندہ؟یقیناً زندہ سمجھے گا۔کیونکہ اگرچہ اس کے پاس ایمان نہیں ہے لیکن شعور تو ہے اور وہ دیکھ رہا ہے کہ یہ لکھ رہا ہے،یہ بول رہا ہے،یہ چل رہا ہے،یہ اٹھ رہا ہے۔تو وہ اس شعور سے حیات کو محسوس کرلے گا اسی طرح کوئی سکھ دیکھے وہ بھی زندہ کہے گا۔کیونکہ یہ حیات اس کے شعور میں آرہی ہے۔اگرچہ اس کے پاس ایمان نہیں ہے۔لیکن یہ جو حیات ہے اس کا تعلق کفر ایمان کے ساتھ نہیں ہے اور اگر کوئی یہ کہہ ہی دے کہ تو مردہ ہے تو میں جواب میں یہ نہیں کہوں گا کہ تو کافر ہے،بلکہ میں یہ کہوں گا کہ تو اندھا ہے،تو بہرا ہے۔یعنی اس کے شعور پر اعتراض کروں گا کہ میں بول رہا ہوں کیا تو میری بات نہیں سن رہا؟میں حرکت کر رہا ہوں تو مجھے ادھر ادھر حرکت کرتے ہوئے دیکھ نہیں رہا؟تو میں اس

کے شعور پر اعتراض کروں گا کہ تو اندھا ہے، بہرا ہے۔ یہ نہیں کہوں گا کہ تو کافر ہے۔ کیونکہ حیات شعور میں آنے والی ہے۔ کفر ایمان کے ساتھ اس کا تعلق نہیں ہے لیکن شہداء کی جو حیات ہے اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ حیات اسی جسم کو ملی ہے کہ جس پر فعل قتل وارد ہوا تھا۔ لیکن تمہیں ان کی حیات کا شعور نہیں۔ کیونکہ پہلی حیات کھلی تھی جو شعور سے معلوم ہوتی تھی اب جو حیات ہے یہ چھپی حیات ہے اس کا تعلق شعور سے نہیں ایمان سے ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتا وہ کبھی اس حیات کو تسلیم نہیں کر سکتا۔

نکتہ

حق جل شانہ نے **ولکن لا تشعرون** فرمایا، **ولکن لا یشعرون** نہیں فرمایا تا کہ لوگوں کو یہ بات معلوم ہو جائے ان کو تو شہداء کی حیات کا شعور نہیں ہے، لیکن شہداء کو اپنی حیات کا پورا شعور ہے۔

مماتیوں کا دھوکہ

یہاں ان لوگوں کا ایک دھوکہ یہ ہوتا ہے جس سے سادہ لوگ پھنس بھی جاتے ہیں کہ حضرت ﷺ جب کھلی حیات کے ساتھ دنیا میں تھے سارے صحابہؓ آپ علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے، آپ ﷺ سے بات چیت ہوئی، آپ ﷺ امام بنتے صحابہؓ مقتدی بنتے۔ اس وقت اگر صحابہ کرامؓ میں تھوڑا سا بھی اختلاف ہوتا تو حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کر دیتے اور حضرت رسول پاک ﷺ اس میں فیصلہ بھی فرما دیتے۔ لیکن حضور ﷺ کے وصال کے بعد صحابہؓ میں شدید اختلافات ہوئے اور جنگوں تک نوبت پہنچی۔ لیکن کسی ایک فریق نے بھی روضہ پاک پر حاضر ہو کر یہ نہیں فرمایا کہ حضرت یہ جھگڑا ہے آپ اس میں فیصلہ فرما دیں۔

حق پر سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت علیؓ ہیں یا معاویہؓ ہیں۔ اس بارے میں کوئی بھی روضہ پاک پر نہیں گیا، پس معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرامؓ یہ سمجھتے تھے کہ حضرت پاک حیات نہیں ہیں ہم جا کر عرض کریں گے تو حضرت نہ سنیں گے نہ جواب

ارشاد فرمائیں گے۔ کیونکہ اگر صحابہؓ حیات کے قائل ہوتے تو ضرور اتنے اہم کام کے لئے روضہ پاک پر حاضر ہوکر عرض کرتے۔

جواب

صحابہ کرامؓ کا روضہ پاک پر حاضر ہوکر عرض نہ کرنا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ صحابہ حیات کے قائل نہیں تھے، بلکہ صحابہ کرام قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ پر ایمان رکھتے تھے کہ ہم جو عرض کریں گے رسول پاک ﷺ سنیں گے لیکن جو آپ علیہ السلام ارشاد فرمائیں گے وہ ہمارے شعور میں نہیں آئے گا۔ اس لئے پوچھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس کو عام فہم مثال سے سمجھیں۔

مثال

ایک لڑکے کی گھڑی گم ہوگئی۔ اب لوگوں سے لڑتا پھرتا ہے کبھی اِس سے پوچھتا ہے اور کبھی اُس سے کہ میری گھڑی نہیں دیکھی۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ کیوں لڑتے پھرتے ہو؟ کہنے لگا کہ میری گھڑی گم ہوگئی ہے۔ میں نے کہا کسی سے پوچھا بھی ہے؟ اس نے کہا ایک سے تو نہیں بیس آدمیوں سے پوچھ چکا ہوں۔ اور لڑ بھی چکا ہوں کہ تم بتاتے کیوں نہیں ہو۔ میں نے کہا آپ خود بھی پریشان ہوئے ہیں اور آدمیوں کو بھی پریشان کیا، آپ نے کراماً کاتبین سے کیوں نہ پوچھ لیا کہ میری گھڑی کہاں ہے؟ کیا آپ کے کراماً کاتبین مر چکے ہیں یا سنتے نہیں یا جواب نہیں دیتے؟ تو وہ کہے گا وہ زندہ بھی ہیں، سنتے بھی ہیں، جواب بھی دیتے ہیں لیکن وہ جواب میرے شعور میں نہیں آتا اس لئے ان سے پوچھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ تو اب دیکھیں کیا اس لڑکے کا فرشتوں سے سوال نہ کرنا اس سے کوئی یہ سمجھے گا کہ وہ ان کی حیات کا قائل نہیں یا ان کے سماع کا قائل نہیں یا ان کے جواب دینے کا قائل نہیں ہے۔ یقیناً وہ لڑکا فرشتوں کی حیات کا بھی قائل ہے ان کے سماع کا بھی قائل ہے ان کے جواب دینے کا بھی قائل ہے، لیکن سوال اس لئے نہیں کرتا کہ فرشتوں کا جواب اس کے شعور میں نہیں آئے گا۔

اسی طرح حضرات صحابہ کرامؓ کا سوال نہ کرنا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ صحابہ کرامؓ

حضور ﷺ کی حیات کے قائل نہیں تھے بلکہ صحابہ کرامؓ ان تمام باتوں کے قائل تھے لیکن روضہ اطہر پر عرض اس لئے نہیں کرتے تھے کہ آپ ﷺ جو ارشاد فرمائیں گے وہ ہمارے شعور میں نہیں آئے گا۔ نیز فرشتوں کی حیات کا ہمیں شعور نہیں، تو کیا فرشتوں کو بھی اپنی حیات کا شعور نہیں ہے؟ یقیناً فرشتوں کو اپنی حیات کا شعور ہے۔

اسی طرح جنات کی حیات کا ہمیں شعور نہیں۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جنات کو بھی اپنی حیات کا شعور نہ ہو بلکہ جناب کو اپنی حیات کا شعور ہے۔ اسی طرح اگرچہ انبیاء علیہم السلام اور شہداء کی حیات کا ہمیں شعور نہیں، لیکن ان کو اپنی حیات کا پورا پورا شعور ہے۔ اسی لئے حق جل شانہٗ نے ولکن لا تشعرون فرمایا ہے۔ ولکن لا یشعرون نہیں فرمایا۔

انبیاء علیہم السلام اور شہداء کی حیات کے ہمارے شعور میں نہ آنیکی وجہ

انبیاء علیہم السلام اور شہداء کی حیات کے ہمارے شعور میں نہ آنیکی وجہ یہ ہے کہ ہمارا شعور فانی ہے اور یہ فانی شعور اللہ تعالیٰ نے ہمیں فانی حیات کے لئے عطاء فرمایا ہے اور انبیاء علیہم السلام اور شہداء کو موت کے بعد جو حیات عطاء فرمائی گئی ہے وہ باقی حیات ہے اور یہ فانی شعور باقی رہنے والی حیات کا ادراک نہیں کر سکتا۔ اب اگر وہ کامل حیات ہمارے شعور میں نہیں آتی تو قصور ہمارے اس فانی شعور کا ہے نہ کہ اس کامل اور باقی رہنے والی حیات کا۔

مثال

ایک وہ سیب ہے جو ملتان دہلی گیٹ میں بک رہا ہے اور ہمارے شعور میں آرہا ہے اور ایک سیب جنت کا ہے جو ہمارے شعور میں نہیں آتا۔ اسی طرح ایک آگ وہ ہے جو مطبخ میں جل رہی ہے یہ ہمارے شعور میں آرہی ہے اور ایک جہنم کی آگ ہے جو ہمارے شعور میں نہیں آرہی۔ تو کیا نتیجہ یہ ہوگا کہ جنت کا سیب گھٹیا ہے، کیونکہ وہ ہمارے شعور میں نہیں آتا یا یہ نتیجہ نکلے گا کہ وہ اتنا اعلیٰ سیب ہے کہ ہمارا یہ فانی شعور اس کا ادراک نہیں کر سکتا۔

تو اس لئے اللہ تعالیٰ نے ولکن لا تشعرون کہہ کر بات واضح فرمادی کہ وہ حیات

بہت اعلیٰ ہے ہمارا یہ فانی شعور اس کا ادراک نہیں کرسکتا۔ نیز ولکن لا تشعرون سے اس بات کی طرف بھی اشارہ ہورہا ہے کہ جس جسم کو قتل کیا گیا، جس کو لوگ مردہ کہتے ہیں، شہداء کا، وہی جسم فائز الحیات ہے۔ کیونکہ صرف روح کا شعور تو پہلے کبھی ہوا ہی نہیں تو اس کی نفی کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ پس معلوم ہوا کہ یہ جسم ہی ہے کہ شہید ہونے سے پہلے اس کی حیات کا ہمیں شعور تھا۔ کیونکہ وہ کھلی حیات تھی، اب اسی جسم کو شہادت کے بعد ایسی حیات عطاء فرمادی گئی کہ چھپی حیات ہے اور ہمارے شعور میں نہیں آتی۔

مسئلہ بتانا اور بنانا

جس طرح مرزائیوں کے مقابلے میں ہم عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام اپنی معتبر اور مسلمہ کتب سے دکھاتے ہیں کہ یہ عقیدہ کسی مسلمان نے بنایا نہیں ہے بلکہ یہ عقیدہ مسلمان شروع سے لے کر آج تک بتاتے چلے آرہے ہیں اور کسی مسلمان نے اس کے خلاف کوئی کتاب نہیں لکھی۔ اسی طرح عذاب وثواب قبر اور حیات انبیاء فی القبور کا عقیدہ کتب اسلامیہ میں موجود ہے بلکہ اس پر مستقل رسالے لکھے گئے ہیں۔ لیکن ان مسائل کی تردید میں کسی اہل سنت عالم نے کوئی رسالہ نہیں لکھا، بلکہ اگر کسی کی جانب سے حیات انبیاء علیہم السلام کے انکار کا شبہ بھی محسوس ہوا تو اس کو سزا سنادی گئی۔ سیر اعلام النبلاء میں یہ واقعہ لکھا ہے۔

واقعہ

حضرت امام وکیع ابن الجراح رحمۃ اللہ علیہ جو جمیع اصحاب ستہ کے اجماعی شیوخ میں سے ہیں، جن کا وصال ۱۹۷ھ میں ہوا۔ وہ حج کے لئے مکہ مکرمہ میں تشریف لائے، چونکہ بہت بڑے محدث تھے لوگوں نے حدیث سنانے کی درخواست کی تو آپ کئی دن تک حدیث سناتے رہے ایک دن آپ نے یہ حدیث سنائی کہ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کا دفن سے قبل انگوٹھے کے ناخن مبارک کا رنگ سبز ہوگیا تھا۔ (اب چونکہ اس بات سے آپ کی عدم حیات کا شبہ ہوتا تھا) اس لئے لوگ اس بات پر مشتعل ہوگئے اور قاضی کے ہاں مقدمہ دائر کردیا۔ اور قاضی نے

پھانسی کی سزا سنادی۔اور حضرت وکیع بہت منت سماجت کرتے رہے کہ میرا یہ عقیدہ نہیں ہے میں نے تو بر سبیل تذکرہ ایک روایت بیان کر دی ہے۔لیکن قاضی صاحب اور سب اہل مکہ اس بات پر مصر تھے کہ ایسی روایت کیوں بیان کی گئی کہ جس سے مسئلہ حیات النبی ﷺ پر زد پڑے، آخر کار حضرت امام سفیان ثوریؒ نے منت سماجت کے بعد سزا معاف کرائی اور حضرت وکیع سے قاضی وقت نے عہد لیا کہ ایسی روایت آئندہ کہیں بیان نہیں کریں گے۔

اسی طرح امام بیہقیؒ کے دور میں ایک بے دین آدمی نے کہا کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ نبی وہ شخص ہوتا ہے جس پر من جانب اللہ وحی آئے اور ساتھ ہی یہ کہا معاذ اللہ وصال کے بعد آپ ﷺ نبی نہیں رہے کیونکہ آپ ﷺ کے جسم مبارک کو کوئی شعور نہیں ہے۔تو امام بیہقیؒ کو مسئلہ حیات الانبیاء پر رسالہ لکھنے کی ضرورت پڑی۔لیکن عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کے رد میں کسی اہل سنت کے عالم نے رسالہ نہیں لکھا۔کرامیہ نے یہ عقیدہ پھیلانے کے لئے امام ابوالحسن اشعریؒ پر بھی جھوٹ بولا کہ وہ بھی اس عقیدے کے تھے۔حافظ ابن عساکر دمشقیؒ نے اس جھوٹ کا پردہ چاک کرنے کے لئے ایک مستقل کتاب لکھی جس کا نام " **تبیین کذب المفتری فیما نسب الی الإمام ابی الحسن الاشعری** " ہے۔اس کتاب کے متعلق فرمایا گیا ہے

" **کل سنی لا یکون عندہ کتاب التبیین لابن عساکر فلیس من امر نفسہ علی بصیرۃ** ".

(الطبقات الکبریٰ)

ترجمہ...... جس سنی کے پاس یہ کتاب نہیں ہے وہ اپنے معاملہ میں بصیرت پر نہیں ہے۔

یہ کتاب ۱۳۴۷ھ میں محدث کبیر شیخ زاہد بن حسن الکوثریؒ کے مقدمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔

تو جس طرح مرزائی عقیدہ اجرائے نبوت اور عقیدہ وفات مسیح علیہ السلام اہل سنت کی کتابوں میں نہیں دکھا سکتے، اسی طرح منکرین حیات انبیاء علیہم السلام بھی اپنا عقیدہ اہل سنت

والجماعت کی کتابوں سے ہرگز نہیں دکھا سکتے اور جس طرح ہم اہل سنت والجماعت مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام پر دلائل پیش کرتے ہیں تو جو آیت پیش کرتے ہیں اس کی تفسیر میں حیات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ دکھاتے ہیں، جو حدیث پیش کرتے ہیں اس کی شرح میں یہ عقیدہ دکھاتے ہیں اور اسلامی کتب سے دکھاتے ہیں کہ یہ عقیدہ متواتر ہے۔ مگر مرزائی قرآن پاک پر جھوٹ بولتے ہیں کسی ایک آیت کی تفسیر میں بھی وہ عقیدہ وفات مسیح علیہ السلام نہیں دکھا سکتے۔ اسی طرح وہ احادیث پر جھوٹ بولتے ہیں۔ کسی حدیث کی شرح میں کسی مسلمہ عالم نے یہ نہیں لکھا کہ اس حدیث سے وفات مسیح علیہ السلام ثابت ہے نہ ہی کسی اسلامی کتاب سے وفات مسیح علیہ السلام کا تواتر دکھا سکتے ہیں۔ بالکل ہمارے مدمقابل فریق کا یہی حال ہے ہم اہل سنت والجماعت اس معہودہ قبر کا قبر ہونا قرآن پاک تفاسیر احادیث شروح کتب عقائد اور تواتر سے ثابت کرتے ہیں۔ جبکہ یہ لوگ جسم مثالی کا قبر ہونا نہ قرآن سے نہ تفاسیر سے نہ احادیث وشروح سے نہ کتب عقائد سے ثابت کر سکتے ہیں۔ ہم عذاب وثواب قبر جن آیات واحادیث سے ثابت کرتے ہیں ان کی تفسیر اور شرح بھی علماء اہل سنت سے بیان کرتے ہیں۔ اور کتب عقائد سے ان کا تواتر بھی ثابت کرتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ بدن کے عذاب کی نفی قرآن وحدیث اور ان کی تفاسیر وشروح سے نہیں دکھا سکتے اور نہ ہی ان کا تواتر ثابت کر سکتے ہیں۔ حیات انبیاء فی القبور جن آیات سے ثابت کرتے ہیں ان پر مفسرین کی شہادتیں پیش کرتے ہیں جن احادیث سے ثابت کرتے ہیں ان پر شارحین کی شہادتیں پیش کرتے ہیں۔ اس عقیدے کا تواتر ثابت کرتے ہیں، کہ اس عقیدہ پر مستقل رسالے لکھے گئے ہیں اور اہل سنت میں سے کسی نے ان کی تردید میں کوئی رسالہ نہیں لکھا۔ لیکن منکرین حیات کسی ایک آیت یا کسی ایک حدیث کے تحت بھی کسی تفسیر یا شرح میں یہ نہیں دکھا سکتے کہ حیات انبیاء علیہم السلام کا عقیدہ کفر ہے۔ اسی طرح یہ بات کہ سماع موتی کا قائل کافر اور مشرک ہے۔ نہ کسی آیت کی تفسیر میں نہ حدیث کی شرح میں نہ کسی عقیدہ کی کتاب میں ہرگز نہیں دکھا سکتے۔ قرآن پاک کی ہر آیت قطعی الثبوت ہے، البتہ اس کی دلالت میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ اسی لئے فرمایا یضل بہ

کثیرا و یھدی بہ کثیرا اسی طرح احادیث متواترہ قطعی الثبوت ہیں۔ البتہ دلالت میں اختلاف ہوسکتا ہے۔ لیکن امت کا اجماع ایسی چیز ہے جو کہ معصوم عن الخطاء ہے اس لئے قرآن کی کسی آیت یا کسی حدیث کا ایسا معنی بیان کرنا جو امت کے اجماعی عقیدہ کے خلاف ہو۔ یقیناً ضال مضل لوگوں کا کام ہے۔

جیسے ختم نبوت حیات مسیح علیہ السلام کے اجماعی عقیدوں کے خلاف مرزائی قرآن و حدیث کے غلط مطلب بیان کر کے عوام کو گمراہ کرتے ہیں، خدا اور رسول ﷺ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ اسی طرح منکرین حیات انبیاء، حیات النبی ﷺ جیسے اجماعی عقیدہ کے خلاف قرآن پاک کی آیات کا غلط مطلب بیان کر کے عوام کو گمراہ کرتے ہیں۔ تو اب جب اس ساری تفصیل سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ مسئلہ بتانا اور ہے اور بنانا اور ہے تو ہم لوگ مسئلہ بتاتے ہیں بناتے نہیں اور منکرین حیات انبیاء علیہم السلام مسئلہ خود گھڑ لیتے ہیں اور پھر اس کو قرآن پاک کی آیات کے تحت داخل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تو اسی بات کو بتلانے کے لئے میں نے آیت مبارکہ **ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون** سے حیات انبیاء علیہم السلام پر جو استدلال کیا ہے یہ میں نے مسئلہ بنایا نہیں ہے بلکہ بتایا ہے۔ آگے ان مفسرین کے حوالہ جات نقل کئے جاتے ہیں جنہوں نے حیات انبیاء علیہم السلام کو ثابت کیا ہے۔

چنانچہ تفسیر ماجدی میں لکھا ہے

کہ ابن کثیرؒ نے ایک حدیث نبوی نقل کر کے اور استنباط کر کے لکھ دیا ہے کہ ایسی حیات عام مومنین کو بھی حاصل رہی ہے، البتہ شہداء کا ذکر خاص طور پر ان کی عظمت و اکرام کے لئے قرآن مجید میں کر دیا گیا ہے۔

(تفسیر ماجدی ص۵۹ ج۱)

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نور اللہ مرقدہ اپنی مایہ ناز تفسیر میں لکھتے ہیں۔

”تو جب عام مومنین کو یہ حیات حاصل ہے تو انبیاء علیہم السلام تو ان سے

بہت زیادہ اعلیٰ وارفع ہیں۔"

اسی طرح قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں

"میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ یہ حیات شہداء ہی کو عطاء نہیں ہوئی بلکہ آثار اور احکام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں یہ حیات سب سے زیادہ ہے۔ حتیٰ کہ اس کا اثر خارج میں یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کی ازواج مطہرات سے آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی نکاح جائز نہیں ہے بخلاف شہید کے کہ اس کی زوجہ سے نکاح جائز ہے اور صدیق اس حیات ہی میں شہداء سے اعلیٰ درجہ میں ہیں۔"

(مظہری ص۲۶۲ ج۱)

حضرت حکیم الامت تھانوی اس آیت مبارکہ کے تحت لکھتے ہیں

"اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کا اس عالم کے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مثل ازواج احیاء کے ان کی ازواج سے بھی کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور ان کا مال میراث تقسیم نہیں ہوتا (ح ۷)۔

(ح ۷) حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند اپنی شہرہ آفاق کتاب آب حیات میں اسی میراث کے مسئلہ سے مسئلہ حیات پر استدلال فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ انبیاء بدستور زندہ ہیں کیونکہ عدم اقتضاء وقوع فعل وراثت زوال حیات کی صورت میں متصور ہی نہیں متصور ہے تو حیات میں متصور ہے، لیکن انبیاء کی زندگی زیر پردہ عارض ظاہر بینوں کی نظروں سے مستور ہے، مثل امت ان کی موت میں زوال حیات نہیں چنانچہ ان شاء اللہ واضح ہو جائے گا۔ علاوہ بریں ما ترکناہ صدقۃ جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ متروکہ انبیاء صدقہ ہے اس کو

پس اس حیات میں سب سے قوی تر انبیاء علیہم السلام ہیں، پھر شہداء اور پھر معمولی

مقتضاء ہے کہ کوئی مصدق بھی ہو سو وہ ذوات انبیاء علیہم السلام اور کون ہوگا، پر ان کا مصدق ہونا جب ہی سہی ہو سکتا ہے کہ وہ وقت تصدق بقید حیات ہوں اور وقت تصدق بشہادت ماترکناہ وہ زمانہ ترک ہے، اور ترک اس جگہ بوجہ موت متحقق ہوا تو لا جرم وقت ترک جو وقت موت ہے، انبیاء زندہ ہوں گے اور ان کی موت ان کی حیات کی ساتر ہوگی، یعنی یہ موت رافع و دافع نہ ہوگی چنانچہ یہ بات آئندہ خوب آشکارا ہو جائے گی۔ اس جگہ سے اہل فہم پر روشن ہو گیا کہ ماترکناہ صدقۃ اور لانورث میں علاقہ علیت و معلولیت و اصلیت و فرعیت ہے، ظاہر میں تو ماترکناہ صدقۃ حکم سابق کے لئے موقع علت میں معلوم ہوتا ہے لیکن اگر برعکس کے لئے تو زیادہ انسب ہے بلکہ وہی صحیح ہے، کیونکہ مضمون جملہ لانورث جو بحکم تقریر گذشتہ نفی موت ہے اور چونکہ یہ اصل مانع ترتب و تعلق میراث ہے ادھر بوجہ عروض موت ظاہر چلہ کشی و پردہ نشینی قبر رسول اللہ ﷺ اموال میں تصرف سے معذور اس لئے اس کی ضرورت ہوئی کہ اپنے کارکن کو اپنے اموال کا جمع خرچ بتلا جائیں۔ غرض مضمون لانورث باعث بیان ماترکناہ صدقۃ اور ماترکناہ صدقۃ اپنے صحت میں مضمون لانورث کا محتاج اور یہ دونوں جملے ایک دوسرے کے مؤید و مصحح اور ہر ایک بالاستقلال حیات انبیاء پر شاہد کیونکہ عدم موروثیت اور تصدق دونوں حیات کے ساتھ مخصوص ہیں بجز حیات اور کسی صورت میں یہ دونوں باتیں متصور نہیں۔ (آب حیات ص ۴۲-۴۳)

حضرت نانوتویؒ کی عبارات کا حاصل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی میراث کا نہ ہونا یہ بھی دلیل حیات ہے، اس لئے کہ جب انسان سے حیات کا انقطاع ہوتا ہے تب مال دوسروں کا ورثہ بنتا ہے، انسان مورث تب بنتا ہے جب انقطاع حیات ہو۔ یہاں مورث ہونے کی نفی ہے چہ جائے کہ وارث ہونے کی جب مورث ہونے ہی کی نفی ہے تو معلوم ہوا کہ انقطاع حیات ہوا ہی نہیں جب انقطاع حیات ہوا ہی نہیں تو حیات

مردے۔

(بیان القرآن ج۱ص۸۸)

دائمی رہی اس پر سوال ہوگا کہ پھر وعدہ موت کا کیا بنا؟ جواب یہ دیا کہ آپ ﷺ کو موت اس صورت میں طاری ہوئی کہ روح مبارک سمٹ کر قلب مبارک میں مرکوز ہو گئی تو آپ کی موت ساتر حیات ہوئی نہ کہ مزیل حیات۔

حدیث لا نورث ما ترکناہ صدقۃ کی تخریج

فی کتاب فضائل الصحابۃ من صحیح البخاری (۶۲ب۱۲=ج۴ص۲۰۹-۲۱۰) حدیث الزھری عن عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ ان فاطمۃ ارسلت الی ابی بکر تسألہ میراثھا من النبی ﷺ فیما افاء اللہ علی رسولہ ﷺ تطلب صدقۃ النبی ﷺ التی بالمدینۃ وفدک و ما بقی من خمس خیبر فقال ابو بکر ان رسول اللہ ﷺ قال : لا نورث ما ترکنا فھو صدقۃ انما یأکل آل محمد من ھذا المال یعنی مال اللہ لیس لھم ان یزیدوا علی المأکل" وانی واللہ لا اغیر شیئاً من صدقات النبی ﷺ التی کانت علیھا فی عھد النبی ﷺ ولأعملن فیھا بما عمل فیھا رسول اللہ ﷺ فتشھد علی ثم قال انا عرفنا یا ابا بکر فضیلتک (و ذکر قرابتھم من رسول اللہ ﷺ و حقھم) فتکلم ابو بکر فقال والذی نفسی بیدہ لقرابۃ رسول اللہ ﷺ احب الی من ان اصل من قرابتی۔

اسی طرح صاحب روح المعانی فرماتے ہیں۔

و اوسع منه فی کتاب المغازی بباب غزوة خيبر من صحيح البخاری (ک۶۴ ب۳۸- ج۵ ص ۸۲)

و فی کتاب الوصايا من صحيح البخاری (ک۵۵ ب۳۲- ج۳ص۱۹۷) و کتاب فرض الخمس منه (ک۵۷ ب۳- ج۴ص ۴۵) حديث ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال " لا يقسم ورثتی دينارا، ما ترکت - بعد نفقة نسائی و مؤونة عاملی فهو صدقة". قال شيخ الاسلام ابن تيمية فی منهاج السنة (۲ : ۱۵۸) قول النبی ﷺ "لانورث، ما ترکنا صدقة". رواه عنه ابو بکر، و عمر، و عثمان، و علی، و طلحة، والزبير، و سعد، و عبدالرحمن بن عوف، والعباس بن عبدالمطلب، و ازواج النبی ﷺ، و ابو هريرة و رواية عن هؤلاء ثابتة فی الصحاح والمسانيد. و قال قبل ذلک (۲ :۱۵۷) ان الله تعالیٰ صان الانبياء ان يورثوا دنيا، لئلا يکون ذلک شبهة لمن يقدح فی نبوة بانهم طلبوا الدنيا و ورثوها لورثتهم. ثم ان من ورثة النبی ﷺ ازواجه و منهم عائشة بنت ابی بکر و قد حرمت نصيبها بهذا الحديث النبوی، ولو جری ابو بکر مع ميله الفطری لاحب ان ترث ابنته.

ان النبی ﷺ حی بجسدہ و روحہ وانہ یتصرف و

وفی کتاب فرض الخمس من صحیح البخاری (ک۵۷ب ۱ – ج۴ص ۴۲) حدیث ابن شہاب عن عروۃ بن الزبیر ان عائشۃ ام المؤمنین اخبرت ان فاطمۃ ابنۃ رسول اللہ ﷺ سألت ابابکر الصدیق بعد وفاۃ رسول اللہ ﷺ ان یقسم لھا میرالھا ما تکر رسول اللہ ﷺ مما افاء اللہ علیہ، فقال لھا ابو بکر ان رسول اللہ ﷺ قال ل" لانورث ما ترکناہ صدقۃ " فابا ابو بکر علیھا ذلک و قال "لست تارکا شیئا کان رسول اللہ ﷺ یامر بہ الا عملت بہ فانی اخشیٰ ان ترکت شیئا من امرہ عن ازیغ".

وفی الباب نفسہ من صحیح البخاری (ج۴ص ۴۲–۴۴) من حدیث الامام مالک بن انس عن ابن شہاب عن مالک بن اوس عن الحدثان النصری، انہ قال بینما انا جالس فی اھلی حین متع النھار، اذا رسول عمر بن الخطاب فقال اجب امیر المؤمنین فانطلقت معہ ۰۰ فبینما انا جالس عندہ اتاہ حاجبہ یرفأ فقال ھل لک فی عثمان و عبدالرحمن بن عوف، والزبیر و سعد بن ابی وقاص، یستأذنون؟ قال نعم، فاذن لھم ...... ثم جلس یرفأ یسیرا ثم قال، ھل لک فی علی و عباس؟ قال نعم فاذن

يسير حيث شاء فى اقطار الارض وفى الملكوت وهو بهيئته

لهما فدخلا فسلما فجلسا فقال عباس يا امير المؤمنين اقض بينى و بين هذا و هما يختصمان فيما افاء الله على رسوله ﷺ من بنى النضير، فقال الرهط، عثمان و اصحابه، يا امير المؤمنين اقض بينهما و أرح احدهما من الآخر قال عمر تيدكم، انشدكم بالله الذى باذنه تقوم السماء والارض، هل تعلمون ان رسول الله ﷺ قال، لا نورث، ما تركنا صدقة" يريد رسول الله ﷺ نفسه؟ اتعلمان ان رسول الله ﷺ قال ذلك؟ قالا، قد قال ذلك (وبعد ان ذكر انه ﷺ كان ينفق على اهله سنتهم من هذا المال ثم يجعل ما بقى مجعل مال الله، واستشهد على ذلك فشهدوا، قال) ثم توفى الله نبيه ﷺ فقال ابو بكر انا ولى رسول الله ﷺ فقبضها، فعمل فيها بما عمل رسول الله ﷺ والله يعلم انه فيها لصادق بار راشد تابع للحق ثم توفى الله ابابكر فكنت انا ولى ابى بكر، فقبضتها سنتين من امارتى، اعمل فيها بما عمل رسول الله ﷺ، وما عمل فيها ابو بكر والله يعلم انى فيها لصادق بار راشد تابع للحق ثم جئتمانى تكلمانى و كلمتكما واحدة و أمركما واحد، جئتنى يا عباس تسألنى نصيبك من ابن اخيك و جائنى

التی کان علیها قبل وفاته لم یتبدل منه الشی و انه مغیب عن

هذا. یرید علیا. یرید نصیب امرأته من ابیها، فقلت لکما ان رسول اللہ ﷺ قال، "لا نورث ما ترکنا صدقة" فلما بد لی ان ادفعه الیکما قلت، ان شئتما دفعتها الیکما علی ان علیکما عهداللہ و میثاقه لتعملان فیها بما عمل فیها رسول اللہ ﷺ و بما عمل فیها ابو بکر و بما عملت فیها منذ ولیتها، فقلتما ادفعها الینا فبذالک دفعتها الیکما فانشدکم باللہ هل دفعتها الیکما بذالک؟ قال الرهط، نعم، ثم اقبل علی علی و عباس فقال، انشدکما باللہ هل دفعتهما الیکما بذالک؟ قالا، نعم قال افتلتمسان منی قضاء غیر ذلک؟ فواللہ الذی باذنه تقوم السماء والارض لا اقضی فیها قضاء غیر ذلک فان عجزتما عنها فادفعاها الی فانی اکفیکما ها.

واورد البخاری حدیث مالک بن اوس هذا فی کتاب المغازی من صحیحه (ک۶۴ب۱۴-ج۵ص۲۳-۲۴) من حدیث شعیب عن الزهری عن مالک بن اوس و فی کتاب النفقات من صحیحه (ک۶۹ب۳-ج۶ص۱۹۰-۱۹۲) وفی کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة من صحیحه (ک۹۶ب۵ج۸ص۱۴۶-۱۴۷) وانظر کتاب الفرائض من

الابصار کما غیبت الملائکۃ مع کونھم احیاء باجسادھم فاذا اراداللہ تعالیٰ رفع الحجاب ان اراد اکرامہ برؤیتہٖ رآہ علی ھیتہ التی ھو علیہ الصلاۃ والسلام علیھا لا مانع من ذالک ولا داعی الی التخصیص برؤیتہ المثال و ذھب الی نحو ھذا فی سائر الانبیاء علیھم السلام فقال انھم احیاء ردت الیھم ارواحھم بعد ما قبضوا واذن لھم فی الخروج من قبورھم والتصرف فی الملکوت العلوی والسفلیٰ.

ترجمہ...... بے شک نبی ﷺ اپنے جسم اور روح کے ساتھ زندہ ہیں اور وہ تصرف کرتے ہیں اور سیر کرتے ہیں زمین میں جہاں چاہیں زمین اور ملکوت میں اور وہ اسی ہیئت پر ہیں جس طرح وفات سے پہلے تھے، کوئی چیز ان سے تبدیل نہیں ہوئی۔

صحیح البخاری (ک۸۵ب۳) و مسند الامام احمد (۱:۱۳ الطبعۃ الاولیٰ و رقم ۷۷-۷۸ الطبعۃ الثانیۃ)

(التعلیقات علی العواصم من القواصم ص ۴۱،

مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

ابن عدی کہتے ہیں کہ میں نے عبدان کو سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے ابن خراش کو کہا حدیث لانورث ماترکناہ صدقۃ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اس نے کہا باطل ہے میں نے کہا کیوں کہتے ہو کہنے لگا کہ اس میں مالک بن اوس ہے، میں نے کہا کہ وہ تو جلیل القدر تابعی ہے، بعضوں نے تو یہ بھی کہا ہے کہ اس کو صحبت (صحابیت) کا شرف حاصل ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے متفق علیہ ہے دس سے زائد صحابہ سے مروی ہے۔

(حاشیہ الرفع والتکمیل ۲۶۹)

اور بے شک وہ غیب ہیں نظروں سے جیسے فرشتے غائب ہیں باوجود زندہ ہونے کے اپنے جسموں کے ساتھ۔ پس اللہ تعالیٰ جب ارادہ کرتے ہیں تو پردے کو اٹھا دیتے ہیں یعنی ارادہ کرتے ہیں کسی کے اکرام کا ان کو دکھانے کے ساتھ تو اللہ دکھاتے ہیں ان کو اسی ہیئت پر جس پر آپ علیہ السلام ہیں۔ اور نہیں ہے کوئی اس سے مانع اور نہ داعی الی التخصیص رویت مثالی کے ساتھ۔ (یعنی جسم مثالی کے ساتھ اس کو خاص کرنے کا کوئی داعی نہیں ہے) اور باقی انبیاء علیہم السلام کے بارے میں بھی (علامہ سیوطیؒ) اسی طرف گئے ہیں۔ اور فرمایا ہے کہ وہ زندہ ہیں ان کی ارواح ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں بعد قبض ہونے کے، اور ان کو اجازت دی جاتی ہے قبروں سے نکلنے کے بارے میں اور ملکوت اعلیٰ اور سافل میں تصرف کرنے کی۔

(تفسیر روح المعانی ص ۱۳۷ ج ۲۲)

اسی طرح فخر المفسرین علامہ عبدالحق حقانیؒ دہلوی تفسیر حقانی میں اس آیت مبارکہ کے تحت ایک لمبی بحث نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

واضح ہو کہ انسان روح یا نفس ناطقہ ہے اور یہ جسم خاکی کہ جو ہم کو دکھائی دیتا ہے اس نفس ناطقہ یعنی روح ہوائی کا (کہ جس کو نسمہ کہتے ہیں) مرکب ہے اعنی نفس ناطقہ تعلق روح ہوائی سے ہے کہ جو لطیف خون کے ابخرات سے پیدا ہوتی ہے اور روح ہوائی کا مرکب یہ جسم ہے۔ جب کسی سبب سے اس جسم خاکی سے تعلق منقطع ہو جاتا ہے (اور اس ترک تعلق کا نام موت عرفی ہے) تو نفس ناطقہ کو جو جوہر نورانی ہے باقی رہتا ہے اور نہایت عمدہ طرح سے حس و ادراک اور شعور و تمیز بھی باقی رہتے ہیں اس میں کافر و مؤمن شہید غیر شہید سب برابر ہیں۔ پس اس معنیٰ سے موت ہے تو جسم کو اور حیات ہے تو نفس ناطقہ کو لیکن کبھی پاک روحوں کا اثر جسم خاکی تک بھی پہنچتا ہے اور یہ جسم سڑتا گلتا نہیں جیسا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام اور شہداء عظام کے

اجساد سے ظاہر ہوا ہے۔ اسی طرح اس موت عرفی میں بھی سب انسان شریک ہیں اس معنی سے شہید اور غیر شہید انبیاء علیہم السلام اور غیر انبیاء علیہم السلام سب کو موت ہے **انک میت و انھم میتون. کل نفس ذائقۃ الموت.** اور اس لئے ان کے بعد ان پر احکامات موت جاری ہوتے ہیں مال میں حصے لگ جاتے ہیں۔ اب حیات شہداء و انبیاء کے یہ معنے ہیں اور آیت میں وہی مراد بھی ہیں کہ جسم سے روح جدا ہو جانے کے بعد روح کو اس عالم قدس میں ہر قسم کا آرام اور عزت نصیب ہو اور چونکہ روح بھی ایک جسم لطیف ہے اس جسمانی خول کے آثار بھی اس میں منطبع ہوتے ہیں اور اس کی نورانی صورت کو اس جسمانی صورت سے بھی ایک ایسی مناسبت ہوتی ہے کہ روح کو وہی شخص روحانی عالم میں کہہ سکتے ہیں۔ اس لئے اس عالم میں کہ جس کو اس عالم سے وہی نسبت ہے جو عالم خواب کو عالم بیداری سے ہے ہر قسم کی لذات میوے اور عمدہ مکان انہار و حور و قصور میسر آتے ہیں اور ان سے لذت پاتے ہیں بالخصوص شہداء کو ان نسمہ سابق سے ایک عجیب تعلق باقی رہتا ہے جس لئے عالم برزخ میں ان کے لئے ایک نہایت عمدہ پیکر عطا ہوتا ہے اور وہ اس پیکر نورانی سے بارگاہ قدس میں جہاں تک چاہتے ہیں طیران کر کے ترقی کرتے ہیں اور اقسام و انواع کے لذات سے مستفید ہوتے ہیں جس کی طرف آیت میں اشارہ ہے اور اس حدیث میں بھی کہ جس کو شیخین نے روایت کیا ہے کہ شہداء سبز طیور کے قوالب میں آکر آشیانہ عرش میں رہتے ہیں اور جہاں سے جی چاہتا ہے کھاتے ہیں اسی طرف ایماء ہے۔ اسی طرح وہ جب چاہتے ہیں اس عالم کی طرف بھی نزول کرتے ہیں کبھی لوگوں کو عیاناً بھی دکھائی دے جاتے ہیں مگر ان کے اس حیات جاودانی کو یہ آنکھیں اور یہ حواس نہیں محسوس کر سکتے کہ جو اجسام کثیفہ کے احساس کے لئے مخصوص ہیں اور اسی سے ایک انچ آگے بھی ان کا ادراک نہیں یہ کامرانی دراصل وہ حیات ابدی ہے کہ جس کا آیت میں ذکر ہے

اس کے برخلاف کفار و فجار کا اس عالم میں معذب ہونا موت ہے۔ ایک شخص طرح طرح کے عذاب میں مبتلا ہے دوسرا قسم قسم کی نعمتوں میں ہے گو دونوں زندہ ہیں مگر اول الذکر کی زندگی کیا زندگی ہے وہ تو موت سے بھی بدتر ہے زندگی تو دوسرے شخص کی ہی ہے اس لئے شہیدوں کو زندہ کہا جاتا ہے اور اسی تعلق خاص کے سبب انکے اعمال حسنہ کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے اور لوگوں کی طرح منقطع نہیں ہو جاتا جیسا کہ اس حدیث میں آیا ہے

کل ابن آدم یختم علی عملہ اذا مات الا المجاھد فی سبیل اللہ فانہ یبقی لہ عملہ الی یوم القیٰمۃ.

لیکن اس حیات میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء بھی شریک ہیں اور اس کے درجات بھی متفاوت ہیں مگر شہیدوں کو تلذذ حاصل کرنے میں خصوصیت خاصہ ہے اور اس لئے جناب نبی کریم ﷺ نے شہادت کی آرزو کی ہے۔ اور کیوں نہ ہو جو خدا تعالیٰ کو اپنی حیات مستعار سپرد کرتا ہے وہ اس کے بالعوض اس کو حیات ابدی عطا کرتا ہے گو وہ لوگ ہم کو نظر نہیں آتے اور اسی لئے خدا تعالیٰ نے **لا تشعرون** فرمایا **لا تعلمون** نہ فرمایا۔

(تفسیر حقانی ص ۵۱۸- جلد ۱)

پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ علامہ موصوف بھی اس حیات میں انبیاء علیہم السلام کو شریک مانتے ہیں۔ اسی طرح مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ اس آیت مبارکہ کے تحت حیات انبیاء علیہم السلام کا اثبات کرتے ہوئے لکھتے ہیں

''اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز و قوت رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ سلامت جسم کے علاوہ اس حیات برزخی کے کچھ آثار ظاہری احکام پر بھی پڑتے ہیں۔ مثلاً انکی میراث تقسیم نہیں ہوتی ان کی ازواج

دوسروں کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔ پس اس حیات میں سب سے قوی تر انبیاء علیہم السلام ہیں پھر شہداء، پھر معمولی مردے۔"

(معارف القرآن ج۱ص۳۴۳)

حیات شہداء پر دوسری آیت مبارکہ۔

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون.

ترجمہ...... ہرگز ہرگز نہ گمان کروان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل کئے گئے مردہ، بلکہ وہ زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں اپنے رب کے ہاں۔

اب اس آیت مبارکہ میں حق جل شانہ صاف طور پر یہ بات بیان فرمارہے ہیں کہ زبان سے یہ بات کہنی کہ شہداء مردہ ہیں یہ تو کجا کبھی دل میں وسوسہ بھی نہ ڈالو۔ یعنی عقیدے کے درجے میں تو کجا، خیال اور گمان کے درجے میں بھی دل میں یہ بات نہ لانا کہ جو اللہ کے راستے میں قتل ہو گئے ہیں وہ مردہ ہیں فرمایا **احیاء** وہ زندہ ہیں **عند ربھم یرزقون** ان کے رب کے پاس ان کو رزق بھی مل رہا ہے۔

علامہ سخاویؒ جو دوسو کے قریب کتب کے مصنف ہیں، اس آیت مبارکہ کو حیات انبیاء علیہم السلام کی دلیل شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں

ومن ادلة ذالک ایضا قوله تعالیٰ و لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ...... الخ. فان الشهادة حاصلة له ﷺ علی اتم الوجوه لانه سید الشهداء و قد صرح ابن عباس و ابن مسعود وغیرهماؓ بانه ﷺ مات شهیدا واللہ الموفق.

فرماتے ہیں حیات انبیاء علیہم السلام کے دلائل میں سے ہے اللہ تعالیٰ کا قول

ولا تحسبن ......الخ اس لئے کہ نبی علیہ السلام کو شہادت حاصل ہے۔ اس لئے کہ آپ علیہ السلام سید الشہداء ہیں۔ تحقیق تصریح کی ہے ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ نے کہ آپ علیہ السلام شہید فوت ہوئے ہیں۔

(القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع ص ۱۶۸)

امام نوویؒ لکھتے ہیں

"انهم كالشهداء بل افضل منهم والشهداء احياء عند ربهم فلا يبعد ان يحجوا او يصلوا."

(نووی ص ۹۴ ج ۱)

ترجمہ...... بے شک انبیاء شہداء کی مثل بلکہ ان سے بھی افضل ہیں، اور شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں۔ پس نہیں بعید کہ انبیاء حج کریں یا نمازیں پڑھیں۔

علامہ زرقانیؒ لکھتے ہیں

"ان الأنبياء بعد ما قبضوا ردت اليهم ارواحهم فهم احياء عند ربهم كالشهداء."

(زرقانی شرح مواہب ج ۳ ص ۲۳۴)

ترجمہ...... انبیاء کی ارواح وفات کے بعد لوٹا دی گئیں پس وہ شہداء کی طرح اللہ کے ہاں زندہ ہیں۔

اس طرح امام جلال الدین سیوطیؒ نے بھی اس آیت سے حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں

قد قال الله تعالىٰ فی الشهداء ولا تحسبن الذين قتلوا ...... الخ والانبياء اولى بذالک فهم اجل و اعظم وقل نبی الا وقد جمع مع النبوة وصف الشهادة فيدخلون فی

عموم لفظ الآیة. (اللہ تعالیٰ نے شہداء کے بارے میں فرمایا ہے **ولا تحسبن الذین قتلوا...... الخ**)

اور انبیاء علیہم السلام اس کے زیادہ لائق ہیں اس لئے کہ وہ زیادہ عظمت اور شان والے ہیں اور نہیں ہے کوئی نبی مگر تحقیق جمع کی گئی ہے نبوت کی وصف کے ساتھ شہادت کی وصف، پس وہ داخل ہوں گے آیت کے لفظ کے عموم میں۔

آگے اسی بات کو مزید پختہ کرنے کے لئے کہ آپ علیہ السلام شہید ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا

لئن احلف تسعاً ان رسول اللہ ﷺ قتل قتلاً احب الی من ان احلف واحداً انہ لم یقتل و ذلک ان اللہ اتخذہ نبیاً و اتخذہ شہیداً

ترجمہ...... کہ اگر میں نو مرتبہ قسم اٹھاؤں کہ آپ علیہ السلام قتل کئے گئے ہیں یہ مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں ایک مرتبہ قسم اٹھاؤں یہ کہ آپ ﷺ قتل نہیں کئے گئے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ نے آپ ﷺ کو نبی بھی بنایا اور شہید بھی۔

علامہ تاج الدین سبکیؒ اسی آیت مبارکہ سے مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"قال تعالیٰ ﴿ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاء عند ربھم یرزقون﴾ فاخبر سبحانہ بأن الشھداء احیاء عند ربھم و انبیاء اولیٰ بذلک لتقاصر رتبة الشھید عن درجة النبوة قال اللہ تعالیٰ ﴿فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء و

الصالحین ﴾ فرتبة الشهداء ثالث درجة النبوة ".

(طبقات الشافعیہ ص۲۷۹ ج۲)

ترجمہ...... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں نہ گمان کرو ان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل کئے گئے مردہ، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں رزق دیے جاتے ہیں، پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خبر دی کہ شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور انبیاء علیہم السلام تو اس کے زیادہ لائق ہیں بوجہ شہید کے رتبے کے نبی کے رتبے سے کم ہونے کے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں پس وہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی انبیاء علیہم السلام صدیقین، شہدا اور صالحین۔ پس شہداء کا مرتبہ نبوت کے درجے کے تیسرے نمبر پر ہے۔

علامہ قرطبیؒ تذکرہ میں فرماتے ہیں کہ

ان الشهداء بعد قتلهم و موتهم احياء عند ربهم يرزقون فرحين مستبشرين و هذه صفة الاحياء فى الدنيا واذا كان فى الشهداء فالانبياء احق بذالك و اولىٰ

ترجمہ...... بے شک شہداء قتل کئے جانے کے بعد اور موت کے بعد اپنے رب کے پاس زندہ ہیں رزق دیے جاتے ہیں خوش ہیں اور خوشخبری دیے ہوئے ہیں۔ اور یہ دنیا میں زندوں کی صفت ہے۔ اور جب یہ شہداء میں ہے تو انبیاء علیہم السلام اس کے زیادہ لائق اور حقدار ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ وقد صح ان الارض لا تاكل اجساد الانبياء اور تحقیق صحیح طرح یہ بات ثابت ہے کہ زمین انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو نہیں کھاتی۔

اسی طرح امام بخاریؒ حضرت عائشہؓ کی روایت نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا

كان النبى ﷺ يقول فى مرضه الذى توفا فيه لم

ازل اجد الم الطعام التی اکلت بخیبر فھذا اوان انقطاع الابھری من ذالک السم.

ترجمہ...... نبی کریم ﷺ فرماتے تھے اپنے مرض الموت میں کہ ہمیشہ میں محسوس کرتا رہا اس کھانے کی تکلیف کو جس کو میں نے خیبر میں کھایا اور یہ وقت میری پشت کی رگ کے کٹنے کا ہے اس زہر کی وجہ سے۔

آپ علیہ السلام کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام اسی زہر کی وجہ سے شہید ہوئے جو خیبر میں آپ ﷺ کو دی گئی۔ پس آپ علیہ السلام کی حیات بھی اسی آیت شہداء سے ثابت ہوئی۔

علامہ سفارینیؒ لکھتے ہیں

ان الشھداء بعد موتھم و قتلھم احیاء عند ربھم یرزقون فرحین و ھذہ صفۃ الاحیاء فی الدنیا واذا کان ھذا فی الشھداء کان الانبیاء بذالک احق و اولی.

(سفارینی ص۳۹ ج۲)

ترجمہ...... بے شک شہداء اپنی موت اور قتل ہونے کے بعد اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ خوش ہیں اور یہ دنیا میں زندوں کی صفت ہے۔ جب شہداء کا یہ حال ہے کہ وہ زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام تو اس شان کے زیادہ حقدار اور اہل ہیں۔

اہل ظواہر کے امام قاضی شوکانی (۱۲۵۵ھ) لکھتے ہیں

ورد النص فی کتاب اللہ فی حق الشھداء انھم احیاء یرزقون وان الحیاۃ فیھم متعلقۃ بالجسد فکیف بالانبیاء المرسلین.

ترجمہ......قرآن مجید میں شہداء کے بارے میں نص موجود ہے کہ وہ زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے اور ان کی حیات جسم کے ساتھ ہے۔ یہ حیات انبیاء علیہم السلام اور مرسلین کو بدرجہ اولیٰ حاصل ہے۔

(نیل الاوطار ۲۱۴ ج ۳)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں

ان الذین یصعقون ھم الاحیاء و اما الموت فھم فی الاستثناء فی قولہ تعالیٰ الا من شاء اللہ ...... ولا یعارض ما ورد فی ھذ الحدیث ان موسیٰؑ ممن استثنا اللہ لان الانبیاء احیاء عنداللہ وان کانوا فی صورۃ الاموات بالنسبۃ الی اھل الدنیا وقد ثبت ذالک لشھداء ولا شک ان الانبیاء اعلیٰ رتبۃ من الشھداء وورد الصریح بان الشھداء ممن استثنیٰ اللہ۔

ترجمہ...... جو لوگ زندہ ہیں پہلے صاعقہ میں مریں گے اور جو پہلے سے مرے ہیں وہ الا من شاء اللہ کے استثناء میں داخل ہیں۔......اور یہ بات اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں موسیٰؑ ان میں شمار ہیں جو مستثنیٰ کیئے گئے کیونکہ انبیاء علیہم السلام سب اللہ کے ہاں زندہ ہیں اگر چہ وہ اہل دنیا کی نسبت سے اموات کی صورت میں ہیں اور یہ مرتبہ شہداء کو حاصل ہے اور انبیاء علیہم السلام تو بلا شک شہداء سے کئی درجہ اعلیٰ ہیں۔ اور ان کی مستثنیٰ ہونے کی تصریح موجود ہے۔

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۹۶)

عند ربھم کا معنی

حضرت اوکاڑویؒ نے فرمایا کہ سعید چتروڑگڑھی سے میرا مناظرہ ہوا اس نے بڑا شور مچایا عند ربھم کا معنی آپ کو آتا ہے میں نے کہا کہ آپ بتا دیں، کہنے لگا کہ عند ربھم کا معنی ہے کہ اللہ کے پاس ان کی زندگی ہے، اس زمین پر بالکل زندگی نہیں ہے۔ میں نے کہا پہلی بات تو یہ ہے کہ عند ربھم کا تعلق احیاء کے ساتھ ہے ہی نہیں بلکہ یرزقون کے ساتھ ہے کہ اللہ کے ہاں رزق پا رہے ہیں اور جو تو نے معنی کیا ہے اگر یہی معنی ہے کہ زمین مراد نہیں آسمان یا علیین ہی مراد ہے تو پھر ان الدین عند اللہ الاسلام کا معنی یہ کر کہ اسلام میرے اور میری جماعت کے قریب تو آیا ہی نہیں اللہ نے اوپر سنبھال کر رکھا ہوا ہے اس لئے میں بالکل مسلمان نہیں ہوں۔

تو یہاں بھی عند اللہ کا وہی معنی کر جو عند ربھم میں عند کا کیا ہے اور اگر بعض مفسرین کچھ احتمالات ذکر کر بھی دیتے ہیں کہ اس کا تعلق احیاء سے بھی ہو سکتا ہے تو وہ پھر یہ بات بھی بتا دیتے ہیں کہ اس کا معنی وہی ہے جو ولکن لا تشعرون کا ہے کہ احیاء تو ہیں لیکن ان کی حیات تمہارے شعور میں نہیں ہے اصل میں صحیح بات یہی ہے کہ عند ربھم کا تعلق یرزقون سے ہے۔ لیکن اگر کوئی یہ احتمال بیان کر بھی دے کہ اس کا تعلق احیاء کے ساتھ ہے تو بھی یہ ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ پہلی آیت میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ حیات اسی جسم کو ہے جس پر قتل کا ورود ہو چکا ہے۔

اب جب ہم کوئی حدیث پڑھتے ہیں تو یہ لوگ شور مچاتے ہیں کہ قرآن پڑھو، اگر ہم قرآن پڑھتے ہیں پھر ان کو حدیث یاد آتی ہے۔ کہتے ہیں کہ مسلم شریف میں حدیث ہے کہ (چونکہ یہ حدیث بمع سند پیچھے حاشیہ میں مذکور ہو چکی ہے، اس لئے یہاں پوری ذکر نہیں کر رہے۔) حضور علیہ السلام سے جب

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء

عند ربھم یرزقون

کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا

ارواحھم فی جوف طیر خضر لھا قنادیل معلقة

بالعرش تسرح من الجنة حیث شآء ت.

تو دیکھو حضور پاک ﷺ نے خود تصریح کر دی ہے کہ شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پیٹ میں ہوتی ہیں، میں اس کے جواب میں کہا کرتا ہوں پہلی بات تو یہ یاد رکھیں کہ ہمارا استدلال لفظ بل اور احیاء ہے۔ یہ آل عمران اور بقرہ دونوں میں موجود ہے اور وہاں سرے سے اجمال ہے ہی نہیں کہ جس کی تفصیل کی ضرورت پڑتی کیونکہ وہاں صراحتاً موجود ہے کہ جو جسم قتل ہوا، جس کو لوگ مردہ کہتے تھے اس کو اللہ نے حیات عطاء فرما دی ہے۔ اور یہ جو روایت ہے یہ آل عمران کی آیت کی تفسیر میں آئی ہے کیونکہ اس آیت مبارکہ میں یرزقون کا لفظ مجمل تھا۔ کہ رزق کس طرح دیا جاتا ہے تو یہ روایت یرزقون کی تفسیر ہے کہ وہ صبح شام جنت کی سیر کرتے ہیں اور ان کی روحیں جنت کا رزق حاصل کرتی ہیں۔ ویسے یہ لوگ دن رات شور مچایا کرتے ہیں

لا اعتماد علی الاحاد فی باب الاعتقاد.

کہ عقیدے میں خبر واحد کا اعتبار نہیں اور یہاں یہ خبر واحد پر اعتماد کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

آنچہ شیراں را کند روباہ مزاج
احتیاج است احتیاج است احتیاج

عجیب بات

حضرتؒ نے فرمایا کہ عجیب بات یہ ہے کہ پورے مناظرے میں احمد سعید نے میرے سامنے یہ روایت پیش نہیں کی کیونکہ میں نے پہلے ہی اسے ڈرا دیا تھا جب اس نے ایک روایت پڑھی جس کے راوی ابومعاویہ اور اعمش تھے تو میں نے کہا کہ آپ نے اپنی کتاب دمدمۃ الجود میں لکھا ہے کہ ابومعاویہ تدلیس کا مریض ہے اور اعمش شیعہ ہے۔ اس لئے ان کی روایتیں قابل قبول

نہیں۔

(کیا ابو معاویہ واقعی تدلیس کا مریض اور اعمش شیعہ تھے اس کا جواب آگے اپنے مقام پر آئے گا، اگرچہ یہ حقیقتاً یہ اس طرح نہ بھی ہوں لیکن احمد سعید کا قول اس کے لئے تو حجت تھا، اس لئے حضرت نے اسے یہ بات فرمائی۔)

جو روایت تو نے پڑھی ہے اس میں بھی یہ دونوں راوی ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ چھوٹی سی تیری کتاب ہے تجھے وہ بھی یاد نہیں کہ اس میں تو نے کیا لکھا ہے لوگ اتنی بڑی بڑی کتابیں لکھ جاتے ہیں۔ اور پھر حضرت نے اسے ڈانتے ہوئے کہا کہ دیکھنا ہوش میں رہنا کہ سبز پرندوں والی حدیث غلطی سے نہ پڑھ بیٹھنا کیونکہ اس کی سند میں بھی یہی ابو معاویہ ہے جس کو تو تدلیس کا مریض کہتا ہے، اعمش شیعہ ہے۔ اس لئے کہ تیرا مناظرہ سنیوں کے ساتھ ہے شیعوں کے ساتھ نہیں ہے، یہ روایت شیعوں کو سنا دینا لیکن ہمیں نہ سنانا۔ تو مولوی عبدالخالق وغیرہ جو اس کے ساتھ تھے انہوں نے فوراً مسلم شریف دیکھی جب دیکھا کہ اس کی سند میں تو واقعی ابو معاویہ بھی ہے اور اعمش بھی ہے، تو پھر احمد سعید پورے مناظرے میں میرے سامنے اس روایت کو پیش کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔ باقی رہی یہ بات کہ ہم اس کو مانتے ہیں یا نہیں؟ تو ہم بھی اس کو مانتے ہیں کہ یہ خبر واحد کے درجے میں ہے ہم اس کا انکار نہیں کرتے۔ لیکن مانتے کس طرح ہیں اس کو ایک مثال سے سمجھیں۔

مثال

قرآن پاک میں سورہ احزاب میں آیت مبارکہ ہے

انما یرید الله لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا

اب جب آپ قرآن پاک کا یہی رکوع پورا پڑھیں تو اس کے سیاق و سباق میں امہات المؤمنین رضی اللہ عنھن کا تذکرہ ہے۔ ہر قرآن پڑھنے والے کو یقین آجاتا ہے کہ اس آیت میں

جس تطہیر کا ذکر ہے اس کا مصداق ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں۔ اسی لئے ان کو ازواج مطہرات کہتے ہیں۔ لیکن مسلم شریف میں باب من فضائل الحسنؓ والحسینؓ میں حدیث مبارکہ آتی ہے۔

حدثنا ابو بکر بن ابی شیبه و محمد بن عبدالله ابن نمیر واللفظ لابی بکر قالا ثنا محمد بن بشر عن زکریا عن مصعب بن شیبه عن صفیة بنت شیبة قالت قالت عائشة خرج النبی ﷺ غداة وعلیه مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن بن علی فادخله ثم جاء الحسین فدخل معه ثم جائت فاطمة فادخلها ثم جاء علی فادخله ثم قال انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهر کم تطهیرا.

(مسلم شریف ص ۲۸۳ ج ۲)

ترجمہ...... بیان کیا ہمیں ابو بکر بن ابی شیبہ اور محمد بن عبداللہ ابن نمیر نے اور یہ لفظ ابو بکر کے ہیں فرمایا انہوں نے بیان کیا ہمیں محمد بن بشر نے زکریا سے انہوں نے مصعب بن شیبہ سے انہوں نے صفیہ بنت شیبہ سے انہوں نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا نبی اقدس ﷺ ایک دن باہر تشریف لائے آپ ﷺ نے سیاہ اونی چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ پس آئے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ آپ علیہ السلام نے ان کو داخل کر لیا پھر آئے حسینؓ پس آپ ﷺ نے ان کو بھی اپنے پاس داخل کرایا، پھر تشریف لائیں فاطمہؓ پس آپ نے ان کو داخل کر لیا پھر آئے حضرت علیؓ پس آپ نے ان کو داخل کر لیا، اور پھر فرمایا انما یرید اللہ ...... الخ.

اب اس حدیث مبارک کے بارے میں تین فرقے بن گئے، ایک رافضی جو قرآن کا انکار کر گئے کہ قرآن پاک میں آیت تطہیر سے ازواج مطہرات نہیں مراد، کیونکہ حضور پاک ﷺ

نے یہ فرمایا ہے کہ اہل بیت سے یہ پانچ مراد ہیں۔اس لئے امہات المؤمنین اس سے مراد نہیں ہیں۔ چنانچہ روافض نے یہ کہا اور اس آیت کے سیاق وسباق کا بالکل انکار کر دیا دوسری طرف خارجی کھڑے ہوئے انہوں نے کہا کہ قرآن میں آیت تطہیر سے مراد ازواج مطہرات ہیں لہذا یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے اور خبر واحد جب قرآن کے خلاف ہو تو اس کو نہیں مانا جائے گا۔اس لئے ہم حضرت علیؓ، سیدہ فاطمہؓ، حضرات حسنین کریمینؓ کو اس آیت میں شامل نہیں سمجھتے۔

تو روافض قرآن کا انکار کر گئے، خوارج حدیث کا انکار کر گئے، لیکن اہل سنت وجماعت نے کہا کہ ہم قرآن بھی مانتے ہیں قرآن کے درجے میں، اور حدیث بھی مانتے ہیں حدیث کے درجے میں ہم کہتے ہیں کہ ازواج مطہرات اس آیت کا قرآنی مصداق ہیں اور یہ چاروں حضرات اس آیت کا حدیث کی وجہ سے مصداق ہیں۔ کیونکہ جب انعام دیا جاتا ہے تو جو اسمیں شامل نہیں بھی ہوتا اس کو بھی کہتے ہیں کہ یہ ہمارا آدمی ہے اس کو بھی کچھ دے دو۔ کیونکہ ازواج مطہرات اس آیت کا قرآنی مصداق ہیں اسی وجہ سے اس موقعہ پر جب حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا کہ میں بھی چادر میں آجاؤں؟ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تو ان سے بہتر ہے اور تو پہلے ہی سے شامل ہے۔ تو ازواج مطہرات کا تو بغیر دعا کرنے کے ہی آیت میں شامل ہیں اور ان چار حضرات کو دعا کر کے اللہ کے نبی ﷺ شامل فرما رہے ہیں۔ تو ہم اہل سنت قرآن کو بھی مانتے ہیں اور ازواج مطہرات کو اس آیت کا مصداق سمجھتے ہیں اور حدیث اگر چہ خبر واحد کے درجے میں ہے لیکن اس کو حدیث کے درجہ میں مانتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے جب دعا مانگی تو اللہ نے قبول فرمالی۔اسی لئے یہ چاروں حضرات بھی آیت تطہیر کا دوسرے نمبر پر مصداق ہیں۔ تو ہم نے آیت بھی مانی اور حدیث بھی مانی۔

اسی طرح ہم یہ کہتے ہیں کہ آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ جس جسم کو قتل کیا گیا ہے اس کو موت آگئی، کیونکہ شہداء مرنے سے پہلے کوئی کہتا ہی نہیں جب موت آئیگی تو اس کو شہید کہا جائے گا۔ تو جب موت آئی تو موت کے سارے وعدے پورے ہو گئے، لیکن اس کے بعد اسی جسم کو مردہ

کہا جا رہا تھا۔ جس کو شہید کہا جاتا ہے کبھی کسی نے آج تک روح کو شہید نہیں کہا اور نہ ہی روح شہید ہوتی ہے۔ تو جس جسم کو دنیا شہید کہتی ہے وہ یہی جسم ہے۔ جب شہید کو غسل دیا جا رہا ہوتا ہے تو اسی جسم کو غسل دیا جا رہا ہوتا ہے۔ روح کو کوئی غسل نہیں دیتا۔ شہید کو دفن کیا جا رہا ہے، شہید کو چار پائی پر لٹایا ہوا ہے، دفن بھی اسی جسم کو کیا جاتا ہے، چار پائی پر بھی یہی جسم لیٹا ہوا ہوتا ہے، پس معلوم ہوا کہ میت کا لفظ اور شہید کا لفظ اسی جسم کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ تو جب شہداء کو زندہ کہا قرآن پاک نے تو روح کا اس جسم کے ساتھ تعلق ثابت ہو گیا۔ کیونکہ حیات روح کے جسم کے ساتھ تعلق کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ پس قرآن پاک سے روح کا جسم سے تعلق ثابت ہو رہا ہے اور حدیث میں اس روحانی سیر کا تذکرہ ہے جو شہداء رزق حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ روح خواہ جنت میں ہو لیکن اس کا تعلق شہداء کے جسم کے ساتھ بھی ہوتا ہے، جیسے آپ کی روح خواب میں مکہ پہنچی ہوئی ہو تب بھی جسم کے ساتھ اس کا تعلق ہوتا ہے۔ تو اگر یہ مان لیا جائے کہ قرآن کے کہنے کے مطابق روح کا تعلق یہاں جسم کے ساتھ بھی ہے اور حدیث کے مطابق صبح و شام روحانی سیر بھی ہوتی ہے تو ہم نے قرآن کو بھی مانا اور احادیث کو بھی مان لیا۔ کیونکہ ہم خارجیوں اور رافضیوں کی طرح قرآن و حدیث میں ٹکراؤ پیدا نہیں کرتے۔ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے درمیان معاذ اللہ کشتی کے قائل نہیں ہیں کہ ان کی کشتی کرا کے دیکھیں کہ کون جیتتا ہے جو جیت جائے گا اس کی بات مان جائیں گے۔ جیسے تورات میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور یعقوبؑ کے درمیان ساری رات کشتی ہوتی رہی نہ یعقوبؑ گرتے تھے اور نہ اللہ تعالیٰ گرتے تھے آخر جب پو پھٹنے لگی تو اس تعالیٰ نے یعقوبؑ سے کہا مجھے چھوڑ دے لوگ دیکھ کر کیا کہیں گے کہ یہ خدا کا حال ہے۔ لیکن یعقوبؑ نے کہا میں نہیں چھوڑتا جب تک مجھے نبوت نہیں دو گے۔ پھر کہتے ہیں اللہ تعالیٰ سے معاذ اللہ کچھ نہ ہوا تو یعقوب کا عضو مخصوص پکڑ کر کھینچ دیا جس سے آپؑ کچھ لنگڑے ہو گئے۔ (ح ۸) تحریف شدہ

(ح ۸)۔ مکمل عبارت یہ ہے۔

اور یعقوب اکیلا رہ گیا اور پو پھٹنے کے وقت تک ایک شخص وہاں اس سے کشتی لڑتا رہا

تورات میں ایسی باتیں لکھی ہوئی ہوتی ہیں ہم لوگ ایسی باتوں کے قائل نہیں ہیں، نہ اللہ اور رسول ﷺ کے درمیان کشتی کے قائل ہیں اور نہ مجتہد اور نبی کے درمیان، نہ رسول خدا سے لڑتا ہے اور نہ مجتہد نبی سے لڑتا ہے۔ رسول بھی اللہ کی باتوں کا ترجمان ہوتا ہے اور مجتہد بھی نبی کی باتوں کا ترجمان ہوتا ہے۔ اب ہم نے قرآن بھی مانا اور حدیث بھی مانی اور یہ لوگ کہتے ہیں، وہ پرندے جسم مثالی ہیں، ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جتنی بھی مخلوق پیدا کی ہے سب سے پیاری شکل انسان کی بنائی ہے

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم

اور سب سے باعزت شکل بھی انسان کو دی ہے اور ولقد کرمنا بنی آدم اب ان لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا پرندوں کی جو شکل ہے یہ انسان کی شکل سے زیادہ بہتر ہے یا پرندوں کی شکل انسان کی شکل سے زیادہ باعزت ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ انسان کی شکل پیاری باعزت ہے، پرندوں کی جو شکل ہے وہ جسم مثالی نہیں بلکہ وہ شکل ہے ان سواریوں کی، جن پر وہ سوار ہو کر وہاں تک پہنچتی ہیں۔ جیسے آپ حج پر جاتے ہیں واپس آ کر بتاتے ہیں کہ ہم جس جہاز پر حج کے لئے گئے وہ مچھلی کی شکل کا تھا۔ کوئی بے وقوف نہیں کہتا کہ وہ جو مچھلی کی شکل کا جہاز ہے وہ حاجی صاحب کا جسم مثالی تھا، وہ جسم مثالی نہیں بلکہ وہ تو ایک سواری ہے۔ اگر کوئی مماتی گدھے پر سوار ہو کر جا رہا

جب اس نے دیکھا کہ اس پر غالب نہیں ہوتا تو اس کی ران کے اندر کی طرف سے چھوا اور یعقوب کی ران کی نس اس کے ساتھ کشتی کرنے میں چڑھ گئی، اور اس نے کہا کہ مجھے جانے دے کیونکہ پو پھٹ چلی ہے یعقوب نے کہا کہ جب تک تو مجھے برکت نہ دے میں تجھے جانے نہیں دوں گا تب اس نے اس سے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا یعقوب۔ اس نے کہا تیرا نام آگے کو یعقوب نہیں اسرائیل ہوگا کیونکہ تو نے خدا اور دو آدمیوں کے ساتھ زور آزمائی کی اور غالب ہوا۔

(پیدائش باب ۳۲ فقرہ ۲۴ تا ۲۹)

ہو تو گدھا اس کی سواری ہے، یہ نہیں کہیں گے کہ وہ گدھا اس مماتی کا جسم مثالی ہے اور مماتی لوگ اپنے لئے ایسی بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ عجیب بات ہے کہ شہداء جنہوں نے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیا ان کے لئے اس قسم کی حماقتیں ماننے کے لئے بڑی جلدی تیار ہو جاتے ہیں۔

ایک شبہ اور اس کا جواب۔

رزق تو ساری دنیا کا اللہ ہی کے پاس ہے پھر یہاں عند ربھم کہہ کر تخصیص کیوں کی؟

جواب

اس کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ یہاں رزق ملنے میں اسباب کا دخل ہے کہ پیالہ ہمیں مہیا کرنا پڑے گا رزق اس میں ڈالا جائے گا اب وہ رزق سارا ایک اللہ ہی سے آئے گا۔ پھر ہمارا پیالہ حلال ہوگا تو رزق حلال رہے گا اور اگر گندہ برتن لے جائیں گے تو رزق گندہ ہو جائے گا۔ تو جس قسم کا ہمارا پیالہ ہوگا رزق اسی قسم کا ہوگا۔ چونکہ یہاں ہم اسباب کے محتاج ہیں اور وہاں یہ تعلق نہیں ہے اس لئے اس کو عند ربھم کہہ دیا گیا ہے۔

سوال۔

احمد سعید نے ابو معاویہ کو مدلس اور اعمش کو شیعہ کہا ہے کیا وہ واقعی شیعہ ہیں؟

جواب

ابو معاویہ کے بارے میں تو بعض نے مدلس لکھا ہے (ح۹) لیکن اعمش تو امام ابو حنیفہؒ

(ح۹)۔ یہ امام احمدؒ کا استاد ہے، اور امام اعمش جو ہیں یہ امام صاحب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان کے علم میں برکت دی گئی ہے، (مناقب ذہبی ص۲۹) امام اعمش سے چند مسائل دریافت کئے گئے، امام ابو حنیفہ بھی

کے استاد ہیں۔

تو پہلے یہ بات سمجھ لیں کہ اسماء الرجال میں شیعہ کا لفظ اس معنی میں نہیں آتا جس میں ہم لوگ آج استعمال کر رہے ہیں۔ بلکہ اسماء الرجال فن کی اصطلاح میں شیعہ کہتے ہیں ان لوگوں کو جو حضرت علیؓ کو صرف حضرت عثمانؓ سے افضل مانتے ہیں۔ جیسا کہ بخاری شریف ص ۴۳۲ پر علوی اور عثمانی کا لفظ بھی ہے۔ کہ جو شیعان عثمانؓ تھے وہ عثمانی کہلاتے تھے اور جو شیعان علیؓ تھے وہ علوی کہلاتے تھے۔ اسی معنی کے اعتبار سے دو چار صحابہ بھی حضرت ابوذر، حضرت مقداد، حضرت سلمان فارسی رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی شیعہ کے لفظ میں آجاتے ہیں، اسی وجہ سے شیعہ حضرات ان حضرات کا اکثر نام لیتے رہتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو حضرت علیؓ کو سب صحابہؓ سے افضل مانتے ہیں، حتیٰ کہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور سیدنا عمر فاروقؓ سے بھی افضل مانتے ہیں ان کے لئے اسماء

وہاں موجود تھے، تو امام اعمش نے فرمایا آپ اس کا جواب دیں، تو امام صاحب نے سب مسائل کا جواب دیا اس پر امام اعمش نے فرمایا یہ جواب آپ نے کس دلیل سے دیئے؟ امام صاحب نے عرض کیا ان احادیث سے جو آپ سے میں نے روایت کیں، اور پھر چند احادیث مع سند کے سنا دیں، تو محدث اعمش نے فرمایا بس تجھے یہی کافی ہے کہ جو احادیث میں نے سو دن میں پڑھائیں تو نے ایک ساعت میں سنا دیں میرے خیال میں نہیں تھا کہ آپ ان احادیث پر بھی عمل کریں گے، اور پھر فرمایا کہ فقہاء کی جماعت تم طبیب ہو اور ہم محدثین پنساری ہیں۔ امام صاحب سے فرمایا آپ نے دونوں طرفوں کو جمع کر لیا۔ (یعنی احادیث کو بھی اور فقہ کو بھی) (سرتاج المحدثین ص ۲۴۸، اس کے علاوہ یہ حوالہ ما تمس الیہ الحاجة لمن یطالع سنن ابن ماجه، مناقب صیمری ص ۱۳ ذیل الجواهر المضیه ص ۴۸۵، مناقب ذهبی ص ۳۵ پر بھی موجود ہے)

الرجال میں رافضی کا لفظ یا غالی رافضی کا لفظ استعمال ہوتا ہے، پھر یہ لوگ دو قسموں میں تقسیم ہو جاتے ہیں ایک وہ ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیقؓ سے حضرت علیؓ کو افضل مانتے ہیں لیکن سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی خلافت کو برحق مانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حق تو حضرت علیؓ کا ہی تھا لیکن جب حضرت علی المرتضیٰؓ نے خود سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو اس میں لڑنے کا کیا حق ہے؟ اور یہ تفضیلی کہلاتے ہیں۔ جن کو اسماء الرجال والے غالی یا رافضی شیعہ کہتے ہیں۔ اور یہ لوگ سب صحابہ کو گنہ گار قرار دیتے ہیں ان کے لئے رافضی خبیث، یا رافضی محترق کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے چونکہ اہل کوفہ اکثر حضرت علیؓ کی حمایت میں تھے، اس لئے عام طور پر ان کو شیعان علیؓ لکھ دیا جاتا ہے اس سے وہ اصطلاحی شیعہ مراد نہیں ہیں جو آج کے رافضی کے معنی میں ہے۔ مزید تحقیق آگے آرہی ہے۔

آیت نمبر ۳۔

قال یلیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی و جعلنی من المکرمین

اب یہ خطاب اسی شخص کو ہو رہا ہے جس کے بارے میں فرمایا

و جاء رجل من اقصی المدینۃ یسعی.

یعنی جو بھاگا آرہا ہے اور جس کو شہید کیا گیا ہے اور شہید اسی جسم کو کہتے ہیں۔ چونکہ شہید کی قبر بھی جنت کا باغ ہے اس لئے کہا جارہا ہے کہ اسمیں داخل ہو جا۔ اور وہ شہید اسی قبر میں باتیں کر رہا ہے

یلیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی و جعلنی من المکرمین

ترجمہ...... کہ کاش میری قوم جانتی اس بات کو کہ بخش دیا مجھے میرے رب

نے اور بنادیا مجھے اکرام کیے ہوئے لوگوں میں سے۔

اب اس کی یہ باتیں کرنا دلیل حیات ہے دلیل موت ہے؟ یقیناً دلیل حیات ہے۔اس لئے کہ جب کلام ثابت ہوگیا تو حیات بھی ثابت ہوگئی۔(ح ۱۰) قرآن پاک نے شہداء کی حیات

(ح ۱۰)۔ **اعتراض**۔ قرآن پاک میں آتا ہے **قیل ادخل الجنۃ** اسے اسی وقت کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

جواب

یہ قیامت کو کہا جائے گا۔

اعتراض

قیل ماضی کا صیغہ ہے معلوم ہوا کہ کہا جا چکا ہے۔

جواب

اسی سورۃ میں آگے **و نفخ فی الصور** آیا ہے۔ نفخ بھی ماضی کا صیغہ ہے کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ صور پھونکا جا چکا ہے؟ جو آئندہ یقینی ہونے والی بات ہے اس کو ماضی سے تعبیر کر دیتے ہیں۔ نیز آگے تفاسیر کے حوالے بھی آرہے ہیں ان میں غور کرنے سے بھی یہی معلوم ہوگا۔

قال المفسرون. ارادوا القوم قتله، فاقبل هو على المرسلين . فقال. (انى آمنت بربكم ايها الرسل فاسمعون) اى اسمعوا ايمانى واشهدوا لى به. وقيل انه خاطب بهذا الكلام قومه لما ارادوا قتله تصلبا فى الدين و تشددا فى الحق، فلما قال هذا القول و صرح بالايمان و ثبوا عليه فقتلوه. و قيل وطئوه بارجلهم ، وقيل حرقوه ، وقيل حفروا

بعبارت النص ذکر فرمائی ہے اور یہ حیات عوام کی حیات سے اقویٰ ہوتی ہے۔ان کے اجسام مطہرہ

لـه حفيرة و ألقوه فيها . وقيل انهم لم يقتلوه بل رفعه الله الى السمـاء فهـو فـي الـجـنة . وبــه قال الحسن، وقيل نشروه بـالـمـنشـار (قيـل ادخل الجنة) اى قيل له ذلك تكريما له بدخولها بعد قتله كما هى سنة الله فى شهداء عباده . وعلى قـولـه مـن قـال انه رفع الى السماء ولم يقتل يكون المعنى . انهـم لما ارادوا قتله نجاه الله من القتل، وقيل له ادخل الجنة فلما دخلها و شاهدها (قال يا ليت قومى يعلمون بما غفرلى ربى و جعلنى من المكرمين)

(فتـح الـقـديـر تـاليف مـحـمـد بـن على بن محمد الشوكانى المتوفى ١٢٥٠هج)

(قيـل ادخـل الـجـنة) فـى التفسير . انه لما قال هذا الـقـول وثـب الـقوم عليه وثبة واحدة فوطئوه بارجلهم حتى قتلـوه ، وحـكـى هذا عن ابن مسعود ، ويقال . وطئوه حتى خـرج قصبه من دبره، فادخله الله الجنة ، فهو ثم حى يرزق ، وهو معنى قوله. (قيل ادخل الجنة)

وقـولـه. (يا ليت قومى يعلمون بما غفرلى ربى) اى. بـمـغـفـرة ربـى لى ، قال قتادة . نصحهم حيا وميتا، وقوله. (وجـعلنى من المكرمين) اى. ممن دخل الجنة ، ومن ادخل

بھی محفوظ رہتے ہیں۔ ہماری جو یہ حیات ہے یہ فانی حیات ہے اور شہید کو یہ حیات عطا فرمائی گئی

الجنة فقد اكرم، ومن أدخل النار فقد اهين.

المجلد السادس

قوله تعالى. (مما خطيئاتهم) اى. من خطيئاتهم، (اغرقوا فادخلوا نارا) يعنى . اغرقوا فى الدنيا، وادخلوا نارا فى الآخرة ، وقيل . هو فى القبر . وعن الحسن قال. البحر طبق جهنم . وقيل . البحر نار لم نار.

(تفسير القرآن للامام العلامة شيخ الاسلام حجة اهل السنة والجماعة ابى المظفر السمعانى منصور بن محمد بن عبدالجبار التميمى المروزى الشافعى السلفى)

قال القاضى ابو محمد رحمه الله .

وهنا محذوف تواترت به الاحاديث والروايات ، وهو انهم قتلوه ، واختلف. كيف ؟ قال قتادة وغيره.رجموه بالحجارة، وقال ابن مسعود. مشوا عليه باقدامهم حتى خرج قصبه من دبره ، فقيل له عند موته. (ادخل الجنة) ، وذلک . والله اعلم. بان عرض عليه مقعده منها، و تحقق انه من سكانها برويته ما اقر عينه ، فلما تحصل له ذلک تمنى ان يعلم قومه بذلک ، فقيل . اراد بذلک الاشفاق والنصح لهم، اى . لو علموا ذلک لآمنوا بالله .

نے وہ ہمیشہ کی حیات ہے۔ اب یہ لوگ اس قبر کا انکار کر کے کوئی قبر بھی نئی تلاش کرتے پھرتے

(المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز لابی محمد عبدالحق بن عطیه الاندلسی)

"قیل ادخل الجنة" ای ثوابا علی صدق ایمانک و فوزک بسببه بالشهادة "قال یا لیت قومی یعلمون" بما غفرلی ربی و جعلنی من المکرمین" ای لیقبلوا علی ما اقبلت علیه، ویضحوا لاجله النفس والنفیس.

(تفسیر القاسمی المسمی محاسن التاویل تالیف علامة الشام محمد جمال الدین القاسمی)

وقال الحسن . حرقوه حرقا وعلقوه فی سور المدینة ، وقبره فی سور أنطاکیة حکاه الثعلبی . وقیل . حفروا له حفیرة وألقوه فیها ، وقیل . انهم لم یقتلوه بل رفعه الله الی السماء وهو فی الجنة ، وبه قال الحسن وقال السدی. رموه بالحجارة وهو یقول . اللهم اهد قومی ، حتی قتلوه . وقیل نشروه بالمنشار حتی خرج من بین رجلیه ، فوالله ما خرجت روحه الا فی الجنة فدخلها فذلک قوله تعالی.

(قیل ادخل الجنة) ای قیل له ذلک عند موته تکریما له بدخولها بعد قتله کما هی سنة الله فی شهداء

ہیں۔اوراس عذاب وثواب قبر کا انکار کر کے عذاب وثواب بھی نیا تلاش کرتے پھرتے ہیں۔اور

عباده ولم يذكر لفظ (له) في نظم الآية لان الغرض بيان القول دون المقول له فانه معلوم، وعلى قول من قال انه رفع الى السماء ولم يقتل يكون المعنى .انهم ارادوا قتله فنجاه الله من القتل وقيل له . ادخل الجنة وفيه دليل على أن الجنة مخلوقة الآن.

(فتح البيان في مقاصد القرآن تاليف صديق بن حسن بن على الحسين القنوجي البخارى)

(قوله فرجموه فمات) قال ابن مسعود و وطؤه بارجلهم حتى خرجت أمعاؤه من دبره والقى في بئر وهى الرس وهم اصحاب الرس وفى رواية أنهم قتلوا الرسل الثلاثة قال السدى رموه بالحجارة وهو يقول اللهم اهد قومى حتى قتلوه وقال الكلبى حفروا حفرة وجعلوه فيها و رموا فوقه التراب فمات ردما وقال الحسن حرقوه حرقا وعلقوه في سور المدينة وقبره في سور انطاكية حكاه الثعلبى وقال القشيرى والحسن لما اراد القوم أن يقتلوه رفعه الله الى السماء فهو في الجنة لا يموت الا بفناء السماء وهلاك الجنة فاذا اعاد الله الجنة أدخلها وقيل نشروه بالمنشار حتى خرج من بين رجليه فوالله ما خرجت روحه

جس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ذکر کیا ہے اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

الا في الجنة فدخلها فذلک قوله تعالى قيل ادخل الجنة فلما شاهدها قال يا ليت قومي يعلمون --- الخ. اه قرطبی وفی الخازن لما قتلوه غضب الله له فعجل لهم العقوبة فأمر جبريل فصاح بهم صيحة واحدة فماتوا عن اخرهم فذالک قوله تعالى وما انزلنا على قومه الخ (قوله قيل له عند موته ادخل الجنة) عبارة أبي السعود قيل له ذلک لما قتلوه اکراما له بدخولها کسائر الشهداء وقيل لما هموا بقتله رفعه الله الى الجنة قال الحسن وعن قتادة أدخله الله الجنة وهو فيها حي يرزق.

(الفتوحات الالهية سليمان بن عمر العجلي الشافعي الشهير بالجمل المتوفى سنة ۱۲۰۴)

و قيل معناه و وجبت لک الجنة فهو خير بانه قد استحق هؤلاء ولا يكون الا بعد البعث ولم يأت فی القرآن انه قتل فقال الحسن لما أراد قومه قتله رفعه الى السماء فهو في الجنة لا يموت الا بفناء السموٰت وهلاک الجنة فاذا أعاد الله الجنة دخلها وقيل لما قال ذلک رفعوه الى الملک فطول معهم الكلام ليشغلهم عن قتل الرسل الى ان صرح لهم فوثبوا عليه فقتلوه بوطه الارجل حتى خرج قلبه

مماتی...... گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم؟

اب یہ جو دنیا والی ہماری حیات ہے یہ فانی حیات ہے لیکن میں اگر آپ کو تین یا چار مرتبہ

من دبره وألقى في بئر وهي الرس وقال سدى رموه بالحجارة وهو يقول اللهم اهد قومي حتى مات . وقال الكلبي رموه في حفرة والقو التراب عليه فمات وعن الحسن حرقوه حرقا و علقوه في باب المدينة و قبره في سور النطاكية شروه بالمناشير حتى خرج من بين رجليه وعن قتادة أدخله الله الجنة وهو فيها حي يرزق . قوله تعالىٰ بل احياء عند ربهم يرزقون فرحين وفي النسخة التي طالعنا من تفسير ابن عطية وقرأ الجمهور فاسمعون بفتح النون . قال أبو حاتم هذا خطأ لا يجوز لانه أمر فاما حذف و واما كسر ها على جهة النباء انتهى يعني ياء المتكلم والنون للوقاية وقوله وقرأ الجمهور حش ولا يكون الله اعلم الا من الناسخ بل القراء مجمعون فيما أعلم على كسر النون سبعتم دهم الا ما روى عن عصمة عن عاصم من فتح النون ذكر في الكامل مؤلف أبي القاسم و لعل ذلک وهم من عصمة . وقال ابن عطية هنا محذوف تواترت به الاحاديث والروايات وهو قتلوه فقيل له عند موته ادخل الجنة ذلک والله اعلم. بأن عرض عليه مقعده منها و تحقق انه من فرأى

کہوں او مُردوا و مُردو۔ تمہیں یقیناً غصہ لگے گا حالانکہ اس حیات کے بعد موت یقیناً آنی ہے۔تو جب فانی حیات والے کو مردہ کہنا اس کی توہین ہے،تو جس کو اللہ نے ہمیشہ ہمیشہ کی حیات عطا فرمائی ہے کیا اس کو مردہ کہنا اس کی توہین نہیں ہے؟ اس لئے ہم ان (مماتیوں) کو کہتے ہیں کہ مرداروان کو مردہ نہ کہو۔اس پر ایک لطیفہ یاد آیا

ما اقرأ عينه فاما حصل ذلک تمنى أن يعلم قومه بذلک.

(تفسير البحر المحيط ص ۳۲۹ ج ۷)

وقال ابن عباس. القي فى البئر، وهو الرس ، كما قال ﴿واصحاب الرس﴾ وقال قتادة قتلوه بالحجارة وهو يقول رب اهد قومي فانهم لا يعلمون ، وقال مقاتل اخذوه و وطؤوه تحت اقدامهم حتى خرجت امعاؤه ثم القى فى البئر، وقتلوا الرسل الثلاثة فلما ذهب بروح حبيب النجار الى الجنة ف ﴿قيل﴾ له ﴿ادخل الجنة قال يا ليت قومي يعلمون بما غفرلي ربي﴾ و ذلک حين دخلها و عين ما فيها من النعيم ، تمنى أن يسلم قومه، فقال ﴿يا ليت قومي يعلمون بما غفرلي ربي﴾ بالذى غفرلي ربى ، و يقال بمغفرتي ، ويقال ، بماذا غفرلي ربى ، فلو علموا لامنوا بالرسل ، ثم قال ﴿وجعلني من المكرمين﴾ اى الموحدين فى الجنة نصح لهم فى حياته، و بعد وفاته. (تفسير سمرقندى ص ۹۸ ج ۳)

لطیفہ

حضرت اوکاڑویؒ نے حضرت حکیم الامتؒ کا فرمان سنایا۔ حضرت تھانویؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت غیر مقلد کیا چیز ہوتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا ان کا پہلا قدم سلف پر بدگمانی اور دوسرا قدم بدزبانی ہے۔ عرض کیا گیا کہ حضرت یہ تو بڑا علمی دعوی کرتے ہیں، حضرتؒ نے فرمایا علم ان کا یہ ہے کہ سرقہ ابن حجرؒ سے زبان ابن حزمؒ والی علامہ ابن حجر عسقلانیؒ سے سرقہ کر کے ابن حزمؒ والی زبان استعمال کرتے ہیں۔ حضرتؒ سے عرض کیا گیا کہ ان کا درجہ کیا ہے؟ فرمایا ایک آدمی بانسری بجارہا تھا بجاتے بجاتے نیچے سے ہوا خارج ہوگئی تو بانسری منہ سے ہٹا کر جلدی سے وہاں رکھ دی کہ پہلے تو ہی بجالے۔ تو جو خواہ مخواہ درمیان میں ٹوں ٹاں کر رہی ہے اس لئے تو ہی بجا لے۔ مجتہد کی مثال منہ کی ہے۔

اہل سنت والجماعت کی خوبی۔

حضرت رئیس المناظرینؒ نے فرمایا اہل سنت والجماعت کی مذہب کی جہاں اور سینکڑوں خوبیاں ہیں ان میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں گستاخیاں نہیں ہیں۔ باقی جتنے فرقے آپ کو نظر آئیں گے ہر فرقہ کی بنیاد کسی کینے پر ہے۔ کسی کو نبی پاک ﷺ کے صحابہؓ سے کینہ ہے، کسی کو نبی پاک ﷺ کے اہل بیتؓ سے کینہ ہے۔ صرف ایک اہل سنت و جماعت ایسا مذہب ہے، جس کو کسی سے کینہ نہیں۔ جنہوں نے بھی دین کی خدمت کی اہل سنت کے ہاں سب قابل احترام ہیں۔ اور آخرت میں بھی یہی سرخرو ہوں گے۔

آج حضرت مولانا عبدالستار صاحب تونسوی دامت برکاتہم رافضیوں کی گالیاں سن سن کر بھی صحابہ کرامؓ کے فضائل بیان کرتے ہیں، تو قیامت کے دن یقیناً حضرات صحابہ کرامؓ حضرت تونسوی کو آوازیں دیں گے تونسوی ادھر آؤ ہم آپ کی شفاعت کریں کیونکہ آج ہماری شفاعت سنی جارہی ہے۔ امام اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب خارجیوں کی گالیاں سن سن کر بھی اہل بیتؓ کے فضائل بیان کر رہے ہیں، تو قیامت کے دن حضرت علیؓ اور حضرات حسنین

رضوان اللہ علیہم اجمعین قاضی صاحب کو بھولیں گے نہیں، بلکہ کہیں گے قاضی ادھر آؤ تم نے گالیاں سن سن کر بھی ہماری حمایت کی ہے، آج ہماری سفارش سنی جارہی ہے آؤ ہم تمہاری سفارش کرتے ہیں۔تو یہ سب حضرات قیامت کے دن سفارش کریں گے۔

علامہ شعرانیؒ کا کشف

علامہ شعرانیؒ اپنے کشف کے بارے میں میزان کبریٰ میں لکھتے ہیں کہ میں نے حالت کشف میں دیکھا کہ پل صراط پر چار ٹھہرنے کی جگہیں بنی ہوئی ہیں اور چار جگہوں پر چاروں امام کھڑے ہیں امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ۔ اور اپنے اپنے مقلدین کو گذار رہے ہیں اور میدان قیامت میں دیکھا کہ حنفیوں کا حساب ہو رہا ہے اور امام اعظم ابو حنیفہؒ پاس کھڑے ہیں۔علامہ شعرانیؒ کے کشف سے معلوم ہوا کہ ان حضرات کی سفارش سنی جائے گی۔

ان آیات سے حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات بدلالت النص ثابت ہے

اب شہید کی حیات قرآن پاک سے بعبارت النص ثابت ہوگئی اور شہید کا مرتبہ تیسرے نمبر پر ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں

اولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین

پہلا مرتبہ انبیاء علیہم السلام کا ہے، دوسرا صدیقین کا، تیسرا شہداء کا، چوتھا صالحین کا۔تو جب شہید کی حیات قرآن پاک سے بعبارت النص ثابت ہے تو صدیق کی حیات بدلالت النص ثابت ہوگئی اور نبی کی حیات اس سے بھی بہت زیادہ اعلیٰ دلالت کے ساتھ ثابت ہوگئی (ح ۱۱)

(ح ۱۱)۔چنانچہ قاضی شمس الدین صاحب بھی یہی لکھتے ہیں

قرآن کریم میں اس مسئلہ کی صراحت کہیں بھی نہیں۔ ہاں شہداء کے حق

جس طرح عبارت النص قطعی ہے اسی طرح دلالت النص بھی قطعی ہے کیونکہ دلالت النص کا مدار علت پر نہیں لغت پر ہوتا ہے (ح ۱۲) اب یہ لوگ کہتے ہیں قرآن پاک میں شہید کا لفظ ہے، ہمیں نبی کا لفظ دکھادو۔ جواب یہ ہے کہ نبی کا لفظ صراحتاً دکھانے کی ضرورت نہیں اور احادیث میں تو نبی کا لفظ آیا ہے **الانبیاء احیاء فی قبورھم.**

لیکن قرآن پاک سے نبی کی حیات چونکہ بدلالت النص ثابت ہے اس لئے صراحتاً نبی کا لفظ مذکور نہیں۔

۱ میں ارشاد ہے **بل احیاء ولکن لا تشعرون** اس سے بطور دلالت النص سمجھ میں آتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کہ جن کا درجہ شہداء سے بھی بہت بڑا ہے وہ بعد الوفات زندہ ہیں اور اس طرح علماء کرام نے زادھم اللہ شرفاً نے یہ مسئلہ قرآن سے نکالا۔ دلالت النص اسے کہتے ہیں کہ ایک چیز مذکور ہو دوسری اس سے بطور اولیٰ سمجھ میں آئے اس دور میں، اور پہلے دور میں، اس کے ساتھ اتنا ایمان ہونا کافی تھا کہ یہ حضرات زندہ ہیں جس زندگی کا ہمیں شعور نہیں اور بس۔ (مسالک العلماء ص ۲۹)

(ح ۱۲)۔ یونس نعمانی نے بھی اپنے اشتہار میں یہ بات مان لی ہے کہ اس آیت مبارکہ سے حیات شہداء عبارۃ النص ثابت ہے۔ اور حیات انبیاء بدلالۃ النص ثابت ہے۔ اور نیلوی صاحب نے بھی ندائے حق میں یہ بات مان لی ہے کہ دلالت النص بھی عبارۃ النص کی طرح قطعی ہوتی ہے۔ چنانچہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔

یہ حیات انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ (قرآن سے) دلالت النص کے ذریعے ثابت ہے اور جو حکم دلالت النص کے ذریعہ سے ثابت ہوتا ہے وہ قطعی ہوتا ہے۔ جیسے عبارت النص سے ثابت شدہ حکم قطعی ہوتا ہے۔ (ندائے حق ۳۸ ج ۲)

ایک مماتی مولوی کا قصہ

حضرتؒ نے فرمایا ایک مماتی مولوی مجھے کہنے لگا کہ آیت مبارکہ میں شہید کا لفظ ہے نبی کا لفظ نہیں ہے۔ میں نے کہا شہید کا لفظ تو میں نے دکھا دیا ہے اور شہید کو یہ مرتبہ صرف اور صرف نبی علیہ السلام کی تابعداری کی برکت سے ملا ہے اگر وہ نبی پر ایمان نہ رکھتا، اگر نبی کی تابعداری نہ کرتا تو لوگ اس کو کبھی بھی شہید نہ کہتے اور نہ ہی وہ شہید ہوتا۔ شہادت اس کو ملی ہی حضرت پاک ﷺ کی تابعداری کی وجہ سے ہے۔ اس لئے سارے شہداء کی حیات کو اکٹھا کیا جائے تو نبی پاک کی حیات ان سب سے اعلیٰ اولیٰ اور ارفع ہے۔ مماتی مولوی کہتا ہے نہیں نبی کا لفظ لکھا ہوا دکھاؤ۔ حضرت نے کہا شہید کے لفظ سے ہم بدلالت النص انبیاء علیہم السلام کی حیات مراد لیتے ہیں۔ دلالۃ النص کی مثال سمجھانے کے لئے حضرتؒ نے اسے کہا اگر تیرا بیٹا تجھ سے لڑ پڑے تو تو اسے کہے کہ قرآن کہتا ہے **فلا تقل لهما اف** کہ ماں باپ کے سامنے اف بھی نہ کرنا اور تو مجھے جوتے مار رہا ہے وہ کہے اف تو میں نہیں کہہ رہا جوتے ہی مار رہا ہوں۔ تو کہے گا جب اف کہنا حرام ہے جس سے والدین کو تھوڑی ایذا پہنچی ہے تو جو اس سے زائد ایذا پہنچانے والی ہے یعنی جوتے مارنا یہ تو بطریق اولی حرام ہوگی۔ تو اگرچہ قرآن پاک میں جوتے کا لفظ نہیں لکھا ہوا کہ والدین کو جوتے نہ مارنا، تھوک کا ذکر نہیں کہ والدین کے منہ پر نہ تھوکنا، پیشاب کا ذکر نہیں کہ والدین کے منہ پر پیشاب نہ کرنا، لیکن یہ ساری باتیں اسی آیت سے بدلالۃ النص منع ہوگئیں۔ کیونکہ جب تھوڑی ایذا دینا جائز نہیں تو زیادہ ایذا یعنی جوتے مارنا، پیشاب کرنا، والدین کے منہ پر تھوکنا یہ بالاتفاق حرام ہوگئیں۔ تو اب جو لڑکا **فلا تقل لهما اف** کو مان کر والدین کو جس طرح اف نہیں کہتا اسی طرح جوتے بھی نہیں مارتا ان کے منہ پر بھی نہیں تھوکتا خلاصہ یہ ہے کہ کسی بھی قسم کی ایذا انہیں نہیں پہنچاتا۔ اس کی مثال حیاتی کی ہے۔ اور جو اف تو نہیں کہتا لیکن کبھی والدین کے منہ پر جوتے مارنا شروع ہو جاتا ہے، کبھی ان کے منہ پر تھوکنا شروع ہو جاتا ہے، کبھی ان کے منہ پر پیشاب کرنا شروع کر دیتا ہے اور جب اسے کہا جائے کہ والدین کو جوتے نہ مارو تو آگے سے یہ کہتا ہے کہ مجھے قرآن میں یہ دکھاؤ کہ کہاں

جوتوں کا لفظ لکھا ہوا ہے، کہاں پیشاب کرنے سے منع کیا گیا ہے؟ اگر یہ لفظ نہیں دکھاؤ گے تو میں جوتے مارتا رہوں گا۔ تو اس لڑکے کی مثال مماتیوں کی طرح ہے۔ کہ جس طرح یہ لڑکا عبارت النص کو مانتا ہے کہ والدین کو اف نہیں کہتا لیکن دلالۃ النص کو نہیں مانتا اوران کو جوتے مارتا ہے اور ان کو ایذاء پہنچا رہا ہے۔ اسی طرح مماتی بھی شہید کی حیات کو تو مانتا ہے کہ وہ عبارت النص سے ثابت ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کی حیات جو بدلالۃ النص ثابت ہے اور شہداء کی حیات سے کہیں زیادہ اعلیٰ، اولیٰ اور ارفع ہے اس کو ماننے سے انکار کرتا ہے۔

چونکہ قرآن پاک میں بظاہر صرف اف کہنے سے منع کیا گیا ہے اسی لئے ابن حزم ظاہری نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ والدین کو اف کہنا تو حرام ہے لیکن والدین کے منہ پر پیشاب کرنا حرام نہیں ہے۔ کیونکہ ابن حزم ظاہری تھا اس لئے اس نے محلی میں لکھا ہے کہ کوئی پانی میں کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرے کہ پھر اس میں غسل بھی کرلے۔ کہتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ پانی میں پیشاب کرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ لیکن پاخانہ پڑنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا، کیونکہ پاخانہ کا لفظ حدیث میں نہیں آیا اور پیشاب بھی براہ راست پانی میں کرنے سے پانی ناپاک ہوتا ہے۔ اگر برتن میں پیشاب کرکے پانی میں ڈال دیا تو پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ اگر کنارے پر کیا اور بہہ کر پانی میں چلا گیا تو پانی ناپاک نہیں ہوا۔ گویا اس کے نزدیک پیشاب ناپاک نہیں پیشاب کی دھار کم بخت ناپاک ہے اور پھر کہتا ہے وہ پانی اسی شخص کے لئے ناپاک ہے جس نے اس میں پیشاب کیا، دوسروں کے لئے ناپاک نہیں۔ دوسرے اس سے وضو کر سکتے ہیں۔ اسی طرح یہ حدیث کہ کتا اگر برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات مرتبہ دھوؤ، اس حدیث کے تحت لکھتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ برتن میں جو چیز ہوگی وہ ناپاک ہوگی، اگر آپ نے ہاتھ پر کوئی چیز رکھی اور کتا چاٹ رہا ہے ساتھ آپ بھی چاٹ رہے ہیں تو یہ ناپاک نہیں ہے کیونکہ ہاتھ برتن نہیں ہے۔ اسی طرح کان یباشر وھو صائم کے تحت لکھتا ہے کہ یہ ماضی استمراری کا صیغہ ہے جو دوام پر دلالت کرتا ہے روزہ رکھنے کے بعد بیوی سے اتنی مباشرت کرنا کہ فریقین کو انزال ہو جائے یہ سنت اور باعث

ثواب ہے۔ اس کی ظاہر پرستی کا عجیب حال ہے۔

تو خلاصہ یہ نکلا کہ یہ مماتی بھی ابن حزم کی طرح ظاہر پر چلتے ہیں۔ اور دلالۃ النص کو نہیں مانتے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جب والدین کو اف کہنا حرام ہے تو جوتے مارنا بطریق اولی حرام ہے کیونکہ اف کہنے پر والدین کو تھوڑا صدمہ ہوتا ہے اور جوتے مارنے سے زیادہ تو جب تھوڑا صدمہ پہنچانا حرام ہے تو زیادہ صدمہ پہنچانا بطریق اولی حرام ہوگا۔ اسی طرح جب شہید کی حیات ثابت ہوگئی تو نبی کی حیات بطریق اولی ثابت ہوگئی۔

سعید چتروڑگڑھی کا واقعہ

حضرتؒ نے فرمایا کہ میرا مناظرہ سعید چتروڑگڑھی سے ہوا تو وہ آیت پڑھتا اور مرزا قادیانی کی طرح غلط ترجمہ کرتا۔ میں نے اس کو کہا کہ تو ترجمہ مرزا قادیانی کی طرح کرتا ہے کسی ایک مفسر کا حوالہ پیش کر کہ اس نے اس آیت کا یہ مطلب لیا ہو جو تو نے لیا ہے۔ اب جب میں نے آیت شہداء تلاوت کی تو اس نے بدلہ اتارنے کے لئے مجھ سے کہا کہ اگر اس آیت سے کسی سنی مفسر نے انبیاء علیہم السلام کی حیات ثابت کی ہے تو حوالہ دے میں اپنی ناک کٹوادوں گا۔ چنانچہ میں نے حوالے پڑھنے شروع کر دیئے میں ایک حوالہ پڑھتا پھر اس سے پوچھتا کہ اب تیری ناک کتنی رہ گئی ہے تا کہ میں دوسرا حوالہ اس حساب سے پڑھوں۔ اب سعید کے ساتھی اس پر بڑے پریشان ہوئے ایک نے کھڑے ہو کر کہا کہ اس کو ہم جانے نہیں دیں گے بلکہ دریا میں غرق کریں گے، کیونکہ اس نے آج ہمیں بڑا ذلیل کیا ہے۔ چنانچہ میں نے وہاں بائیس حوالے پیش کئے کہ مفسرین نے اس آیت مبارکہ سے حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال کیا ہے۔

دلالۃ النص کی ایک اور مثال

رسول پاک ﷺ کی خدمت میں ایک مرتبہ جنات حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت لوگوں کو منع فرمادیں کہ یہ ہڈی اور گوبر سے استنجا نہ کریں ان میں ہماری خوراک ہے۔ اب اس سے فقہاء نے بدلالۃ النص یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جانوروں کی خوراک سے بھی استنجا نا جائز ہے کیونکہ

ہمیں نظر آتا ہے کہ اسے جانوروں نے کھانا ہے۔اب جب جانوروں کی خوراک سے ناجائز ہے تو انسانوں کی خوراک سے بطریق اولی ناجائز ہے۔تو اب اگر کوئی مماتی یہ کہے کہ ہڈی اور گوبر کے بارے میں آیا ہے کہ اس سے استنجا نہ کرو، لیکن یہ کہاں آیا ہے کہ پراٹھے سے استنجا نہ کرو، حلوے سے استنجا نہ کرو۔ میں تو حلوے اور پراٹھے سے استنجا کروں گا۔ یا مجھے حدیث میں پراٹھے اور حلوے کا لفظ دکھاؤ کہ حضورﷺ نے پراٹھے اور حلوے سے استنجا کرنے سے منع کیا ہو، تو اس قسم کی ضدوں کا نام ان لوگوں نے قرآن رکھا ہوا ہے۔ کرتے ہیں ضد اور کہتے ہیں کہ ہم قرآن مانتے ہیں، ان بے چاروں کے پاس اس قسم کی شرارتوں کے علاوہ دلیل نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ جب شہداء کی حیات بعبارۃ النص ثابت ہے انبیاء علیہم السلام کی حیات بدلالت النص ثابت ہوگئی اب جب انبیاء علیہم السلام علیہم الصلوۃ والسلام کی حیات بدلالۃ النص قرآن پاک سے ثابت ہوگئی تو ان لوگوں کی یہ بات کہ وہ احادیث جن میں حیات انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے وہ قرآن کے خلاف ہیں یہ غلط ہوگئی۔

آیت رابعہ سے حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال

واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن الھۃ یعبدون (الزخرف آیت ۴۵)

اللہ تعالیٰ نے حضرت پاکﷺ سے فرمایا کہ پہلے نبیوں سے پوچھ لو کہ ہم نے کبھی کسی نبی کو توحید کے خلاف پیغام دے کر بھیجا ہے؟ سارے نبی ہی توحید کا پیغام لے کر آئے، چنانچہ شب معراج میں انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی، یہ آیت حیات انبیاء علیہم السلام کی واضح دلیل ہے۔ یہ تفسیر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے۔ چنانچہ صاحب جلالین اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ

قیل ھو علی ظاھرہ بان جمع لہ الرسل لیلۃ الاسراء

ترجمہ کہا گیا ہے کہ یہ اپنے ظاہر پر ہے بایں طور کہ آپ علیہ السلام کے

لئے رسولوں کو جمع کیا گیا۔

اسی آیت کے تحت جلالین کے حاشیہ میں ہے

عن عطاء عن ابن عباس لما اسری بالنبی ﷺ بعث الله آدم وولده من المرسلین فصلی بهم فلما فرغ قال له جبرئیل سل یا محمد من ارسلنا من قبلک فقال النبی ﷺ لااسئل فقد اکتفیت قال وهذا قول الزهری و سعید بن جبیر و ابن زید وقالو جمع له الرسل لیلة الاسراء فلم یسئل.

ترجمہ..... حضرت عطاء حضرت ابن عباسؓ سے روایت فرماتے ہیں جب نبی علیہ السلام کو معراج کروایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے آدم اور ان کی اولاد سے جو رسول تھے رسولوں کو بھیجا پس آپ ﷺ نے ان کو نماز پڑھائی پس جب فارغ ہوگئے تو جبرئیلؑ نے آپ سے عرض کیا اے محمد ﷺ آپ ان رسولوں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا سوال کیجئے، پس آپ ﷺ نے فرمایا میں سوال نہیں کرتا۔ پس تحقیق میں نے اکتفاء کرلیا۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ یہی قول ہے امام زہریؒ، حضرت سعید بن جبیرؒ اور ابن زیدؒ کا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ کے لئے معراج کی رات تمام رسول جمع کیے گئے۔

علامہ جلال الدینؒ سیوطی عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی اسی آیت کے تحت اسی قول کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں

اخرج سعید بن منصور و عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر عن سعید بن جبیر فی قوله واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا قال لیلة اسری به لقی الرسل.

ترجمہ...... سعید بن منصور و عبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن منذر حضرت سعید بن جبیر سے اللہ تعالیٰ کے قول واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا معراج کی رات آپ علیہ السلام نے انبیاء علیہم السلام سے ملاقات فرمائی۔ (تفسیر در منثور ص۱۹ ج۶)

علامہ علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی المتوفی ۷۲۵ھ اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت فرماتے ہیں

فروی عن ابن عباس فی روایۃ عنہ لما اسری بالنبی ﷺ بعث اللہ عز وجل لہ آدم وولدہ من المرسلین فاذن جبریل ثم اقام وقال یا محمد تقدم فصل بھم فلما فرغ من الصلوۃ قال لہ جبریل سل یا محمد من ارسلنا من قبلک من رسلنا الآیۃ فقال النبی ﷺ لا اسئل قد اکتفیت وھذ قول الزھری وسعید بن جبیر وابن زید قالو جمع لہ الرسل لیلۃ اسری بہ وامرہ ان یسئلہ فلم یشک ولم یسئل فعلی ھذ القول قال بعضھم ھذہ الآیت نزلت ببیت المقدس لیلۃ اسری بالنبی ﷺ.

ترجمہ...... حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا گیا ہے کہ جب نبی علیہ السلام معراج کے لئے تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے آدم علیہ السلام اوران کی اولاد میں سے رسولوں کو بھیجا پس جبرئیل علیہ السلام نے اذان دی پھر اقامت کہی اور عرض کیا اے محمد ﷺ آگے بڑھیں اوران کو نماز پڑھائیں۔ پس جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو عرض کیا آپ سے جبرئیل نے اے محمد ﷺ سوال کیجئے ان رسولوں سے جن کو ہم نے آپ ﷺ سے پہلے بھیجا پس نبی علیہ

السلام نے فرمایا میں سوال نہیں کرتا تحقیق میں نے اکتفا کیا۔ یہی قول زہری سعید بن جبیر اور ابن زید کا ہے۔ انہوں نے کہا جمع کیے گئے آپ کے لئے رسول جس رات آپ معراج کے لئے گئے اور آپ حکم دیئے گئے کہ آپ ان سے سوال کریں پس آپ ﷺ نے شک نہ کیا اور نہ سوال کیا پس اسی قول کے مطابق ان میں سے بعض نے کہا کہ یہ آیت معراج کی رات بیت المقدس میں نازل ہوئی۔

(تفسیر خازن ص ۱۱۴ ج ۶)

صاحب تفسیر قرطبی ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبیؒ اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں

قال لقی الرسل لیلة اسری به وقال الولید بن المسلم فی قوله تعالیٰ واسئل من ارسلنا ...... الخ قال سئلت عن ذالک خلید بن دعلج فحدثنی عن قتادة قال سئلهم لیلة اسری به لقی الانبیاء و لقی آدم و مالک خازن النار.

ترجمہ ...... فرمایا سعید بن جبیر نے اللہ تعالیٰ کے قول واسئل من ارسلنا ...... الخ کہ ملے آپ ﷺ رسولوں سے معراج کی رات اور کہا ولید بن مسلم نے اللہ تعالیٰ کے قول واسئل من ارسلنا ...... الخ انہوں نے فرمایا کہ میں نے سوال کیا اس بارے میں خلید بن دعلج سے پس انہوں نے مجھے بیان فرمایا حضرت قتادہؒ سے کہ حضرت قتادہؒ نے فرمایا سوال کیا آپ علیہ السلام نے انبیاء علیہم السلام سے سوال کیا اس رات جس رات آپ ﷺ معراج کرائے گئے۔ ملاقات کی آپ ﷺ نے انبیاء علیہم السلام سے اور ملاقات کی آدم سے اور جہنم کے داروغہ مالک سے۔

(تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۹۵)

علامہ حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن کثیر القرشی الدمشقی المتوفی ۷۷۴ھ اسی آیت

کے تحت فرماتے ہیں کہ

وقال عبدالرحمن بن زید بن اسلم واسئلھم لیلۃ الاسراء فان الانبیاء علیہ السلام جمعوا لہ

اور فرمایا عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے (اس سوال کرنے کے حکم کا وقت بتاتے ہوئے واسئل ھم لیلۃ الاسراء) سوال کر تو ان سے لیلۃ الاسراء پس انبیاء علیہم السلام آپ کے لئے جمع کئے گئے۔

(تفسیر ابن کثیر ص ۲۲۸ ج ۴)

اسی طرح صاحب فتح القدیر اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں

قال الزھری و سعید بن جبیر وابن زید ان جبریل کان ذالک للنبی ﷺ لما اسری بہ فالمراد سوال الانبیاء فی ذالک الوقت عند ملاقاتہ لھم وبہ قال جماعۃ من السلف

(تفسیر فتح القدیر ص ۵۵۷ ج ۴)

کہ فرمایا زہری اور سعید ابن جبیر نے اور ابن زید نے کہ بے شک جبرئیل نے فرمایا نبی علیہ السلام کو جب آپ ﷺ معراج کرائے گئے پس مراد انبیاء علیہم السلام کے سوال سے اس وقت میں انبیاء علیہم السلام سے آپ ﷺ کی ملاقات کا ہے۔ اور اسی کے ساتھ قول کیا ہے سلف سے ایک جماعت نے۔

علامہ ابو محمد الحسین الفراء البغوی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ

قال عطاء عن ابن عباس لما اسری بالنبی ﷺ بعث اللہ لہ آدم وولدہ من المرسلین فاذن جبرئیل ثم اقام وقال یا

محمد تقدم فصل بهم فلما فرغ من الصلوة قال له جبرئيل سئل يا محمد من ارسلنا من قبلک من رسلنا الآية فقال رسول الله ﷺ لا اسئل فقد اكتفيت وهذا قول الزهرى وسعيد بن جبير وابن زيد. قالوا جمع الله له المرسلين ليلة اسرى به وامره ان يسئلهم فلم يشک ولم يسئل.

ترجمہ...... حضرت عطاء نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جب نبی علیہ السلام معراج کے لئے تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد میں سے رسولوں کو بھیجا پس جبرئیل علیہ السلام نے اذان دی پھر اقامت کہی اور عرض کیا اے محمد ﷺ آگے بڑھیں اور ان کو نماز پڑھائیں۔ پس جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو عرض کیا آپ سے جبرئیلؑ نے اے محمد ﷺ سوال کیجئے ان رسولوں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا پس نبی علیہ السلام نے فرمایا میں سوال نہیں کرتا تحقیق میں نے اکتفا کیا، یہی قول زہری سعید بن جبیر اور ابن زید کا ہے۔ انہوں نے کہا جمع کیا اللہ نے ان کے لئے رسولوں کو جس رات آپ معراج کے لئے گئے اور آپ حکم دیئے گئے کہ آپ ان سے سوال کریں پس آپ ﷺ نے نہ شک کیا اور نہ سوال کیا۔

(تفسیر معالم التنزیل)

اور علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ

شیخین نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شب معراج میں میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا گندمی رنگ، دراز قامت، گھنگریالے بال ایسے معلوم ہوتا تھا کہ قبیلہ شنواۃ کے ایک مرد ہیں۔

(تفسیر مظہری ج ۶ ص ۳۵۳)

اختصاراً متن میں یہی حوالے نقل کئے جاتے ہیں مزید تفاسیر کے حوالے حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔(ح۱۳۷)

(ح۱۳۷)۔

قوله عز وجل. (واسأل من ارسلنا من قبلک من رسلنا) فيه ثلاثة اقاويل.

احدها. يعني الانبياء الذين جمعوا له ليلة الاسراء، قاله ابن عباس، وابن زيد، وكانوا سبعين نبيا منهم ابراهيم و موسى وعيسى، عليهم السلام. فلم يسألهم لانه كان اعلم بالله منهم، قاله ابن عباس.

(النكت والعيون تفسير الماوردي تصنيف ابى الحسن على بن محمد بن حبيب الماوردى البصرى)

والقول الثانى فى الآية. ما رواه عطاء عن ابن عباس. ان الله تعالىٰ جمع المرسلين ليلة الاسراء فى مسجد بيت المقدس ثم ان جبريل اذن، ثم اقام، ثم قال للنبى ﷺ. تقدم وصل بهم، فلما فرغ من صلاته، قال له. "وسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا و زعم بعضهم انه سالهم فاجابوا وقالوا. ما امرنا الله تعالىٰ الا بالتوحيد والاخلاص. وفى بعض التفاسير ان ميكائيل قال لجبريل. هل سال محمد الرسل عما امر به؟ فقال. لا، كان اشد يقينا واعلم بالله من ان يسال عن ذلک.

(تفسير القرآن للامام العلامة شيخ الاسلام حجة اهل السنة والجماعة ابى المظفر السمعانى منصور بن محمد بن عبدالجبار التميمى المروزى الشافعى السلفى)

فى القرطبى قال ابن عباس وابن زيد لما اسرى برسول الله

تو ان تمام تفاسیر سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی

ﷺ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی وهو مسجد بیت المقدس بعث الله له آدم و من دونه من المرسلین و جبریل مع النبی ﷺ فاذن جبریل علیه السلام. واقام الصلوة ثم قال یا محمد تقدم فصل بهم فلما فرغ رسول الله ﷺ قال له جبریل ﷺ سل یا محمد من أرسلنا من قبلک من رسلنا أجعلنا من دون الرحمن آلهة یعبدون فقال رسول الله ﷺ لا أسال قد اکتفیت قال ابن عباس وکانوا سبعین نبیا منهم ابراهیم و موسی علیهم الصلاة والسلام فلم یسألهم لانه کان اعلم بالله منهم وفی غیر روایة ابن عباس فصلوا خلف رسول الله سبعة صفوف المرسلون ثلاثة صفوف والنبیون أربعة صفوف وکان یلی ظهر رسول الله ﷺ ابراهیم خلیل الله وعلی یمینه اسماعیل وعلی یساره اسحق ثم موسی ثم سائر المرسلون فصلی بهم رکعتین فما انفتل قائم قام فقال ان ربی اوحی الی ان اسألکم هل ارسل احد منکم بدعوة الی عبادة غیر الله تعالیٰ فقالوا یا محمد اما نشهد أما ارسلنا اجمعین بدعوة واحدة أن لا اله الا الله وأن ما یعبدون من دونه باطل وأنک خاتم النبیین و سید المرسلین قد استبان ذلک بامامتک ایانا و انه لا نبی بعدک الی یوم القیامة الا عیسی ابن مریم فانه مأمور أن یتبع اثرک اه وفی الکرخی قوله قیل هو علی ظاهره الخ ای قال الزهری و سعید بن جبیر وابن عباس فی روایة عطاء ان الله تعالیٰ لما جمع الرسل لیلة المعراج فی بیت المقدس و فرغ من الصلاة نزلت هذه الآیة والانبیاء حاضرون لدیه فقال بعد سلامه لا أسال فقد کفیت ولست شاکا فیه لان المراد

اور موسیٰ علیہ السلام کو تو فوت ہوئے ۲۲۰۰ سال گزر چکے ہیں (تاریخ یہود) اور حضرت ابن عباسؓ کے قول کے مطابق ۱۸۰۰ سال گزر چکے ہیں اور آپ ﷺ ۲۲۰۰ سال یا ۱۸۰۰ سال کے بعد ملاقات فرما رہے ہیں۔ اور ظاہری بات ہے کہ آپ ﷺ کی یہ ملاقات موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوئی ہے۔ اسی جسد عنصری کے ساتھ ہوئی جس موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی گئی تھی اور تورات کسی

بالامر بالسؤال التقرير والتفهيم لمشركي قريش انه لم يات رسول من الله ولا كتاب بعبادة غير الله وعلى هذا تكون الآية مكية اى نزلت قبل الهجرة.

(الفتوحات الالهية سليمان بن عمر العجلي الشافعي الشهير بالجمل المتوفى سنة ۱۲۰۴)

و يقال ﴿واسأل من ارسلنا من قبلك من رسلنا﴾ يعنى سل المرسلين، فلقى النبى ﷺ الانبياء ليلة المعراج و صلى بهم ببيت المقدس، فقيل له فلهم فلم يشك، ولم يسالهم. (تفسير سمرقندى ص ۲۰۹ ج ۳)

قوله تعالىٰ ﴿و اسأل من ارسلنا من قبلك من رسلنا﴾ ان قيل. كيف يسأل الرسل وقد ماتوا قبله؟ فعنه ثلاثة اجوبة.

احدهما. انه لما اسرى به جمع له الانبياء فصلى بهم، ثم قال (له) جبريل. سل من ارسلنا قبلك ......الآية. فقال لا أسأل، قد اكتفيت، رواه عطاء عن ابن عباس، وهذا قول سعيد بن جبير، والزهرى، وابن زيد، قالوا. جمع له الرسل ليلة أسرى به، فلقيهم، وأمر أن يسألهم، فما شك ولا سأل.

(زاد المسير ص ۳۱۹ ج ۵)

مثیل موسیٰ علیہ السلام کو نہیں دی گئی تو یہ ملاقات بھی مثیل موسیٰ علیہ السلام سے نہیں ہو سکتی، اور نہ یہ خواب یا کشف میں جسم مثالی کے ساتھ ملاقات کا ذکر ہے اس لئے کہ خواب یا کشف میں دیکھنے کو ملاقات نہیں کہتے بلکہ زیارت کہتے ہیں۔ جیسے مثال اگر میں آپ سے کہوں کہ آپ حضرت شیخ الحدیث صاحب سے فلاں بات پوچھ آئیں آپ کو شیخ الحدیث صاحب کا شناختی کارڈ مل گیا آپ وہی بات شیخ الحدیث کی تصویر سے پوچھنے لگے تو کیا واقعتا آپ کا پوچھنا ہے؟ ہرگز اس کو پوچھنا نہیں کہیں گے۔ شیخ الحدیث صاحب سے پوچھنا تب ہی بنے گا جب خود ان سے پوچھا جائے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام سے سوال تب ہی بنے گا جب خود انبیاء علیہم السلام سے پوچھا جائے گا۔ مفسرین یہی لکھتے ہیں کہ معراج کی رات حضرت پاک ﷺ کی ملاقات سارے انبیاء علیہم السلام سے ہوئی اور وہاں آپ ﷺ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے پوچھا اور انہوں نے بتایا کہ ہم سب توحید ہی لے کر آئے ہیں۔

اگرچہ مفسرین میں سے بعض نے کہا کہ سوال ہوا بعض نے کہا کہ نہیں ہوا۔ یہ اختلاف ہمارے مدعیٰ کو نقصان نہیں دیتا۔ اس لئے کہ سوال کا حکم دینا ہی دلیل حیات انبیاء علیہم السلام ہے۔ مردوں، لکڑیوں اور پتھروں یا تصویروں سے نہ سوال ہوتا ہے نہ اس کا حکم دیا جاتا ہے۔

اب رسول پاک ﷺ کی ملاقات انبیاء علیہم السلام سے ہوئی ہے تو ملاقات اسی جسم سے ہوا کرتی ہے یا فوٹو کاپیوں سے ہوا کرتی ہے۔ آپ ایک مرتبہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب سے ہاتھ ملالیں آپ بڑے فخر سے کہیں گے کہ میں نے شیخ الحدیث صاحب سے ملاقات کی ہے اور اگر ٹی وی پر دو گھنٹے ان کی تقریر سن لیں تو آپ اس کا فوٹو دیکھ رہے ہیں لیکن آپ کسی کو یہ نہیں کہیں گے کہ میں نے شیخ الحدیث صاحب سے دو گھنٹے ملاقات کی ہے۔

اب یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہاں انبیاء علیہم السلام کے جسم مثالی آئے تھے۔ تو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ جہاں ملاقات کا ذکر ہے وہاں یہی جسم وارد ہوا کرتا ہے نہ کہ جسم مثالی۔ یہ بات تو وہ لوگ بھی مانتے ہیں کہ حضرت پاک ﷺ کا جسد اطہر اصلی تھا اور آپ ﷺ نے وہاں

انبیاء علیہم السلام کو جماعت کرائی ہے۔ کیا کوئی مسئلہ قرآن وحدیث میں ہے کہ مولوی صاحب تو اصل کھڑے ہیں اور پیچھے ساری فوٹو کاپیاں کھڑی ہیں اور جماعت ہو رہی ہے۔ کیا فوٹو کاپیوں سے جماعت ہو جاتی ہے؟ یقیناً نہیں ہوتی۔ جماعت تو اصل جسم سے ہوتی ہے۔ چنانچہ جب آپ علیہ السلام نے انبیاء علیہم السلام کو جماعت کرائی اور انبیاء علیہم السلام نے آپ ﷺ کی اقتداء میں اپنے اصلی اجسام کے ساتھ نماز ادا فرمائی اب آپ ﷺ کا انبیاء علیہم السلام کو جماعت کروانا یہ حیات انبیاءؑ علیہم السلام کی واضح دلیل ہے۔

چنانچہ ملا علی قاریؒ مرقات شرح مشکوۃ ج ۱۱ ص ۱۵۷ پر فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز ادا فرمائی

والا ظهر ان صلاته لهم في بيت المقدس كان قبل العروج قلت قد سبق انهم احياء عند ربهم وان الله حرم على الارض ان تاكل لحومهم

ظاہر ہے کہ آپ علیہ السلام کا انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں نماز پڑھانا یہ آسمان پر چڑھنے سے پہلے تھا۔ میں کہتا ہوں کہ تحقیق یہ بات گزر گئی ہے انبیاء علیہم السلام اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور بے شک اللہ نے حرام کر دیا زمین پر کہ ان کے گوشت کو کھائے۔

علامہ تاج الدین سبکیؒ نے طبقات شافعیہ ص ۲۸۱ ج ۲ پر واقعہ معراج سے حیات انبیاء پر استدلال کیا ہے۔

علامہ تقی الدین سبکیؒ اپنے رسالہ جز حیات انبیاء علیہم السلام میں اسی آیت کو بطور استدلال نقل فرماتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں

وقد قيل في قوله تعالىٰ ﴿ واسئل من ارسلنا من قبلك من رسلنا ﴾ ان النبي ﷺ سألهم ليلة الاسراء قال القاضي عياض رحمه الله فان قيل يحجون و يلبون وهم

اموات وهم فی الدار الآخرة وليس دار عمل فاعلم ان للمشائخ وفی ما ظهر لنا عن هذا اجوبة احدهم انهم كالشهداء بل افضل منهم والشهداء احياء عند ربهم فلا يبعد ان يحجوا و يصلوا كما ورد فی الحديث الآخر.

ترجمہ...... تحقیق کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول **واسئل من ارسلنا** کے بارے میں یہ کہ نبی اقدس ﷺ نے انبیاء علیہم السلام سے معراج کی رات سوال کیا (ملاقات حیات کو چاہتی ہے اس کے اثبات کے لئے آگے فرماتے ہیں) قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام حج کیسے کرتے ہیں؟ اور تلبیہ کیسے کہتے ہیں حالانکہ وہ اموات ہیں۔ تو جان لے کہ مشائخ کے لئے اور جو ہمارے لئے اس کے جوابات ظاہر ہوئے ہیں اس میں سے ایک یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام شہداء کی طرح ہیں اور شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں۔ پس نہیں مستبعد کہ وہ حج کریں یا نمازیں پڑھیں جیسا کہ دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے۔

(جزء حیات انبیاء ص ۳۴)

مماتیوں کا اعتراض اور اس کا جواب

اگر انبیاء علیہم السلام اصلی اجسام کے ساتھ نماز ادا فرمارہے تھے تو پیچھے قبروں میں کیا تھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ سے وہاں پہنچ گئے تو انبیاء علیہم السلام اگر اپنی قبروں سے وہاں اپنے اصلی اجسام مطہرہ کے ساتھ تشریف لے آئے تو اس میں کیا حرج ہے؟ اور کونسا استحالہ لازم آ گیا ہے؟

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں

وصلوتهم فی اوقات مختلفة و فی اماكن مختلفة لا يرده العقل و قد ثبت به النقل فدل ذلك علی حياتهم.

(فتح الباری کتاب الانبیاء ج ۱۳ مصر)

ترجمہ......اور انبیاء کرام کا مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر نمازیں پڑھنا یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ عقل سلیم اس سے متصادم نہیں اور نقلِ صحیح اسے ثابت کر رہی ہے۔ پس یہ ان کے زندہ ہونے پر کافی شہادت ہے۔

یعنی قبر میں نماز پڑھنا، پھر سویۃ بیت المقدس میں نماز پڑھنا اور پھر ملاء اعلیٰ میں ملنا، ان سب کے اوقات مختلف ہیں پس تعارض لازم نہیں آتا۔ فتفکروا یا اولی الابصار.

محدث کبیر امام بیہقیؒ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں

فی قصة المعراج انه لقيهم فی جماعة الانبياء فی السمٰوٰة و كلمهم و كامره و كل ذلك صحيح لا يخالف بعضه حضر فقد يرى موسىٰ عليه السلام قائما يصلى فی قبره ثم يسرىٰ بموسىٰ وغيره الىٰ بيت المقدس كما اسرىٰ بنبينا ﷺ فيراهم فيه ثم يعرج بهم الى السموات كما عرج نبينا ﷺ فيراهم فيه كما اخبره و صلوتهم فی اوقات بمواضع مختلفات جائز فی العقل كما ورد بها خبر الصادق وفی كل ذلك دلالة على حياتهم. (حيات الانبياء للامام بيهقى ص ۸ مصر)

ترجمہ......واقعہ معراج میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ انبیاء کرام کی ایک پوری جماعت کو آسمانوں میں ملے تھے، ان سے کلام فرمایا اور انہوں نے آپ سے باتیں کیں۔ یہ سب مضامین صحیح ہیں اور ایک دوسرے سے متعارض نہیں۔ ایک وقت ہے کہ آپ ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھ

رہے ہیں، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی بیت المقدس تک سفر اسراء کرایا گیا، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کو معراج ہوا پس آپ نے وہاں بھی انبیائے کرام کو دیکھا پس انبیاء کرام کا مختلف اوقات میں مختلف جگہوں پر نماز پڑھنا اس پر عقلاً کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا اور نقلاً اس پر قول صادق موجود ہے۔ ان تمام واقعات سے انبیائے کرام کی حیات پر دلالت ہو رہی ہے۔ (تفسیری حوالہ جات حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں)

پانچویں آیت سے حیات انبیاء پر استدلال

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

ولقد آتینا موسی الکتاب فلا تکن فی مریة من لقائه و جعلناه هدی لبنی اسرائیل

اس آیت کریمہ میں رسول اقدس ﷺ کو فرمایا گیا ہے کہ آپ حضرت موسیٰ کی ملاقات میں شک نہ کریں۔ چنانچہ آپ ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات سے مشرف ہوئے۔ حضرات مفسرین نے آپ علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملاقات کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ صاحب تفسیر کبیر فرماتے ہیں کہ

قیل معناه فلا تکن فی شک من لقاء موسیٰ فانک تراه و تلقاه وقیل بانه راه لیلة المعراج

(تفسیر کبیر ص ۵۶۵)

کہا گیا ہے اس کا معنی ہے آپ موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کے بارے میں شک میں نہ پڑیں اس لئے کہ بے شک آپ نے ان کو دیکھا ہے اور ان سے ملاقات فرمائی ہے۔ اور کہا گیا کہ آپ ﷺ نے معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔

علامہ علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ

ای لقاء موسیٰ لیلة المعراج قال ابن عباس (ق) عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال رأیت لیلة اسری بی موسیٰ رجل آدم طوالا جعدا کانه من رجال شنوءة و رایت عیسی رجلا مربوعا مربوع الخلق الی الحمرة الی البیاض سبط الشعر و رایت مالک خازن النار والدجال فی آیت اراهن الله ایاه فلا تکن فی مریة من لقائه.

آگے اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں

ان الانبیاء کالشهداء بل هم افضل عنهم والشهداء احیاء عند ربهم یرزقون فلا یبعد ان یحجوا او یصلوا کما صح فی الحدیث. وان یتقربوا الی الله بما استطاعوا وان کانوا ماتو لا نهم بمنزلة الاحیاء فی هذه الدار التی هی دار العمل الی ان تفنی ثم یرحلون الی دارالجزاء التی هی الجنة.

یعنی موسیٰ علیہ السلام سے معراج کی رات ملاقات کرنا۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا دیکھا میں نے معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کو جو بلند قامت آدمی ہیں گھنگریالے بالوں والے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کہ وہ قبیلہ شنوءہ کے ایک مرد ہیں اور دیکھا میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو درمیانے قد والا آدمی اور آپ کی رنگت سفید سرخی مائل تھیؐ اور دیکھا میں نے جہنم کے داروغہ مالک کو اور دجال کو اللہ کی ان نشانیوں میں جن کو اللہ نے آپ ﷺ کو دکھایا۔ پس آپ شک نہ کریں موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کے بارے میں۔

آگے اسی آیت کے تحت حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال فرماتے ہیں کہ

انبیاء علیہم السلام شہداء کی طرح ہیں بلکہ شہداء سے بھی افضل ہیں اور شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور رزق دیے جاتے ہیں۔ پس نہیں بعید کہ وہ حج کریں اور نماز پڑھیں جیسے کہ صحیح ثابت ہوا ہے احادیث میں اور یہ کہ قرب حاصل کریں اللہ کی طرف اس چیز کے ساتھ جس کی وہ طاقت رکھتے ہیں اگرچہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ اس لئے کہ وہ بمنزلہ احیاء کے ہیں اس دار میں جو دار العمل ہے۔ یہاں تک کہ یہ فنا ہو جائے پھر وہ تشریف لے جائیں گے دار الجزاء کی طرف جو کہ جنت ہے۔

(تفسیر خازن ج۵ ص۱۸۸)

علامہ محمود آلوسی البغدادی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ

واخرج الطبراني وابن مردويه و ضياء في المختارة بسند صحيح عن ابن عباس انه قال في الآية اى من لقاء موسىٰ و اخرج ابن المنذر وغيره عن مجاهد نحوه و اخرج ابى حاتم عن ابى العالية انه قال كذالك فقيل له او لقى عليه الصلوة والسلام موسىٰ قال نعم الا ترى الى قوله تعالىٰ وا سئل من ارسلنا ...... الخ واراد بذالك لقائه ﷺ اياه ليلة الاسراء كما ذكر في الصحيحين وغيرهما و روى نحو ذلك عن قتادة و جماعة من السلف.

(روح المعانی ص۱۳۸ ج۱)

ترجمہ...... اور نقل کیا طبرانی اور ابن مردویہ نے اور ضیاء نے مختارہ میں صحیح سند کے ساتھ ابن عباسؓ سے کہ انہوں نے فرمایا آیت کی تفسیر میں کہ موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کے بارے میں آپ شک میں نہ پڑیں اور ابن منذر وغیرہ نے مجاہدؒ سے

اسی کی مثل تخریج کی ہے۔اور نقل کیا ہے ابن ابی حاتم نے ابوعالیہ سے کہ انہوں نے اسی طرح فرمایا پس کہا گیا کہ نبی ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہاں کیا تو نہیں دیکھتا اللہ تعالیٰ کا قول **و اسئل من ارسلنا ......الخ** کی طرف اور مراد لیا انہوں نے اس سے معراج کی رات آپ ﷺ کی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کو جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے صحیحین اور ان کے غیر میں اور روایت کیا گیا ہے اسی کی مثل قتادہ اور سلف کی ایک جماعت سے۔

اور علامہ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن کثیر حضرت ابن عباس والی اسی روایت کو اسی آیت کے تحت نقل فرماتے ہیں اور آگے فرماتے ہیں کہ

انه قد رای موسیٰ و لقی موسیٰ لیلة اسری به

(تفسیر ابن کثیر ج۵ ص۴۱۶)

ترجمہ......آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اور معراج کی رات موسیٰ سے ملاقات فرمائی۔

امام ابو محمد الحسین الفرا البغوی اسی آیت کے تحت اس حدیث کو نقل فرماتے ہیں

عن انس قال قال رسول الله ﷺ لما اسری بی الی السماء رأیت موسیٰ یصلی فی قبره.

ترجمہ......حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس رات مجھے آسمان کی سیر کروائی گئی میں نے دیکھا موسیٰ کو وہ نماز پڑھ رہے تھے اپنی قبر میں۔

علامہ تقی الدین سبکیؒ کا استدلال

علامہ تقی الدین سبکیؒ جزء حیات انبیاء علیھم السلام میں اسی آیت سے استدلال فرما رہے ہیں لکھتے ہیں

وقال تعالیٰ فلا تکن فی مریة من لقائه وفی صحیح مسلم کان قتادة یفسرها ان نبی الله ﷺ قد لقی موسیٰ

(جزء حیات انبیاء للسبکیؒ)

ترجمہ......اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہ شک میں پڑ موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات سے اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت قتادۃ اس آیت کی تفسیر کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی فتح الملہم شرح صحیح مسلم میں اسی آیت سے حیات النبی ﷺ پر استدلال کر رہے ہیں۔ اب ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ہے۔ (ح ۱۴) اور اسی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ہے جس موسیٰ کو تورات ملی

(ح ۱۴). قوله تعالى. ﴿ولقد آتينا موسى الكتاب فلا تكن في مرية من لقائه﴾ اى فلا تكن يا محمد في شك من لقاء موسى، قاله ابن عباس. وقد لقيه ليلة الاسراء. قتادة. المعنى فلا تكن في شك من انك لقيته ليلة الاسراء. والمعنى واحد.

(الجامع لاحكام القرآن لابی عبد الله محمد بن احمد الانصاری القرطبی)

قوله تعالى. ﴿فلا تكن في مرية من لقائه﴾

عن ابی العالية فی قوله. ﴿فلا تكن في مرية من لقائه﴾ قال. من لقاء موسى قيل. او لقى موسى؟ قال. نعم. الا ترى الى قوله. ﴿واسال من ارسلنا من قبلك من رسلنا﴾

عن مجاهد ﴿فلا تكن في مرية من لقائه﴾ قال. من ان تلقى موسى.

اور جس موسیٰ کو تورات ملی وہ جسم مثالی نہیں تھا بلکہ جسم اصلی تھا۔ وجعلناه هدى لبنى اسرائيل

(تفسير القرآن العظيم تاليف الامام الحافظ عبدالرحمن بن محمد ابن ادريس الرازى ابن ابى حاتم المتوفى سنة ۳۲۷ھ)

قوله تعالى (ولقد آتينا موسى الكتاب فلا تكن فى مرية من لقائه) فيه خمسة اقاويل.

احدها. فلاتكن يا محمد فى شك من لقاء موسى ولقد لقيته ليلة الاسراء روى ابو العالية الرياحى عن ابن عباس قال. قال رسول الله ﷺ "رأيت ليلة اسرى بى موسى بن عمران رجلا آدم طوالا جعدا كانه من رجال شنوءة. ورأيت عيسى ابن مريم رجلا مربوع الخلق الى الحمرة والبياض سبط الرأس". قال ابو العالية قد بين الله ذلك فى قوله. (واسأل من ارسلنا من قبلك من رسلنا)

(النكت والعيون　تفسير الماوردى　تصنيف ابى الحسن على بن محمد بن حبيب الماوردى البصرى)

﴿فلا تكن فى مرية من لقائه﴾ اى. من لقاء موسى عليه السلام ليلة المعراج، وعده الله تعالىٰ ان يريه موسى عليه السلام ليلة الاسراء به.

(الوجيز فى تفسير الكتاب العزيز لابى الحسن بن على الواحدى المتوفى ۴۶۸ھ)

وقيل. من لقائك موسى عليه السلام ليلة الاسراء او يوم القيامة.

(الكشاف لابى القاسم محمود بن عمر الزمخشرى الخوارزمى (۴۶۷-۵۳۸ھ)

اس موسیٰ سے ملاقات ہوئی جو بنی اسرائیل کو ہدایت کا راستہ دکھاتے تھے۔ وہ جسم مثالی کے ساتھ

(فلا تکن فی مرية من لقائه) قيل معناه فلا تکن فی شک من لقاء موسى فانک تراه و تلقاه، وقيل بأنه رآه ليلة المعراج.

(التفسير الكبير للامام الفخر الرازی)

قال ابن عباس وغيره. المعنى فلا تکن فی شک من لقاء موسى فانک تراه و تلقاه، روى ابن عباس عن النبیﷺ. قال. رأيت ليلة اسرى بی موسى رجلا آدم طوالا جعدا كانه من رجال شنوئة، رأيت عيسى رجلا مربوعا الى الحمرة والبياض سبط الرأس، و رأيت مالكا خازن النار والدجال فی آيات أراهن الله اياه.

(اللباب فی علوم الكتاب تاليف الامام المفسر ابی حفص عمر بن علی ابن عادل الدمشقی الحنبلی المتوفی بعد ۸۸۰ھ هجريه)

او من لقاء موسى للكتاب او من لقائک موسى. وعنه عليه الصلاة والسلام. "رأيت ليلة اسرى بی موسى عليه السلام رجلا آدم طوالا جعدا كانه من رجال شنوئة".

(تفسير البيضاوی لامام ناصر الدين ابی سعيد عبدالله بن عمر بن محمد الشيرازی البيضاوی)

أخرج عبد بن حميد و البخاری ومسلم وابن جرير وابن المنذر وابن أبی حاتم وابن مردويه والبيهقی فی الدلائل من طريق قتادة عن ابی العالية عن ابن عباس قال. قال النبیﷺ رأيت ليلة اسرى بی موسى بن عمران رجلا طوالا جعدا كانه من رجال شنوأة، ورأيت عيسى بن مريم عليه السلام مربوع الخلق الى الحمرة

ہدایت کا راستہ نہیں دکھاتے تھے بلکہ جسم اصلی کے ساتھ ہدایت کا راستہ دکھاتے تھے۔

والبياض، سبط الرأس، رايت مالكا خازن جهنم والدجال في آيات أراهن الله اياه قال ﴿فلا تكن في مرية من لقائه﴾ فكان قتادة يفسرها أن النبي ﷺ قد لقي موسى ﴿وجعلناه هدى لبني اسرائيل﴾ قال. جعل الله موسى هدى لبني اسرائيل.

واخرج الطبراني وابن مردويه والضياء في المختارة بسند صحيح عن ابن عباس عن النبي ﷺ ﴿فلا تكن في مرية من لقائه﴾ من لقاء موسى ربه ﴿وجعلناه هدى لبني اسرائيل﴾ قال. جعل موسى هدى لبني اسرائيل. وأخرج ابن أبي حاتم عن أبي العالية في قوله ﴿فلا تكن في مرية من لقائه﴾ قال. من لقاء موسى قيل. او لقي موسى؟ قال. نعم. الا ترى الى قوله ﴿واسأل من ارسلنا من قبلك من رسلنا﴾ (الزخرف، الآية ۴۵)

وأخرج الفريابي وابن أبي شيبه وابن المنذر وابن أبي حاتم عن مجاهد ﴿فلا تكن في مرية من لقائه﴾ قال. من أن تلقى موسى.

(الدر المنثور في التفسير بالمأثور للامام الحافظ جلال الدين السيوطي رحمه الله (ت ۹۱۱ھ)

وقد أخرج البخاري ومسلم وغيرهما من حديث ابن عباس قال. قال النبي ﷺ "رايت ليلة اسرى بي موسى بن عمران رجلا طويلا جعدا كانه من رجال شنوءة، ورايت عيسى ابن مريم مربوع الخلق الى الحمرة والبياض سبط الرأس، ورايت مالكا خازن جهنم والدجال في آيات اراهن الله اياه. قال. (فلا تكن في مرية من لقائه) فكان قتادة يفسرها ان النبي ﷺ قد لقي موسى (وجعلناه

صحیح مسلم شریف میں حدیث ہے

هدى لبنى اسرائيل) قال. جعل الله موسى هدى لبنى اسرائيل، و أخرج الطبراني وابن مردويه والضياء في المختارة بسند قال السيوطي، صحيح عن ابن عباس عن النبي ﷺ (فلا تكن في مرية من لقائه) قال من لقاء موسى. قيل او لقي موسى؟ قال. نعم. الا ترى الى قوله. واسأل من ارسلنا من قبلك من رسلنا.

(فتح القدير تاليف محمد بن علي بن محمد الشوكاني المتوفى ١٢٥٠هج)

وقوله. (فلا تكن في مرية من لقائه) اى. في شك في لقائه، وفي معناه اقاويل احدها. ما روى ابو صالح عن ابن عباس ان معناه. فلا تكن في شك من لقائك موسى، وقد كان لقيه ليلة الاسراء. وفي الخبر ان النبي ﷺ قال. رأيت موسى آدم طوالا جعد الشعر كانه من رجال شنوءة، ورأيت عيسى رجلا ربعة الى الحمرة سبط الشعر ...... " والخبر طويل. والقول الثاني. فلا تكن في مرية من لقائه اى. من لقاء موسى الكتاب، ولقاء موسى الكتاب. تلقيه بالقبول.

(تفسير القرآن للامام العلامة شيخ الاسلام حجة اهل السنة والجماعة ابي المظفر السمعاني منصور بن محمد بن عبدالجبار التميمي المروزى الشافعي السلفي)

لا تك في شك من انك تلقى موسى، اى. في ليلة الاسراء، وهذا قول جماعة من السلف.

(المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز لابي محمد عبدالحق بن عطيه الاندلسي)

حدثنا هداب بن خالد و شيبان بن فروخ قالالنا

قال المفسرون وعد رسول الله ﷺ انه سيلقى موسى قبل ان يموت ثم لقيه في السماء او في بيت المقدس حين اسرى به، وهذا قول مجاهد والكلبي والسدى.

وقد اخرج البخاری، ومسلم، وغيرهما من حديث ابن عباس قال قال النبی ﷺ رايت ليلة اسرى بى موسى بن عمران رجلا طويلا جعدا كانه من رجال شنوء ة، ورأيت عيسى بن مريم مربوع الخلق الى الحمرة والبياض، سبط الراس، ورأيت مالكا خازن جهنم، والدجال في آيات اراهن الله اياه، قال(فلا تكن في مرية من لقائه)، فكان قتادة يفسرها أن النبی ﷺ قد لقي موسى.

واخرج الطبراني، وابن مردويه والضياء في المختارة بسند. قال السيوطي صحيح.

عن ابن عباس عن النبی ﷺ، فلاتكن في مرية من لقائه قال. من لقاء موسى، قيل او لقى موسى؟ قال نعم الا ترى الى قوله واسأل من ارسلنا من قبلك من رسلنا؟ .

وروى البخارى عن أنس أن النبی ﷺ قال أتيت على موسى ليلة المعراج عند الكثيب الاحمر، وهو قائم يصلي في قبره.

و صح في حديث المعراج ايضا انه راه في السماء السادسة، فلعل رؤيته كانت في قبره قبل صعوده الى السماء، ثم صعد اليها فوجده هناك قد سبقه لما يريده الله، وهذا وجه الجمع بين هذين الحديثين، على ما ذكره الخازن.

(فتح البيان في مقاصد القرآن تاليف صديق بن حسن بن

حـماد بن سلمة عن ثابت البناني وسليمان التيمي عن انس

على الحسين القنوجي البخارى)

اى من لقائك موسى ليلة الاسراء ٠٠٠٠ وفى القرطبى أى فلا تكن يا محمد فى شك من لقاء موسى قاله ابن عباس ولقد لقيه ليلة الاسراء.

(الفتوحات الالهية سليمان بن عمر العجلى الشافعى الشهير بالجمل المتوفى سنة ١٢٠٤)

﴿ولقد آتينا موسى الكتاب﴾ يعنى التوراة ﴿فلا تكن فى مرية من لقائه﴾ قال المفسرون. و عد محمد ﷺ انه سيلقى موسى قبل ان يموت ثم لقيه فى السماء او فى بيت المقدس حين اسرى به وهذا قول مجاهد والكلبى والسدى.

(الوسيط فى تفسير القرآن المجيد تاليف ابى الحسن على بن احمد الواحدى النيسابورى (المتوفى ٤٦٨ھ))

والظاهر ان الضمير عائد على موسى مضافا اليه على طريق المفعول لفاعل محذوف ضمير الرسول اى من لقائك موسى اى فى ليلة الاسراء اى شاهدته حقيقة وهو الذى اوتى التوراة وقد وصفه الرسول فقال آدم طوال جعد كانه من رجال شنوئة حين رآه ليلة الاسراء. قاله ابو العالية و قتادة و جماعة من السلف. ((تفسير البحر المحيط ص٢٠٥)

﴿ولقد آتينا موسى الكتاب فلاتكن فى مرية من لقائه وجعلنه هدى لبنى اسرائيل ...... يقول تعالىٰ مخبراً عن عبده و رسوله موسى عليه السلام انه أتاه الكتاب وهو التوراة وقوله تعالىٰ ﴿فلا

بن مالک ان رسول اللہ ﷺ قال اتیت و فی روایۃ ھداب

تکن فی مریۃ من لقائہ﴾ قال قتادۃ یعنی بہ لیلۃ الاسراء، ثم روی عن ابی العالیۃ الریاحی قال، حدثنی ابن عم نبیکم یعنی ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ "اریت لیلۃ اسری بی موسی بن عمران رجلا آدم طوالاً جعداً کانہ من رجال شنوء ۃ، و رایت عیسیٰ رجلاً مربوع الخلق الی الحمرۃ و البیاض، سبط الراس و رایت مالکاً خازن النار و الدجال" فی آیات اراھن اللہ ایاہ ﴿فلا تکن فی مریۃ من لقائہ﴾ انہ قد رأی موسیٰ و لقی موسیٰ لیلۃ اسری بہ. (تفسیر ابن کثیر ص ۱۱۶ ج۳)

قال فی روایۃ الکلبی، فلاتکن فی مریۃ من لقاء موسی علیہ السلام فلقیہ لیلۃ اسری بہ فی بیت المقدس یعنی لقی النبی ﷺ موسی ھناک و یقال، لقیہ فی السماء و ذکر الخبر المعروف انہ فرض علی النبی ﷺ خمسون صلاۃ فقال لہ موسی علیہ السلام. ارجع الی ربک فسالہ الخفیف لامتک فلم یزل یرجع حتی حط اللہ عز و جل الی الخمس. (تفسیر سمرقندی ص ۳۲ ج۳)

والثانی. من لقاء موسی لیلۃ الاسراء، قالہ ابو العالیۃ، و مجاھد، و قتادۃ، و ابن السائب. (زاد المسیر ص ۳۴۳ ج۳)

قولہ (او من لقائک موسیٰ وعنہ علیہ السلام رأیت لیلۃ اسری بی موسیٰ رجلاً آدم طوالا جعدا کانہ من رجال شنؤۃ) او من لقائک موسیٰ فالضمیر لموسیٰ علیہ السلام و الفاعل محذوف ایضاً وعنہ علیہ السلام تائید للمعنی الاخیر وان المراد القاء فی الدنیا بالجسد علی ما ھو الصحیح لا بالروح فقط والتخصیص

مررت علی موسیٰ لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر و ھو قائم یصلی فی قبرہ.

ترجمہ...... بیان کیا ہمیں ھداب بن خالد اور شیبان بن فروخ نے ان دونوں نے فرمایا بیان کیا ہم سے حماد بن سلمۃ نے ثابت البنانی سے اور سلیمان التیمی سے انہوں نے حضرت انس بن مالکؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں آیا اور ھداب کی روایت میں ہے میں گذرا موسیٰ پر جس رات مجھے معراج کرائی گئی سرخ ٹیلے کے پاس سے اور وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ روایت مسلم شریف ص۲۶۸ج۲، نسائی ص۲۴۲ج۱ اور علامہ شبیر احمد عثمانی فتح الملہم ص۳۲۶ج۱(ح ۱۵)

مع انہ علیہ السلام رأی لیلۃ الاسراء کثیر من الانبیاء لانہ علیہ السلام راجع موسیٰ علیہ السلام فی تلک اللیلۃ فی شان الصلوات حیث فرضت اولا خمسین ثم لاقی موسی فقال لہ علیہ السلام ارجع الی ربک فاطلب التخفیف فراجع. (حاشیہ لکھنوی ص ۱۰۴ ج۵)

(ح ۱۵)۔ یہ حدیث نسائی شریف میں ۷ سندوں سے مروی ہے۔

چنانچہ وہ اسناد یہ ہیں

(۱) اخبرنا محمد بن علی بن حرب قال حدثنا معاذ بن خالد قال اخبرنا حماد بن سلمۃ عن سلیمان التیمی عن ثابت عن انس بن مالکؓ

(۲) اخبرنا العباس بن محمد قال حدثنا یونس بن

اب یہاں اس حدیث مبارکہ میں رسول اقدس ﷺ فرما رہے ہیں کہ میں موسیٰ علیہ

محمد قال حدثنا حماد ابن سلمة عن سليمان التيمي و ثابت عن انسؓ

(۳) اخبرنا احمد بن سعيد قال حدثنا حبان قال حدثنا حماد ابن سلمة قال اخبرنا ثابت و سليمان التيمي عن انسؓ

(۴) اخبرنا علی بن خشرم قال حدثنی عیسیٰ عن سليمان التيمي عن انس بن مالكؓ

(۵) اخبرنا محمد بن عبدالاعلیٰ قال حدثنا معتمر عن ابيه عن انسؓ

(۶) اخبرنا یحیٰ بن حبيب بن عربي و اسمعيل بن مسعود قالا حدثنا معتمر قال سمعت ابی قال سمعت انسؓ

(۷) اخبرنا قتيبه قال حدثنا ابن ابی عدی، عن سليمان عن انسؓ

(نسائی شریف ص۲۴۳-۲۴۲)

اور مسند احمد میں اس کی سند یوں ہے،

(۱) حدثنا عبدالله حدثنی ابی حدثنا حسن حدثنا حماد، اخبرنا سليمان التيمي و ثابت عن انس ابن مالكؓ

(مسند احمد ص۱۸۲ ج۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔)

السلام کی قبر کے پاس سے گزرا اور آپ ﷺ نے یہ بھی بتا دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کی یہ قبر سرخ ٹیلے

(۲) حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثناء وکیع ثنا سفیان عن سلیمان التیمی عن انس بن مالکؓ.

(مسند احمد ص ۱۴۸ ج ۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔)

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ محدثین کے نزدیک ہر سند مستقل حدیث شمار ہوتی ہے۔

اور علامہ سبکیؒ نے اس حدیث کو جزء حیات انبیاء میں نقل کیا ہے اور اس سے استدلال کیا ہے۔ لکھتے ہیں

وقال البیھقی فی دلائل النبوۃ وفی الحدیث الصحیح عن سلیمان التیمی و ثابت البنانی عن انس بن مالک ان رسول اللہ ﷺ قال اتیت علی موسیٰ لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ.

(جزء حیات انبیاء ص ۳۰)

علامہ سیوطیؒ کا استدلال

علامہ سیوطیؒ اپنے رسالہ انباء الاذکیاء فی حیات الانبیاء علیہم السلام میں لکھتے ہیں

فمن الاخبار الدالۃ علی ذلک ما اخرجہ مسلم عن انسؓ ان النبی ﷺ لیلۃ اسری بہ مر بموسیٰ علیہ السلام وھو یصلی فی قبرہ و اخرج ابو نعیم فی الحلیۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما ان النبی ﷺ مر بقبر موسیٰ علیہ السلام وھو قائم یصلی فی قبرہ.

ترجمہ۔ فرماتے ہیں وہ احادیث جو اس مسئلہ (حیات انبیاء) پر دلالت کرتی ہیں ان میں سے وہ روایت ہے جس کو امام مسلم نے نقل کیا ہے حضرت انسؓ سے کہ نبی

کے پاس ہے۔

چنانچہ بخاری شریف میں ص ۴۸۷ پر موجود ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ فلو کنت ثم لاریتکم قبرہ الی جانب الطریق عند الکثیب الاحمر

ترجمہ...... فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اگر میں ہوتا وہاں البتہ تم کو دکھاتا موسیٰ علیہ السلام کی قبر راستے کے ایک جانب سرخ ٹیلے کے پاس۔

اگر یہ کہتے ہیں کہ قبر علیین یا سجین میں ہوتی ہے تو میں ان سے پوچھتا ہوں کہ کیا ریت کے ٹیلے علیین سجین میں ہوتے ہیں؟ کیا علیین سجین تھل کا علاقہ ہے۔ یقیناً ریت کے ٹیلے اسی زمین پر ہوتے ہیں۔

تو معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قبر اسی زمین پر ہے اور اسی طرح یہ بھی ہے کہ یہ قبر بیت المقدس کے پاس ہے، تو کیا بیت المقدس علیین سجین میں ہے یا اسی زمین پر؟ یقیناً اسی زمین پر ہے۔ تو جب قبر بیت المقدس کے پاس ہوئی تو قبر بھی اسی زمین پر ہوئی تو اب موسیٰ علیہ السلام کا جسد اطہر جو اس قبر میں ہے وہ اصلی جسد اطہر ہے نہ کہ خواب وخیال والا۔ تو جب آپ ﷺ نے موسیٰ کو اس قبر میں نماز پڑھتے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اصلی جسد اطہر کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اور یہ حیات کی دلیل ہے۔

اقدس ﷺ معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ نبی اقدس ﷺ موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرے اور وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ (ص ۴۵-۴۶)

مرزا قادیانی کا اعتراض

مرزا قادیانی اعتراض کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اگر بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی اور موسیٰ علیہ السلام بھی مقتدیوں میں موجود تھے تو پھر جب آپ آسمان پر گئے اور موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو پہچانا کیوں نہیں بلکہ جبرئیل نے تعارف کرایا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

جواب

آپ مجھے خیر المدارس میں ملے میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ آپ کہیں کہ ابھی میں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔اب کیا میرے اس نہ پہچاننے سے یہ سمجھ لیا جائے گا کہ میں نے نماز نہیں پڑھائی یا آپ نے نہیں پڑھی۔ یقیناً اس نہ پہچاننے سے نماز پڑھنے کی نفی نہیں ہوگی۔

اعتراض

جب آنحضرت ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا تو پھر آسمان پر کیوں نہیں پہچانا۔

جواب

مثال کے طور پر میں نے قاری عبدالواحد کو دیکھا کہ وہ مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں، لیکن یہ ضروری نہیں کہ ان کا چہرہ بھی اچھی طرح دیکھ لیا ہو اس کے بعد پھر ملاقات ہوئی کسی نے بتایا یہ عبدالواحد صاحب ہیں۔اب اس بتانے سے پہلی بات کی نفی نہیں ہوئی کہ میں نے عبدالواحد کو نماز پڑھتے دیکھا ہی نہیں۔اب یہ لوگ اس طرح کی باتوں اور عقلی ڈھکوسلوں اور شیطانی وسوسوں سے نبی اقدس ﷺ کی ان احادیث مقدسہ جو تواتر کے درجے کو پہنچی ہوئی ہیں ان کا انکار کرتے ہیں۔

سوال

آنحضرت ﷺ کی بیت المقدس میں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی وہ

روحانی تھی یا جسمانی؟

جواب

اس بارے میں قرآن وحدیث میں کوئی واضح الفاظ نہیں ہیں کہ جن میں روحانیت یا جسمانیت کا ذکر ہو لیکن

ولقد آتینا موسیٰ الکتاب فلا تکن فی مریۃ من لقائہ و جعلناہ ھدی لبنی اسرائیل.

تو اب اس آیت میں اسی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کا ذکر ہے۔ جن کو تورات دی گئی، تورات نہ تو فقط روح کو ملی تھی اور نہ ہی جسم مثالی کو ملی تھی۔ بلکہ اس روح اور جسم کے مجموعہ کو ملی تھی وہ موسیٰ علیہ السلام جو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت تھے اور ہدایت کا راستہ جسم مثالی یا فقط روح نہیں دکھاتی تھی بلکہ روح اور جسم کا مجموعہ ہدایت کا راستہ دکھاتا تھا۔ تو اسی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کا ذکر ہے جن کو تورات دی گئی اور جو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت تھے۔ نیز جسم مثالی سے ملنا تو ملاقات ہے ہی نہیں۔ مثلاً آپ مولانا فضل الرحمٰن کو ٹی وی پر دیکھتے ہیں مگر کبھی یہ نہیں کہتے کہ میں نے ان سے ملاقات کی ہے، حالانکہ مثال تو وہاں بھی ہوتی ہے۔ لیکن اگر آپ ایک دفعہ ہاتھ ہی ملا لیں تو آپ ہر ایک کو بتاتے پھریں گے کہ میں نے مولانا فضل الرحمٰن سے ملاقات کی ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ لقاء کا ذکر اسی جسمانی ملاقات کے لئے آتا ہے۔

سوال

موسیٰ علیہ السلام بیت المقدس سے آسمان پر کیسے پہنچ گئے۔

جواب

وہ رات معجزہ کی رات ہے۔ جب حضرت اقدس ﷺ کو فوری طور پر یہاں سے آسمان پر پہنچا دیا گیا تو ان کو بھی پہنچا دینا کوئی مشکل نہیں ہے۔

سوال

قبر میں اور آسمان پر جو ملاقات ہوئی وہ تو جسمانی ملاقات ہے اور جو بیت المقدس میں ہے اس میں مختلف اقوال ہیں۔

جواب

اسمیں اگرچہ دو قول ہیں۔

(۱)......اجساد اصلی تھے۔

(۲)......اجساد مثالی تھے۔

لیکن یہ دوسرا قول ہماری شریعت پر فٹ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ فوٹو کا پیاں پیچھے کھڑی ہوں تو کوئی ان کو جماعت نہیں کرا سکتا۔ دس ٹیلی ویژن پیچھے رکھے ہوں اور ان میں کچھ شکلیں آ رہی ہوں کہ آیا ان کو جماعت کرا سکتے ہیں؟ جو لوگ کہتے ہیں کہ وہ اجساد مثالی تھے ہم ان کو کہتے ہیں آپ بھی اپنے پیچھے فوٹو کا پیاں رکھ کر جماعت کرالیا کریں تاکہ معراج کی رات جو جماعت کرائی گئی اس کی نقل ہو جائے۔

اس حدیث کے راوی ثابت البنانی کا اعتقاد

اس حدیث کے راوی ثابت البنانی نے حضرت انسؓ سے جب یہ حدیث سنی اسی دن سے دعا کرتے تھے یا اللہ اگر اپنی مخلوق میں سے کسی اور کو قبر میں نماز کی اجازت مل سکتی ہو تو مجھے مل جائے۔

حمید الطویل کہتے ہیں ہم نے انہیں لحد میں اتارا جب اینٹیں برابر کر رہے تھے اچانک ایک اینٹ گر گئی فاذا رأیتہ یصلی فی قبرہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے ساتھی کو کہا کیا تم نے نہیں دیکھا؟ اس نے کہا خاموش رہو۔ پھر ہم اس کی صاحبزادی کے پاس گئے اس نے ان کی دعا کا تذکرہ فرمایا۔ حوالہ (حلیۃ الاولیاء ص ۲۱۹ ج ۲)

حضرت ثابت البنانی نے ۱۲۰ھ کے بعد وصال فرمایا جو کبار تابعین کا دور ہے اوران کی دعا بھی بیٹی سنتی رہی اور لوگوں نے بھی سنی لیکن کسی نے انکار نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ لوگ اس بات کے قائل تھے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔

آیت سادسہ سے حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال

قال تعالیٰ وسلٰم علیہ یوم ولد و یوم یموت و یوم یبعث حیا.

یہ آیت مبارکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے جو شہید ہیں۔ مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے یوم سے مراد پورا زمانہ ہے۔ ایک یہ زندگی برزخ والی زندگی اور ایک آخرت والی۔ اس لئے فرمایا وسلم علیہ یوم ولد ویوم یموت و یوم یبعث حیا. اب اس آیت مبارکہ سے اس زندگی کی سلامتی اور برزخ کی سلامتی اور آخرت کے دن کی سلامتی معلوم ہو رہی ہے۔ اب جو سلامتی اس زندگی میں ہے یہ فقط روح کی سلامتی نہیں بلکہ جسم اور روح دونوں کی سلامتی ہے اور آخرت کی جو سلامتی ہے وہ بھی جسم اور روح دونوں کی سلامتی ہوگی۔ اسی طرح قبر میں جو سلامتی ہوگی وہ بھی جسم اور روح دونوں کی سلامتی ہوگی اسی لئے نسائی شریف میں حدیث مبارکہ ہے۔

عن عبداللہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام.

(نسائی ص۱۸۹ ج۱)

بے شک اللہ تعالیٰ کے لئے فرشتے ہیں جو زمین میں پھرتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔

اب اس حدیث میں فی الارض کا لفظ ہے یعنی وہ سلام لیتے بھی زمین سے ہیں اور پہنچاتے بھی زمین میں ہی ہیں یہ نہیں فرمایا کہ وہ سیاحین من الارض الی العرش ہیں یا من

الارض الی علیین ہیں یہ نہیں فرمایا تو آیت مبارکہ میں بھی ہے یوم یموت یعنی اس قبر کے زمانے میں بھی سلام پہنچے گا۔

چنانچہ احادیث مبارکہ میں آتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اب بھی سلام پہنچتا ہے اور آپ ﷺ کے روضہ مبارک پر بھی ساری دنیا صلوٰۃ وسلام عرض کرتی ہے۔ دوسری حدیث نسائی شریف میں ہے

عن اوس بن اوس عن النبی ﷺ قال ان من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم وفیہ قبض وفیہ النفخۃ وفیہ الصعقۃ فاکثرو علی من الصلاۃ فان صلوتکم معروضۃ علی قالوا یا رسول اللہ ﷺ کیف تعرض صلاتنا علیک وقد ارمت ای یقولون قد بلیت قال ان اللہ عز و جل قد حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء.

(سنن نسائی ج۱ص۲۰۳)

ترجمہ......اوس بن اوسؓ سے روایت ہے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا آپ ﷺ نے بے شک تمہارے ایام میں سے سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے اسی میں آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور اسی میں ان کی وفات ہوئی اور اسی میں نفخہ ثانیہ ہے اور اسی میں صعقہ ہے۔ اور زیادہ بھیجو مجھ پر درود اس لئے تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارا درود کیسے آپ ﷺ پر پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا کے بے

شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔ (ح۱۶۲)

(ح۱۶۲)۔ یہ حدیث مبارکہ ابوداؤد ج۱ ص۱۵۰ میں اس سند سے مروی ہے

حدثنا هارون بن عبدالله نا حسين بن علي عن عبدالرحمن بن يزيد بن جابر عن ابي اشعث الصنعاني عن اوس بن اوس ......الخ.

اور یہی حدیث ابن ماجہ میں باب فی فضل الجمعۃ میں ص۷۶ پر اس سند سے مروی ہے

حدثنا ابو بكر بن ابي شيبه حدثنا الحسين بن علي عن عبدالرحمن بن يزيد بن جابر عن ابي اشعث الصنعاني عن اوس بن اوس

اور سنن دارمی ص۳۰۷ میں یہی حدیث باب فی فضل الجمعۃ میں اس سند سے مروی ہے

اخبرنا عثمان بن محمد ثنا الحسين بن علي عن عبدالرحمن بن يزيد بن جابر عن ابي الاشعث الصنعاني عن اوس بن اوس ......الخ.

اور مصنف ابن ابی شیبہ باب فی ثواب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ ص۵۱۶ ج۲ پر یہی حدیث اس سند سے مروی ہے

حدثنا حسين بن علي عن عبدالرحمن بن جابر عن ابي الاشعث الصنعاني عن اوس بن اوس ...... الخ

اور مستدرک حاکم میں کتاب الجمعۃ میں ص۲۷۸ ج۱ پر یہی حدیث اس سند سے مروی

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہ ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل

ہے

حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب حدثنا ابو جعفر احمد بن عبدالحمید الحارثی ثنا الحسین بن علی الجعفی ثنا عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس الثقفی ...... الخ.

اور امام حاکم اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

هذا حدیث صحیح علی شرط البخاری ولم یخرجاه.

یہ حدیث صحیح ہے بخاری کی شرط پر ہے اور شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی۔

علامہ عینی عمدۃ القاری ص ۶۹ ج ۶ پر فرماتے ہیں

صح عنه ﷺ ان الارض لا تاکل اجساد الانبیاء علیهم السلام

آنحضرت ﷺ سے صحیح طور پر یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بے شک زمین انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو نہیں کھاتی۔

اسی طرح علامہ انور شاہ کشمیریؒ خزائن الاسرار ص ۱۹ پر لکھتے ہیں

فانه صح عنه ﷺ انه قال ان الله عز و جل حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء

کہ بے شک آنحضرت ﷺ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجساد کو کھائے۔

اسی طرح علامہ سخاویؒ القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع ص ۱۵۷ پر اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں

و كذا صححه النووی فی الاذکار وقال الحافظ عبدالغنی انه

اجساد الانبیاء کے تحت لکھتے ہیں اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس لئے کہ انبیاء

حسن صحیح وقال المنذری انہ حسن وقال ابن دحیۃ انہ صحیح.

ترجمہ۔ کہ اسی طرح صحیح قرار دیا ہے اس حدیث کو نووی نے الاذکار میں اور حافظ عبدالغنی نے فرمایا کہ بے شک یہ حدیث حسن صحیح ہے اور منذری نے فرمایا "یہ حدیث حسن ہے اور ابن دحیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کو صحیح فرماتے ہیں۔"

(فتح الباری ص ۵۸ پ ۲۶)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ ص ۹۲۰ ج ۲ پر فرماتے ہیں کہ

در حدیث صحیح آمدہ است کہ بسیار گوید در روز جمعہ درود بر من زیرا کہ صلوٰۃ شما معروض مے گردد بر من۔ ایں جا معلوم میشود کہ حیات انبیاء حیات جسمی و دنیاوی است نہ بمجرد بقائے ارواح۔

ترجمہ۔ حدیث میں صحیح طور پر آیا ہے کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو اس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے اس جگہ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات دنیاوی جسمانی ہے نہ کہ فقط ارواح کے بقاء کے ساتھ۔

اسی طرح سنن ابن ماجہ ص ۱۱۷ باب ذکر وفاتہ ودفنہ ﷺ میں حدیث مبارکہ ذکر کی گئی ہے

حدثنا عمر بن سواد البصری ثنا عبداللہ بن وھب عن عمرو بن الحارث عن سعید بن ابی ھلال عن زید بن ایمن عن عبادۃ بن نسی عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ ﷺ اکثروا الصلوٰۃ علی یوم الجمعۃ فانہ مشھود تشھدہ الملائکۃ وان احداً لن

اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

یصلی علی الا عرضت علی صلوته حتی یفرغ منها قال قلت و بعد الموت قال و بعد الموت ان الله حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء فنبی الله حی یرزق.

ترجمہ۔حضرت ابوالدرداءؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو کیونکہ وہ دن حاضری کا ہے اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں مجھ پر کوئی شخص درود نہیں پڑھتا مگر اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اس سے فارغ ہو میں نے عرض کیا کہ وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا؟ فرمایا کہ ہاں وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا۔ بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے پس اللہ کا نبی زندہ ہے اس کو رزق ملتا ہے۔

صاحب تسکین الصدور امام المحققین محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم العالیہ وما زالت شموسہ بازغۃ علینا نے اس حدیث کا صحیح ہونا دس محدثین سے نقل کیا ہے۔علامہ منذری، علامہ عزیزی، علامہ مناوی، علامہ دمیری، علامہ زرقانی، حافظ ابن حجر، علامہ سمہودی، ملا علی قاری، قاضی شوکانی، مولانا شمس الحق عظیم آبادی، رحمہم اللہ تعالیٰ۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

حافظ منذریؒ فرماتے ہیں اسنادہ جید (ترجمان السنۃ ج۳ص۲۹۷) کہ اس کی سند جید اور کھری ہے۔علامہ عزیزیؒ لکھتے ہیں ورجالہ ثقات (السراج المنیر ج۱ص۲۹۰) کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔علامہ مناویؒ فرماتے ہیں قال الدمیری رجالہ ثقات (فیض القدیر ج۲ص۸۷) کہ دمیریؒ فرماتے ہیں اس کے راوی ثقہ ہیں اور علامہ زرقانی فرماتے ہیں رواہ ابن ماجہ برجال ثقات (زرقانی شرح مواھب ج۵ص۳۳۶)

(بذل المجہود ص۱۶۰ ج۳)

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ

قلت رجاله ثقات (تهذيب التهذيب ج۳ص ۳۹۸)

ترجمہ...... میں کہتا ہوں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

اور علامہ سمہودیؒ فرماتے ہیں کہ

رواه ابن ماجة باسناد جيد. (خلاصة الوفاء ص ۴۸)

ترجمہ...... امام ابن ماجہؒ نے اس کو جید سند سے روایت کیا ہے۔

اور حضرت ملا علی القاریؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ

باسناد جيد نقله ميرک عن المنذریؒ وله طرق کثيرة.

(مرقات ص۱۱۲ ج۲)

ترجمہ...... اس کی سند جید ہے، محدث میرکؒ نے امام منذریؒ سے اس کو نقل کیا ہے اور اس کے طرق بہت ہیں۔

قاضی شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ

وقد اخرج ابن ماجة باسناد جيد. الخ.

(نیل الاوطار ج۳ ص۲۶)

ترجمہ...... امام ابن ماجہ نے جید سند کے ساتھ اس کی تخریج کی ہے۔

مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ لکھتے ہیں کہ

باسناد جيد (عون المعبود ج ۱ ص ۴۰۵)

ترجمہ...... اس کی سند جید اور کھری ہے۔

ان تمام حوالوں سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند جید اور کھری ہے، اور محدثین کرامؒ کا جم غفیر جید کہہ کر اس حدیث کی تصحیح کرتا

سوال

صحابی نے یہ کیوں کہا وقد ارمت کہ آپ بوسیدہ ہو جائیں گے۔

ج۔

حدیث اوس بن اوس کے رواۃ ماہرین اسماء الرجال کی نظر میں

۱. حسین بن علی (ع) ثقة عابد (تقریب ص ۷۴)

۲. عبدالرحمن بن یزید بن جابر (ع) ثقة (تقریب ص ۲۱۱)

۳. ابو الاشعث صنعانی (نج م) ثقة (تقریب ص ۱۴۴ (اسمه شراحبیل بن اوہ)

۴. اوس بن اوس. صحابیؓ (تقریب ص ۳۹)

مصنف عبدالرزاق کے رواۃ اسماء الرجال کی نظر میں

۱. عبدالرزاق. (ع) ثقة حافظ مصنف شهیر عمی فی آخر عمره متغیر و کان یتشیع (تقریب ص ۲۱۳)

۲. سفیان ثوری (ع) ثقة فقیه حافظ عابد امام حجة (تقریب ص ۱۲۸)

۳. عبدالله بن السائب (نج م س) وثقه النسائی (تقریب ص ۱۷۴)

۴. زاذان صدوق یرسل وفیه شیعیة (تقریب ص ۱۰۵)

۵. عبدالله بن مسعودؓ (ع) صحابی (تقریب ص ۱۸۹)

نوٹ۔ اصطلاح شیعہ کے بارے میں آگے حاشیہ میں حدیث ان لله ملائكة سیاحین کے تحت آرہا ہے وہاں ملاحظہ کریں۔

حدیث ابوالدرداء کے رواۃ ماہرین اسماء الرجال کی نظر میں

جواب

آپ کی کھلی زندگی میں چونکہ درود اسی جسم پر پیش ہوتا تھا اسی لئے صحابہ نے یہ مسئلہ پوچھ

۱. عمرو بن سواد المصری (م د س ق) ثقة (تقریب ص ۲۶۰)

۲. عبداللہ بن وهب (ع) الفقیہ ثقة حافظ عابد (تقریب ص ۱۹۳)

۳. عمرو بن الحارث (ع) ثقة فقیه حافظ (تقریب ص ۲۵۸)

۴. سعید بن ابی هلال (ع) صدوق اختلط (تقریب ص ۱۲۶)

۵. زید بن ایمن (ق) مقبول (تقریب ص ۱۱۲)

۶. عبادة بن نسی (صحاح اربعه) ثقة فاضل (تقریب ص ۱۶۵)

۷. حضرت ابو الدرداء صحابی جلیل (تقریب ص ۲۶۷)

ملا علی قاری رحمہ اللہ اسی حدیث کے تحت مرقات شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں

ای من ان تاکلها فان الانبیاء فی قبورهم احیاء

ترجمہ...... اللہ نے انبیاء کے اجسام کو زمین پر حرام کر دیا ہے اس سے کہ وہ اس کو کھائے اس لئے کہ بے شک انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

اور پھر فرماتے ہیں

و یؤیده ما سیرد فی الحدیث الثالث من الفصل الثالث فنبی الله حی یرزق

ترجمہ...... اسی کی تائید کرتا ہے وہ مضمون جو فصل ثالث کی حدیث ثالث میں عنقریب آئے گا۔ کہ اللہ کا نبی زندہ ہے رزق دیا جاتا ہے پھر اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں

فمحصل الجواب ان الانبیاء احیاء فی قبورهم فیمکن لهم سماع صلوٰة من صلیٰ علیهم.

لیا اور وہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے کام آگیا۔ صحابی نے عرض کیا کہ جب آدمی مرجاتا

ترجمہ...... پس حاصل جواب کا یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور جو ان پر صلوٰۃ وسلام پڑھے ان کا سلام سننے کی قدرت رکھتے ہیں۔

آگے فرماتے ہیں

ذکرھا السیوطی فی کتاب شرح الصدور فی احوال القبور بالاخبار الصحیحۃ والآثار الصریحۃ قال ابن حجر افادہ من ثبوت حیاۃ الانبیاء حیاۃ بھا یعبدون و یصلون فی قبورھم مع استغنائھم عن الطعام والشراب کالملائکۃ امر لا مریۃ فیہ.

ترجمہ...... علامہ سیوطی نے کتاب شرح الصدور فی احوال القبور میں صحیح احادیث اور صریح آثار کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے کہا ابن حجر نے اس روایت کا مفاد حیات انبیاء کا ثبوت ہے۔ کہ ان کی ایسی حیات ہے جس کے لئے عبادت کرتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں اپنی قبور میں ساتھ مستغنی ہونے کے کھانے پینے سے۔ جیسے فرشتے۔ یہ ایسا امر ہے جس میں کسی قسم کا شک نہیں۔

اور امام بیہقی نے ایک جزء اسی مسئلے میں تصنیف فرمایا ہے۔ آگے لکھتے ہیں

رواہ ابو داؤد والنسائی و ابن ماجہ والدارمی قال میرک و رواہ ابن حبان فی صحیحہ والحاکم و صححہ و زاد ابن حجر بقولہ وقال صحیح علی شرط البخاری و رواہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ والبیھقی فی الدعوات الکبیر.

ترجمہ...... روایت کیا اس کو ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے اور محدث میرک نے کہا ہے اور روایت کیا ہے اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے اور زیادتی کی ہے ابن حجر نے حاکم کے قول میں کہ

ہے تو جسم گل سڑ جاتا ہے۔

اس نے کہا ہے کہ یہ بخاری کی شرط پر ہے۔اور روایت کیا اس کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں۔اور بیہقی نے دعوات کبیر میں لکھا ہے، آگے لکھتے ہیں

قال النووی اسناده صحیح بنقل العدل عن العدل

نووی فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے، عادل راویوں نے عادل راویوں سے نقل کیا ہے۔ (مرقات ص ۲۳۸ ج ۳ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

گفت آنحضرت بدرستیکہ خدا حرام گردانیدہ است بر زمین تنہائے پیغمبراں را کنایت است از حیات چنانچہ صریح در فصل ثالث از حدیث ابی درداء بیاید بحیات انبیاء متفق علیہ است و ہیچ کس را در وے خلاف نیست۔حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی چنانچہ شہداء راست و در یں حدیث کہ فرمود (ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء) اشارت است بداں اگر چہ دریں باب کہ عرض صلوٰۃ و حصول علم و ادراک است حیات روحانی نیز کافیست ولیکن مذہب ہمانست کہ گفتہ شدو تحقیق ایں مسئلہ در تاریخ مدینہ کہ مسمی است بجذب القلوب الی دار المحبوب ذکر کردہ شدہ است از انجا باید جست۔

(اشعۃ اللمعات)

ترجمہ۔آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو حرام کر دیا ہے درست ہے یہ کنایہ ہے حیات سے چنانچہ اس کی صراحت تیسری فصل میں حدیث ابو درداء میں آئے گی۔اور حیات انبیاء متفق علیہ ہے کسی کو اس میں اختلاف نہیں حیات جسمانی دنیاوی حقیقی ہے نہ کہ معنوی روحانی چنانچہ شہداء کے لئے ہے اور اس حدیث میں بھی فرمایا ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء اشارہ ہے اسی چیز کا اگر چہ اس باب میں کہ عرض سلام اور حصول علم اور ادراک کے لئے حیات روحانی بھی کافی ہے لیکن مذہب وہی ہے جو بیان ہو چکا۔

نکتہ

صحابہ کے اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو معلوم تھا کہ درود پاک اسی جسم پر پیش ہوتا

تحقیق اس مسئلے کی تاریخ مدینہ میں جس کا نام ہے جذب القلوب الی دیار المحبوب میں ذکر کر دی گئی ہے اسی جگہ تلاش کر لی جائے۔

علامہ نواب قطب الدین خان دہلوی اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد سن کر حضرت ابو الدرداءؓ نے یہ سمجھا کہ شاید یہ حکم ظاہری حالت یعنی آپ کی دنیاوی زندگی ہی سے متعلق ہے چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ سے اس بارے میں جب سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا زمین پر انبیاء کے اجسام کھانا حرام ہے۔ یعنی جس طرح دوسرے مردوں کے جسم بعد میں فنا ہو جاتے ہیں اس طرح انبیاء کے جسم قبر میں فنا نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنی اصل حالت میں موجود رہتے ہیں اس لئے انبیاء کے لئے دونوں حالتیں یعنی دنیا کی ظاہری زندگی اور موت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جس طرح وہ یہاں ہیں اسی طرح وہاں ہیں اسی لئے کہا گیا ہے **اولیاء اللہ لا یموتون ولکن ینتقلون من دار الی دار**. اللہ کے دوست اور حقیقی بندے مرتے نہیں بلکہ وہ تو صرف ایک مکان سے دوسرے مکان کو منتقل ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا جس طرح یہاں دنیا کی زندگی میں میرے سامنے درود پیش کیے جاتے ہیں اسی طرح میری قبر میں بھی میرے سامنے درود پیش کیے جاتے رہیں گے حدیث کے آخری الفاظ **حی یرزق** کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کو اپنی اپنی قبروں میں حق تعالیٰ کی طرف سے معنوی رزق دیا جاتا ہے۔ اور اگر رزق سے رزق حسی مراد لیا جائے تو یہ حقیقت کے منافی نہیں ہوگا بلکہ صحیح ہی ہوگا کیونکہ جب شہداء کی ارواح کے بارے میں منقول ہے کہ وہ جنت کے میوے کھاتی ہیں تو انبیاء شہداء سے بھی اشرف و اعلیٰ ہیں تو اس لئے ان کے لئے بھی یہ بات بطریق اولیٰ ثابت ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی قبروں میں رزق حسی دیئے جاتے ہوں۔ (مظاہر حق ص ۸۹۳ ج۱)

ہے۔ چونکہ عام لوگوں کا جسم مرنے کے بعد گل سڑ جاتا ہے تو اس لئے صحابہ نے عرض کیا کہ حضرت موت تو آپ کو بھی آنی ہے اور آپ کی موت کے فوراً بعد قیامت بھی نہیں آنی تو آپ کے امتی جو قیامت تک درود پڑھیں گے ان کے درود کا کیا بنے گا۔ تو اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا

ان الله عز و جل قد حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء.

ترجمہ...... بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے۔

اب دیکھیں یہ اسی جسم کا ذکر چل رہا ہے جو زمیں میں رکھا گیا۔ اسی جسم کا ذکر چل رہا ہے جو قبر کی مٹی کھا جاتی ہے تو مٹی اسی جسم کو کھاتی ہے نہ کہ خواب وخیال والے جسم کو۔ تو اسی جسم کے متعلق آپ فرما رہے ہیں کہ یہ گلے سڑے گا نہیں بلکہ مرنے کے بعد بھی اس جسم پر درود پیش ہو گا اور احادیث میں بھی یہی ہے۔

چھٹی آیت سے حیات الانبیاء علیہم السلام پر استدلال

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

یا ایھا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھر لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون.

(الحجرات آیت نمبر ۲)

ترجمہ...... اے ایمان والو بلند نہ کرو اپنی آوازیں نبی ﷺ کی آواز سے اوپر اور اس سے نہ بولو تڑخ کر جیسے تڑختے ہو ایک دوسرے پر۔ کہیں اکارت نہ ہو جائیں تمہارے کام اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

اکابرین اہل سنت اور جمہور مفسرین کا اجماع ہے کہ وفات کے بعد درود پیش کرنے کا بھی یہی حکم ہے جس طرح آپ علیہ السلام کی حیات مبارکہ میں تھا۔ چنانچہ روضہ پاک کے قریب کامل ادب اور احترام ملحوظ رکھنا چاہئے۔ مسجد نبوی کی حدود میں شرعی ضروریات کے علاوہ آواز

ہمیشہ پست رہے۔

مناظرہ ککڑ ہٹہ

حضرت اوکاڑویؒ نے فرمایا جب میں سب سے پہلے تقریر کرنے گیا تو دارالعلوم کبیر والا کے شیخ الحدیث مفتی عبدالقادر دارالعلوم کبیر والا کے مہتمم مفتی محمد انور صاحب اور مولانا عبدالستار تونسوی صاحب کے بھائی مولانا احسان صاحب یہ تمام حضرات میرے ساتھ تشریف لے گئے۔ رات کے وقت تقریر تھی جب میں نے تقریر شروع کی تو کچھ دیر کے بعد اشاعت التوحید والسنۃ ککڑ ہٹہ کا صدر کھڑا ہو گیا اور اس نے مجھے کہا کہ آپ واپس نہ جائیں بلکہ کل کو ہمارا آپ سے مناظرہ ہوگا۔ میں نے کہا پھر اور کیا چاہئے۔ چنانچہ مولانا محمد انور صاحب واپس آکر دارالعلوم کبیر والا سے کتابیں لے گئے اور میں نے رات وہیں قیام کیا۔ چنانچہ صبح کی نماز کے بعد بھی درس دیا اب ان کے بھی پانچ سات آدمی پیچھے آکر درس میں بیٹھ گئے اور درس سنتے رہے۔ جب میرا درس ختم ہوا تو ان کا صدر جس کا نام حق نواز تھا اور جس نے مناظرہ کا چیلنج دیا تھا کھڑا ہوا اور کہا ہم نے آپ کو مناظرہ کا چیلنج دیا تھا۔ لیکن جب احمد سعید نے سنا کہ کل مناظرہ کرنا ہے تو وہ بھاگ کر کہیں گندم کے کھیت میں چھپ گیا ہے، ہم ساری رات سوئے بھی نہیں ہیں اسے تلاش کرتے رہے ہیں مگر وہ ملا نہیں۔ چنانچہ اب آپ کو احمد سعید کے استاد اللہ بخش سے مناظرہ کرنا پڑے گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے کوئی تو آئے۔ اب ہم سب حق نواز کی حویلی میں چلے گئے مناظرہ شروع ہونے سے پہلے میں نے لوگوں سے پوچھا آپ میں سے کوئی عربی پڑھا ہوا ہے؟ کہنے لگے نہیں۔ میں نے کہا پھر آپ ہماری گفتگو کا کیا فیصلہ کریں گے؟ آپ کو کیا پتا چلے گا کہ کون ترجمہ صحیح کر رہا ہے اور کون غلط کر رہا ہے۔ آپ میں تین قسم کے لوگ ہیں ایک جو میرے ساتھی ہیں، وہ مجھے ہی زندہ باد کہیں گے خواہ میں کچھ بھی کہوں۔ ایک اُن کے ساتھی ہیں وہ اُن کو ہی زندہ باد کہیں گے خواہ میں جتنے دلائل بھی دوں۔ اور وہ کچھ بھی کہے۔ اور ایک تیسرا طبقہ ہوگا جو نہ ان کے ساتھ ہوگا اور نہ ہمارے ساتھ ہوگا، وہ درمیان میں ہوگا اور پریشان ہو رہا ہوگا کہ پتا نہیں کیا ہو رہا ہے؟

لطیفہ

کوئی آدمی حج کرنے گیا پنجاب سے، اب وہاں کسی عربی دکاندار سے لڑ پڑا۔ اب اسے پنجابی میں گالیاں دیتا رہا اور وہ عربی میں گالیاں دیتا رہا۔ جب واپس خیمے میں آیا تو اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ عرب والوں کو حوصلہ بہت بڑا دیا ہے اللہ نے میں گالیاں دیتا تھا اور وہ قرآن ہی پڑھتا تھا۔ میں نے کہا اس پنجابی والا حال تمہارا ہوگا۔ تو آپ فیصلہ کیسے کریں گے؟ اس پر وہ لوگ متفکر ہو گئے اور کہنے لگے پھر اس کا کیا حل ہے؟

میں نے کہا اگر آپ مسئلہ سمجھنا چاہتے ہیں تو میرے ذہن میں بہترین حل ہے کہ علماء دیوبند کے تراجم اور تفاسیر موجود ہیں اسی طرح حدیث کی کتابیں بھی موجود ہیں۔ پہلے میں اپنی دلیل نکالوں گا لیکن خود نہیں پڑھوں گا۔ بلکہ آپ کے اردو خواندہ ساتھی کو دوں گا اور وہ حوالہ پڑھ کر آپ کو سنا دے گا۔ اسی طرح میں حدیث نکالوں گا اسے دے دوں گا وہ حدیث بھی پڑھے اور ساتھ ہی اس کا ترجمہ بھی پڑھ کر سنا دے گا۔ اور اس پر جو تشریح ہوگی کہ محدثین کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف وغیرہ وہ بھی آپ کو پڑھ کر سنا دے گا۔ اسی طرح جو آپ کے مولوی صاحب کی جو دلیل ہوگی وہ بھی اگر قرآن پاک کی آیت ہوگی تو اردو ترجمہ اور تفسیر اور اگر حدیث ہوئی تو اس کا اردو ترجمہ اور ہمارا آدمی وہ حوالہ پڑھ کر سنا دے گا۔ مناظر کا کام صرف اتنا ہوگا کہ وہ حوالہ نکال کر دے گا۔ آپ اس کو سنیں اور اچھی طرح دیکھیں تا کہ آپ اس کو سمجھیں۔ کیونکہ آپ اردو دان ہیں اور اردو کو آپ آسانی سے سمجھ سکیں گے اس طریقے سے تو کوئی فیصلہ ہو جائے گا اور آپ کے پلے بھی کوئی بات پڑ جائے گی۔ اور اگر مرغوں کی لڑائی آپ نے دیکھنی ہے کہ وہ کچھ کہتے رہیں، ہم کچھ کہتے رہیں پھر اس کا فائدہ آپ کو نہیں ہوگا۔

چنانچہ مہر حق نواز جو مناظرہ کروا رہا تھا وہ کہنے لگا ٹھیک ہے چنانچہ مناظرہ شروع ہو گیا۔ میں نے معارف القرآن کی پہلی جلد اٹھائی اور اس سے آیت شہداء کی تلاوت کی۔ اب اس آیت کے نیچے حیات انبیاء علیہم السلام کا ذکر تھا۔ چنانچہ میں نے معارف القرآن حق نواز کو دے دیا۔ حق

نواز نے آیت پڑھی اور ساری تشریح بھی پڑھی کہ اس سے انبیاء علیہم السلام کی موت کے بعد قبور میں حیات ثابت ہے۔اب میں نے کہا کہ مولوی صاحب آپ بھی کوئی آیت نکالیں اس نے نکالی

اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضیٰ علیھا الموت و یرسل الاخری الی اجل مسمی ان فی ذالک لایت لقوم یتفکرون.

ترجمہ......اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو ان کے مرنے کا اور کھینچ لیتا ہے ان کی نیند میں جن کی موت کا وقت نہیں ہوتا پھر روک دیتا ہے جن پر مرنا ٹھہرا دیا ہے اور بھیج دیتا ہے دوسری کو ایک وعدہ مقرر تک اس بات میں پتے ہیں ان لوگوں کو جو دھیان کریں۔

اب اس نے پڑھی اور کہا جو مسئلہ ہم سمجھنے آئے ہیں وہ تو اس میں ہے ہی نہیں کیونکہ آیت میں شہداء کی حیات کا لفظ ہے اور مفسرین نے اس کی تفسیروں میں حیات انبیاء علیہم السلام کا ذکر بھی فرمایا ہے۔پھر میں نے ترجمان السنہ سے حدیث نکال کر دکھائی۔

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون.

میں نے کہا اعراب لگے ہوئے ہیں خود ہی عبارت پڑھو اور خود ہی ترجمہ کرو۔اب میں نے کہا پہلے تو قرآن پاک کی آیت مبارکہ پڑھی تھی جس میں سندوں کی بحث نہیں تھی۔اب حدیث مبارکہ ہے اور یہاں سندوں کی بحث چلے گی چنانچہ مناسب یہ ہے کہ اس سے قبل کہ مولوی صاحب اس کی سندوں پر بحث کریں یہ بھی ایک حدیث سنا دیں تاکہ سندوں کی بحث بعد میں چلے کیونکہ اگر فقط میں نے حدیث پڑھی تو مولوی صاحب صحیح سے صحیح حدیث کی سند پر بھی اعتراض کر دیں گے۔کیونکہ کوئی بڑے سے بڑا راوی بھی ایسا مشکل سے ملے گا جس کو کسی نے ضعیف نہ کہا ہو۔اور ضعیف ترین راویوں کی بھی کسی نہ کسی نے تعریف کی ہوتی ہے۔

چنانچہ ایک مرتبہ ایک غیر مقلد شیخ الحدیث مجھے کہنے لگا۔حدیث **لا صلوۃ لمن لم**

یقرا بفاتحة الکتاب اس کے راوی پر کوئی اعتراض کرسکتا ہے؟ میں نے کہا یہ پوچھو کہ کوئی راوی بچ بھی سکتا ہے؟ وہ کہنے لگا آپ اعتراض کریں۔ میں نے کہا امام بخاریؒ کو کتاب الجرح والتعدیل میں متروک لکھا گیا ہے۔ ابن ابی حاتم نے ان کو ضعیف لکھا ہے اور ان کو ضعیف کہنے والے ان کے اساتذہ ہیں اور سننے والا خود ان کے اساتذہ سے سن کر لکھ رہا ہے اور درمیان میں بھی کوئی واسطہ نہیں۔ پھر میں نے کہا اسی میں ان کے استاد ہیں علی بن عبداللہ المدینی یہ وہی ہیں جنہوں نے جھوٹی گواہی دے کر امام احمد بن حنبلؒ کو کوڑے لگوائے۔ عقیلی نے اس کو خوب واضح کیا ہے اور علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ان کے خلاف چیخ رہے ہیں۔ آگے ان کے استاد سفیان بن عیینہ ہیں جو مختلف ہیں، آگے ان کے استاد زہری ہیں جو آپ کی تحقیق کے اعتبار سے شیعہ ہیں۔ (ح ۱۷) اور مدلس تو یقیناً ہیں۔ اور عن سے روایت سے کر رہا ہے۔ اب غیر مقلد شیخ الحدیث تو اتنی جروحات سن کر بدہضمی کا شکار ہو گیا کبھی یہاں سے وہاں بیٹھتا اور وہاں سے یہاں بیٹھتا۔ لا الی هولآء ولا الی هولآء۔ کا مصداق بنا ہوا تھا۔

اب یہ حدیث الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون اس کو چودہ محدثین نے صحیح کہا ہے۔ امام بیہقیؒ ۴۵۸ھ علامہ سبکیؒ ۷۴۶ھ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ، علامہ ہیثمیؒ، علامہ عزیزیؒ، علامہ سیوطیؒ، ملا علی قاریؒ، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، علامہ عبدالرؤف مناویؒ، علامہ سمہودیؒ، قاضی شوکانیؒ، علامہ انور شاہ کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ۔ ت ص ۲۲۰۔

صاحب نظم المتناثر فرماتے ہیں

ان ما تواتر عن النبی ﷺ حیاۃ الانبیاء فی قبورهم.

(ح ۱۷)۔ فیض عالم صدیقی غیر مقلد امام زہری کے بارے میں لکھتا ہے ''ابن شہاب منافقین کے دانستہ نہ سہی نادانستہ ہی سہی مستقل ایجنٹ تھے، اکثر گمراہ کن خبیث مکذوبہ روایتیں انہی کی طرف منسوب ہیں۔ (صدیقہ کائنات ص ۱۰۸)

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں

حیاة النبی فی قبره و سائر الانبیاء معلومة عندنا علما قطعیا لما قام عنونا من الادلة فی ذلک و تواترت به الاخبار.

(الحاوی للفتاوی سیوطی ص ۱۳۹ ج ۲)

علامہ بیہقیؒ نے بھی اس کو اسی سند سے نقل کیا ہے جس سے ابو یعلی موصلی نے نقل کیا ہے۔

(ح ۱۸) چنانچہ حضرت نے فرمایا جب میں نے یہ حدیث پڑھی تو اس حق نواز نے اس مولوی اللہ

(ح ۱۸)۔امام بیہقیؒ اس سند سے روایت فرماتے ہیں

انبانا ابو یعلی الموصلی ثنا ابو الجهم الازرق بن علی ثنا یحیٰ بن ابی بکیر ثنا المستلم بن سعید عن الحجاج عن ثابت عن انس بن مالکؓ قال قال رسول الله ﷺ الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون.

مزید اس سند سے بھی روایت کرتے ہیں

اخبرنا ابو عثمان الامام انبأ زاهر ابن احمد انبأ ابو جعفر محمد بن معاذ المالینی ثنا الحسین بن الحسن ثنا مؤمل ثنا عبید الله بن ابی حمید الهزلی عن ابی الملیح عن انس بن مالک الانبیاء فی قبورهم احیاء یصلون.

اسی طرح علامہ سبکی نے جزء حیات الانبیاء میں اس حدیث کو نقل فرمایا ہے اور استدلال کیا ہے اور علامہ سیوطی نے بھی اس حدیث کو نقل فرمایا ہے۔

اس حدیث مبارکہ کے رواۃ ماہرین اسماء الرجال کی نظر میں

ا۔ ابو یعلی الموصلی۔ الحافظ الثقہ اور محدث الجزیرہ تھے اور ان کی وفات ۳۰۷ھ میں

بخش سے کہا کہ آپ اس کا جواب دیں۔ اس نے کہا کہ یہ قائل ہیں دنیاوی زندگی کے اور اسمیں

ہوئی۔ (تذکرۃ الحفاظ ص ۲۴۸ ج ۲)

۲۔ ابوالجہم الازرق۔ صدوق مغرب (تقریب ص ۲۶)

۳۔ یحیٰ بن ابی بکیر۔ (ع) ثقہ (تقریب ص ۳۷۶)

۴۔ مستلم بن سعید۔ () صدوق عابدر بماہم (تقریب ص ۳۳۳)

۵۔ حجاج بن الاسود ثقہ صالح الحدیث (لسان المیزان ص ۱۷۵ ج ۲)

۶۔ ثابت بنانی (ع) ثقہ عابد تقریب ص ۵۰)

۷۔ انس بن مالک صحابی مشہور (ع) تقریب ص ۳۹) (خلاصہ تسکین الصدور ص ۲۱۹، ۲۲۰)

اعتراض

ابوالجہم الازرق کے بارے میں اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ غریب ہے۔

جواب۔

غرابت صحت کے منافی نہیں ہے۔ اگر غرابت کو صحت کے منافی کہتے ہو تو بخاری کی پہلی روایت کے بارے میں کیا کہو گے؟ حافظ ابن حجر اور حافظ ابن تیمیہ اور محدثین میں سے اکثر یہ کہتے ہیں کہ بخاری شریف کی پہلی حدیث غریب ہے تو کیا وہ صحیح بھی نہیں ہے؟ پھر یہ کہ ان کے متابع موجود ہونے کی وجہ سے استغراب نہیں رہتا۔ چنانچہ ابونعیم اخبار اصبہان ج ۲ ص ۸۳ اس سند سے یہی روایت لائے ہیں۔ عن عبداللہ بن ابراہیم الصباح عن عبداللہ بن محمد بن یحیٰ بن ابی بکیر ثنا یحیٰ بن ابی بکیر۔ اس سند سے معلوم ہوا کہ ابوالجہم الازرق کا متابع عبداللہ بن محمد بن یحیٰ بن ابی بکیر موجود ہے لہذا استغراب نہ رہا۔ نیز عبداللہ بن محمد بن یحیٰ بن ابی بکیر کا سماع بھی یحیٰ ابن ابی بکیر سے ثابت ہے۔ چنانچہ خطیب بغدادی تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں عبداللہ ابن محمد بن یحیٰ بن ابی بکیر ابوعبدالرحمٰن سمع جدہ یحیٰ بن ابی بکیر قاضی کرمان

دنیاوی کا لفظ آیا ہی نہیں۔ میں نے کہا کوئی اور لفظ برزخی وغیرہ آیا ہے اس نے کہا نہیں میں نے کہا

(تاریخ بغداد ص۸۰ ج۱۰ رقم ۵۱۹۲)

علامہ البانی فرماتے ہیں کہ ابونعیم نے اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد اخبار اصبہان میں جرح وتعدیل دونوں ذکر نہیں کیں۔ البانی نے لکھا ہے

قال البیهقی ولم اکن قد وقفت علیه فی مسند ابی یعلی و اخبار اصبهان ولما وقفت علی اسناده فیهما تبین لی انه اسناد قویّ.

(الاحادیث الصحیحة ص ۱۸۹ ج ۲)

اس ضمن میں ایک واقعہ یاد آیا کہ پانچ جون ۱۹۶۵ء کو گجرات کے سالانہ جلسہ پر منکر حیات النبی ﷺ عنایت اللہ شاہ گجراتی نے چیلنج دیا کہ اگر قائلین حیات سو سال تک بھی مسند ابی یعلیٰ پیش کر کے اس سے حدیث **الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون** دکھادیں تو میں حیات النبی کا عقیدہ تسلیم کرلوں گا۔ چنانچہ چوہدری محمد خلیل متولی جامع مسجد حیات النبی ﷺ گجرات نے یہ چیلنج قبول کرلیا اور ۱۱ اگست ۱۹۶۵ء کو مسند ابی یعلی کا قلمی نسخہ پیر جھنڈا سے منگوایا جس کے صفحہ ۳۰۰ پر یہ حدیث درج تھی لیکن افسوس کہ عنایت اللہ شاہ نے پھر بھی حیاۃ النبی ﷺ کا عقیدہ تسلیم نہیں کیا۔ اب مسند ابو یعلیٰ چھپ چکی ہے جس میں صفحہ ۱۴۷ ج ۶ پر یہ حدیث درج ہے اور محشی نے **اسناده صحیح** تحریر کردیا ہے۔

حافظ ابن عساکرؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب تاریخ دمشق کے اندر محدث حسن بن علی کے حالات میں لکھتے ہیں

الحسن بن علی بن وقاق بن الصلت بن ابان بن زریق ابو القاسم النصیبی الحافظ قدم دمشق و حدث بها سنة اربع و اربعین و ثلاثمائة عن ابی یعلیٰ الموصلی والحسن الدارمی و محمد بن

حدیث تو بے فائدہ ہوئی، نہ تیرے کام کی نہ میرے کام کی۔ تیرے اعتبار سے اللہ کے پیغمبر نے

اسحق ابن خزیمة و جملة کثیرین و روی عنه عام و ابن منده والحافظ سعید ابن السکن وغیرهم و اسند الحافظ من طریقه عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال خلوف فم الصائم اطیب عندالله من ریح المسک و روا عنه تمام بسنده عن انس انه قال قال النبی ﷺ الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون. و رواه البیهقی فی کتاب حیات الانبیاء و لم یخرجه اصحاب السنن.

(تاریخ ابن عساکر ج۴ ص۲۳۶)

نیلوی صاحب کی بھی سن لیجئے

نیلوی صاحب فرماتے ہیں کہ احیاء کے لفظ سے بظاہر دنیاوی متعارف زندگی معلوم ہوتی ہے (ندائے حق) یہ فرماتے ہیں یہ حیات انبیاء کرام علیہم السلام کا مسئلہ (قرآن سے) بذریعہ دلالت النص ثابت ہے اور جو حکم دلالت النص کے ذریعے ثابت ہوتا ہے وہ قطعی ہوتا ہے۔ ص۳۸ ج۲)

نیلوی صاحب کا اعتراض۔

صحاح ستہ کی کسی کتاب کو بھی یہ شرف حاصل نہیں ہوا کہ اس حدیث کے زیور سے آراستہ ہوتی طبقہ ثالثہ کی احادیث فقہاء کے ہاں معمول بہا نہیں تھیں بلکہ اجماع ان کے خلاف منعقد ہو چکا ہے۔

جواب

اس حدیث کے مضمون پر تو اجماع ہے اور مسلم کی حدیث اس کے موافق ہے خود نیلوی صاحب نے اپنے عقیدہ کے اثبات کے لئے (ان کے خیال میں ورنہ اس میں ان کا عقیدہ نہیں ہے) امام زین العابدین کی حدیث نقل کی ہے ابو یعلی سے اور اس کی صحت

ایسی بات فرمائی جو نہ تیرے کام کی نہ میرے کام کی۔ گویا کہ معاذ اللہ تیرا یہ عقیدہ ہے کہ حدیث نکمی

پر بڑا زور مارا ہے یہاں خود ابویعلیٰ سے روایت کر رہے ہیں، بخاری مسلم بلکہ پوری صحاح ستہ یاد نہ رہی، اس پر یہی کہنا مناسب ہے

آنچہ شیراں را کند روباہ مزاج
احتیاج است احتیاج است احتیاج

ص ۱۴۱ ج ۲ پر لو کان موسیٰ حیا سے استدلال کیا ہے یہ بھی صحاح ستہ میں نہیں بلکہ طبقہ ثالثہ کی کتابوں میں ہے جس کی سندوں میں مجالد بن سعید جابر جعفی عبدالرحمٰن بن اسحٰق واسطی جیسے راوی ہیں۔ مجالد بن سعید اور جابر جعفی اور عبدالرحمٰن بن اسحٰق پر جروحات، آنے والے اشکالات کے جوابات کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث حیات انبیاء علیہم السلام کے متعلق اشکالات اور ان کے جوابات

حدیث مبارکہ الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون کے بارے میں ایک مماتی پمفلٹ سامنے آیا ہے، اصل میں یہ پمفلٹ لکھنے والا اصول حدیث سے بالکل ناواقف ہے، جواب سمجھنے سے پہلے محدثین کے چند اصول ملاحظہ ہوں

علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں

قال بعضھم یحکم للحدیث بالصحۃ اذا تلقاہ الناس بالقبول وان لم یکن لہ اسناد صحیح.

ترجمہ...... بعض علماء فرماتے ہیں حدیث پر صحت کا حکم لگا دیا جائے گا جب اس کو امت نے قبول کرلیا ہو، اگر چہ اس کی سند صحیح نہ بھی ہو۔

(تدریب الراوی ص ۲۹)

قال ابن عبدالبرؒ فی الاستذکار لما حکی عن

بات ہوتی ہے۔ میں نے کہا حدیث کے الفاظ میں الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون. اور

الترمذی ان البخاری صحح حدیث البحر ھو الطھور ماؤہ و اھل الحدیث لا یصححون مثل اسنادہ لکن الحدیث عندی صحیح لان العلماء تلقوہ بالقبول وقال فی التمھید روی جابر عن النبی ﷺ الدینار اربعة و عشرون قیراطا قال وفی قول جماعة العلماء و اجماع الناس علی معناہ غنی عن الاسناد فیه.

(ص ۲۹)

ترجمہ...... علامہ ابن عبدالبرؒ الاستذکار میں فرماتے ہیں جب امام ترمذیؒ سے یہ بات نقل کی کہ بخاریؒ حدیث بحر "ھو الطھور ماؤہ" کو صحیح کہتے ہیں حالانکہ محدثین اس جیسی سند کو صحیح نہیں کہتے لیکن حدیث میرے (ابن عبدالبرؒ) نزدیک صحیح ہے۔ اس لئے کہ علماء نے اسے قبول فرمایا ہے اور ابن عبدالبرؒ تمہید میں فرماتے ہیں کہ حضرت جابرؓ نے نبی اقدس ﷺ سے روایت کی الدینار اربعة و عشرون قیراطا اور فرمایا علماء کی جماعت کا قول اور لوگوں کا اجماع اس معنی پر اس کی سند سے مستغنی کر دیتا ہے۔ علامہ سیوطیؒ آگے فرماتے ہیں

المتواتر فانه صحیح قطعاً لا یشترط فیه مجموع ھذہ الشروط

متواتر یقینی طور پر صحیح ہوتی ہے، اس میں ان شرائط کے پائے جانے کی شرط نہیں۔

(ص ۳۰)

صاحب نور الانوار فرماتے ہیں

لما تلقته الامة بالقبول صارت بمنزلة المشھور

یہ متواتر حدیث ہے اس میں حضرت محمد ﷺ کی قبر کا ذکر ہے۔ مسلمان تو مسلمان کافر بھی یہ بات

جب اخبار احاد کو تلقی بالقبول حاصل ہو جائے تو وہ بمنزل مشہور کے ہو جاتی ہے۔
اسی طرح خبر متواتر کے بارے میں لکھا ہے

ومن شانه ان لا يشترط عدالة رواته.

خبر متواتر کی شان یہ ہے کہ اس کے راویوں کی عدالت شرط نہیں۔

(قفوالاثر بحوالہ قواعد فی علوم الحدیث ص ۳۲)

یعنی اس کی سند سے بحث نہیں کی جائے گی۔
مسند الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں

كل حديث اجمع السلف على قبوله او تواترت اهلية رواته فلا حاجة عن البحث من عدالة رواته وما عدا ذالک يبحث عن عدالة رواته.

(عقد الجید ص ۵۲)

ہر وہ حدیث جس کی قبولیت پر سلف کا اجماع ہو گیا ہو یا اس کے راویوں کی عدالت متواتر ہو، اس کے رواۃ سے بحث کی حاجت نہیں۔ جو اس کے علاوہ ہوں گے ان رواۃ کے حالات سے بحث کی جائے گی۔

فقہ حنفی کے عظیم محدث محقق فقیہ اصولی شیخ زاہد بن حسن الکوثریؒ لکھتے ہیں

واحتجاج الائمة بحديث تصحيح له منهم. بل جمهور اهل العلم من جميع الطوائف على ان خبر الواحد اذا تلقته الامة تصديقا له او عملا به يوجب العلم.

(مقالات کوثری ص ۷۰)

مانتے ہیں کہ حضرت پاک ﷺ کی قبر مطہرہ مدینہ میں ہے۔ اگر کسی کو انکار ہے تو مجھے بتا دو سب

ترجمہ...... آئمہ کا حدیث کو بطور دلیل کے لے لینا یہ ان کی طرف سے اس حدیث کو صحیح قرار دینا ہوگا۔ بلکہ تمام جماعتوں کے جمہور اہل علم اس اصول پر ہیں کہ خبر واحد کو امت جب اس کی تصدیق کرتے ہوئے یا اس پر عمل کرتے ہوئے قبول کر لے تو یہ علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں

ان الاخبار الاحاد الصحیحة قد یحصل بتعدد طرقها تواتر معنوی. (ص ۱۳۵)

اخبار احاد صحیحہ کی اسناد کے متعدد ہونے سے تواتر معنوی حاصل ہو جاتا ہے۔

خاتم المحدثین علامہ انور شاہ کشمیریؒ لکھتے ہیں

والتواتر علی انحاء تواتر اسناد و تواتر طبقة و تواتر توارث و تعامل و تواتر قدر المشترک و کله تواتر یفید القطع.

ترجمہ...... تواتر کی کئی قسمیں ہیں تواتر اسنادی، تواتر طبقہ، تواتر توارث و تعامل و تواتر معنوی۔ یہ تمام تواتر کی قسمیں ہیں۔ اور یقین کا فائدہ دیتی ہیں۔

(نیل الفرقدین ص ۳۰)

دو سو کے قریب کتابوں کے مصنف محدث، فقیہ، اصولی، مورخ علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں

و کذا اذا تلقته الامة الضعیف بالقبول یعمل به الصحیح حتی انه ینزل منزلة المتواتر

(فتح المغیث بشرح الفیة الحدیث ص ۱۲۰،

کہنے لگے وہیں قبر ہے میں نے کہا مسلمان تو مسلمان کافر بھی یہ بات مانتے ہیں کہ جو مدینہ پاک

بحوالہ ما تمس الیہ الحاجۃ لمن یطالع سنن ابن ماجہ)

اسی طرح جب امت ضعیف حدیث کو قبول کرلے تو اس کے ساتھ صحیح حدیث والا معاملہ کیا جائے گا حتی کہ وہ متواتر کے درجہ میں ہو جائے گی۔

حافظ الدنیا حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں

والمتواتر لا یبحث عن رجالہ بل یجب العمل بہ من غیر بحث.

ترجمہ......اور متواتر کے رجال سے بحث نہیں کی جاتی بلکہ بغیر بحث کے اس پر عمل واجب ہے۔ (شرح نخبۃ الفکر ص ۳۵)

ابن ابی العز الحنفی لکھتے ہیں۔

و خبر الواحد اذا تلقتہ الامۃ بالقبول عملا بہ و تصدیقاً لہ یفید العلم (الیقینی) عند جماھیر الامۃ وھو احد قسمی المتواتر ولم یکن بین سلف الامۃ فی ذالک نزاع.

ترجمہ...... اور خبر واحد کو جب امت قبول کرلے اس کی تصدیق کرتے ہوئے، اور اس پر عمل کرتے ہوئے تو وہ علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے، جمہور علماء امت کے نزدیک، اور یہ بھی متواتر کی ایک قسم ہے۔ اسلاف امت میں اس بارے میں کوئی نزاع نہیں تھا۔ (شرح عقیدہ طحاویہ ص ۳۵۵)

سلطان المحدثین ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں

قال عطاء الاجماع اقویٰ من الاسناد

ترجمہ......حضرت عطاء فرماتے ہیں اجماع اسناد سے قوی ہے۔

کی قبر میں آنحضرت ﷺ کا جسد اطہر ہے وہ دنیا والا ہے، وہی جسد اطہر جو سیدہ آمنہؓ کے پیٹ

(مرقات ص ۷۴ ج۱)

علامہ عبدالعلی محمد بن نظام الدین الکنویؒ لکھتے ہیں

ایراد الاسئلة والاجوبة فعلی بعض المتون لا علی قدر المشترک المستفاد من الاخبار.

کہ سوال وجواب بعض متون پر ہیں نہ کہ قدر مشترک پر جو کہ ان اخبار سے مستفاد ہیں۔

(فواتح الرحموت ص ۲۶۶ ج۲)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ اگر بعض متون یا روایات پر فرداً فرداً اعتراضات ہو سکتے ہوں تو پھر بھی ان سے جو بات قدر مشترک کے طور پر سمجھ میں آرہی ہو اس پر اعتراض اثر نہیں کرتا۔ ان تمام عبارات سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں

(۱)......جس حدیث کو اُمت قبول کرلے اور اس پر کسی مسئلہ یا عقیدہ کی بنیاد رکھ لے وہ حدیث صحیح کے درجے میں بلکہ متواتر کے درجے میں ہو جاتی ہے اور اس کی سند کی بحث کرنا اصول محدثین کے خلاف ہے۔

(۲)......اگر کئی اخبار احاد ہوں ان سے ایک معنیٰ مشترک طور پر سمجھ میں آتا ہو تو اس بات کو تواتر معنوی حاصل ہوگا۔

(۳)......تواتر معنوی بھی یقین کا فائدہ دیتا ہے۔

(۴)......اگرچہ اخبار احاد یا متون پر فرداً فرداً اعتراضات ہوں لیکن ان سے ثابت ہونے والے مفہوم پر وہ اعتراض وارد نہیں ہوگا۔ جیسے حیات عیسیٰ علیہ السلام تواتر معنوی سے ثابت ہے، اس کی بعض روایات پر جرح اس اصل مسئلہ کے ثبوت میں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی، بلکہ ایسی روایات پر جرح کرنا ہی بے فائدہ اور بے کار ہوگا۔ اور ایک اتفاقی مسئلہ کو مشکوک بنانے کی سعی

سے پیدا ہوا، وہی جس نے ہجرت کی، وہی جس نے جہاد کیا، وہی جسم جو معراج پر گیا، جب اس قبر

لا حاصل ہوگی۔

(۵)......اجماع اسناد سے قوی ہے، یعنی جس بات پر اجماع ہو جائے اس کی روایات کی اسناد کی جانچ پرکھ نہیں کی جائے گی۔

نوٹ...... یہ وہ اصول ہیں جو ان محدثین امت نے لکھے ہیں جن کی فن حدیث میں امامت مسلمات میں سے ہے۔ اس مختصری تمہید کے بعد پمفلٹ کا جواب لکھا جاتا ہے اور اس میں دیئے گئے دھوکوں کو واضح کیا جاتا ہے۔

صاحب پمفلٹ لکھتا ہے

روایت **الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون** جس کے سننے سے اسلام کی تین صدیاں محروم رہیں، صحاح ستہ جس کے بیان سے قاصر رہی،

جواب...... یہ بات غلط ہے کہ تین صدیاں محروم رہیں صحابہ کرامؓ کا اس عقیدہ کو اپنانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کو اس روایت کا علم تھا۔ عدم نقل سے عدم علم وسماع کیسے ثابت ہے؟ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہؒ سے چند ہزار احادیث مسانید میں منقول ہیں جبکہ آپ پانچ لاکھ احادیث کے حافظ تھے۔ (وصایا امام اعظم) امام بخاریؒ تین لاکھ احادیث کے حافظ تھے، جبکہ بخاری کی کل روایات ۷۲۷۵ ہیں۔ مکررات حذف کر کے ۴۰۰۰ بچتی ہیں۔ کیا اس پر یہ کہا جائے گا کہ امام بخاریؒ نے صرف اتنی احادیث ہی سنی ہیں باقی نہیں سنی؟ معلوم ہوا عدم نقل، عدم سماع اور عدم علم کی دلیل نہیں۔ صحابہ کرامؓ کے زمانے کے واقعات بھی اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ان کے ہاں یہ عقیدہ مسلمات میں سے تھا۔

(۱)......حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا اور قبر شریف کے پاس آ کر گر گیا اور زار و زار روتے ہوئے عرض کیا

میں حیات ہے تو دنیا والا جسم ہی حیات سے فیض یاب ہوا۔

اے اللہ آپ کا وعدہ ہے ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔ کہ اگر گناہ گار رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول ﷺ اس کے لئے دعائے مغفرت کردیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی اس لئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لئے مغفرت کی دعا کریں۔ اس وقت جو لوگ حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ جواب میں روضہ اقدس کے اندر سے آواز آئی قد غفر لک (کہ تیری بخشش ہوگئی) (معارف القرآن ص ۴۵۸ ج ۲ تحریرات حدیث ص ۱۵۷)

(۲)...... جب سیدنا صدیق اکبرؓ کا انتقال ہوا تو آپؓ کا جنازہ نبی اقدس ﷺ کی قبر کے سامنے لاکر رکھ دیا گیا اور ندا دی گئی کہ یا رسول اللہ ﷺ ابو بکر حاضر ہیں، پس دروازہ کھل گیا اور آواز دینے والا آواز دے رہا تھا کہ دوست کو دوست کے پاس پہنچا دو۔ (تفسیر کبیر) یہ افضل الناس بعد الانبیاءؑ کا جنازہ ہے خیال کرو کوئی صحابی رہ گیا ہوگا، ہزاروں کی تعداد میں ہوں گے ان میں سے کسی نے ندا دینے والے کو نہیں کہا کہ تو مشرک ہے، ان سب کا عقیدہ تھا کہ حضور ﷺ سنتے ہیں اور حیات ہیں۔

(۳)......اٹھارہ ہجری میں بلال بن الحارث المزنیؓ صحابی رسول کا واقعہ پیش آیا کہ انہوں نے روضہ اقدس پر جاکر بارش کے لئے درخواست کی تو آنحضرت ﷺ نے خواب میں فرمایا کہ عمرؓ کو خبر دے کہ ان پر بارش نازل کی جائے گی اور عمرؓ سے کہہ دے کہ وہ دانائی پر قائم رہے۔ (شفاء السقام ص ۱۴۰) حضرت عمرؓ نے لوگوں کو صلوٰۃ استسقاء کے لئے جمع فرمایا۔ (البدایہ والنہایہ ص ۷۱ ج ۷) اور جب سب جمع ہو گئے تو یہ واقعہ بتایا، لوگوں نے کہا بلالؓ نے سچ کہا، (تاریخ طبری ص ۹۹ ج ۴) یہ سند صحیح ہے، (البدایہ ص ۹۲ ج ۷) صحابہ کرامؓ روضہ اقدس پر درود و سلام پیش کرتے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ دن میں سو سو مرتبہ روضہ اطہر پر حاضر ہوتے۔ (التعلیق المجد

آنحضرت ﷺ کی حیات فی القبر کو دنیاوی حیات کہنے کا مطلب۔

آنحضرت ﷺ حیات فی القبر کو حیات دنیوی کہنے کا مطلب اتنا ہی ہے کہ یہی دنیا والا

ص ۳۹۶)

کیا ان کا عقیدہ حیات کا نہیں تھا؟ ویسے ہی سب کچھ کیا جا رہا تھا؟ پھر ان پر کسی نے نہ ۶۰ آیات سنائیں اور نہ ۱۸۰۰ احادیث سنائیں۔ کیا صحابہ شرک ہوتا دیکھتے رہے اور کسی نے نہ روکا۔ جب نہ روکا تو معلوم ہوا کہ ان کا عقیدہ حیات النبی کا تھا اور ان روایات پر ان کا عمل تھا اور اسی کے مطابق عقیدہ تھا۔ صحاح ستہ کے بیان نہ کرنے سے یہ کیسے لازم آگیا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے؟ کیا صحاح ستہ کے علاوہ کتب حدیث میں صحیح احادیث نہیں ہیں؟ یہ حضرات تو اپنے ذوق اور شرائط کے اعتبار سے احادیث لائے ہیں۔ بلکہ اپنی شرائط کی بھی بہت سے احادیث چھوڑ دی ہیں۔ جن پر استدراکات لکھے گئے۔ جس شخص کو علم حدیث سے ذرا بھی مناسبت ہو وہ اس کو بخوبی جانتا ہے۔ امام بخاریؒ کو تین لاکھ احادیث یاد تھیں بقول بعض کے ایک لاکھ صحیح احادیث یاد تھیں بخاری میں صرف سات ہزار کے قریب لائے باقی احادیث کہاں گئیں؟ دیکھئے مقدمہ مشکوۃ اور تدریب الراوی ص ۴۸) بخاری مسلم نے تمام صحیح احادیث کا احاطہ نہیں کیا، (مقدمہ ابن صلاح ص ۲۱) امام مسلمؒ فرماتے ہیں ہر وہ حدیث جو میرے نزدیک صحیح ہے، اس کو میں نے یہاں نقل نہیں کیا بلکہ میں نے صرف ان احادیث کو نقل کیا ہے جن کی صحت پر اجماع ہے۔ (مسلم ص ۱۷۴ ج ۱) پھر کیا مماتی حضرات ان احادیث کو مانتے ہیں جو صحاح ستہ میں ہیں اور ان سے مسئلہ حیات ثابت ہے۔

(۱) خطبہ صدیق اکبر میں ہے کہ سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا اے نبی ﷺ اللہ آپ کو دو موتیں نہیں چکھائے گا۔

اس سے مسئلہ حیات ثابت ہے۔ مراد یہ ہے کہ قبر میں آپ کو دوسری موت نہیں آئے گی جیسے دوسرے انسانوں پر منکر نکیر کے سوال و جواب کے بعد طاری ہوتی ہے۔ اس کے تحت حافظ

جسم فائز الحیات ہے۔

ابن حجرؒ نے فتح الباری ص ۳۶۲ ج ۷ علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ص ۶۶۰ ج ۷ شیخ نور الحق محدث دہلوی نے تیسیر القاری شرح صحیح بخاری ص ۲۶۲ ج ۳ علامہ کرمانی نے اپنی شرح بخاری میں ص ۲۱۰ ج ۱۴ پر علامہ قسطلانی نے ارشاد الساری ص ۱۶۹ ج ۸ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ ص ۸۹۰ ج ۲ محدث سہارنپوری نے حاشیہ بخاری ص ۵۱۷ پر اس سے استدلال کیا ہے۔ مماتیو! بخاری کی اس حدیث اور محدثین کرام کے اس استدلال کو ہی مان لو ورنہ ایک حوالہ پیش کرو کہ کسی ایک اہل سنت و جماعت کے محدث فقیہ نے لکھا ہو کہ ان حضرات کا استدلال غلط ہے یہ عقیدہ مشرکانہ ہے، اسی بخاری شریف میں ص ۴۸۱ پر روایت ہے کہ نبی اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب بے ہوش ہو جائیں گے پھر سب سے پہلے مجھے ہوش آئے گا، بے ہوش زندہ ہوتا ہے نہ کہ بے جان چیز۔ معلوم ہوا کہ قبر میں حیات ہوگی، تبھی تو نفخہ اولیٰ کے وقت بے ہوشی طاری ہوگی۔ بخاری کی اس حدیث سے علامہ تقی الدین سبکیؒ نے شفاء السقام ص ۱۸۳، امام بیہقیؒ نے جزء حیات انبیاء ص ۱۹، علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے انبیاء الاذکیاء ص ۴۹، پر اس سے انبیاء کے قبروں میں زندہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔ مماتیو! یہ تو بخاری کی حدیث ہے اسے ہی مان لو، اور اس سے جن محدثین نے حیات انبیاء پر استدلال کیا ہے اسے مان لو ورنہ ایک محدث یا مفسر جو کہ اہل سنت و جماعت میں سے ہو اس کا حوالہ پیش کرو جس نے لکھا ہو کہ ان حضرات کا یہ استدلال درست نہیں۔ یہ عقیدہ کہ انبیاء قبروں میں زندہ ہیں شرکیہ ہے۔ ۶۰ آیات اور ۱۸۰۰ احادیث کے خلاف ہے۔ مہلت قیامت تک ہے۔

(۳) مسلم شریف میں حدیث ہے نبی اقدس ﷺ فرماتے ہیں میں نے معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اس حدیث سے علامہ تقی الدین سبکیؒ نے شفاء السقام ص ۱۸۰، علامہ سیوطیؒ نے انباء الاذکیاء ص ۴۵، امام بیہقیؒ نے جزء حیات انبیاء ص ۱۰، علامہ تاج

مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو معراج جسمانی ہوا تو اس کا مطلب یہی ہوتا

الدین سبکیؒ نے طبقات شافعیہ ص ۲۸۰، پر استدلال کیا ہے۔ اسے ہی مان لو، یا ایک اہل سنت محدث مفسر کا حوالہ جو کہ ۱۹۵۷ء سے پہلے کا ہو اس کا حوالہ پیش کرو کہ اس نے اس روایت سے اس استدلال کرنے پر ان حضرات پر اعتراض کیا ہو اور کہا ہو حیات انبیاء کا عقیدہ شرکیہ ہے۔ فـاتـو برھانکم ان کنتم صادقین.

(۴) نبی اقدس ﷺ نے فرمایا نہیں کوئی مجھ پر سلام پڑھتا مگر میری روح کو مجھ پر لوٹا دیا جاتا ہے (یعنی متوجہ کر دیا جاتا ہے) (ابوداؤد ص ۲۸۶ ج ۱)

یہ بھی صحاح ستہ میں شامل ہے۔ صاحب تسکین الصدور نے چودہ محدثین سے اس کی تصحیح نقل کی ہے، ملا علی قاریؒ نے مرقات ص ۳۴۱ ج ۲ پر اس کی تصحیح کی ہے، علامہ سخاویؒ نے القول البدیع ص ۱۶۰، علامہ تاج الدین سبکیؒ نے طبقات شافعیہ ص ۲۸۰، محدث سہارنپوریؒ نے بذل المجہود ص ۳۹۶ ج ۹ پر، امام بیہقیؒ نے جزء حیات انبیاء ص ۹ پر، علامہ سبکیؒ نے شفاء السقام میں، علامہ سیوطیؒ نے الحاوی للفتاویٰ ص ۱۴۲ پر، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اللمعات التنقیح میں اس سے حیات انبیاء پر استدلال کیا ہے، ابوداؤد صحاح ستہ میں سے ہے اور اس روایت کی چودہ محدثین نے تصحیح کی ہے، اتنے جید علماء نے استدلال کیا ہے اب تو مان لو، یا پھر ایک حوالہ پیش کرو کہ ۱۹۵۷ء سے پہلے ایک محدث، ایک اصولی، ایک مفسر جو کہ اہل سنت میں سے ہو اس نے یہ لکھا ہو کہ یہ حدیث حیات انبیاء پر دال نہیں ہے۔ اس سے قبر میں حیات انبیاء پر استدلال غلط ہے۔ مہلت قیامت تک ہے۔

آگے اس پمفلٹ والے نے لکھا ہے کہ ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ کرامؓ لاعلم رہے۔

جواب...... یہ دعویٰ بھی بلادلیل ہے، صحابہ کرام کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سب کا عقیدہ یہی تھا جیسا کہ خطبہ صدیق اکبرؓ میں ہے، وہاں حضرت صدیق اکبرؓ کی مخالفت کسی نے نہ

ہے کہ یہ جسم ہی معراج پر گیا۔اسی طرح جب ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو حیات دنیوی حاصل

کی کہ آپ کو دوسری موت نہ آئے گی، اور یہ کہا ہو کہ آپ غلط کہہ رہے ہیں، حضور ﷺ پر قبر میں دوسری موت آنی ہے۔ ایک بھی حوالہ پیش نہیں کیا جا سکتا۔

پھر آگے لکھتا ہے، حضرت انسؓ کے سینکڑوں شاگردوں میں سے صرف ایک حضرت ثابت بنانیؒ نے اسے نقل کیا ہے۔

جواب...... ثابت بنانی معمولی انسان نہیں ہے، حضرت انسؓ کے خصوصی شاگردوں میں سے ہیں، علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں آپ بصرہ میں رہنے والے محدثین کے پیشوا ہیں آپ کا قول قابل حجت ہے (روایت کیوں قابل حجت نہ ہوگی؟ از ناقل) (تذکرۃ الحفاظ ص ۱۱۶) مزید تفصیل تسکین الاذکیاء فی حیات الانبیاء کے آخر میں محدثین کے حالات میں دیکھ لیں، ان کا اپنا اعتقاد یہ ہے کہ جب سے یہ حدیث سنی اس دن سے یہ دعا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر تیری مخلوق میں سے کسی ایک کو بھی قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت مل سکتی ہو تو مجھے اجازت مل جائے، حمید الطویل کہتے ہیں ہم نے جب انہیں لحد میں اتارا جب اینٹیں برابر کر رہے تھے اچانک ایک اینٹ گر گئی تو سب نے کیا دیکھا کہ وہ قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے ساتھی کو کہا کہ کیا تم نے نہیں دیکھا؟ اس نے کہا خاموش رہو۔ پھر ہم ان کی صاحبزادی کے پاس گئے اس نے ان کی دعا کا تذکرہ فرمایا۔ (حلیۃ الاولیاء ص ۲۱۹ ج ۲، بحوالہ مقام حیات ص ۱۲۴) معلوم ہوا کہ اس جلیل القدر تابعی کا عقیدہ یہی تھا تبھی تو دعا مانگ رہے تھے ایک حوالہ پیش کرو کسی تابعی نے یا کسی محدث یا مفسر نے ان پر مشرک ہونے کا فتویٰ لگایا ہو۔ اگر نہیں تو عبرت حاصل کرو، لیکن اس کے لئے بھی تو عقل چاہئے۔

اور لکھا ہے کہ ثابت بنانی کے شاگردوں میں سے صرف ایک حجاج بن اسود اسے روایت کرنے والا ہے، میزان الاعتدال ص ۴۶۰ ج ۱)

جواب...... اس اعتراض کا جواب محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سرفراز خان

ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ دنیا والا جسم ہی فائز الحیات ہے۔ پھر میں نے کہا اس سے یہ پتہ چلا

صفدر لا زالت شموس فیوضه بازغة علینا نے تسکین الصدور میں دے دیا ہے۔ ہم ایک جواب یہاں اور نقل کرتے ہیں کہ حجاج بن اسود کو خود ذہبی نے بھی ثقہ کہا ہے، علامہ ذہبیؒ تلخیص مستدرک میں روایت لاتے ہیں، **حجاج بن اسود عن محمد بن واثق عن ابی صالح عن ابی هریرة مرفوعا احبوا القراء و جالسوهم و احب العرب من قلبک و لترد عن الناس ما تعلم من قلبک صحیح، حجاج ثقة** (تلخیص مستدرک ص۳۳۱ ج۱) اصل بات یہ ہے کہ یہ اعتراض اس وقت ہوں جب ایک ہی حدیث حیات انبیاء پر دال ہو، اس کے علاوہ اور احادیث دال نہ ہوں۔ پھر یہ کہ اس کو تواتر معنوی حاصل نہ ہو، تب تو اعتراض ہو۔ اس حدیث کو تواتر معنوی حاصل ہے، امت محمدیہ کے عظیم ترین محدث مفسر، علامہ جلال الدین سیوطیؒ جو کہ ۶۰۰ کے قریب کتب کے مصنف ہیں، لکھتے ہیں **حیات النبی ﷺ فی قبره هو و سائر الانبیاء معلومة عندنا علما قطعیاً لما قام عندنا من الادلة فی ذالک و تواترت له الاخبار الدالة علی ذالک** (الحاوی للفتاویٰ ص۱۳۹) نبی اقدس ﷺ کی اور دوسرے انبیاء کی قبر میں حیات ہمیں یقینی طور پر معلوم ہے اس لئے کہ ہمارے نزدیک اس پر دلائل قائم ہیں، اور اس مسئلہ پر دلالت کرنے والی روایات متواتر ہیں۔ صاحب **نظم المتناثر من حدیث المتواتر** لکھتے ہیں۔

ان من جملة ما تواتر عن النبی ﷺ حیات الانبیاء فی قبورهم.

ترجمہ...... جو روایت نبی اقدس ﷺ سے متواتر ہیں ان میں انبیاء علیہم السلام کا قبور میں زندہ ہونا بھی ہے۔

علامہ ابن قیمؒ ابوعبداللہ قرطبیؒ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں

کہ تینوں باتیں یقینی ہیں۔

انہ قد صح عن النبی ﷺ ان الارض لا تاکل اجساد الانبیاء وانہ علیہ السلام اجتمع بالانبیاء لیلۃ الاسراء فی بیت المقدس و فی السماء وخصوصاً بموسیٰ علیہ السلام و قد اخبر بانہ ما من مسلم یسلم علی الا رد اللہ علیہ روحہ حتی یرد علیہ السلام الی غیر ذالک مما یحصل من جملۃ قطعی بان موت الانبیاء انما ھو راجع الی ان غیبوا عنا بحیث لا ندرکھم وان کانوا موجودین احیاء.

ترجمہ...... نبی اقدس ﷺ سے یہ بات صحیح طور پر منقول ہے کہ زمین انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو نہیں کھاتی اور یہ کہ آپ علیہ السلام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ معراج کی رات جمع ہوئے بیت المقدس اور آسمان میں۔ خصوصاً موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اور حضور ﷺ نے یہ بھی خبر دی کہ جب بھی کوئی مسلمان آپ علیہ السلام پر درود پڑھتا ہے آپ علیہ السلام کی روح لوٹا دی جاتی ہے، آپ اس سلام کا جواب دیتے ہیں اس کے علاوہ بھی روایات ہیں جن سے یہ بات یقینی طور پر حاصل ہوتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت اس طرح ہے کہ وہ ہم سے غیب ہیں ہم ان کو پا نہیں سکتے اگرچہ وہ موجود ہیں زندہ ہیں۔

(کتاب الروح ص ۴۵)

دوسو کے قریب کتابوں کے مصنف مشہور محدث، اصولی اور مؤرخ علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں:

نحن نؤمن و نصدق بانہ صلی اللہ علیہ وسلم حی یرزق فی قبرہ و ان جسدہ الشریف لا تاکلہ الارض و

نمبرا...... حدیث متواترات میں سے ہے۔

الاجماع علی ھذا.

(القول البدیع ص ۱۷۲)

ترجمہ...... ہم ایمان رکھتے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں اور آپ ﷺ کے جسد اطہر کو زمین نے نہیں کھایا اور اس پر اجماع ہے۔

علامہ عبدالعلی محمد بن نظام الدین الکھنوی لکھتے ہیں

و یمکن ھذا العلم لواحد.

اور ممکن ہے کہ اجماع کا علم ایک کو ہی ہو۔

(فواتح الرحموت ص۲۶۲ ج۲)

معلوم ہوا کہ اگر اجماع کا ناقل ایک ہو تب بھی درست ہے جبکہ ہم اس پر ایک درجن کے قریب حوالہ جات پیش کر چکے ہیں۔ ہم مماتیوں سے کہتے ہیں کہ علامہ سخاویؒ کی وفات کو تقریباً پانچ سو سال گزر چکے ہیں ایک محدث، ایک مفسر جو کہ اہل سنت سے ہو اس نے کہا ہو کہ سخاویؒ کی یہ بات غلط ہے۔ اس بات پر اجماع نہیں ہوا، حیات انبیاء علیہم السلام عقائد میں سے نہیں۔ پیش کرو ورنہ عوام الناس کو پریشان نہ کرو، ان کے دلوں میں وساوس ڈالنے سے باز آ جاؤ۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ یہ عبارات متواتر ہیں اس پر اجماع ہے۔ اور گذشتہ اوراق میں یہ حوالہ جات گذر چکے ہیں کہ جس حدیث کو امت قبول کر لے یا اس کو تواتر معنوی حاصل ہو جائے (امام سیوطیؒ لکھتے ہیں **فان اکثر الاحادیث مروی بالمعنی** (الاقتراح ص۱۶) جب اکثر احادیث مروی بالمعنی ہیں تو تواتر معنوی بھی بنسبت تواتر لفظی کے زیادہ ہوگا) یا جس مسئلہ پر اجماع ہو جائے اس کی سندوں کی بحث نہیں کی جاتی۔ اگر تم محدثین کے اس اصول کو نہیں مانتے تو پھر تمہیں محدثین کے اقوال کو لے کر فرداً فرداً جرح کرنے کا کیا حق حاصل ہے۔ کیا امام سیوطیؒ

نمبر۲...... حضرت کی قبر مبارک بھی مدینے میں ہے۔

جنہوں نے تدریب الراوی جیسی اہم کتاب اصول حدیث میں لکھ کر امت پر احسان عظیم کیا ہے، جس نے تفسیر در منثور اور جلالین کا نصف حصہ اور الاتقان جیسی کتب تصنیف کی ہیں، جو کہ مفسر بھی تھے محدث بھی تھے، وہ ان احادیث کو متواتر کہہ رہے ہیں، یقینی کہہ رہے ہیں، ان پر عقیدہ کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔ علامہ سخاویؒ اجماع کا ذکر کر رہے ہیں۔ کیا ان کو اصول حدیث کا علم نہیں تھا؟ ان کو معلوم نہیں تھا کہ لاکھوں صحابہ اس کو سننے سے محروم رہے؟ صحاح ستہ اس حدیث سے خالی ہیں؟ حضرت انسؓ سے روایت کرنے والے صرف ایک ثابت بنانیؒ ہیں اور ان سے روایت کرنے والا صرف حجاج بن اسود ہے، اور وہ منکر روایت لانے والا ہے۔ ان علوم کے جبال کو یقیناً علم تھا پھر بھی انہوں نے ان روایات کو لیا۔ تو معلوم ہوا کہ ان کو اصول حدیث سے واقفیت تھی اور تم اس سعادت سے محروم ہو۔ یاد رہے کہ سونے کے بارے میں سنار کی رائے معتبر ہوتی ہے نہ کہ کمہار کی۔ احادیث حیات انبیاء علیہم السلام کو تواتر حاصل ہونے کی وجہ سے اگرچہ سند سے بحث کرنے والے کا اعتراض قابل التفات نہیں، لیکن پھر بھی اگر اس اعتراض کو دیکھا جائے تو کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

صاحب پمفلٹ لکھتے ہیں، اس کا راوی مستلم بن سعید وہم کا شکار ہے۔ (تقریب ص۳۵۱) اور ثقات کی مخالفت کرنے والا (تہذیب ص۱۰۴ ج۱۰)

جواب...... مستلم بن سعید کو تقریب میں صدوق لکھا ہے آگے ربما وھم لکھا ہے کہ کبھی وہم ہو جاتا تھا، جب علماء نے قبول کر لیا تو معلوم ہوا کہ اس روایت میں وہم نہیں ہے۔ کیا محدثین اور متکلمین ہم سے بھی گئے گذرے تھے کہ ایک وہمی کی روایت پر عقیدہ کی بنیاد رکھ لی۔ پھر تہذیب سے ایک یہی بات نقل کی ہے کہ ثقات کی مخالفت کرتا تھا۔ اس میں بھی خیانت کی۔ تہذیب میں ہے ربما خالف کہ کبھی کبھی ثقات کی مخالفت کرتا تھا، اب ربما کا معنی نہ کرنا اور یہ ظاہر کرنا کہ ہر وقت ثقات کی مخالفت کرتا تھا کتنا بڑا دھوکہ ہے۔ پھر یہ کہ ثقہ جس روایت میں ثقات کی مخالفت کرے اس کو منکر کہتے ہیں۔ اس میں تو کسی کی مخالفت نہیں کی۔ اگر کی ہے تو ظاہر کرو۔

نمبر۳......اور اس قبر میں جو جسد اطہر ہے وہ دنیا والا ہے، خواب خیال والا نہیں۔

مخالفت تب ہوتی جب کئی ثقات یہ بات نقل کرتے کہ حضور ﷺ قبر میں مردہ ہیں اور یہ کہتے کہ زندہ ہیں۔ اگر ثقات سے اس طرح کی کوئی روایت منقول ہے تو ثابت کرو۔ **فاتوا برھانکم ان کنتم صادقین.** پھر دوسرے اقوال جو ان کی تعریف میں ہیں وہ بلاڈکار شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے۔ (۱) امام احمدؒ ان کو ثقہ کہتے ہیں، (۲) امام ابن نعیم صویلح (صالح الحدیث) کہتے ہیں (۳) امام نسائیؒ ان کو لاباس بہ کہتے ہیں۔ (۴) اور ابن حبانؒ ان کو ثقات میں لکھتے ہیں۔

آگے لکھتا ہے کہ ازرق بن علی جو کہ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پر بہتان باندھتا ہے اور روایت گھڑتا ہے کہ ابن مسعودؓ نعوذ باللہ معوذتین، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس اور سورۃ الفاتحہ کو قرآن مجید میں سے نہیں سمجھتے تھے، بلکہ ان کو مٹاتے تھے۔ ابن کثیر احسن الکلام محلی ابن حزم یہ روایت خالص جعلی، جھوٹ، باطل اور ابن مسعودؓ پر افتراء ہے۔ یہ ازرق بن علی محدث ابویعلیٰ کا استاد ہے، ابویعلیٰ بھی اس بہتان میں شریک ہے، اپنی کتاب مسند ابی یعلیٰ میں یہ روایت لے آیا ہے۔

جواب...... تفسیر ابن کثیر میں ابویعلیٰ کی جو سند نقل کی ہے اس میں الازرق بن علی ہے لیکن ابن کثیر نے نہ اسے جھوٹا کہا ہے نہ جرح کی ہے، بلکہ دوسری بہت ساری سندیں نقل کی ہیں، تو یہ ذمہ داری صرف ان پر ہی نہیں آتی اگر الازرق بن علی کا اس روایت کو نقل کرنا جرح ہے تو حمیدی میں بھی یہ روایت موجود ہے جس میں یحک کے الفاظ ہیں، اس سند میں مندرجہ ذیل راوی ہیں سفیان بن عیینہ، عبدہ بن ابی لبابہ، عاصم بن بھدلہ، زر بن حبیش، اس روایت کی ایک سند میں عبداللہ بن احمد، اعمش، ابواسحٰق، عبدالرحمٰن بن یزید وغیرہ بھی ہیں، تو کیا ان پر بھی وضع کا بہتان لگے گا۔ اور حمیدی نے اپنی مسند میں اس روایت کو نقل کیا ہے تو کیا حمیدی پر بھی وہی الزام لگاؤ گے جو ابویعلیٰ پر لگایا ہے۔ (کچھ تو خدا کا خوف کرو) پھر یہ کہ یحیی بن ابی بکیر سے روایت کرنے میں ازرق کا متابع عبداللہ بن محمد بن یحیی بن ابی بکیر ہے، چنانچہ ابونعیم اخبار اصبہان میں ص ۸۸ ج ۲

جب یہ تینوں باتیں یقینی ہیں تو یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ اسی جسد اطہر کو حیات حاصل

میں اس کی سند سے روایت لائے ہیں۔

آگے لکھا ہے کہ حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں اکثر احادیث باب حیات ضعیف ہیں (لطائف قاسمی ص ۵)

جواب...... اس سے تو معلوم ہوا کہ کچھ صحیح بھی ہیں، تو ضعیف ان کی تائید کریں گی اور کثر اسناد سے قوت بڑھ جاتی ہے اور یہ محدثین کا متفقہ اصول ہے، صاحب پمفلٹ نے حضرت نانوتویؒ کا یہ قول اگر دعوکہ کے لئے نہیں لکھا تو حضرت نانوتویؒ تو مسئلہ حیات کے قائل ہیں اور اس مسئلہ پر اپنی شہرہ آفاق کتاب آب حیات تصنیف فرما چکے ہیں، آپ بھی اعلان کریں کہ ہم حضرت نانوتویؒ کا پورا مسلک اپناتے ہیں۔

آگے کچھ حوالہ جات محدث اعظم حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کے نقل فرمائے ہیں کہ انہوں نے لکھا ہے کہ عقائد میں خبر واحد سے گاڑی نہیں چل سکتی۔

جواب...... جناب ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ احادیث حیات انبیاء کو تواتر کا درجہ حاصل ہے، یہ جناب کا ذہن ہے کہ تضاد ہی تضاد نظر آتا ہے، سورج تو روشن ہے چمگادڑ نہ دیکھے تو اس میں سورج کا کیا قصور ہے؟ آگے لکھا ہے کہ صفدر صاحب کہتے ہیں کہ بیہقی متعصب ہے، جناب بیہقی فقہی مسائل میں متعصب ہے۔ تو جو روایات فقہی مسائل میں شوافع کی تائید میں جا رہی ہوں گی ان میں بیہقی کی رائے کو جانچ پرکھ کر لیا جائے گا اور یہ تو تمام اہل سنت کا اجماعی مسئلہ ہے یہاں بھی کیا ترک کر دیا جائے گا؟ اگر یوں کیا تو پھر دین کیا بچ گیا؟ کل تم کہو گے کہ ابن حجرؒ متشدد تھا اور اس نے حیات عیسیٰ پر اجماع لکھا ہے لہذا ہم حیات عیسیٰ کا مسئلہ ماننے سے انکار کرتے ہیں، جناب ابن حجرؒ جو متشدد تھا تو فقہ میں تھا حیات عیسیٰؑ کا مسئلہ تو مسلمہ ہے۔ تو اگر ابن حجرؒ نے اسے نقل کر دیا تو کونسا قصور کر دیا؟ فقہی مسائل میں ان کا تشدد ایک طرف لیکن اجماعی مسائل میں تو ان کے

ہے۔ پھر میں نے کہا آپ بھی کوئی حدیث الانبیاء اموات فی قبورھم لا یصلون پیش

اقوال لئے جائیں گے۔ جسے اتنی واضح بات کا بھی علم نہیں اسے یہی کہا جاسکتا ہے

آں کس نداند و بداند کہ بداند

لو کان موسیٰ حیاً کے راوی مجالد بن سعید اور جابر جعفی پر آئمہ جرح و تعدیل کے اقوال جرح نقل کئے جاتے ہیں۔

جابر بن يزيد بن الحارث بن عبد يغوث بن كعب الجعفى ، أبو عبد الله ، و يقال أبو يزيد ، و يقال أبو محمد الكوفى

الطبقة : 5 : من صغار التابعين

الوفاة 127 : ه و قيل 132 ه

روى له : د ت ق

مرتبته عند ابن حجر : ضعيف رافضىٌ

مرتبته عند الذهبیؒ فی : وثقه شعبة فشذ ، و تركه الحفاظ ، من أكبر علماء الشيعة

أقوال العلماء : قال المزى فى" تهذيب الكمال : "

قال المزى:

و قال عباس الدورى ، عن يحيى بن معين : لم يدع جابرا ممن رآه إلا زائدة ، و كان جابر كذابا.

و قال فى موضع آخر : لا يكتب حديثه ، و لا كرامة.

و قال بيان بن عمرو البخارى ، عن يحيى بن سعيد : تركنا حديث جابر ، قبل أن يقدم علينا الثورى.

و قال يحيى بن سعيد ، عن إسماعيل بن أبى خالد : قال الشعبى : يا

کریں۔ اس پر مولوی اللہ بخش کہنے لگا۔ مہر حق نواز نے زیادتی کی ہے، مجھے یہ نہیں بتایا کہ امین

جابر ، لا تموت ، حتى تكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم ، قال إسماعيل :فما مضت الأيام و اليالي ، حتى أتهم بالكذب.

و قال عباس الدورى ، عن يحيى بن يعلى المحاربى : قيل لزائدة : ثلاثة لا تروى عنهم ، لم لا تروى عنهم ؟ ابن أبى ليلى ، و جابر الجعفى ، و الكلبى ؟ قال : أما جابر الجعفى فكان و الله كذابا يؤمن بالرجعة.

و قال أبو يحيى الحماني ، عن أبى حنيفة : ما لقيت فيمن لقيت أكذب من جابر الجعفى ، ما أتيته بشيء من رأيى إلا جائنى فيه بأثر ، و زعم أن عنده ثلاثين ألف حديث ، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يظهرها.

و قال عمرو بن على : كان يحيى و عبد الرحمن لا يحدثان عنه ، كان عبد الرحمن يحدثنا عنه ، قبل ذلك ، ثم تركه.

و قال أبو حاتم الرازى ، عن أحمد بن حنبل : تركه يحيى و عبد الرحمن.

و قال الترمذى ، عن محمد بن بشار : سمعت عبد الرحمن بن مهدى يقول : ألا تعجبون من سفيان بن عيينة ؟ لقد تركت جابرا الجعفى لقوله لما حكى عنه أكثر من ألف حديث ، ثم هو يحدث عنه.

و قال النسائى : متروك الحديث.

و قال فى موضع آخر : ليس بثقة ، و لا يكتب حديثه.

و قال الحاكم أبو أحمد : ذاهب الحديث.

قال الحافظ فى" تهذيب التهذيب : 2/48 "

سے مناظرہ کرواتا ہے۔ اگر بتلا دیتے تو میں تیاری کر کے آتا۔ اب میری تیاری نہیں ہے۔ چنانچہ

و ذكر مطين ، عن مفضل بن صالح : مات سنة سبع .

و قال ابن أبى خيثمة ، عن يحيى بن معين : مات سنة اثنتين و ثلاثين و مئة .

و قال سلام بن أبى مطيع : قال لى جابر الجعفى : عندى خمسون ألف باب من العلم ما حدثت به أحدا . فأتيت أيوب ، فذكرت هذا له ، فقال : أما الآن فهو كذاب .

و قال جرير بن عبد الحميد ، عن ثعلبة : أردت جابرا الجعفى ، فقال لى ليث بن أبى سليم : لا تأته فإنه كذاب .

قال جرير : لا أستحل أن أروى عنه ; كان يؤمن بالرجعة .

و قال أبو داود : ليس عندى بالقوى فى حديثه .

و قال أبو الأحوص : كنت إذا مررت بجابر الجعفى سألت ربى العافية .

و قال الشافعى : سمعت سفيان بن عيينة يقول : سمعت من جابر الجعفى كلاما ، فبادرت ، خفت أن يقع علينا السقف .

قال سفيان : كان يؤمن بالرجعة .

و قال إبراهيم الجوزجانى : كذاب .

و قال إسحاق بن موسى : سمعت أبا جميلة يقول : قلت لجابر الجعفى : كيف تسلم على المهدى ؟ قال : إن قلت لك كفرت.

قال سفيان : كذب . قلت : ما أراد بهذا ؟ ، قال : الرافضة تقول : إن عليا فى السماء لا يخرج من يخرج من ولده حتى ينادى من السماء :

وہ مناظرہ ختم ہوگیا۔اب حق نواز جس نے مناظرہ کروایا تھا مجھے کہنے لگا کہ ابھی آپ واپس نہ

اخرجوا مع فلان ، يقول جابر : هذا تأويل هذا .

و قال الحميدى أيضا : سمعت رجلا يسأل سفيان : أرأيت يا أبا محمد الذين عابوا على جابر الجعفى قوله : حدثنى وصى الأوصياء ! فقال سفيان : هذا أهونه .

و قال شبابة ، عن ورقاء ، عن جابر : دخلت على أبى جعفر الباقر ، فسقانى فى قعب حسائى حفظت به أربعين ألف حديث .

و قال يحيى بن يعلى : سمعت زائدة يقول : جابر الجعفى رافضى يشتم أصحاب النبى صلى الله عليه وآله وسلم .

و قال ابن سعد : كان يدلس ، و كان ضعيفا جدا فى رأيه و روايته .

و قال العقيلى فى " الضعفاء : " كذبه سعيد بن جبير .

و قال العجلى : كان ضعيفا يغلو فى التشيع ، و كان يدلس .

و قال الساجى فى " الضعفاء : " كذبه ابن عيينة .

و قال الميمونى : قلت لأحمد بن خداش : أكان جابر يكذب ؟ قال إى و الله ، و ذاك فى حديثه بين .

و قال ابن قتيبة فى كتابه " مشكل الحديث : " كان جابر يؤمن بالرجعة ، و كان صاحب نيرنجات و شبه .

و قال أبو أحمد الحاكم : يؤمن بالرجعة ، اتهم بالكذب .

و ذكره يعقوب بن سفيان فى باب من يرغب عن الرواية عنهم .

و قال ابن حبان : كان سبائيا من أصحاب عبد الله بن سبأ ، و كان يقول : إن عليا يرجع إلى الدنيا . فإن احتج محتج بأن شعبة و الثورى رويا

جائیں چائے تیار ہو رہی ہے وہ پی کر جائیں یہ کہہ کر وہ باہر چلا گیا، کچھ دیر بعد واپس آیا تو اس کے

عنه ، قلنا : الثوری ليس من مذهبه ترک الرواية عن الضعفاء ، و أما شعبة و غيره فرأوا عنده أشياء لم يصبروا عنها ، و كتبوها ليعرفوها ، فربما ذكر أحدهم عنه الشيء بعد الشيء على جهة التعجب . و أخبرنی ابن فارس قال : حدثنا محمد بن رافع قال : رايت أحمد بن حنبل فی مجلس يزيد بن هارون ، و معه كتاب زهير عن جابر الجعفی ، فقلت له : يا أبا عبد الله تنهونا عن جابر ، و تكتبونه ؟ !، قال : لنعرفه .

مجالد بن سعيد بن عمير الهمدانی ، أبو عمرو و يقال أبو عمير و يقال أبو سعيد ، الكوفی (والد إسماعيل بن مجالد)

الطبقة : 6 : من الذين عاصروا صغارالتابعين

الوفاة 144 : ه

روى له : م د ت س ق

مرتبته عند ابن حجر : ليس بالقوی و قد تغير فی آخر عمره

مرتبته عند الذهبی : ضعفه ابن معين ، و قال النسائی : ليس بالقوی ، و قال مرة : ثقة

أقوال العلماء : قال المزی فی" تهذيب الكمال: "

(م د ت س ق) : مجالد بن سعيد بن عمير بن بسطام ، و يقال : ابن ذی مران بن شرحبيل بن ربيعة بن مرثد بن جشم بن حاشد بن جشم بن خيوان بن نوف بن همدان الهمدانی ، أبو عمرو ، و يقال : أبو عمير ، و يقال : أبو سعيد ، الكوفی ، والد إسماعيل بن مجالد ، و جد عمر بن

ہاتھ میں نوٹوں کے دو ہار تھے اس نے وہ ہار مجھے پہنا دیئے۔ مہر حق نواز پھر چلا گیا ہم نے چائے

إسماعيل بن مجالد . اه.

و قال المزى: قال البخارى : كان يحيى بن سعيد يضعفه ، و كان عبد الرحمن بن مهدى لا يروى عنه شيئا . و كان ابن حنبل لا يراه شيئا يقول : ليس بشيء .

و قال على ابن المديني : قلت ليحيى بن سعيد : مجالد ؟ قال : فى نفسي منه شيء .

و قال عبد الرحمن بن أبى حاتم : حدثنا أحمد بن سنان ، قال : سمعت عبد الرحمن بن مهدى يقول : حديث مجالد عند الأحداث : يحيى بن سعيد ، و أبى أسامة ليس بشيء ، و لكن حديث شعبة ، و حماد بن زيد ، و هشيم و هؤلاء القدماء ، يعنى أنه تغير حفظه فى آخر عمره .

و قال عمرو بن علي : سمعت يحيى بن سعيد يقول لعبيد الله : أين تذهب ؟ قال : أذهب إلى وهب بن جرير أكتب السيرة ، يعنى عن أبيه ، عن مجالد . قال : تكتب كذبا كثيرا ، لو شئت أن يجعلها لى مجالد كلها عن الشعبى ، عن مسروق ، عن عبد الله فعل .

و قال أبو طالب : سألت أحمد بن حنبل عن مجالد ، فقال : ليس بشيء يرفع حديثا كثيرا لا يرفعه الناس ، و قد احتمله الناس .

و قال عباس الدورى عن يحيى بن معين : لا يحتج بحديثه .

و قال أبو بكر بن أبى خيثمة عن يحيى بن معين : ضعيف ، واهى الحديث . كان يحيى ابن سعيد يقول : لو أردت أن يرفع لى مجالد حديثه كله رفعه ! قلت : و لم يرفع حديثه ؟ قال : للضعف.

وغیرہ پی اس کے بعد ہمارے ساتھیوں نے جلوس کی شکل میں مجھے پھرایا۔ وہ حق نواز ساتھ نہیں تھا۔ ہم واپس آکر پھر وہیں بیٹھ گئے۔ میں نے ہار وغیرہ بھی اتار دیئے۔ کچھ دیر کے بعد ایک بوڑھا جس کا نام مہر غلام محمد تھا لاٹھی ٹیکتا ہوا آیا اس نے آکر لوگوں سے پوچھا مولانا محمد امین اوکاڑویؒ کہاں ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ ہیں۔ وہ رو رہا تھا اور مجھے کہا آپ مجھے ملیں میں جب اٹھا اس نے مجھے اتنا پکڑا کہ چھوڑنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔ اور ساتھ ساتھ رو بھی رہا تھا۔ جب بیس منٹ کے قریب گزر گئے اس نے مجھے کہا یہ حق نواز میرا چھوٹا بھائی ہے اور میں اس کا بڑا بھائی ہوں اس دنیا میں ہم دو ہی بھائی ہیں۔ یہ مماتی ہے میں حیاتی ہوں۔ اس وجہ سے پندرہ سال سے ہماری آپس میں بول چال بند تھی کہ احمد سعید نے فتویٰ دیا ہوا تھا کہ جو حیات النبی ﷺ کے قائل ہیں ان کے ساتھ بولنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ یہ مجھے کہتا تھا کہ تو کافر ہے اس لئے میں تجھ سے نہیں بولتا۔ پندرہ سال میں میرے دو نوجوان بیٹے فوت ہوئے سارے لوگ مجھے تسلی دینے کے لئے آئے لیکن یہ نہیں آیا۔ اس نے کہا وہ کونسا مسلمان ہے۔ ان پندرہ سالوں کے دوران میں نے چار حج کئے اور ہمارے ہاں رواج ہے کہ حج پر جاتے وقت بھی کئی دیگیں خیرات کی اتارتے ہیں اور واپسی پر بھی لمبا چوڑا خیرات کا پروگرام بنتا ہے، لیکن یہ نہ کبھی جاتے وقت میرے پاس آتا اور نہ میرے واپس آنے پر ملاقات کے لئے آتا البتہ اتنا پیغام بھیج دیتا تھا کہ ابھی تو نے ابوجہل جتنے حج نہیں کئے۔ ابوجہل نے تجھ سے زیادہ حج کئے ہوئے تھے۔ میں انہی دکھوں میں بیمار ہوں کہ اللہ

قال الحافظ فی" تهذیب التهذیب: 10/41 "

و قال الدارقطنی : یزید بن أبی زیاد أرجح منه ، و مجالد لا یعتبر به

و قال ابن سعد : کان ضعیفا فی الحدیث.

و قال ابن حبان : لا یجوز الاحتجاج به.

عبدالرحمٰن بن اسحٰق واسطی پر بھی مجمع الزوائد ص ۱۴۷ پر جرح موجود ہے۔

نے مجھے ایک ہی بھائی دیا تھا وہ بھی مولویوں نے مجھ سے چھین لیا۔ کیونکہ میں مریض ہوں اس لئے مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ رات یہاں کوئی مناظرہ تھا یا نہیں۔ آج پندرہ سال کے بعد میرا بھائی میرے گھر گیا اور جاتے ہی مجھ سے لپٹ گیا اور رو رو کر مجھے کہہ رہا تھا کہ جن مولویوں نے ہمیں پندرہ سال آپس میں لڑایا آج مناظرہ میں کہتے ہیں کہ ہماری تیاری نہیں۔ ہمیں پندرہ سال بغیر تیاری کے لڑاتے رہے۔ تو اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ تشدد میں اتنے بڑھے ہوئے ہیں۔

ایک اور واقعہ

حضرتؒ نے سنایا ایک آدمی میانوالی کا میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں ملازمت کے سلسلے میں لاہور ہوتا ہوں۔ گھر میں میں نے ایک آدمی بچوں کو قرآن پڑھانے کے لئے رکھ لیا میں ہفتہ بعد گھر آتا تھا۔ چنانچہ اس مولوی نے میری غیر موجودگی کا فائدہ اٹھا کر میرے گھر والوں کو مماتی بنا دیا۔ اب حال یہ ہے کہ میری بیوی بھی مجھے کافر کہتی ہے اور میری بیٹیاں بھی مجھے کافر کہتی ہیں، اور بیٹے بھی مجھے کافر کہتے ہیں۔ میں نے ایک دن مرغی ذبح کر کے دی تو میری بیٹی نے مجھے پکا کر دیدی اور خود نہیں کھائی کہ کافر کے ہاتھ کی ذبح کی ہوئی ہے۔ اب میں اس قاری سے پریشان ہوں کہ اس نے ان کو سبق پڑھا دیا کہ میں کافر ہوں اور گھر والے مجھ سے بولتے بھی نہیں۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ مجھے کوئی طریقہ بتائیں۔

احمد سعید کا اعتراض

احمد سعید نے ایک جگہ تقریر کی اور کہا یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے اس لئے قرآن میں آتا ہے واعبد ربک حتی یاتیک الیقین کہ عبادت اس وقت تک کرنی ہے کہ جب تک موت نہ آئے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ موت کے بعد عبادت ختم ہو جاتی ہے اور اس حدیث میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام نماز پڑھتے ہیں تو لہذا یہ حدیث قرآن کے خلاف ہوئی۔

جواب

یہ تقابل بنانا ایسے ہی ہے جیسے منکرین حدیث احادیث کا تقابل بناتے رہتے ہیں اور غیر مقلدین فقہ کا حدیث سے تقابل بناتے رہتے ہیں۔ محدثین میں سے کسی نے اس کو قرآن کے خلاف نہیں کہا ہے۔ اس لئے تعارض کے لئے ایک طرح کی چیز ہونی شرط ہے۔ اس آیت مبارکہ میں جس عبادت کا ذکر ہے وہ عبادت تکلیفی ہے یعنی فرض یا واجب یا سنت اور وہ نماز جس کا حدیث مبارکہ میں ذکر ہے وہ بطور تلذذ کے ہے۔ تکلیفی نہیں۔ تلذذ کے لئے تو ذکر جنت میں ثابت ہے، قرآن پاک میں ہے جنتی جب جنت میں مجالس میں اکٹھے ہوں گے تو جنت کی نعمت کو یاد کر کے اللہ کا شکر ادا کریں گے اور کہیں گے

الحمد لله رب العالمين

اسی طرح کہیں گے

الحمد لله الذی اذهب عنا الحزن ان ربنا لغفور شكور. الذی احلنا دار المقامة من فضله لا يمسنا فيها نصب ولا يمسنا فيها لغوب. (الآية ۳۴-۳۵ سورة فاطر)

اسی طرح سورۃ زمر میں ہے کہ وقيل الحمد لله رب العلمين تو یہ جتنے شکر ادا کئے جائیں گے یہ بطور تلذذ کے ہوں گے نہ کہ تکلیفی۔ جس طرح یہ آیات واعبد ربک حتی یاتیک الیقین کے مخالف نہیں ہیں، اسی طرح حدیث مبارکہ بھی اس آیت مبارکہ کے خلاف نہیں ہے۔

حدیث نمبر۲

(پوری سند مذکور ہو چکی ہے)

عن اوس ابن اوس عن النبی ﷺ قال ان من افضل

ایامکم یوم الجمعة فیه خلق آدم وفیه قبض و فیه النفخة وفیه الصعقة فاکثروا علی من الصلوة فان صلاتکم معروضة علی قالوا یا رسول الله کیف تعرض صلاتنا علیک و قد ارمت ای یقولون قد بلیت قال ان الله عز و جل قد حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء.

(رواہ النسائی ص ۲۰۳ ج ۱)

اب جب نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ حضرت یہ تو سب کو معلوم ہے کہ آپ کے امتی قیامت تک رہیں گے اور آپ نے قیامت تک نہیں رہنا تو آپ کے وصال کے بعد جب درود پڑھا کریں گے جب آپ کا جسم مٹی کھا جائے گی جسم گل سڑ جائے گا اس وقت کیا ہوگا؟

اب دیکھیں اس حدیث میں کتنی وضاحت سے یہ بات موجود ہے کہ درود پاک کس جسم پر پیش ہونا ہے وہ جسم جو مٹی میں رکھا ہوا ہے اور وہ جسم جو غیر انبیاء کا گل سڑ جاتا ہے۔ اسی جسم کا تذکرہ صحابہ کے سامنے ہے، آپ علیہ السلام اسی جسم کا ذکر فرما رہے ہیں کہ اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ اس جسم کو کھائے۔ جسم مثالی کو آج تک کسی نے مٹی میں دفن نہیں کیا جس کا مماتی ذکر کرتے رہتے ہیں نہ جسم مثالی گلتا ہے نہ سڑتا ہے تو معلوم ہوا کہ

ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء

یہ جسم مثالی کے لئے نہیں فرمایا گیا بلکہ اس جسم کے لئے فرمایا گیا جو صحابہ کے سامنے موجود تھا۔ جس کے بارے میں صحابہ کو یقین تھا کہ اس کو موت آئے گی۔ آپ ﷺ نے اسی جسم کے بارے میں فرما دیا کہ وہ صحیح سالم رہتا ہے زمین اس کو نہیں کھاتی۔ اس حدیث سے امام بیہقی، علامہ سبکی، علامہ سیوطی، ملا علی قاری، قاضی شوکانی، شمس الحق عظیم آبادی، اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہم اللہ نے مسئلہ حیات پر استدلال کیا ہے۔ تفصیلی حوالہ جات حاشیہ میں ملاحظہ فرما

لیں۔(ح ۱۹۶) اسی حدیث کے تحت اکثر شارحین مشکوۃ نے لکھا ہے کہ حیات انبیاء علیہم السلام پر اتفاق ہے۔

(ح ۱۹۷)۔امام بیہقی نے بھی اپنے رسالہ جزء حیات انبیاء علیہم السلام میں اس حدیث کو بطور دلیل کے ذکر کیا ہے لکھتے ہیں

ومما يدل على ذلك ما اخبرنا محمد بن عبدالله الحافظ ثنا ابو العباس محمد بن يعقوب ثنا ابو جعفر احمد بن عبدالحميد الحارثی ثنا الحسين بن على الجعفی ثنا عبدالرحمن بن يزيد بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس قال قال رسول الله ﷺ افضل ايامكم الجمعة فيه خلق آدم فيه قبض و فيه النفخة وفيه الصعقة فاكثروا على من الصلوة فيه فان صلوتكم معروضة على قالوا كيف تعرض صلوتنا عليک و قد ارمت يقولون بليت فقال ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء عليهم السلام اخرجه ابو داؤد السجستانی فی كتابه السنن وله شواهد.

ترجمہ۔(اوران دلائل میں سے جو حیات انبیاء علیہم السلام پر دلالت کرتے ہیں وہ حدیث بھی ہے جو بیان کیا ہمیں محمد بن عبداللہ الحافظ نے کہ بیان کیا ہمیں ابوعباس محمد بن یعقوب نے کہ بیان کیا ہمیں ابوجعفر احمد بن عبدالحمید الحارثی نے کہ بیان کیا ہمیں حسین بن علی الجعفی نے کہ بیان کیا ہمیں عبدالرحمٰن بن یزید بن جابرؒ نے ابوالاشعث الصنعانی سے وہ حضرت اوس بن اوسؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا تمہارے ایام میں سے سب سے افضل دن جمعہ کا ہے اسی میں آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی اور اسی میں ان کی موت آئی اور اسی میں نفخہ ہے اور اسی میں صعقہ ہے پس اس دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو اس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے صحابہ

حیات الانبیاء علیہم السلام کے بارے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا عقیدہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں کہ

نے عرض کیا کہ ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش کیا جائے گا جبکہ آپ بوسیدہ ہو جائیں گے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔ ابو داؤد سجستانی نے اس کو سنن میں ذکر کیا ہے اور اس کے لئے کئی شواہد ہیں۔

آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ امام بیہقی اس حدیث کو حیات انبیاء علیہم السلام پر بطور دلیل کے پیش فرما رہے ہیں اور یہ فرما رہے ہیں کہ اس کے شواہد بھی ہیں۔ امام بیہقی نے جن شواہد کا ذکر کیا ہے۔ وہ یہ ہیں لکھتے ہیں

منها ما اخبرنا ابو عبدالله الحافظ ثنا ابو بكر بن اسحق الفقيه ثنا احمد بن علي الدينار ثنا احمد بن عبدالرحمن بن بكار الدمشقي ثنا الوليد بن مسلم حدثني ابو رافع عن سعيد المقبري عن ابي مسعود الانصاري عن النبي ﷺ انه قال اكثروا الصلوٰة علي في يوم الجمعة فانه ليس احد يصلي علي يوم الجمعة الا عرضت علي صلوته قال ابو عبدالله رحمه الله ابو رافع هذا هو اسمعيل بن رافع واخبرنا علي بن احمد عبدان الكاتب ثنا احمد بن عبيد الصفار ثنا الحسن بن سعيد ثنا ابراهيم بن الحجاج ثنا حماد بن سلمه عن يزيد بن سنان عن مقبول الشامي عن ابي امامة قال قال رسول الله ﷺ اكثروا علي من الصلوٰة في كل يوم جمعة فان صلاة امتي تعرض علي في كل يوم جمعة فمن كان اكثره علي صلاة كان اقرب مني منزلة. واخبرنا ابو

باوجود چندیں اختلافات در امت محمدیہ ہمہ اہل سنت و جماعت دریں مسئلہ متفق

الحسن علی بن محمد علی السقاء الاسفرائینی قال حدثنی والدی ابو علی ثنا ابو رافع اسامة بن علی بن سعید الرازی بمصر ثنا محمد بن اسمعیل بن سالم الصائغ حدثتنا حکامة بنت عثمان بن دینار اخی مالک بن دینا قالت حدثنی ابی عثمان بن دینار عن اخیه مالک بن دینار عن انس بن مالک خادم النبی ﷺ قال النبی ﷺ "ان اقربکم منی یوم القیامة فی کل موطن اکثرکم علی صلاة فی الدنیا من صلی علی فی یوم الجمعة و لیلة الجمعة قضی الله له مائة حاجة سبعین من حوائج الآخرة و ثلاثین من حوائج الدنیا یوکل الله بذالک ملکا یدخله فی قبری کما یدخل علیکم الهدایا یخبرنی من صلیٰ علی باسمه و نسبه الی عشیرته فأبته عندی فی صحیفة بیضاء.

(جزء حیات انبیاء ص۱۴-۱۵)

امام تقی الدین سبکیؒ بھی امام بیہقیؒ کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں

ومما یدل علی ذالک و ساق اسناده الی اوس بن اوس قال قال رسول الله ﷺ ...... الخ.

یعنی ان روایات سے جو اس پر (مسئلہ حیات انبیاء پر دلالت کرتی ہیں) یہ حدیث بھی ہے اور امام بیہقیؒ نے اس کی سند اوس بن اوس تک نقل کی ہے۔

(جزء حیات انبیاء سبکی ص ۲۷)

علامہ جلال الدین سیوطیؒ بھی اسی حدیث سے اپنے رسالہ انباء الاذکیاء میں حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال فرماتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں

اند کہ آنحضرت ﷺ در روضہ اطہر حیات اند بحیات حسی دنیوی۔

(مکتوبات شیخ عبدالحق)

واخرج ابو داؤد والبیھقی عن اوس بن اوس الثقفیؓ عن النبی ﷺ انه قال من افضل ایامکم یوم الجمعة ...... الخ.

(انباء الاذکیا ص ۳۶)

علامہ سندھی نسائی کے حاشیہ پر قمطراز ہیں

والجواب بقوله ﷺ ان الله حرم علی الارض اجساد الانبیاء کنایة عن کون الانبیاء احیاء فی قبورهم.

ترجمہ۔ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد فرمانا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو حرام کر دیا ہے یہ اس کا کنایہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں

قال اکثروا علی من الصلوة یوم الجمعة فان صلوتکم معروضة علی فقالوا کیف تعرض صلوتنا علیک وقد ارمت ای بلیت قال ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فاخبر انه یسمع الصلوٰة من القریب و یبلغ ذلک من البعید.

ترجمہ...... حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش ہوگا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ پیغمبروں کے جسموں کو مٹی بنانا زمین پر حرام ہے، اور اس حدیث میں حضور ﷺ نے یہی بات بتلائی ہے کہ آپ قبر کے قریب پڑھے جانے والے درود کو خود سنتے ہیں اور دور کا پڑھا ہوا درود (بتوسط

امت محمدیہ باوجود اس کے کہ اس میں کئی اختلافات ہیں تمام اہل سنت و جماعت متفق

ملائکہ) پہنچایا جاتا ہے۔(رسائل ابن تیمیہؒ الکلام فی مناسک الحج ۲۹۱ ج ۶)

حافظ ابن قیمؒ

ومعلوم بالضرورة ان جسده ﷺ فی الارض طری مطراً وقد ساله الصحابة کیف تعرض صلوتنا علیک وقد ارمت فقال ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء ولو لم یکن جسده فی صریحه لما اجاب بهذ الجواب وقد صح عنه ان الله تعالیٰ وکل بقبره الملئکة یبلغون عن امته السلام و صح عنه انه خرج بین ابی بکر و عمر وقال هکذا نبعث هذا مع القطع بان روحه الکریمة فی الرفیق الاعلیٰ فی اعلیٰ علیین مع ارواح الانبیاء ...... فالروح هنالک ولها اتصال بالبدن فی القبر واشراف علیه و تعلق بحیث یصلی فی قبره و یر د سلام من سلم علیه وهی فی الرفیق الاعلیٰ.

ترجمہ...... یہ یقینی طور پر معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ کا جسد اطہر بالکل تر و تازہ روضہ منورہ میں تشریف فرما ہے۔ آپ ﷺ سے صحابہؓ نے پوچھا تھا کہ وفات کے بعد آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام کیسے پیش ہوتا رہے گا؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے زمین پر کہ پیغمبروں کے جسموں کو کھائے، اگر آپ ﷺ کا جسد اطہر قبر شریف میں نہ ہوتا تو ہرگز یہ جواب ارشاد نہ فرماتے، اسی طرح آنحضرت ﷺ سے یہ بھی صحیح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے روضۂ منورہ کے ساتھ فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو آپ کو آپ کی امت کا سلام پہنچاتے رہتے ہیں اور یہ بھی آپ ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ حضرت ابو بکرؓ اور

ہیں کہ حضرت محمد ﷺ روضہ اطہر میں حیات ہیں۔ حیات حسی دنیوی کے ساتھ۔

حضرت عمرؓ کے مابین تشریف لائے اور فرمایا کہ ہم اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔ ان سارے حقائق کے ساتھ بات قطعی ہے کہ آپ ﷺ کی روح مبارک اعلیٰ علیین میں رفیق اعلیٰ میں ہے، جہاں دوسرے انبیاء کرام کی ارواح مقدسہ کے ساتھ ہیں، پس روح تو وہاں ہے اور وہیں سے اسے روضہ منورہ میں رکھے جسد اطہر کے ساتھ اتصال ہو رہا ہے۔ روح و بدن کا ایسا قوی تعلق قائم ہو چکا ہے کہ آپ اپنی قبر شریف میں نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور ہر سلام کرنے والے کے سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔

وبھذا التعلق رای موسیٰؑ قائماً یصلی فی قبرہ

(زاد المعاد ص ۴۹)

ترجمہ...... روح و بدن کے اس تعلق کی بناء پر آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا تھا۔

اہل ظواہر کے پیشوا فاضل جلیل قاضی شوکانی لکھتے ہیں

والاحادیث فیھا مشروعیۃ الاکثار من الصلوٰۃ علی النبی ﷺ یوم الجمعۃ وانھا تعرض علیہ وانہ حی فی قبرہ ...... قال ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء وقد ذھب جماعۃ من المحققین الی ان رسول اللہ ﷺ حی بعد وفاتہ.

(نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۱۰، ۲۱۱)

ترجمہ...... احادیث سے ان امور کی شرعی حیثیت ثابت ہے۔ (۱) جمعہ کے دن آپ ﷺ پر کثرت سے درود پڑھا جائے۔ (۲) درود شریف آپ ﷺ پر پیش ہوتا ہے۔ (۳) آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ رب العزت نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کرام کے جسموں کو مٹی بنائے اور

شیخ عابد سندھیؒ کی شرح حدیث

شیخ عابد سندھیؒ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

"کنایة عن کون الانبیاء احیاء فی قبورھم"

ترجمہ...... یہ کنایہ ہے انبیاء علیہم السلام کے قبروں میں زندہ ہونے سے۔

(فتح الودود ص ۶۱۱ ج ا مطبوعہ مدینہ منورہ)

واقعہ

حضرت اوکاڑویؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ یہ عبارت میں نے لکھ کر بھیجی تو انہوں نے کہا ہم بھی مانتے ہیں کہ حضرت پاک حیات ہیں ہم انکار نہیں کرتے۔ پھر میں نے حدیث مبارکہ لکھ کر بھیجی کہ اس حدیث میں جس حیات کا ذکر ہے تو یہ حیات اسی جسم کی ہے جو قبر میں دفن کیا گیا ہے اور وہی جسم حیات ہے جو غیر انبیاء علیہم السلام کا مٹی کھا جاتی ہے۔ اب اس پر اور تو کوئی اعتراض نہ کر سکے اتنا کہہ کر جان چھڑالی کہ یہ خبر واحد ہے ہم اس کو نہیں مانتے۔

بہاولپور کا واقعہ

حضرتؒ نے فرمایا ایک مرتبہ میں بہاولپور کے علاقہ میں تقریر کے لئے گیا جب میں نے خطبہ شروع کیا تو انہوں نے شور مچانا شروع کر دیا چونکہ وہ بہت زیادہ شور مچا رہے تھے میں نے خطبہ پڑھنے کے بعد کہا کہ میں نے خطبہ پڑھ لیا میں اپنی تقریر کے وقت میں سے پندرہ منٹ آپ کو شور کرنے کے لئے دیتا ہوں آپ ان پندرہ منٹوں میں جو شور کرنا چاہیں کر لیں میں کہوں کہ شور کرو لیکن وہ نہ کریں۔ دیکھو میں نے تمہیں وقت دے رہا ہوں شور کرنے کے لئے وہ خاموش۔

محققین کی ایک پوری جماعت اس تحقیق پر پہنچی ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی وفات شریفہ کے بعد پھر زندہ ہیں۔

میں نے کہا پھر شور نہ کرنا میری بات سن لو۔ میں نے کہا اتنی بات تم بھی مانتے ہو کہ حضرت ﷺ کا جسد اطہر بالکل الآن کما کان محفوظ ہے میں نے کہا یہ مانتے ہو؟ سارے کہنے لگے مانتے ہیں۔ میں نے کہا اس کے لئے قرآن پاک سے آیت پڑھو۔ انہوں نے کہا حدیث پاک میں جسد اطہر کی حفاظت کا ذکر ہے۔ مراد ان کی یہی حدیث

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء

تھی میں نے کہا اس حدیث پاک میں جس کے بارے میں تم بھی مانتے ہو کہ اس میں جسد اطہر کی حفاظت کا ذکر ہے اسی میں حیات کا ذکر ہے۔ اب اگر یہ حدیث جھوٹی ہے تو جسد اطہر کی حفاظت کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ اور اگر آپ اسی حدیث سے جسد اطہر کی حفاظت ثابت کر رہے ہیں۔ محفوظ ہونا ثابت کر رہے ہیں تو پھر اس میں حیات موجود ہے۔ اب اگر حدیث مانی ہے تو حدیث کی دونوں باتیں ماننی چاہئیں۔ اگر انکار کرنا ہے تو کیپٹن مسعود الدین عثمانی نے تو انکار کر دیا ہے تمہیں کون سا ڈر ہے؟ کیونکہ کیپٹن عثمانی کہتا ہے کہ یہ حدیث و مـمـزقـنـهـم كل ممزق کے خلاف ہے۔ معاذ اللہ کیپٹن عثمانی نے کافروں والی آیت انبیاء علیہم السلام پر چسپاں کر دی ہے۔ اب دس بارہ جو اس کے خاص چیلے بیٹھے تھے وہ اپنے مولویوں سے کہنے لگے کہ آپ اٹھیں اور لوگوں کو بتائیں کہ امین نے بہت اچھی بات کہی ہے کہ ایک بات میں میرا اور آپ کا اتفاق ہے کہ جسد اطہر موجود ہے۔ ایک بات میں اختلاف ہے وہ جسد اطہر حیات بھی ہے یا نہیں؟ میں کہتا ہوں کہ وہ فائز الحیات ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ نہیں۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جس بات سے اتفاق ہے وہ آپ نے کس حدیث سے لی ہے۔ اگر تو اسی حدیث سے لی ہے جو میں پڑھ رہا ہوں تو پھر اسی حدیث میں جسد اطہر کا فائز الحیات ہونا بھی ثابت ہے۔ اگر اس کے علاوہ کوئی حدیث یا آیت آپ کے پاس موجود ہے جس سے آپ جسد اطہر کا محفوظ ہونا ثابت کر سکیں تو مجھے پیش کریں۔

کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے۔ آخر ایک مولوی صاحب کھڑے ہوئے اس نے کہا کہ سچی بات

یہی ہے کہ کہ ہمارے پاس جسد اطہر کے محفوظ ہونے کی دلیل یہی حدیث مبارکہ ہے جو آپ نے پڑھی ہے۔ پھر میں نے کہا کہ اس حدیث کو پورا ماننا چاہیئے یا ادھورا؟ اس پر ان کے اٹھارہ بڑے بڑے زمیندار کھڑے ہوئے انہوں نے کہا مسئلہ حل ہوگیا ہے کہ جب اس حدیث مبارکہ کو آپ بھی صحیح مانتے ہیں اور یہ بھی صحیح مانتے ہیں تو پھر ہم اس حدیث کو ادھوری کیوں مانیں بلکہ ہم پوری مانیں گے۔ یہ بات کیسے صحیح ہوسکتی ہے کہ آدھی حدیث مان لی جائے اور آدھی حدیث کا انکار کر دیا جائے۔

اب دیکھئے کہ ہم جس طرح استدلال عرض کر رہے ہیں کہ اس حدیث میں ارض کا لفظ موجود ہے، جسد کا لفظ موجود ہے، جسد بھی وہ جس کو مٹی کھا جایا کرتی ہے، وہ یہی جسد عنصری ہے، جسد مثالی کو مٹی نہیں کھایا کرتی، اور یہاں اس کا قطعاً کوئی ذکر نہیں، اور قبر میں جسد عنصری ہی رکھا گیا تھا نہ کہ جسد مثالی تو حیات بھی جسد عنصری ہی کی ثابت ہوئی۔

حدیث نمبر ۳

اخبرنا عبدالوهاب بن عبد الحكم الوراق قال اخبرنا معاذ بن معاذ عن سفيان بن سعيد ح و اخبرنا محمود ابن غيلان قال حدثنا وكيع و عبدالرزاق عن سفيان عن عبدالله بن سائب عن زاذان عن عبدالله قال قال رسول الله ﷺ ان لله ملائكة سياحين فى الارض يبلغونى من امتى السلام.

(نسائی جلد نمبر ۱ ص ۱۸۹) (ح ۲۰)

(ح ۲۰) حدیث نسائی کے رواۃ ماہرین اسماء الرجال کی نظر میں

۱. عبدالوهاب. ثقة (تقريب ص ۲۴۹)

یہ حدیث مسند احمد میں جلد نمبر ا ص ۴۵۲ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۷۵ دارمی ص ۳۷۲

۲. معاذ بن معاذ ثقة ص ۳۵۷

۳. سفیان بن سعید ثقة حافظ فقیه عابد تقریب ص ۱۵۱

۴. عبدالله بن سائب ثقة (تقریب ص ۲۰۰)

۵. زاذان صدوق یرسل وفیه شیعیة (تقریب ص ۱۱۵)

۶. عبدالله بن مسعودؓ صحابی مشهور (خلاصه از تسکین الصدور)

علامہ ہیثمیؒ مجمع الزوائد میں اس حدیث کو نقل فرمانے کے بعد آنحضرت ﷺ کی دوسری حدیث بھی نقل فرماتے ہیں

قال قال رسول الله ﷺ حیاتی خیر لکم تحدثون و تحدث لکم ووفاتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فما رأیت من خیر حمدت الله علیه وما رأیت من شر استغفرت الله لکم. رواه البزار و رجاله رجال الصحیح. مجمع الزوائد ص ۲۴ ج ۹)

ترجمہ۔فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میری زندگی بھی تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم باتیں کرتے ہو اور تم سے باتیں کی جاتی ہیں اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہو گی تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جائیں گے پس جب میں اچھے اعمال کو دیکھوں گا تو اللہ کی تعریف کروں گا اس پر اور جب برے اعمال دیکھوں گا تو تمہارے لئے استغفار کروں گا بزار نے اس کو روایت کیا ہے اور اس کے رجال رجال صحیح ہیں۔

علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں

اخرج احمد والنسائی والحاکم و صححه والبیهقی فی الشعب والبزار عن ابن مسعودؓ عن النبی ﷺ قال ان لله ملئکة سیاحین

اور البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۵۴۱ موارد الظمآن ج ۱ ص ۵۹۴ میں موجود ہے۔ علامہ سخاویؒ نے

فی الارض یبلغونی عن امتی السلام.

(الخصائص الکبریٰ ص ۴۸۹ ج ۲)

اسی طرح ملا علی قاریؒ اسی حدیث ابن مسعودؓ کے تحت فرماتے ہیں

وفیہ اشارة الی حیاته الدائمة وفرحه ببلوغ سلام امته الکاملة و ایماء الی قبول السلام حیث قبلته الملٰئکة و حملته الیه علیه السلام. مرقات شرح مشکوٰة ص ۱ ۳۴ ج ۲)

ترجمہ۔ اس حدیث میں حضور ﷺ کی حیات دائمہ کی طرف اشارہ ہے اور آپ کی امت کاملہ کے سلام کے پہنچنے کی وجہ سے آپ کی خوشی کی طرف اشارہ ہے اور سلام کو قبول کرنے کی طرف اشارہ ہے بایں طور کہ فرشتے اس کو قبول کرتے ہیں اور آپ علیہ السلام کی طرف لے جاتے ہیں۔

اس طرح خطیب بغدادی نے بھی آپ علیہ السلام پر سلام پیش کرنے کی حدیث نقل فرمائی ہے لکھتے ہیں

قال سعید بن الحسن بن علی الروز بهان حدثنا جریر عن حسین الخلقانی عن عبدالله بن سائب عن زاذان عن عبدالله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ ان لله ملٰئکة یطوفون فی الطریق یبلغونی عن امتی السلام. (تاریخ بغداد ص ۱۰۴ ج ۹)

ترجمہ۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ بے شک اللہ کے فرشتے راستے میں پھرتے رہتے ہیں اور مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔

اسی طرح مسند ابو یعلی الموصلی میں یہ حدیث اس سند سے مروی ہے

ابو یعلیٰ عن خیثمة عن وکیع عن سفیان عن عبدالله بن سائب

القول البدیع میں اس حدیث کو نقل فرمایا ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ

عن زاذان عن عبداللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ ان للہ ملئکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی عن امتی السلام (مسند ابو یعلیٰ الموصلی ص ۱۳۷ ج ۹)

مسند احمد کی سند

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی حدثنا ابن نمیر انبأنا سفیان عن عبداللہ بن السائب عن زاذان قال قال عبداللہ قال رسول اللہ ﷺ ان للہ ملئکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی عن امتی السلام.

(مسند احمد ص ۵۰۳ ج ۱)

مصنف ابن ابی شیبہ کی سند

حدثنا وکیع عن سفیان عن عبداللہ بن السائب عن زاذان عن عبداللہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان للہ ملئکۃ سیاحین فی الأرض یبلغونی عن امتی السلام.

(ابن ابی شیبہ ص ۳۹۹ ج ۲)

موارد الظمآن کی سند یہ ہے

اخبرنا احمد بن علی بن المثنیٰ حدثنا ابو خیثمۃ ثنا وکیع عن سفیان عن عبداللہ بن السائب عن زاذان عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ان للہ ملئکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی عن امتی السلام.

(موارد الظمآن ص ۵۹۵)

اسی طرح ابن عبدالھادی حنبلی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں

روا ہ احمد و النسائی والدارمی وابو نعیم و البیھقی

رواہ النسائی و اسمعیل القاضی وغیرھما من طریق مختلفۃ من اسانید صحیحۃ لا ریب.

اعتراض

اس حدیث کی سند میں زاذان راوی ہے اور وہ شیعہ ہے۔

جواب

زاذان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا خصوصی شاگرد ہے بہت بڑا عالم ہے شیعہ کے معنی جماعت ہے، حضرت علی کی جماعت کو شیعان علی کہہ دیتے تھے ابن قیمؒ فرماتے ہیں و زاذان من الثقات روی عن اکابر الصحابۃ کعمرؓ وغیرہ و روی لہ مسلم فی صحیحہ وقال یحیٰ بن معین ثقۃ و قال حمید بن ھلال وقد سئل عنہ ھو ثقۃ لا تسئل عن مثل ھؤلاء (کتاب الروح ص۵۹)

امام حاکم نے مستدرک میں حدیث براء اس سند سے نقل کی ہے

فحدثنا ابو سعید عمر بن محمد بن منصور العدل ثنا الحسین بن الفضل البجلی ثنا معاویۃ بن عمرو الازدی ثنا زائدہ عن الاعمش عن المنھال بن عمرو عن زاذان عن البراء.

اس سند میں زاذان ہے حاکم کہتے ہیں

ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین. فقد احتجا جمیعا بالمنھال بن عمرو، و زاذان. (مستدرک ص ۹۶ ج ۱)

ترجمہ...... یہ حدیث بخاری مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور ان دونوں نے منھال بن عمرو اور زاذان سے استدلال کیا ہے۔

آگے حاکم چار سندیں ایسی لائے ہیں جن میں زاذان ہے، پھر فرماتے ہیں

والخطعی وابن حبان والحاکم فی صحیحهما وقال

هذه الاسانید التی ذکرتها کلها صحیحة علی شرط الشیخین.

یہ تمام کی تمام اسانید جنہیں میں نے ذکر کیا ہے یہ صحیح ہیں اور بخاری مسلم کی شرط پر ہیں، ذہبی نے بھی تلخیص مستدرک میں زاذان کی روایت کو بخاری مسلم کی شرط پر قرار دیا ہے۔ دیکھئے، مستدرک ص۹۶ ج۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

زاذان کے بارے میں جو شیعہ ہونے کا اعتراض کیا جاتا ہے اس کا جواب سمجھنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ اسماء الرجال میں شیعہ کا لفظ کن معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں،

ان البدعة علی ضربین فبدعة صغریٰ کغلو التشیع او کالتشیع بلا غلو ولا تحرف. فهذا کثیر فی التابعین و تابعیهم مع الدین والورع والصدق فلو رد حدیث هؤلاء لذهب جملة من الاثار النبویة وهذه مفسدة بینة.

علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ بدعت (یعنی شیعہ) دو قسم پر ہے بدعت صغریٰ جیسے تشیع کا غلو یا تشیع بلا غلو بغیر تحریف کے قائل ہونے کے یہ کثیر تابعین اور تبع تابعین میں باوجود ان کے دین ورع اور صدق کے پایا جاتا ہے اگر اس جماعت کی حدیث رد کریں تو جملہ احادیث نبویہ چلی جائیں گی اور یہ ظاہری فساد ہے۔

آگے لکھتے ہیں

ثم بدعة کبریٰ کالرفض الکامل والغلو فیه والحط علی ابی بکر و عمر رضی الله عنهما والدعاء الی ذالک فهذا النوع لا یحتج بهم ولا کرامة و ایضا فما استحضر الان فی هذا الضرب رجلا صادقا ولا مامونا بل الکذب شعارهم والتقیة والنفاق دثارهم

صحیح الاسناد

روایت کیا اس کو احمد نے نسائی، دارمی، ابونعیم، بیہقی، خطعی، ابن حبان اور حاکم نے اپنی

فکیف یقبل نقل من ھذا حالہ حاشا و کلا. والشیع الغالی فی زمان السلف و عرفھم ھو من تکلم فی عثمان و الزبیر و طلحۃ و معاویۃ و طائفۃ ممن حارب علیا رضی اللہ عنہ و تعرض لسبھم والغالی فی زماننا و عرفنا ھو الذی یکفر ھؤلاء السادۃ و یتبرأ الشیخین ایضا فھذا ضال مفتر.

پھر بدعت کبریٰ ہے جیسے رفض کامل اور اس میں غلو اور ابوبکرؓ اور عمرؓ کے خلاف بولنا اور اس کی طرف دعوت دینا یہ ایسی نوع ہے جن کی روایت نہیں لی جائے گی نہ وہ لوگ قابل احترام ہیں۔ اس جماعت میں میں کسی بھی سچے آدمی کو نہیں پاتا بلکہ جھوٹ ان کا شعار ہے اور تقیہ اور نفاق ان کی علامت ہے۔ پس کیسے روایت نقل کی جائے گی اس کی جس کا یہ حال ہو۔ اور غالی شیعہ سلف کے زمانہ میں اور ان کے عرف میں وہ تھا جو عثمانؓ، زبیرؓ، طلحہؓ، معاویہؓ اور اس جماعت کے بارے میں جنہوں نے حضرت علیؓ سے جنگ کی ان پر اعتراض کرتا ہو اور ان پر سب وشتم کرتا ہو اور غالی ہمارے زمانے میں اور ہمارے عرف میں وہ ہے جو ان کی تکفیر کرتا ہو اور شیخین سے برأت کا اظہار بھی کرتا ہو۔ یہ گمراہ اور جھوٹا ہے۔ (میزان الاعتدال ص ۳۰ ج ۱)

علامہ ذہبی کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ شیعہ دو قسم کے (۱) غالی شیعہ (۲) غیر غالی شیعہ۔

غالی کی روایت نہ لی جائے گی اور غیر غالی کی لی جائے گی۔

حافظ ابن حجرؒ ھدی الساری اور تہذیب التہذیب ص ۹۴ ج ۱ میں فرماتے ہیں

التشیع فی عرف المتقدمین ھو اعتقاد تفضیل علی علیٰ عثمان وان علیاً کان مصیباً فی حروبہ وان مخالفہ مخطیءٌ مع تقدیم

صحیحین میں اور فرمایا کہ یہ صحیح الاسناد ہے۔

الشیخین و تفضیلھما.

ترجمہ۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں شیعت متقدمین کے عرف میں حضرت علی کے حضرت عثمان سے افضل ہونے کا اعتقاد رکھنا ہے۔ اور اس بات کا اعتقاد رکھنا ہے کہ حضرت علی جنگوں میں مصیب تھے اور ان کے مقابل مخطی تھے حضرات شیخین کے حضرت علی پر مقدم ہونے اور افضل ہونے کے اعتقاد کے ساتھ (یہ یاد رہے کہ جنگوں میں مخطی ہونے سے مراد خطاء اجتہادی ہے اور اس پر بھی ایک اجر ہے جیسا کہ بخاری مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ میں روایت موجود ہے۔ کہ اگر مجتہد سے خطا بھی ہو جائے تب بھی ایک اجر ہے۔) آگے ابن حجر لکھتے ہیں

وربما اعتقد بعضهم ان علياً افضل الخلق بعد رسول الله ﷺ واذا معتقد ذالک ورعا ديناً صادقاً مجتهداً فلا ترد روايته بهذا لا سيما اذا كان غير داعية

اور بعض ان میں سے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت علی رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام مخلوق سے افضل ہیں جب اس کا اعتقاد رکھنے والا متقی دیندار سچا اور جانچ پرکھ کر کے روایت لینے والا ہو تو اس کی روایت صرف اعتقاد کی وجہ سے رد نہیں کی جائے گی خصوصاً جب وہ بدعت (یعنی اس عقیدہ) کی طرف داعی بھی نہ ہو۔

آگے لکھتے ہیں

فمن قدمه على ابى بكر و عمر فهو غال فى تشيعه. و يطلق عليه رافضى والا فشيعى. فان انضاف الى ذالک السب والتصريح بالبغض و هو التشيع فى عرف المتاخرين. فغال فى الرفض. وان اعتقد الرجعة الى الدنيا فاشد فى الغلو ولا تقبل

آگے علامہ سخاوی اسی مضمون کو حضرت علیؓ سے حدیث نقل فرماتے ہیں

روایة الرافضی الغالی ولا کرامة

ترجمہ۔ پس جو حضرت علی کو ابوبکر اور عمر سے مقدم کرتے ہیں یہ غالی شیعہ ہیں ان پر رافضی کا اطلاق ہوتا ہے ورنہ شیعہ کا۔ اور اگر اس کے ساتھ ساتھ وہ سب بھی کرتا ہو اور بغض بھی ظاہر کرتا ہو تو یہ متاخرین کے عرف میں شیعہ ہے اور غالی رافضی ہے۔ اور اگر رجعت کا عقیدہ بھی رکھتا ہو تو شدید غالی ہے ایسے غالی رافضی کی روایت قبول نہ کی جائے گی اور نہ یہ شخص قابل عزت ہے۔

علامہ ذہبی ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

ونحن معشر اهل السنة الو محبة و موالاة للخلفاء الاربعة ثم خلق من شيعة العراق يحبون عثمان و عليا لكن يفضلون عليا على عثمان ولا يحبون من حارب عليا مع الاستغفار لهم فهذا تشيع خفيف

ترجمہ۔ ہم اہل سنت خلفاء اربعہ سے محبت کرتے ہیں پھر عراق کے شیعوں سے کچھ لوگ ایسے بھی پیدا ہوئے جو حضرت عثان اور حضرت علی دونوں سے محبت کرتے تھے لیکن علی کو عثان پر فضیلت دیتے تھے جس نے علی سے جنگ کی اس سے محبت نہیں کرتے تھے لیکن ان کے لئے استغفار کرتے تھے یہ شیعت کی خفیف قسم ہے۔

(میزان الاعتدال ص ۳۲۷ ج ۳)

مندرجہ بالا عبارات سے یہ باتیں معلوم ہوئیں

ا۔ کچھ لوگ حضرت علی کو عثان پر فضیلت دیتے تھے محبت دونوں سے کرتے تھے البتہ شیخینؓ کی فضیلت کے قائل تھے یہ لوگ جنگوں میں حضرت علیؓ کے مصیب ہونے کے بھی قائل تھے یہ لوگ حضرت علی کے ساتھ لڑنے والوں کے لئے استغفار بھی کرتے

تھے ایسوں کو بھی پہلے زمانے میں شیعہ کہہ دیا جاتا تھا۔

۲۔ بعض لوگ سب شیخین کے قائل تھے اور حضرت عثمانؓ، طلحہؓ، معاویہؓ ان لوگوں پر سب کرتے تھے ایسوں کو غالی شیعہ یا رافضی یا غالی رافضی یا رافضی محترق کہا جاتا ہے۔

۳۔ پہلے قسم کے طبقہ سے روایت کرنا جائز ہے بلکہ روایت نہ کرنا احادیث کے بہت بڑے ذخیرہ کو ضائع کرنا ہے۔

۴۔ دوسری قسم کے طبقہ سے روایت نہ کی جائے گی۔

نوٹ۔ یہاں یہ بات بھی سمجھ لیں کہ اہل کوفہ اور بعض دوسرے رواۃ کے پہلے معنی کے اعتبار سے شیعہ ہونے کی وجہ سے بعض ایسے آئمہ جرح وتعدیل جو خوارج کی طرف مائل تھے سخت جرح کر دیتے تھے جیسے جوزجانی دمشقی، چنانچہ حافظ ذہبی جوزجانی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

کان شدید المیل الی مذهب اهل دمشق فی التحامل علی علیؓ فقوله فی اسماعیل مائل عن الحق یرید به ما علیه الکوفیون من التشیع.

ترجمہ۔ جوزجانی اہل دمشق کے مذہب کی طرف شدت کے ساتھ مائل تھے۔ حضرت علیؓ کی مخالفت کرنے میں اور ان کا قول اسمٰعیل کے بارے میں "مائل عن الحق" اس سے ان کی مراد وہ نظریہ ہے جس پر کوفی شیعہ تھے۔ (میزان الاعتدال ص ۱۰۱ ج ۱)

محقق العصر علامہ زاہد بن حسن الکوثری نے بھی تانیب الخطیب میں لکھا ہے

لا یقبل له قول فی اهل الکوفة (ص ۱۱۶)

ترجمہ..... اہل کوفہ کے بارے میں ان کا قول قابل قبول نہ ہوگا۔

جوزجانی کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں

والجوزجانی مشهور بالنصب والانحراف.

یسیحون فی الارض یبلغونی صلاۃ من صلی علی من امتی.

ترجمہ۔ جوزجانی ناصبی اور حضرت علیؓ سے منحرف ہونے میں مشہور ہے۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں

و تعصب الجوزجانی علی اصحاب علیؓ معروف.

جوزجانی کا تعصب اصحاب علی کے خلاف معروف ہے۔

(تہذیب التہذیب ص۴۶ ج ۵)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں

جوزجانی کان ناصباً منحرفاً عن علیؓ

جوزجانی ناصبی تھا حضرت علیؓ سے منحرف تھا (تہذیب ص۱۱۶ ج ۲)

ایک اور مقام میں لکھتے ہیں

قلنا غیر مرۃ ان جرحہ لا یقبل فی اهل الکوفة لشدۃ انحرافه و نصبه

ترجمہ۔ ہم نے بارہا کہا ہے کہ جوزجانی کی جرح اہل کوفہ کے بارے میں قبول نہ کی جائے گی اس کے متشدد ناصبی اور منحرف ہونے کی وجہ سے۔ (تہذیب ص۱۶۷ ج ۲)

چونکہ بعض جارحین میں شدت تھی اس لئے اکثر حضرات نے ان کے قول کی طرف التفات نہ کیا اور شیعہ کی پہلی قسم کو معتبر فی الروایۃ قرار دیا۔ چنانچہ اجلح بن عبداللہ کوفی کو شیعہ کہا جانے کے باوجود ابن عدی نے صدوق کہا ہے۔ ابن معین اور احمد عجلی نے ثقہ کہا ہے۔ (میزان ص۷۸ ج ۱)

زبید بن الحارث الیامی کے بارے میں لکھا ہے

من ثقات التابعین فیه تشیع یسیر قال قطان ثبت وقال غیر واحد غیر ثقة

اخرجه الدار القطني.

کہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ کے فرشتے زمین میں سیر کرتے ہیں اور میری امت میں سے اس شخص کا درود مجھ تک پہنچاتے ہیں جو شخص مجھ پر درود پڑھے۔

علامہ سخاوی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ امام دار قطنیؒ نے جو حضرت علیؓ سے یہ روایت کی ہے یہ ان کا وہم ہے اس حدیث کو زاذان نے ابن مسعودؓ سے نقل کیا ہے۔ جیسے کہ گزر چکا ہے۔ آگے علامہ سخاویؒ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب کی روایت لاتے ہیں

عن حسن بن علی بن ابی طالب قال قال رسول الله ﷺ حیث ما کنتم فصلوا علی فان صلاتکم تبلغنی رواه

چنانچہ زاذان کو بھی پہلے معنٰی کے اعتبار سے شیعہ کہا گیا ہے اسی وجہ سے ان کو صدوقا لکھا گیا ہے علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں زاذان من الثقات روی عن اکابر الصحابة زاذان ثقہ ہے اکابر صحابہ سے روایت کرتا ہے۔ اس کی روایت مسلم میں ہے۔ عاجز نے مستدرک کا حوالہ نقل کر دیا ہے کہ اس کی حدیث کو بخاری و مسلم کی شرط پر حاکم نے کہا ہے پس زاذان کی وجہ سے جبکہ اس حدیث کو تلقی بالقبول بھی حاصل ہو اس کو چھوڑنا ظلم اور ناانصافی اور ذخیرہ احادیث کو ضائع کرنا ہے۔ اس موضوع پر شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ نے الرفع والتکمیل کے حاشیہ میں اس پر مفصل بحث فرمائی ہے۔ شیخ کا تعارف اس کتاب کے آخر میں ان شاء اللہ تعالیٰ آ جائے گا۔

تنبیہ۔ اس زمانے میں جن کو رافضی یا غالی رافضی یا رافضی محترق کہا جاتا تھا، اس زمانے میں ان کو شیعہ کہا جاتا ہے، اور موجودہ زمانے کے یہ تمام روافض اثنا عشری عقائد کے حامل ہیں، اور زنادقہ اور مرتدین کے حکم میں ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے بینات خصوصی اشاعت جو کہ متفقہ فیصلہ کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔

الطبرانی فی الاوسط والکبیر

کہ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پہنچایا جاتا ہے۔

اس حدیث ابن مسعودؓ میں یہ واضح طور پر موجود ہے کہ جن فرشتوں کی ڈیوٹی لگا رکھی ہے وہ سیاحین فی الارض ہیں۔ جو زمین میں چلتے پھرتے ہیں۔ اب اس حدیث مبارکہ میں ہمارا استدلال اسی پر ہے کہ سیاحت کو ارض (زمین) سے معلق کر دیا گیا ہے۔ وہ درود لیتے بھی زمین سے ہی ہیں اور پہنچاتے بھی زمین والی قبر میں ہیں۔ اور زمین والی قبر میں جو جسد اطہر ہے وہ جسد عنصری ہی ہے کیونکہ خواب وخیال والے جسد مثالی کو کسی نے وہاں دفن کیا ہی نہیں۔ جب درود اسی جسد عنصری پر ہی پیش ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ یہی جسد عنصری ہی فائز الحیات ہے۔

علامہ سیوطیؒ روایت نقل کرتے ہیں

اخرج الحارث فی مسنده و ابن سعد والقاضی اسمٰعیل عن بکر بن عبدالله المزنی قال قال رسول الله ﷺ حیاتی خیر لکم و موتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فمن کان من حسن حمدت الله علیه ومن کان من سیء استغفرت الله لکم، و اخرج البزار بسند صحیح من حدیث ابن مسعودؓ مثله.

(الخصائص الکبریٰ ص ۴۹۱ ج ۲)

ترجمہ...... حارث نے اپنی مسند اور ابن سعد اور قاضی اسمٰعیل نے بکر بن عبداللہ المزنی سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میری زندگی بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور میری موت بھی تمہارے لئے بہتر ہے تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے پس جو اچھے ہوں گے میں ان پر اللہ کی تعریف کروں گا اور جو

برے ہوں گے تو میں تمہارے لئے استغفار کروں گا۔ بزار نے ابن مسعودؓ سے اسی کی مثل حدیث کو سند صحیح کے ساتھ نقل کیا ہے۔

مناظرہ میں احادیث پیش کرنے پر احمد سعید کا اعتراض

حضرتؒ نے فرمایا کہ جب میرا احمد سعید سے مناظرہ ہوا ویسے تو یہ کبھی مناظرہ میں نہ پھنستا لیکن اس نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ جس تاریخ کو مناظرہ ہے اس تاریخ کو امین مناظرہ پر نہیں پہنچ سکے گا اور مفت میں میدان میرا ہو جائے گا۔ وجہ میرے نہ پہنچنے کی اس کے ذہن میں یہ تھی کہ مناظرہ ضیاء الحق کے ریفرنڈم سے ایک دن پہلے رکھا گیا، اور میں چونکہ سکول ٹیچر تھا اور الیکشن کے موقعہ پر ٹیچروں کی ڈیوٹی لگ جاتی ہے اور چھٹی بند ہو جاتی ہے۔ اس لئے وہ مناظرہ طے کرنے کی ہمت کر بیٹھے۔ مناظرہ سے ایک دن قبل کبیر والا کے تین چار اساتذہ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ مناظرہ طے ہو گیا ہے اور آپ ہی نے مناظرہ کرنا ہے۔ میں نے کہا یہ تو مشکل ہے کیونکہ سکول سے چھٹی نہیں مل رہی ابھی وہ بیٹھے ہی ہوئے تھے کہ آرڈر آ گیا کہ چھٹی بند ہے لیکن غیبی مدد یہ ہوئی کہ اس پر میرا نام غلط لکھا ہوا تھا محمد امین کے بجائے محمد رفیق لکھا ہوا تھا میں نے کہا کہ میں باقی ٹیچروں کی تصدیق کروا دیتا ہوں لیکن میرا تو نام ہی غلط ہے، پہلے میرا نام آپ ٹھیک کروا کر لے آئیں۔ اسے میں نے نام ٹھیک کروانے بھیج دیا اور ادھر میں نے جلد از جلد ڈی، سی کے نام اہم کام کے لئے رخصت کی درخواست لکھی اور کہا میں ان شاء اللہ پہنچوں گا اسی دن شام چار بجے ڈی، سی کے پاس ووٹوں کے سلسلہ میں اجلاس تھا، باقی تمام ٹیچرز حضرات گئے ڈی، سی صاحب نے پوچھا کہ مولوی صاحب کیوں نہیں آئے تو میرے سیکنڈ ہیڈ ماسٹر نے کھڑے ہو کر کہا کہ یہ ان کی درخواست ہے اور وہ ضروری کام سے کہیں چلے گئے ہیں۔ ڈی سی صاحب نے کہا وہ دعدہ کر کے تو گئے ہیں پہنچنے کی کوشش تو کریں گے، لیکن چونکہ سفر زیادہ لمبا ہے ہوسکتا ہے کہ وقت پر پہنچ نہ سکیں اس لئے ایک آدمی ان کے لئے ریزرو رکھو، اگر وہ نہ پہنچ سکے تو یہ آدمی کام کرے تاکہ کام نہ رکے جب میں پہنچا تو میں نے حیات الانبیاء علیہم السلام کا عقیدہ لکھ کر بھیجا اور احمد سعید نے اس کے

جواب میں صرف یہ لکھا میں آپ کے عقیدہ کا انکار کرتا ہوں۔ اور میرا اپنا کوئی دعویٰ نہیں ہے۔ میں نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ دلیل مدعی کے ذمہ ہے۔ لہذا ہم تو دلائل پیش کر سکیں گے اور تو پورے مناظرہ میں کوئی آیت یا حدیث نہ پڑھ سکے گا۔

مماتیوں کا مغالطہ

عام طور پر یہ لوگ مغالطہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ مدعی حیاتی ہیں ہم منکر ہیں لہذا دلیل حیاتیوں کے ذمہ ہے چنانچہ احمد سعید نے دارالعلوم کبیر والا والوں کو خط لکھا کہ مدعی تم ہو ہم نہیں ہیں لہذا دلیل تمہارے ذمہ ہوگی، انہوں نے یہ خط حضرت اوکاڑویؒ کے پاس بھیج دیا حضرت نے جواب لکھا آپ کم از کم نورالانوار ایک مرتبہ اور پڑھیں۔ کیونکہ نورالانوار میں لکھا ہے کہ نفی کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو دلیل پر مبنی نہ ہو جیسے سنی حضرات کہتے ہیں کہ ہم یہ بات نہیں مانتے کہ **اشھد ان علیا ولی اللہ** اذان میں کہنا چاہیے لیکن اس پر ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، اسی طرح ساتواں چالیسواں کا انکار اس کی کوئی بھی دلیل نہیں۔ اور ایک نفی وہ ہے جو دلیل پر مبنی ہو جیسے قرآن میں لکھا ہے **لا شریک لہ** اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ قرآن میں لکھا ہے **لم یلد و لم یولد** کہ اللہ کا نہ کوئی باپ ہے نہ کوئی بیٹا ہے۔ قرآن میں لکھا ہے خدا کی کوئی بیوی نہیں۔ اب یہ سب نفیں ہیں لیکن جب ہم قرآن کا نام لے کر یہ کہیں گے کہ قرآن میں ہے کہ خدا کا کوئی شریک نہیں تو اب دوسرے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کہے کہ قرآن کی وہ آیت پڑھ جسمیں خدا کے شریک کی نفی ہو۔ اب مجھے قرآن کی آیت پڑھنی چاہئے یا ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جانا چاہئے کہ میں نافی ہوں مجھ سے کوئی دلیل نہ مانگے۔ تو وہ کہیں گے تو پھر قرآن پر جھوٹ کیوں بول رہا تھا؟ تو ان ساری مثالوں سے معلوم ہوا کہ نفی کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو دلیل پر مبنی ہے دوسری وہ جو بلا دلیل ہے۔

اب مماتی ہمیں لکھ دیں کہ حیات النبی کا انکار ایسے ہی ہے جیسے تیجے ساتویں اور چالیسویں کا انکار۔ پھر تو ٹھیک ہے اس صورت میں ہم مدعی ہوں گے اور دلائل پیش کرنے پڑیں

گے۔ لیکن جب یہ دن رات شور مچاتے ہیں کہ ہمارے پاس عدم حیات کی ستر قرآن پاک کی آیات ہیں اور نبی علیہ السلام کی سترہ سو حدیثیں ہیں تو ان کی نفی دلیل پر مبنی ہوئی۔ لہذا انہیں وہ دلائل پیش کرنے چاہئیں۔ لیکن یہ لوگ آج تک اپنا عقیدہ بھی نہ بیان کر سکے کہ قائلین حیات کو کیا لکھ کر بھیجنا ہے۔

جو لوگ اپنا عقیدہ نہیں لکھ سکتے وہ اس پر دلائل کیا خاک پیش کریں گے؟ چنانچہ حضرت اوکاڑویؒ نے فرمایا کہ جب دریا خان کے مناظرے کے لئے میں نے اپنا عقیدہ پچیس کتابوں کے حوالے سے لکھا اور میں نے ان کو کہہ دیا کے جس ملک میں تم چلے جاؤ تو تمام لوگ یہی کہیں گے کہ یہ کتابیں سنیوں کی ہیں اور ہمارا عقیدہ یہی ہے آپ بھی کسی کتاب سے عقیدہ لکھیں۔ کیونکہ عنایت اللہ شاہ کی پیدائش سے پہلے کسی چور زانی، ڈاکو کا بھی یہ عقیدہ نہیں تھا کہ جسد اطہر کے ساتھ روح کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ ہمارا ان کو چیلنج ہے کہ نبی تو کجا، صحابی تو کجا، تابعی تو کجا، تبع تابعی تو کجا، کوئی چور، زانی یا ڈاکو ایسا ہو جس کا عقیدہ یہ ہو کہ جسم پاک کے ساتھ روح اقدس کا کوئی تعلق نہیں ہے تو پیش کرو۔ لیکن ایک حوالہ بھی قیامت تک پیش نہیں کر سکیں گے۔ اہل سنت ہونا شرط ہے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

شجاع آباد کا واقعہ

حضرتؒ نے فرمایا کہ شجاع آباد میں مجھے جلسہ پر بلایا گیا، مجھے معلوم نہیں تھا کہ جلسہ مماتیوں کا ہے۔ میں ایک سفر سے واپسی پر جب ملتان پہنچا تو مغرب کی اذانیں ہو رہی تھیں۔ پہلے تو میں نے یہ سوچا کہ واپس اوکاڑہ چلتا ہوں کیونکہ میں نے صبح سکول بھی جانا ہے اور چھٹی ہوتی نہیں۔ پھر میں نے سوچا کہ جلسہ پر ہی چلتا ہوں اور پہلی تقریر کر کے واپس آجاؤں گا۔ جب میں وہاں پہنچا تو انہوں نے کہا آپ پہلے کھانا کھا کر دو تین گھنٹے آرام کریں آخر میں آپ کی تقریر ہو گی۔ میں نے پوچھا مجھ سے پہلے کن کن حضرات نے تقریر کرنی ہے تو انہوں نے کئی نام لئے ان

میں عنایت اللہ شاہ کا نام بھی تھا۔ میں نے انہیں کہا کہ تم نے عنایت اللہ شاہ کو بلوا کر اپنا جلسہ خراب کر لیا ہے اگر اسے بلانا تھا تو مجھے نہ بلاتے۔ اگر مجھے بلانا تھا تو اسے نہ بلاتے۔ کیونکہ عنایت اللہ شاہ کو ایک ہی مسئلہ آتا ہے اس نے وہی بیان کرنا ہے، اس کے بعد غیر مقلدین کو موقع مل جائے گا اپنی جان چھڑانے کا اور وہ میری تقریر میں حیات النبی ﷺ کے متعلق سوالات کی پرچیاں دیتے رہیں گے، یوں آپ کے بلانے کا مقصد حاصل نہ ہوگا۔ میں نے کہا اب اس کا حل یہ ہے کہ آپ عنایت اللہ شاہ کو کہہ دیں کہ وہ صبح نماز کے بعد درس دے لے اور رات کو تقریر نہ کرے۔ لیکن عنایت اللہ شاہ نہ مانا اور اس نے کہا میں تقریر رات کو کروں گا اور اسی مسئلہ پر کروں گا۔ خیر عنایت اللہ شاہ نے تقریر شروع کی اور اپنی عادت کے مطابق کہنے لگا کہ سارے ہی اس عقیدہ پر تھے جو میرا ہے، سارے صحابہ، سارے تابعین، اور سارے تبع تابعین اور سارے فقہاء کرام اس عقیدے پر تھے جو میرا ہے۔

ایسے موقع پر تماشہ دیکھنے والے لوگ زیادہ ہوتے ہیں میں کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ تو چار پانچ نوجوان میرے پاس آگئے اور کہنے لگے "سن رہے ہیں" میں نے کہا سن رہا ہوں۔ میں نے لیٹے ہوئے کہا کہ عنایت سے پہلے کوئی آدمی اس عقیدے کا نہیں تھا۔ یہ پہلا آدمی ہے جس کا یہ عقیدہ ہے۔ وہ نوجوان گئے انہوں نے چٹ پر لکھ کر اور نیچے میرا نام لکھا اور اس کے پاس بھیج دی۔ مجھے اس وقت پتہ چلا کہ جب شاہ صاحب نے رقعہ پڑھا اور میرا نام پڑھا، اب رقعہ پڑھنے کے بعد عنایت اللہ شاہ کو صحابی، اور تابعین اور تبع تابعین سب بھول گئے اور کہا ایک آدمی ہے، مجھ سے پہلے جو میرے عقیدے کا تھا، وہ ہے ابن عبدالھادی حنبلی جس نے الصارم المنکی لکھی ہے۔ اب چونکہ سپیکر پر وہ میرا نام لے چکا تھا۔ اس لئے میں نے خود چٹ لکھی۔ اب نبی، اور صحابہ، تابعین اور تبع تابعین آپ کو بھول گئے صرف ایک نام پیش کیا ہے، چلو اسی پر فیصلہ کر لو۔ میں دستخط کرتا ہوں کہ جو عقیدہ اس نے لکھا ہے میں مانتا ہوں۔ آپ بھی دستخط کریں۔

ابن عبدالھادی کہتا ہے کہ کافر مردے بھی سنتے ہیں اور تو کہتا ہے کہ وہ میرا ساتھی ہے وہ تو

تمہارے دستور کے مطابق اشاعت التوحید والسنۃ کا ممبر ہی نہیں بن سکتا۔ جب اس نے میری چٹ پڑھی تو کہا مناظرہ علماء کا کام ہے میں تو طالب علم ہوں۔

تو ذکر چل رہا تھا احمد سعید کے مناظرے کا، حضرتؒ نے فرمایا کہ جب میں وہاں پہنچا تو مناظرہ شروع ہوا چونکہ میں احمد سعید کی توقع کے خلاف وہاں پہنچ گیا تھا اس کے ذہن میں یہی تھا کہ وہ نہیں پہنچ سکے گا اس لئے اس نے ادھر ادھر بھاگنے کی کوشش بھی نہ کی اب جب میں پہنچا تو مناظرہ کرنا ہی پڑا۔ چنانچہ جب مناظرہ شروع ہوا تو میں نے احادیث سے حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال شروع کیا۔

احادیث سے استدلال کرنے کی وجہ

میں قرآن پاک سے آیت شہداء تلاوت کر کے بھی حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال کر سکتا تھا لیکن میں نے احادیث سے استدلال کرنا شروع کیا۔ کیونکہ احادیث سے حیات انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ بعبارۃ النص ثابت ہے اور عوام عبارت النص کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ جب میں نے احادیث سے استدلال کرنا شروع کیا تو انہوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ قرآن پڑھو، قرآن پڑھو، لیکن میں نے ان کے شور کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حدیث پڑھتا تھا اور ان سے البتہ میں نے اتنا کہا کہ جب میں تقریر کرنے کھڑا ہوتا ہوں تو تم سارے شور کرتے ہو لیکن جب احمد سعید کھڑا ہوتا ہے تو کوئی کچھ نہیں کہتا معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں یقین ہے کہ احمد سعید قرآن کا منکر ہے اور امین قرآن کو مانتا ہے۔

اب اس کے بعد میں آیت شہداء تلاوت کی تو احمد سعید نے کہا کہ کسی مفسر نے اس آیت کے تحت لکھا ہو کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی حیات اس سے ثابت ہے تو میں ناک کٹوا دوں گا۔ چنانچہ میں نے اسی وقت دو تین تفسیروں سے دکھایا کہ مفسرین نے اس آیت مبارکہ سے استدلال فرمایا ہے، چنانچہ میں اس کو ایک حوالہ سناتا اور پھر پوچھتا کہ اپنے ناک پر ہاتھ لگا کر دیکھو لو کہ ناک رہی ہے یا نہیں؟ تاکہ میں دوسرا حوالہ اسی اعتبار سے پڑھوں۔ اس سے اس کے لوگ اس پر سخت

ناراض ہوئے کہ تو نے ہماری بدنامی کروادی ہے۔ کچھ دیر کے بعد نماز کا وقت ہوگیا ہم نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں چلے گئے لیکن وہ مسجد میں نہیں گیا اس نے نماز وہیں پڑھی اب ان کی طرف سے جو بانی مناظرہ تھا وہ انہی کا صدر تھا۔ احمد سعید نے اس سے پوچھا کہ شرطیں طے نہیں کیں تھیں اس نے کہا نہیں کیں۔ احمد سعید نے کہا آپ کو پہلے شرطیں طے کرنی چاہئیں تھیں، چنانچہ جب میں نماز پڑھ کر آیا تو مجھے کہتا ہے کہ پہلے مناظرہ کی شرطیں طے ہونی چاہئیں، میں نے کہا کیا آپ نے نماز پڑھ لی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں میں نے کہا کیا نماز کی شرطیں نماز پڑھنے سے پہلے پوری کی تھیں یا دو رکعت پڑھنے کے بعد؟ اس نے کہا شرطیں پہلے ہی پوری ہوتی ہیں۔ میں نے کہا اسی طرح مناظرہ کی شرطیں مناظرہ سے پہلے پوری کرنی چاہئیں تھیں۔ اور اس کو اب آدھا مناظرہ گزرنے کے بعد شرطیں یاد آرہی ہیں۔ اس پر اس نے اپنی جماعت والوں کو کہا میں تین آیتیں پڑھوں گا، اور ان کا ترجمہ کروں گا اس کے بعد تم ٹیپیں بند کر دینا تا کہ ان آیتوں کا اگر جواب دے تو ٹیپ ریکارڈر میں نہ آئے۔ اب احمد سعید نے ایک آیت پڑھی

اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضیٰ علیھا الموت و یرسل الاخری الی اجل مسمی ان فی ذالک لاٰیات لقوم یتفکرون.

اور دوسری آیت

انک میت وانھم میتون

اور تیسری آیت

اموات غیر احیاء

یہ تین آیتیں پڑھ کر ترجمہ کیا اور ترجمہ کرتے ہی بھاگ کر اندر جا کر دروازہ بند کر لیا۔

میرا مطالبہ

میرا مطالبہ جس سے ڈر کر وہ بھاگا وہ یہ تھا کہ میں نے آیت شہداء تلاوت کی تو نے تفسیر کا حوالہ مانگا، میں نے ایک نہیں کئی حوالے پیش کئے اب میں تجھ سے یہی مطالبہ کرتا ہوں کہ ان تین آیات میں سے کسی آیت کے نیچے کسی سنی مفسر نے لکھا ہو کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ کا اجساد مطہرہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے تو حوالہ پیش کر اور فی حوالہ دس لاکھ انعام دوں گا۔ لیکن وہ حوالہ کیا دیتا بھاگ کر کمرہ میں چلا گیا اور اندر سے دروازہ بند کر لیا۔

اب وہاں کا اشاعت التوحید والسنۃ کا جو صدر تھا اس کا بہنوئی بریلوی تھا ان دونوں کی آپس میں طے تھی کہ اگر احمد سعید جیت گیا تو بریلوی اشاعت التوحید والسنۃ میں آجائے گا اور اگر امین جیت گیا تو اشاعت التوحید والسنۃ والا بریلوی بن جائے گا۔ مجھے ان کی اس بات کا علم نہ تھا، جب سعید بھاگ گیا تو بریلوی کھڑا ہوا اس نے کہا اگر کوئی کسر رہ گئی ہے تو آپ اپنے مناظر کو نکال کر لائیں وگرنہ اصول کے مطابق تو یہ ہونا چاہئے کہ تو کھڑے ہو کر بریلوی بننے کا اعلان کر کہ میں بریلوی ہوتا ہوں، تا کہ ہمارے تحریری معاہدہ کے تحت عمل ہو جائے۔ لیکن اب میں چونکہ مناظرہ کے بعد بدل گیا ہوں اب میں یہ کہتا ہوں کہ ہم دونوں کو یہ اعلان کر دینا چاہئے کہ ہم امین جیسے دیوبندی ہیں۔

اب وہ اشاعتی بولا کہ احمد سعید آج تک ہمیں دھوکہ دیتا رہا ہے اور آج بھاگ گیا ہے۔ تو اس بریلوی نے کہا کہ پھر تو اعلان کر دے۔ اب اشاعتی مجھے کہنے لگا کہ آپ ہمیں بریلویوں کے ساتھ مناظرہ کرنے کی ایک اور تاریخ دے دیں۔

(اشاعتی کی اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بدل چکا تھا اگر چہ اس کا حضرت نے ذکر نہیں فرمایا۔)

میں نے کہا میں آپ حضرات سے واقف نہیں ہوں اگر آپ نے مناظرہ کی تاریخ لینی ہے تو مولانا عبدالحی صاحب سے رابطہ کریں جنہوں نے پہلے تاریخ لی ہے، پھر میں نے کہا

بریلویوں سے مناظرہ میں کیوں کروں سعید سے کروالو۔ کہنے لگے اب وہ یہاں نہیں آسکے گا کیونکہ اس کے علم کا ہمیں پتہ چل گیا ہے۔اسی مناظرہ میں جب احمد سعید نے یہ حدیث پڑھی کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

ترکت فیکم الامرین اولهما کتاب الله و آخرهما سنتی.

اس پر میں نے اسے پکڑ لیا کہ ان لفظوں میں دنیا کی کسی کتاب میں حدیث نہیں ہے اگر ہے تو نکال کر دکھائیں، ان کے مولوی تلاش کرتے رہے لیکن یہ حدیث ہوتی تو نکلتی۔اس لئے ناکام رہے۔ میں نے کہا قرآن تو تو نے پڑھا نہیں اور حدیث بھی جھوٹی اپنی طرف سے پڑھی کہ جس کا دنیا کی کسی حدیث کی کتاب میں نام ونشان نہیں ہے۔اور وہ کھسیانی بلی کھمبا نوچے کا مصداق بن کر کہنے لگا عند ربهم کا معنی ہے کہ وہ خدا کے ہاں زندہ ہیں اس دنیا والی قبر میں زندہ نہیں ہے۔میں نے کہا پھر ان الدين عند الله الاسلام کا معنی بھی یہی کر کہ اسلام اللہ کے پاس ہے، تیرے اور تیری جماعت کے قریب تک نہیں آیا میں نے کہا تمہاری یہ بات بالکل غلط ہے عندهم احیاء کے متعلق ہے، عندهم کا تعلق احیاء کے ساتھ نہیں ہے بلکہ عندهم یرزقون کا ظرف ہے اب چونکہ مجھے پتہ تھا کہ اس نے سبز پرندوں والی حدیث سنائی ہے تو جب اس نے نسائی شریف سے عبداللہ بن مسعودؓ کا قول پڑھا کہ پہلے کتاب اللہ سے مسئلہ بتایا جائے، پھر سنت سے، پھر اجماع سے اور پھر قیاس سے۔ میں نے کہا علماء اتنی بڑی بڑی کتابیں لکھتے ہیں اور انہیں یاد ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب میں کیا لکھا ہے اور تو نے ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا ہے اور تجھے وہ بھی یاد نہیں ہے۔اس میں تو نے لکھا ہے کہ اس کی سند میں اعمش ہے جو کہ شیعہ ہے اور ابو معاویہ تدلیس کا مریض ہے۔تو آج یہ شیعہ کیوں ساتھ لے آیا ہے کل تک لوگوں میں شور مچایا کرتا تھا کہ جو حدیثیں ان کے پاس ہیں ان کے راوی شیعہ ہیں اور آج تو یہ خود ایسا قول پیش کر رہا ہے جس کی سند میں شیعہ راوی ہے۔ساتھ ہی میں نے اسے ڈانٹتے ہوئے اور جھڑکتے ہوئے کہا کہ آئندہ

غلطی سے سبز پرندوں والی حدیث بھی نہ پڑھنا کیونکہ اس کی سند میں بھی یہی دو راوی ہیں ابو معاویہ اور اعمش ہیں۔ میری اس بات سے اس پر اتنا رعب پڑا کہ وہ پورے مناظرہ میں یہ روایت پیش کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔

سبز پرندوں والی روایت کا جواب

اس روایت کا تعلق سورۃ بقرہ کی آیت

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل الله اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون

کے ساتھ نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتاً بل احیاء عند ربهم یرزقون

میں **یرزقون** کے ساتھ ہے۔ کیونکہ رزق کی کیفیت پوچھی جا رہی ہے کہ شہداء رزق کیسے حاصل کرتے ہیں تو جواب میں فرمایا گیا کہ سبز پرندوں میں ان کی روحوں کو سیر کی اجازت دی جاتی ہے۔ اور وہ صبح و شام جنت کی سیر کرتے ہیں یہ ان کے رزق حاصل کرنے کا طریقہ ہے اب اس حدیث مبارکہ میں جسم کے ساتھ روح کے تعلق کے ٹوٹنے کا کوئی ثبوت نہیں۔

مثال

جیسے آپ خواب میں بیت اللہ کا طواف کر رہے ہوتے ہیں لیکن اسی جسم کے ساتھ روح کا تعلق باقی رہتا ہے روح کا تعلق ختم نہیں ہوتا سانس چلتا رہتا ہے، کھانا ہضم ہوتا رہتا ہے، دل کی دھڑکن جاری رہتی ہے، رگوں میں خون دوڑتا رہتا ہے، اسی طرح اگر روحیں سبز پرندوں پر سوار ہو کر جنت میں چلی بھی جائیں تو ان کا ان اجسام کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے۔

اشکال

حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ شہداء اس بات کی تمنا کریں گے کہ ہماری روحوں کو اجسام میں واپس لوٹایا جائے تاکہ ہم پھر جا کر کفار سے لڑیں لیکن ان کی یہ تمنا پوری نہیں کی جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ روحوں کا اجسام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

جواب۔

تمنا یہ کون کرتا ہے اجساد ہی کرتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ ان کے ساتھ روح کا تعلق ہے، اس لئے کہ اگر روح کا تعلق نہ ہوتا تو وہ تمنا کیسے کرتے۔ باقی رہی یہ بات کہ وہ تمنا کیوں کرتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ روحوں کا تعلق دو قسم کا ہے۔

۱......جو تعلق ہمارے شعور میں نہیں ہے۔

۲......روح کا ایسا تعلق جو ہمارے شعور میں آجائے۔

تو پہلی قسم کا تعلق حاصل ہے اور دوسری قسم کا اعادہ روح قیامت سے پہلے نہیں ہوگا۔

نیز حکم ہمیشہ قید پر ہوتا ہے۔ شہداء ایسی حیات کا مطالبہ کر رہے ہیں کہ جس سے وہ دوبارہ دنیا میں آکر لوگوں کو نظر آئیں، کافران کو دیکھیں وہ کافروں کو دیکھیں۔ وہ کافروں سے لڑیں کافر ان کو شہید کریں تاکہ ان کو دوبارہ شہادت کا لطف محسوس ہو۔ تو اب یہاں اس طرح کی حیات کی نفی ہے۔

مثال نمبر ا۔

جیسے کہا جاتا ہے ما جاء نی زید راکباً زید میرے پاس سوار ہو کر نہیں آیا۔ اس میں سوار ہو کر آنے کی نفی ہے مطلق آنے کی نفی نہیں ہے۔

مثال نمبر ۲۔

مثلاً جیسے میں یہ کہوں کہ میں نے زید کو کبھی تقریر کرتے نہیں دیکھا، تو یہاں ان کے مطلق

دیکھنے کی نفی نہیں بلکہ تقریر کرتے ہوئے دیکھنے کی نفی ہے۔

مثال نمبر۳۔

قرآن پاک میں آتا ہے کافر کہا کرتے تھے

بل نتبع ما وجدنا علیه آبائنا

آگے قرآن پاک میں قید مذکور ہے کہ کس وجہ سے ماں باپ کی نہیں مانی، چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا

اولو کان آباء هم لا یعقلون شیئا ولا یهتدون

کہ وہ بے عقل اور بے دین ہیں۔ اب حکم اس قید پر ہے نہ کہ مطلق ماں باپ کی اتباع سے منع کیا گیا ہے۔

مثال نمبر۴۔

میں آپ سے کہتا ہوں کہ جھوٹے کو خدا نہ ماننا اب یہ نہ ماننے کا حکم جس قید پر ہے وہ جھوٹا ہونا ہے، اب کوئی شخص آگے جا کر میرا فقرہ یوں نقل کرے کہ جھوٹے کا لفظ نکال دے اور کہے کہ محمود کہتا ہے کہ خدا کو نہ ماننا تو کیا اس نے میری بات تم تک صحیح پہنچائی۔

اسی طریقہ سے اس حیات سے منع کیا گیا ہے کہ دوبارہ وہ اسی کھلی حیات کے ساتھ یہاں آئیں اور جہاد کریں اور ان کو شہادت کا مرتبہ نصیب ہو۔ صرف روح کے تعلق کی یہاں قطعی طور پر نفی نہیں ہے۔

اشکال

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

الله یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها ......الخ.

روح جو نیند کے وقت قبض ہوتی ہے اس کو واپس کیا جاتا ہے، لیکن جس پر موت آ گئی اس کو قیامت تک واپس نہیں کیا جائے گا، تو پھر شہداء کی ارواح کیسے واپس لوٹ آتی ہیں۔

جواب

متواتر حدیث مبارکہ میں موجود ہے کہ **تعاد روحه فی جسده** سیدنا امام اعظم ابو حنیفہؒ فقہ اکبر میں لکھتے ہیں

اعادة الروح الی العبد فی قبره حق.

ترجمہ......قبر میں اعادہ روح برحق ہے۔

(فقہ اکبر ص۱۰۰) (ح۲۱)

(ح۲۱) فقہ اکبر کے بارے میں یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہؒ کی کتاب نہیں ہے، اس پر کچھ حوالہ جات تو شرح فقہ اکبر کے شروع میں ناشر نے لگا دیئے ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) شارح عقیدہ طحاویہ نے اس کو تسلیم کیا ہے۔ (شرح عقیدہ طحاویہ ص۵ ج۱)

(۲) علامہ لکھنویؒ نے الفوائد البہیہ میں ملا علی قاریؒ کے ترجمہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

(۳) حاجی خلیفہ نے کشف الظنون ص۱۲۸۷ ج۲ میں اس کو تسلیم کیا ہے۔

کچھ حوالہ جات بندہ کو مزید ملے ہیں ملاحظہ فرمائیں

(۴) علامہ کردریؒ لکھتے ہیں اس بات کی تردید کرتے ہوئے کہ امام صاحب کی کوئی کتاب نہیں ہے

"هذا كلام المعتزلة و دعواهم انه ليس له فی علم الكلام تصنيف و غرضهم بذلک نفی ان يكون الفقه الكبر و كتاب العالم و المتعلم له لانه صرح فيه باكثر قواعد اهل السنة والجماعة و دعواهم انه كان من المعتزلة و ذلک الكتاب لابی

اسی طرح علامہ ابن تیمیہؒ نے فرمایا کہ اس کے متعلق احادیث متواترہ ہیں۔

حنیفة البخاری و هذا غلط صریح فانی رأیت بخط العلامة مولانا شمس الملة والدین الکردری البراتقینی العمادی هذین الکتابین و کتب فیهما انهما لابی حنیفةؒ وقد طواطأ علی ذلک جماعة کثیرة من المشائخ.

(مناقب للکردری ص۱۰۸ ج۱)

ترجمہ...... یہ معتزلہ کا کلام ہے اور ان کا دعویٰ ہے کہ امام صاحب کی علم کلام میں کوئی تصنیف نہیں ہے، اور اس انکار سے ان کا مقصد کتاب فقہ اکبر اور کتاب العالم والمتعلم کا امام صاحب کی طرف منسوب ہونے کا انکار کرنا ہے، اس لئے کہ امام صاحب نے اس میں اکثر اہل سنت و جماعت کے عقائد کے تصریح کر دی ہے اور ان کا دعویٰ یہ ہے کہ امام صاحب معتزلی تھے اور یہ کتاب یعنی فقہ اکبر ابو حنیفہ بخاری کی ہے حالانکہ یہ صریح غلطی ہے اس لئے کہ میں نے علامہ مولانا شمس الملۃ والدین کردری براتقنی عمادی کے ہاتھ سے لکھی ہوئی یہ دونوں کتابیں دیکھی ہیں، اور انہوں نے ان میں یہ بات بھی لکھی ہے کہ یہ دونوں کتابیں امام ابو حنیفہؒ کی ہیں اور اسی کو اختیار کیا ہے مشائخ کی ایک کثیر جماعت نے۔

(۵) ابن ندیم اپنی کتاب الفہرست میں لکھتے ہیں

توفی ابو حنیفةؒ سنة خمسین و مأة وله سبعون سنة ...... وله من الکتب کتاب الفقه الاکبر و کتاب رسالته الی البتی و کتاب العالم والمتعلم و روا عنه مقاتل کتاب الرد علی القدریة.

(الفہرست لابن ندیم ص۲۵۶)

اب یہ لوگ ان احادیث متواترہ کو قرآن کی آیت کے خلاف بتانے میں معروف ہیں اور

ترجمہ......امام ابوحنیفہؒ کی وفات ۱۵۰ھ میں ستر سال کی عمر میں ہوئی اور آپ کی کتب میں سے (۱) فقہ اکبر (۲) رسالہ الی البتی (۳) کتاب العالم والمتعلم (۴) اور مقاتل نے آپ سے کتاب الرد علی القدریۃ کو بھی روایت کیا ہے۔

(۶) الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ کے آخر میں مناقب امام اعظم لملا علی قاریؒ چھپے ہوئے ہیں۔ ان میں ملا علی قاریؒ نے بھی اس بات کو ذکر کیا ہے، دیکھئے ذیل الجواہر المضیۃ ص ۴۶۱ ج ۲۔

(۷) محدث کوثریؒ لکھتے ہیں

والفقه الاكبر رواية ابى مطيع عن ابى حنيفة المعروف عند اصحابنا .

(كلمة عن العالم والمتعلم وسالة ابى حنيفة الى البتى والفقه الابسط و رواتها ص ۱)

ترجمہ......اور فقہ اکبر جو ابومطیع کی روایت ہے امام ابوحنیفہؒ سے اور ہمارے اصحاب کے ہاں معروف ہے۔

(۸) دوسرے مقام پر محدث کوثری لکھتے ہیں

ومن الكتب المتوارثة عن ابى حنيفة فى العقيدة كتاب الفقه الاكبر.

(كلمة عن كتاب اشارات المرام من عبارات الامام للعلامه بياضىؒ ص ۴)

ترجمہ......ان کتب میں سے جو امام ابوحنیفہؒ سے عقائد میں متوارث ہیں آپ کی کتاب فقہ اکبر ہے۔

یہ طریقہ روافض (شیعوں) کا طریقہ ہے۔

مثال

روافض کہتے ہیں کہ قرآن پاک کی دو آیتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی وراثت ہوتی ہے۔

آیت نمبر ا...... **یرثنی و یرث من آل یعقوب.**

آیت نمبر۲...... **وورث سلیمان داوود.** قرآن سے تو میراث ثابت ہے لیکن ابو بکر صدیقؓ نے ایک جھوٹی حدیث سنادی کہ نبیوں کی وراثت نہیں ہوتی (معاذ اللہ) اب سنی قرآن کی آیتوں کو نہیں مانتے۔ اور ابو بکر صدیقؓ کی سنائی ہوئی جھوٹی احادیث کو مانتے ہیں۔

ہم روافض کو اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ دو آیتیں جو تم پڑھتے ہو یہ حضرت فاطمہؓ کو

---

(۹) امام عبد القاہر بغدادی الشافعیؒ فرماتے ہیں

واول متکلمیھم من الفقھاء و ارباب المذاھب ابو حنیفۃ والشافعیؒ فان ابا حنیفۃ لہ کتاب فی الرد علی القدریۃ الفقہ الاکبر.

(الاصول الدین ص۳۰۸ بحوالہ کلمۃ عن کتاب اشارات المرام من عبارات الامام للعلامۃ البیاضیؒ ص ۳)

کتاب فقہ اکبر کا ایک نسخہ مکتبہ شیخ الاسلام مدینہ منورہ میں رقم ۲۲۶ کے تحت محفوظ ہے، اسی طرح دار الکتب العلمیہ میں بھی دو نسخے ۶۴م اور ۲۱۵م محفوظ ہیں۔ فقہ اکبر کی ایک شرح فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ ۳۷۲ھ نے بھی لکھی ہے۔ دار الکتب المصریہ میں اس کے کئی نسخے موجود ہیں۔ (ماخوذ از مقدمات امام کوثری ص ۱۷۰)

فقہ اکبر کا ایک نسخہ ابو مطیع بلخی کا بھی ہے نیز امام ابو منصور ماتریدیؒ نے بھی فقہ اکبر کی ایک شرح لکھی ہے جس کا نسخہ مدینہ منورہ میں مسجد کی لائبریری میں موجود ہے۔ خان غلام اللہ خان نے بھی بریلویوں سے ان مناظرے میں فقہ اکبر کو امام اعظم کی تصنیف تسلیم کیا ہے۔ دیکھیے سوانح غلام اللہ خان

یاد تھیں یا نہیں؟ اگر یاد تھیں تو انہیں چاہئے تھا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو یہ آیات سنا تیں اور اپنی میراث حاصل کر لیتی۔ اسی طرح باب مدینۃ العلم حضرت علیؓ کو یاد تھیں یا نہیں؟ اگر تھیں تو انہیں چاہئے تھا کہ وہ یہ آیات پیش کرتے اور میراث حاصل کرتے؟ لیکن انہوں نے یہ کبھی پیش نہیں کیں۔

اصل بات یہ ہے کہ وراثت کی دو قسمیں ہیں جہاں وراثت کا ثبوت ہے وہ علم کی وراثت ہے اور جہاں وراثت کی نفی ہے وہ دنیوی مال کی وراثت ہے۔ اب حدیث اور آیت میں کوئی ٹکراؤ نہیں رہا۔ اس لئے کہ آیت نے جس وراثت کو ثابت کیا ہے وہ علمی وراثت ہے اور حدیث نے جس وراثت کا رد کیا وہ دنیاوی وراثت ہے۔ اسی طرح آیت مبارکہ میں جس اعادہ روح کی نفی ہے اس سے مراد کھلا اعادہ روح ہے۔ مثلاً جیسے آدمی نیند کے بعد اٹھتا ہے اور نماز پڑھتا ہے چلتا پھرتا ہے، اب یہ کھلا اعادہ روح ہے۔ کیونکہ سب لوگ اس کو نماز پڑھتے ہوئے چلتے پھرتے ہوئے دیکھ رہے ہیں تو قرآن پاک میں اسی اعادہ روح کی نفی ہے۔ کہ قیامت تک یہ کھلا اعادہ روح نہیں ہوگا۔ اور حدیث پاک میں جس اعادہ روح کا اثبات ہے اس سے مراد برزخی اعادہ ہے کہ جس اعادہ روح کا دنیا والوں کو شعور ہے۔ البتہ میت کو اپنے اعادہ روح کا پورا شعور ہے۔ لہذا حدیث مبارکہ آیت مبارکہ کے مخالف نہ ہوئی۔

اس کو مزید سمجھیں کہ وہاں یعنی آخرت کے دن جس رد روح کا ذکر ہے اس سے مراد شعوری کھلی حیات کے ساتھ جیسے نیند سے بیدار ہو کر آدمی دعا پڑھتا ہے الحمد للہ الذی رد الی روحی اب نیند کی حالت میں روح کا تعلق تھا۔ لیکن اب بیدار ہونے پر کیوں رد روح کا اطلاق کیا گیا۔ اس لئے کہ نیند میں روح کا تعلق تھا لیکن پوشیدہ۔ نیند میں یہ نماز پڑھ رہا تھا لیکن لوگوں کو نظر نہیں آ رہا تھا۔ اب اس پوشیدہ تعلق سے کھلے تعلق میں آنے کو رد روح سے تعبیر کیا گیا ہے اسی طرح جو تعلق قبر میں ہوگا وہ پوشیدہ تعلق ہے، اس پوشیدہ تعلق سے کھلے تعلق کے ساتھ میدان قیامت میں کھڑے ہو جانا کہ سب اس کی حیات کو دیکھ رہے ہوں گے اس کو رد روح فرمایا گیا۔ تو

جس طرح نیند سے اٹھنے کے بعد ردروح کی دعا پڑھنے سے کوئی یہ مطلب نہیں لیتا کہ پہلے کوئی تعلق جسم کا روح کے ساتھ نہیں تھا صرف اب ہوا ہے اسی طرح وہاں ردروح کا یہ مطلب نہیں کہ پہلے تعلق نہیں تھا اب ہوا ہے۔ یہ یا ادھر والی بات لیتے ہیں یا ادھر والی بات، درمیان والی چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ جھگڑا ہے درمیان والی حالت کا کہ قبر میں کیا حالت ہوگی۔

نیز یہ بھی سمجھیں کہ بیداری میں روح کے سامنے روکاوٹیں ہیں، فاصلے ہیں، خواب میں کوئی فاصلہ یا رکاوٹ نہیں۔ خواب میں روح نکل جاتی ہے جیسا کہ قرآن پاک میں آیا ہے۔ لیکن رہتی کہاں ہے؟ پورے عالم خواب میں پھر سکتی ہے۔ ایک ہے بستر خواب جس پر آپ سوئے ہوئے ہوتے ہیں ایک ہے عالم خواب، عالم خواب بستر خواب سے لے کر عرش تک ہے۔ روح عالم خواب میں جہاں تک چاہے سیر کرے، لیکن اس کا جسم سے تعلق قائم رہتا ہے خواہ روح بیت اللہ کا طواف کر رہی ہو یا مدینہ منورہ پھر رہی ہو۔ یہاں جسم کے ساتھ تعلق قائم رہتا ہے۔

علامہ جلا الدین سیوطیؒ نے شرح الصدور میں اور ابن قیم نے الروح میں بعض روایات نقل فرمائی ہیں کہ اگر مسلمان باوضو سوتا ہے تو روح عرش کے نیچے سجدہ کرتی ہے حاشیہ میں یہ روایت ملاحظہ فرمالیں۔(ح ۲۲) اب عرش یہاں سے کتنی مسافت پر ہے؟ علم قطعی اس بارے میں قطعاً نہیں ہے۔ البتہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ پہلا آسمان زمین سے پانچ سو سال کی مسافت

(ح ۲۲). روی ابن لهيعة عن ابن عثمان بن نعيم الرعينى عن ابى عثمان الاصبحى عن ابى الدرداء قال اذا نام الانسان عرج بروحه حتى يؤتى بها العرش فان كان طاهرا اذن لها بالسجود وان كان جنبا لم يؤذن لها بالسجود.

(الروح ص ۳۹)

پر ہے دوسرا یقیناً اس سے بھی زیادہ مسافت پر ہوگا کیونکہ ہر دائرہ پہلے سے زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ اگر بالفرض پانچ سو سال کا ہی ہر فاصلہ لگاؤ تو کم از کم چالیس یا پینتالیس ہزار سال کے فاصلہ پر روح سجدہ میں ہوتی ہے، اتنے فاصلہ کے باوجود روح کا اس جسم سے تعلق قائم رہتا ہے، نبض چل رہی ہے، کروٹیں بدلی جا رہی ہوتی ہیں، کھانا ہضم ہو رہا ہوتا ہے تو جو روح چالیس سو سال کے فاصلے سے تعلق قائم رکھ سکتی ہے وہ روح اگر بالفرض علیین میں بھی ہو جو کہ چوتھے آسمان پر ہے وہ وہاں سے تعلق کیوں قائم نہیں رکھ سکتی؟

نبی اقدس ﷺ کا خواب کتب احادیث میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عالم بالا کی سیر کی عذاب وثواب کا مشاہدہ فرمایا جنت میں تشریف لے گئے وہاں سیدنا فاروق اعظمؓ کا محل دیکھا۔ اب حضرت اقدس ﷺ کا جسد اطہر مدینہ میں آرام فرما تھا جبکہ روح مبارک جنت کی فضاؤں میں گھوم رہی تھی لیکن اس کے باوجود اس جسد اطہر کے ساتھ تعلق قائم تھا، آنحضرت ﷺ کا جسد اطہر غذا ہضم کر رہا تھا خون کی گردش اس میں جاری تھی، کروٹیں بدل رہا تھا تو جب خواب میں روح جنت میں جا کر تعلق رکھ سکتی ہے تو اب کس آیت یا حدیث نے بتا دیا ہے کہ نہیں رکھ سکتی یا کون سی رکاوٹ آگئی ہے کہ اب تعلق نہیں رکھ سکتی؟ اب خوابوں میں زندوں کی ارواح سے مردوں کی ارواح کی ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ زندہ آدمی کی روح خواب میں مردہ کی روح سے جا کر ملتی ہے، تو اس سے بھی ہمارا مدعیٰ ثابت ہوا کہ جب زندہ آدمی کی روح علیین میں جا کر جسم سے تعلق رکھ سکتی ہے، تو مرنے کے بعد کیوں نہیں؟ اور اگر کہو کہ وہ روح یہاں آ کر ملتی ہے تو اگر وہ روح اس گھر سے تعلق رکھ سکتی ہے تو قبر سے کیوں نہیں رکھ سکتی؟

اصل میں ان لوگوں کے پاس نہ قرآن ہے نہ حدیث محض قیاسات ہیں اور قیاس بھی کیا کہ روح کو جسم پر قیاس کر بیٹھے کہ جو رفتار جسم کی ہے شاید روح کی بھی اتنی ہی رفتار ہے۔ جو دیوار جسم کے سامنے رکاوٹ ہے شاید روح کے سامنے بھی وہی رکاوٹ ہے۔ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ اول تو قیاسات کی ضرورت نہیں جہاں نص آجائے وہاں قیاس کو کیا دخل؟ اور اگر قیاس کرنے کا زیادہ

ہی شوق ہے تو روح عالم امر کی چیز ہے اس کو فرشتوں پر قیاس کرو، نہ کہ اس مٹی کے جسم پر۔ فرشتوں کے بارے میں کبھی کسی نے نہیں سوچا کہ یار سارے روشندان بند کئے ہوئے تھے پتا نہیں عزرائیل کہاں سے آ گیا؟ پتا نہیں یہ چھ فٹ نیچے زمین میں منکر نکیر کیسے جاتے ہوں گے؟ کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ وہاں یہ سوال پیدا نہیں ہوتا۔ تو اگر قیاس کرنا ہی ہے اور بغیر قیاس کے تم رہ نہیں سکتے تو فرشتوں پر قیاس کرو، کیونکہ روح عالم امر کی چیز ہے۔ اول تو قیاسات کی ضرورت ہی نہیں۔ قرآن پاک کی کوئی آیت یا حدیث اس بارے میں ان کے پاس کچھ نہیں۔

تو جیسے عرض کیا گیا ہے کہ باوضو آدمی کی روح عرش کے نیچے سجدہ کرتی ہے۔ اب روح کم از کم چالیس سو سال کی مسافت پر تھی لیکن ادھر جب ہم نے آواز دی صوفی صاحب اٹھو نماز کا وقت ہو گیا ہے، تو کتنے سو سالوں میں روح یہاں واپس آئی؟ چند سیکنڈوں میں۔ معلوم ہوا کہ روح کے سامنے کوئی چیز رکاوٹ نہیں ہے۔

ایک شرارتی لڑکا۔

یہ لوگ لڑکے ٹرینڈ کر کے بھیجتے ہیں۔ خیر المدارس میں ایک ان کا لڑکا درجہ ثالثہ میں آ کر داخل ہو گیا، اب وہ لڑکوں کو کہتا کہ جب تو سویا تھا میں نے تجھے آواز دی تھی تو نے سنی تھی؟ وہ کہتا نہیں۔ کہتا جب سویا ہوا نہیں سنتا تو مردہ کس طرح سنتا ہے؟ لڑکوں نے حضرت رئیس المناظرینؒ کو بتایا حضرتؒ نے فرمایا جب وہ سویا ہوا ہو تو مجھے بتانا جب وہ سویا۔ حضرت گئے اور اسے جا کر فرمایا اٹھ تو وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ حضرت نے فرمایا تو سویا نہیں تھا؟ اس نے کہا سویا ہوا تھا۔ تو نے کیسے سن لیا تو سویا ہوا نہیں تھا۔ سویا ہوا تو سنتا نہیں ہے تو نے کیسے سن لیا؟ کہتا ہے نہیں جی سن کر ہی اٹھا ہوں۔ حضرتؒ نے فرمایا پھر ان کو کیوں گمراہ کرتا رہتا ہے۔ وہ دن گیا پھر اس نے کسی کے دل میں ایسا وسوسہ نہ ڈالا۔

بندہ کا مناظرہ جب اسی مسئلہ پر ایک مماتی مولوی سے ہوا۔ جو تقریباً چھ گھنٹے تک جاری رہا۔ اس میں جب اس نے یہ آیات پیش کیں جو احمد سعید نے حضرت اوکاڑویؒ کے سامنے پیش

کیں تھیں تو میں نے مشکوٰۃ ابوداؤد سے اعادہ روح والی حدیث پیش کر کے کہا کہ کیا اللہ کے نبی جن پر قرآن نازل ہوا ان کو قرآن نہیں آتا تھا، تجھے زیادہ آتا ہے؟ تیرے خیال میں اللہ کا پیغمبر قرآن کے خلاف احادیث بیان کیا کرتا تھا؟ صاحب مشکوٰۃ ایسی حدیث لکھ گئے جو قرآن کے خلاف ہے؟ امام ابوداؤدؒ ایسی حدیث نقل فرما گئے ہیں جو قرآن کے خلاف ہے اور پھر اسی پر سکوت فرما گئے اور یہ بھی نہ بتایا کہ یہ قرآن کے خلاف ہے۔ پوری امت اس حدیث کو بارہ سو سال سے پڑھ پڑھا رہی ہے کیا پوری امت میں احمد سعید جتنی یا مولوی نواز گھوٹوی جتنی غیرت بھی نہ تھی کہ وہ خاموش تماشائی بنی رہی، کسی نے اس کا رد نہ کیا۔ امام ابوسلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم خطابی (م ۳۸۸ھ) نے معالم السنن کے نام سے ابوداؤد کی شرح لکھی انہوں نے بھی اس حدیث کا رد نہ کیا، علامہ قطب الدین ابوبکر احمد بن دعین الیمنی الشافعیؒ (م ۶۵۲ھ) نے اس کی شرح لکھی کیا ان کو بھی یہ ٹکراؤ نظر نہ آیا۔ شہاب الدین ابومحمد احمد بن محمد بن ابراہیم بن حلال المقدسیؒ (م ۷۶۵) نے انتجاء السنن واقتفاء السنن کے نام سے ابوداؤد کی شرح لکھی لیکن وہ بھی اس سعادت سے محروم رہے کہ امت کو متنبہ کرتے کہ یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے۔ علامۃ الدھر شیخ شہاب الدین بن رسلان الرملی الشافعیؒ (م ۸۴۴ھ) نے بھی شرح لکھی لیکن افسوس کہ انہوں نے بھی اس اہم فریضے کو ادا نہ کیا، جیسے آج مماتی حضرات تمام فرائض میں سے اہم فرض خیال کرتے ہیں اور خدمت دین کے شعبوں میں سے اہم شعبہ خیال کرتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ مرقات الصعود کے نام سے ابوداؤد کی شرح لکھتے ہیں مگر ان کی رگ غیرت بھی نہ تڑپی کہ اس بات کی طرف تفسیر وحدیث کے مایہ ناز امام اشارہ ہی کر دیتے کہ یہ قرآن کے خلاف ہے۔ محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے بذل المجہود فی حل ابی داؤد کے نام سے شہرہ آفاق شرح لکھی مگر وہ بھی اس مقام پر خاموشی سے گزر گئے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ ان حضرات کو قرآن آتا تھا انہیں (مماتیوں) کو نہیں آتا اگر وہ منعم علیہم کی اتباع کی عینک لگا کر کلام رب العٰلمین میں غور وخوض کرتے تو انہیں حدیث اور قرآن

میں ٹکراؤ نظر نہ آتا۔ کیونکہ انہیں معلوم ہو جاتا کہ حدیث میں جس اعادے کا ذکر ہے وہ برزخی اعادہ ہے، جس کا ہمیں شعور نہیں اور قرآن میں جس اعادے کی نفی ہے اس سے مراد کھلا اعادہ روح ہے جو قیامت سے پہلے نہیں ہوگا۔

نکتہ

حدیث مبارکہ میں اعادہ کا ذکر ہے اور اعادہ اسی صورت میں ہوگا کہ جسم سے روح نکالی گئی تھی اسی جسم میں داخل کی جائے۔ کیونکہ ایک جسم سے نکال کر دوسرے جسم میں داخل کرنا اس کو تناسخ کہتے ہیں اعادہ نہیں کہتے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ منکرین حیات رافضیوں کی طرح حدیث مبارکہ اور قرآن پاک میں ٹکراؤ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ہمارے علماء قرآن وحدیث مبارکہ دونوں کو مانتے ہیں کہ قرآن اپنی جگہ برحق ہے کہ قرآن پاک میں جس اعادہ کی نفی ہے وہ ایسا اعادہ ہے جس کے ساتھ کھلی حیات ثابت ہو جائے تو یہ اعادہ موت کے بعد قیامت سے پہلے نہیں ہوگا۔ ہم بھی اس بات کو مانتے ہیں۔ لیکن ایسا برزخی اعادہ کہ جس سے عذاب وثواب قبر متحقق ہو جائے ایسے اعادہ کی قرآن پاک میں نفی نہیں ہے۔ البتہ احادیث متواترہ میں اس کا اثبات ہے۔ لہذا حدیث قرآن کے خلاف نہ ہوئی۔ پس ہم نے قرآن کو بھی مانا اور حدیث مبارکہ کو بھی مانا اور انہوں (مماتیوں) نے روافض کی طرح قرآن وحدیث مبارکہ میں ٹکراؤ پیدا کرنے کی کوشش کی۔

اعتراض

قرآن پاک میں آیا ہے انک میت وانھم میتون. اور آپ حیات کے قائل ہیں۔

جواب

ہم موت کے بعد حیات کے قائل ہیں، جیسے اب جو ہماری حیات ہے اس سے پہلی حالت کو اللہ نے موت کہا ہے۔ اب اگر کوئی شخص کنتم امواتا پڑھے اور کہے تم مردے ہو تو ہم

اپنی موت ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں گے ہم یہی کہیں گے کہ یہ بے موقعہ پڑھ رہا ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی موت کے بعد ان کی حیات پر اجماع ہے، لہذا انبیاء علیہم السلام کو جو اس وقت حیات حاصل ہے اس پر انک میت وانھم میتون پڑھنا یحرفون الکلم عن مواضعہ ہے میں تو یہ کہا کرتا ہوں کہ نبی علیہ السلام کا وقوع موت قرآن میں نہیں ہے، وقوع موت حدیث مرفوع میں نہیں ہے۔ وقوع موت اگر ثابت ہے تو وہ خطبہ ابو بکر صدیقؓ سے ثابت ہے اور اجماع صحابہؓ سے ثابت ہے۔ اب اگر ہم اس کے مقابلہ میں نبی علیہ السلام کی حیات پر صرف اجماع ہی پیش کریں تو پھر بھی ہماری دلیل برابر کی ہوگی۔ لیکن ہم نے قرآن بھی پیش کیا، اور احادیث بھی پیش کر چکے ہیں اور کچھ آئندہ پیش کریں گے اور یہ احادیث درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں اس لئے علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ حیات انبیاء علیہم السلام کی احادیث تواتر تک، پہنچی ہوئی ہیں۔ حیات انبیاء علیہم السلام پر اجماع بھی منعقد ہے۔

ہمارا مطالبہ

ہمارا ان سے مطالبہ اتنا ہے کہ آپ بھی کسی مسلمہ کتاب کے حوالہ سے اپنا عقیدہ لکھیں۔ چنانچہ جنڈانوالہ میں جب مناظرہ ہونا تھا تو پہلے شرائط طے ہونے لگیں۔ حضرتؒ نے اپنا عقیدہ بیس سے زائد کتابوں کے حوالے سے لکھا۔ اور وہ عنایت اللہ کے نام کھلی چٹھی کے نام سے گوجرانوالہ میں چھپ بھی گیا ہے ان سے ہمارا مطالبہ یہ تھا کہ آپ بھی کسی کتاب کے حوالہ سے اپنا موضوع لکھیں۔ اب ہم کتاب کی شرط کیوں لگاتے ہیں؟ تو اس کی وجہ یہ ہے ک جتنے نئے فتنے پیدا ہو رہے ہیں ان کی اپنی عقائد کی کوئی مسلمہ کتاب نہیں ہوتی۔ اور نہ اعمال کی کوئی کتاب ہوتی ہے۔

مماتیوں کی ذہنیت

ان لوگوں نے لوگوں کے ذہن میں یہ بات بٹھائی ہوتی ہے کہ دلیل صریح الدلالت آیت مبارکہ ہو تو مانی ہے ورنہ نہیں۔

حضرتؒ نے واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ ان کے ایک مولوی صاحب تعلیم الاسلام پڑھا رہے تھے ان سے میری حیات النبی ﷺ کے موضوع پر بات چل پڑی اس نے کہا عقائد میں قطعی آیت کے سوا کوئی بات حجت نہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا کیا آپ کی یہ بات کہ قطعی ہونا ضروری ہے یہ تو درست ہے، لیکن آیت کی قید لگانا درست نہیں۔ اس لئے کہ متواتر احادیث بھی قطعی ہوتی ہیں۔ عقائد میں اجماع بھی قطعی ہوتا ہے میں نے کہا کہ آپ یہ جو تعلیم الاسلام پڑھا رہے ہیں یہ تنخواہ کے لئے پڑھا رہے ہیں یا اس کو مانتے بھی ہیں۔ اس نے کہا بالکل مانتے ہیں۔ میں نے کہا اس میں جو عقیدے لکھے ہیں کہ حضور ﷺ کے والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ تھا۔ یہ قرآن پاک کی کون سی نص قطعی صریح آیت میں لکھا ہوا ہے؟ آپ ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی یہ بھی ذرا قرآن سے نکال کر دکھاؤ۔ آپ ﷺ کا وصال ہوا آپ کا روضہ مبارک مدینہ منورہ میں ہے نکالو ذرا قرآن سے کہ یہ عقائد کہاں ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ دلیل کا قطعی ہونا صرف قرآن پاک آیت میں بند نہیں، بلکہ متواتر احادیث اور اجماع بھی قطعی ہوتا ہے۔

ایک اور دھوکہ

حضرتؒ نے فرمایا کہ دھوکہ ان لوگوں کا یہ بھی ہوتا ہے کہ قائلین حیات النبی ﷺ مدعی ہیں اور ہم منکر ہیں۔ اور دلیل مدعی کے ذمے ہوتی ہے نہ کہ نافی کے ذمے۔ جب اس نے یہ شور مچایا تو میں نے اس کے جواب میں لکھا کہ نفی دو قسم کی ہوتی ہے ایک جو عدم علم پر ہو، اور دوسری جس کا تعلق علم کے ساتھ ہو۔ نفی کی جو دوسری قسم ہے وہ بھی دعویٰ ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت نے نور الانوار کی عبارت اسے لکھ کر بھیجی۔ عبارت کو دیکھ کر اس کو چھٹی کا دودھ یاد آ گیا کیونکہ میں نے اس کو یہ بھی کہہ دیا تھا کہ ایک بار پھر مدرسہ میں داخل ہو کر نور الانوار پڑھ۔ اب وہ بھاگا محمد حسین نیلوی کے پاس گیا اس نے کہا بات تو ٹھیک ہے کہ جب تو قرآن کے نام سے عقیدہ پیش کرتا ہے تو پھر تجھے ضرور قرآن دکھانا پڑے گا۔

چنانچہ جنڈانوالہ میں ہم نے پانچ آدمی بھیجے ایک پروفیسر تھا ایک وکیل تھا اور دو ٹیچر تھے،

ایک مولوی صاحب تھے۔ چنانچہ میں نے یہ لکھ کر انہیں دے دیا کہ خدا کی کوئی بیوی نہیں، خدا کا کوئی بیٹا نہیں، خدا کا کوئی شریک نہیں، یہ سارے نفی والے عقیدے ہیں لیکن ان پر دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح تم بھی اس بات پر کہ ارواح مقدسہ کا اجساد مطہرہ کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں قرآن پاک کی کوئی صریح آیت مبارکہ دکھا دو۔ چنانچہ یہ پانچوں حضرات ان کے پاس چلے گئے جب انہوں نے یہ سوالات دیکھے تو ان کو کہنے لگے کہ واپس چلے چلو۔ انہوں نے کہا کہ ہم قرآن ساتھ لے کر آئے ہیں کیونکہ احمد سعید نے تقریر میں کہا تھا کہ "یہ کتابڑیاں چکی اندا اے، کتابڑیاں۔ میرے کول اللہ دی کتاب اے، اے ہک دھک مریسی تے سب اتھے ونج پوسن"۔ یعنی یہ چھوٹی چھوٹی کتابیں اٹھا کر آیا ہے اور میرے پاس اللہ کی کتاب ہے، جو ایک دھکہ دے گی یہ سب وہاں جا پڑیں گی۔ اس لئے ہم اللہ کا قرآن لے آئے ہیں چلو ہمیں اللہ کا قرآن منوا لو۔ لیکن انہوں نے ان پانچوں کو قرآن دکھائے بغیر مایوس لوٹا دیا۔ اور یہ بزبان حال یوں کہتے چلے آرہے تھے۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرہ خون بھی نہ نکلا

ان کو واپس کر کے احمد سعید نے تقریر شروع کی کہ مجھے اپنے ساتھیوں پر ناراضگی ہے کہ کوئی کتا اوکاڑہ سے آجاتا ہے، کوئی ملتان سے آجاتا ہے، کوئی لاہور سے آجاتا ہے کہتے ہیں قرآن سناؤ۔ کتوں کو قرآن نہیں سنایا جاتا بلکہ لاٹھی ماری جاتی ہے۔ بس وہ اسی انداز میں بولتا رہا۔ اس کی اپنی جماعت کے بہت سے لوگوں نے اس کے اس انداز کو پسند نہیں کیا۔ پھر میری تقریر کا اعلان ہوا تو سارے لوگ وہاں سے اٹھ کر ہماری مسجد میں آگئے کہ اگر احمد سعید نے دس گالیاں دی ہیں تو امین بیس دے گا۔ میں نے انداز نرم رکھا میں نے کہا کہ آج یہ تو پتہ چل گیا ہے کہ اس کے پاس قرآن نہیں ہے لاٹھی ہے۔ اس نے میرے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ میں نے اس کو معاف کر دیا ہے۔ لیکن میں اپنی طرف سے یہی کہوں گا کہ وہ اگر مجھے لاٹھی بھی مارے گا میں پھر بھی اسے قرآن

کی آیت سناؤں گا۔ اور وہ مجھے لاٹھیاں بھی مارے میں پھر بھی اللہ کے نبی کا فرمان سناؤں گا۔

حدیث نمبر ۵۔

حدثنا احمد بن حنبل و سریح بن یونس قالا نا هشیم قال اخبرنا داؤد بن ابی هند عن ابی العالیة عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ مر بواد الازرق فقال ای واد هذا فقالوا وادی الازرق فقال كانی انظر الی موسیٰ ها بطا من الثنية وله جوار الی الله بالتلبية ثم اتی علی ثنية هرشا فقال ای ثنية هذه قالوا ثنية هرشی قال كانی انظر الی یونس بن متی علی ناقة حمراء جعدة علیه جبة من صوف خطام ناقته خلبة وهو یلبی.

ترجمہ...... بیان کیا ہمیں احمد بن حنبل نے اور سریح بن یونس نے کہ بیان کیا ہمیں ھشیم نے انہوں نے فرمایا خبر دی ہمیں داؤد بن ابی ہند نے ابو العالیۃ سے انہوں نے حضرت ابن عباس سے کہ نبی اقدس ﷺ وادی ازرق سے گزرے تو فرمایا کہ یہ کونسی وادی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ وادی ازرق ہے فرمایا موسیٰ کو تو گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ گھاٹی سے اتر رہے ہیں اور ان کو اللہ کا قرب حاصل ہے تلبیہ کے ساتھ پھر آپ ثنیہ ھرشی پر پہنچے تو فرمایا یہ کونسی وادی ہے لوگوں نے عرض کیا یہ ثنیۃ ھرشی ہے فرمایا گویا میں یونس بن متی کو اونٹنی پر دیکھ رہا ہوں جو مضبوط جسم والے اور درمیانے بالوں والے ہیں نہ زیادہ گنجان نہ بالکل لانبے اور ان پر صرف صوف کا جبہ ہے ان کی اونٹنی کی نکیل ہلکی رسی کی ہے اور وہ تلبیہ پڑھ رہے ہیں۔

علامہ تقی الدین سبکیؒ نے اس حدیث کو جزء حیات انبیاء علیہم السلام میں ذکر کیا ہے جو دلیل

ہے اس بات کی کہ ان کے نزدیک بھی یہ حدیث حیات انبیاء علیہم السلام کے دلائل میں سے ہے۔

علامہ نووی اس حدیث پر لکھتے ہیں

فان قیل کیف یحجون و یلبون وھم اموات وھم فی الدار و لیست دار عمل

فاعلم ان للمشائخ و فیما ظھر لنا عن ھذا اجوبة احدھم انھم کالشھداء بل افضل منھم والشھداء احیاء عند ربھم فلا یبعد ان یحجوا و یصلوا کما ورد فی الحدیث.

ترجمہ..... پس اگر کہا جائے کیسے حج کرتے ہیں اور تلبیہ کہتے ہیں حالانکہ وہ مردہ ہیں اور وہ دار الآخرۃ میں ہیں اور وہ عمل کی جگہ نہیں ہے۔ تو جان لے بے شک مشائخ کے لئے اور ہمارے لئے اس کے کئی جواب ظاہر ہوئے ہیں انہیں میں سے ایک تو یہ ہے کہ وہ شہداء کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی افضل ہیں اور شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں پس نہیں بعید کہ وہ حج کریں یا نمازیں پڑھیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ (شرح نووی ص۹۴ ج۱) (ح ۲۳)

(ح ۲۳)۔ موطا امام محمد میں یہ روایت ان الفاظ سے مروی ہے

اخبرنا مالک اخبرنا یحیٰ بن سعید انه سمع سعید بن المسیب یحدثه عن انس انه قال قال رسول اللهﷺ کانی انظر الی موسیٰ علیه السلام یھبط من ثنية ھرشی ماشیا علیه ثوب اسود

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا گویا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ ثنیہ ھرشی سے اتر رہے ہیں پیدل اور اوپر سیاہ کپڑا ہے۔

حدیث نمبر ۶۔

حدثنا محمد بن یوسف نا سفیان عن عمرو بن یحی عن ابیہ عن ابی سعید عن النبی ﷺ قال الناس یصعقون یوم القیمۃ فاکون اول من یفیق فاذا انا بموسیٰ اخذ بقائمۃ من قوائم العرش فلا ادری افاق قبلی ام جوزی بصعقۃ الطور

ترجمہ...... بیان کیا ہمیں محمد بن یوسف نے کہ بیان کیا ہمیں سفیان نے عمرو بن یحیٰ سے وہ اپنے والد سے وہ ابوسعید سے وہ نبی اقدس ﷺ سے کہ آپ ﷺ نے فرمایا لوگ قیامت کے دن بیہوش ہوں گے پس سب سے پہلے جسے ہوش آئے گا وہ میں ہوں گا تو میں اچانک کیا دیکھوں گا موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑے کھڑے ہوں گے پس میں نہیں جانتا کہ وہ مجھ سے پہلے افاقہ میں آجائیں گے یا کوہ طور پر بیہوشی کا بدلہ دیئے جائیں گے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ ہیں اس لئے بیہوش زندہ ہوتا ہے نہ کہ مردہ۔ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ صعقہ سے پہلے انبیاء علیہم السلام ہوش میں ہوں گے۔ اور ہوش میں ہونا دلیل حیات ہے نہ کہ موت۔

اسی سے ملتی جلتی دوسری حدیث بخاری شریف میں ہے۔

ابوہریرہؓ فرماتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا

لا تخیرو نی علی موسیٰ فان الناس یصعقون فاکون اول من یفیق فاذا موسیٰ باطش بجانب العرش فلا ادری أکان فیمن صعق فافاق قبلی او کان ممن استثنیٰ اللہ عز و

جل.

(صحیح بخاری ج ۱ص ۳۸۴،ص ۴۲۵)

ترجمہ...... تم مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو، لوگ بے ہوش ہو جائیں گے اور میں پہلا ہوں گا کہ جسے بیہوشی سے افاقہ ہوگا تو میں کیا دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑے کھڑے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ بیہوش ہونے والوں میں سے تھے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے (یا بیہوش ہوئے ہی نہ تھے) ان میں تھے جنہیں اللہ عزوجل نے اس آزمائش سے مستثنیٰ رکھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں

ان الذین یصعقون ھم الاحیاء واما الموتیٰ فھم فی الاستثناء فی قولہ تعالیٰ الا من شاء اللہ ...... ولا یعارض ما ورد فی ھذا الحدیث ان موسیٰ ممن استثنی اللہ لان الانبیاء احیاء عند اللہ وان کانوا فی صورۃ الاموات بالنسبۃ الیٰ اھل الدنیا و قد ثبت ذلک للشھداء و لا شک ان الانبیاء اعلیٰ رتبۃ من الشھداء ورد الصریح بان الشھداء ممن استثنی اللہ.

(فتح الباری ج ۱۳ص ۱۹۶)

ترجمہ...... جو لوگ زندہ ہیں پہلے صعقہ میں مریں گے اور جو پہلے سے مرے ہیں وہ الا من شاء اللہ کے استثناء میں داخل ہیں...... اور یہ بات اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں موسیٰ ان میں شمار ہیں جو مستثنیٰ کئے گئے کیونکہ انبیاء علیہم السلام سب اللہ کے ہاں زندہ ہیں اگرچہ وہ اہل دنیا کی نسبت سے اموات کی صورت میں ہیں اور یہ مرتبہ شہداء کو حاصل ہے اور انبیاء علیہم السلام کو تو بلاشک شہداء سے کئی درجہ

اعلیٰ ہیں اور ان کے مستثنیٰ ہونے کی تصریح موجود ہے۔

محدث کبیر امام بیہقیؒ بھی جز حیات انبیاء میں حیات انبیاء علیہم السلام کے دلائل میں اس حدیث کو ذکر کرتے ہوئے استدلال کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں

وهذا انما يصح على ان الله جل ثنائه رد الى الانبياء عليهم السلام ارواحهم فهم احياء عند ربهم كالشهداء فاذا نفخ في النفخة الاولىٰ صعقوا ثم لا يكون ذالك موتاً في جميع معانيه الا في ذهاب الاستشعار فان كان موسىٰ عليه السلام ممن استثنى الله عز وجل بقوله الا من شاء الله فانه عز و جل لا يذهب باستشعاره في تلك الحالة و يحاسبه بصعقه يوم الطور ويقال ان الشهداء من جملة ما استثنىٰ الله عز و جل بقوله الا ما شاء الله.

ترجمہ......اور یہ صحیح ہے اس وجہ سے کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح کو اللہ تعالیٰ نے لوٹا دیا ہے اور وہ اپنے رب کے پاس شہداء کی طرح زندہ ہیں۔ پس جب پہلی دفعہ صور پھونکا جائے گا تو وہ بے ہوش ہو جائیں گے، یہ بے ہوشی جمیع معانی کے اعتبار سے موت نہیں ہوگی بلکہ صرف شعور چلا جائے گا۔ پس اگر موسیٰ علیہ السلام ان لوگوں میں سے ہیں جن کا اللہ جل شانہ نے استثناء کیا ہے اپنے قول **الا من شاء الله** کے ساتھ تو اللہ جل شانہ اس حالت میں بھی ان کا شعور ختم نہیں کریں گے۔ اور یہ بدلہ دیں گے ان کو طور کے دن بیہوشی کا۔ اور کہا گیا ہے کہ شہداء بھی انہی لوگوں میں سے ہیں جن کا اللہ جل شانہ نے استثنا کیا ہے اپنے قول **الا من شاء الله** کے ساتھ۔

(جزء حیات انبیاء ص ۲۰)

و مما يدل على حياتهم ما أخبرنا أبو عبدالله محمد بن عبدالله الحافظ أخبرني أبو محمد المزني ثنا علي بن محمد بن عيسى ثنا أبو اليمان أنبأ شعيب عن الزهري قال أخبرني أبو سلمة بن عبدالرحمن و سعيد بن المسيب أن أبا هريرة قال استب رجل من المسلمين و رجل من اليهود فقال المسلم والذي اصطفى محمداً على العالمين فأقسم بقسم فقال اليهودي والذي اصطفى موسى على العالمين فرفع المسلم عند ذلك يده فلطم اليهودي فذهب اليهودي الى النبي ﷺ فاخبره بالذي كان من أمره و أمر المسلم فقال النبي ﷺ "لا تخيروني على موسى فان الناس يصعقون فأكون أول من يفيق فاذا موسى باطش بجانب العرش فلا أدري أكان فيمن صعق فأفاق قبلي أو كان ممن استثنى الله عز وجل". رواه البخاري في الصحيح عن أبي اليمان و رواه المسلم عن عبدالله بن عبدالرحمن وغيره عن أبي اليمان و في الحديث الثابت عن الاعرج عن أبي هريرة عن النبي ﷺ أنه قال "لا تفضلوا بين أنبياء الله تعالىٰ فانه ينفخ في الصور ليصعق من في السموات ومن في الأرض الا من يشاء الله ثم نفخ فيه أخرى فأكون أول من بعث فاذا موسى آخذ بالعرش فلا أدري أحوسب بصعقة يوم الطور أم بعث قبلي و هذا انما يصح على أن الله جل

لنا ؤہ رد الی الأنبیاء علیھم السلام أرواحھم فھم أحیاء عند ربھم کالشھداء.

(جزء حیاۃ انبیاء للبیہقی ص ۲۱)

ترجمہ...... اور ان دلائل میں سے جو انبیاء علیہم السلام کی حیات پر دلالت کرتے ہیں وہ ہے کہ جس کی خبر دی ہمیں ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحافظ نے کہ خبر دی مجھے ابومحمد مزنی نے کہ بیان کیا ہم سے علی بن محمد بن عیسیٰ نے کہ بیان کیا ہم سے ابو الیمان نے کہ خبر دی شعیب نے زہری سے فرمایا خبر دی مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور سعید بن میتب نے کہ حضرت ابو ہریرۃؓ نے فرمایا کہ جھگڑ پڑے مسلمانوں میں سے ایک آدمی اور یہودیوں میں سے، پس کہا مسلمان نے قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد ﷺ کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہے پس میں قسم اٹھاتا ہوں یہودی نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہے پس مسلمان نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور یہودی کو تھپڑ رسید کر دیا پس یہودی نبی اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور آپ کو اس معاملہ کی خبر کر دی جو اس کے اور مسلمان کے درمیان ہوا پس نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو پس لوگ بیہوش ہوں گے، میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جو افاقہ پائے گا۔ پس جب مجھے ہوش آئے گا تو میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑے کھڑے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ بے ہوش ہونے والوں میں سے تھے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے یا بیہوش ہی نہ ہوئے تھے۔ ان میں تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس آزمائش سے مستثنیٰ رکھا۔ روایت کیا ہے اس کو بخاری نے صحیح میں ابوالیمان سے اور روایت کیا ہے اس کو مسلم نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن سے اور ان کے علاوہ نے ابوالیمان سے اور ثابت کی حدیث جو اعرج سے وہ ابو ہریرۃؓ سے وہ نبی اقدس ﷺ سے نقل کرتے ہیں

اس میں ہے کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا اللہ کے انبیاء علیہم السلام کے درمیان ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دو اس لئے کہ جب صور پھونکا جائے گا تو جو کچھ آسمانوں اور زمینوں کے اندر ہے سب بے ہوش ہو جائیں گے مگر وہ جس کو اللہ چاہے گا پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب سے پہلے میں اٹھوں گا تو میں کیا دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کو تھامے کھڑے ہوں گے پس میں نہیں جانتا کہ وہ صعقہ طور کا بدلہ دیئے گئے یا بیہوش ہوئے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے۔ اور یہ صحیح ہے کہ اس بنا پر انبیاء علیہم السلام کی ارواح کو اللہ تعالیٰ نے لوٹایا ہے پس وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں شہداء کی طرح۔

علامہ تقی الدین سبکیؒ بھی اپنے رسالہ جز حیات انبیاء علیہم السلام میں امام بیہقیؒ کے اس استدلال کو ذکر کر کے اس کی موافقت کرتے ہیں کہ یہ حیات انبیاء علیہم السلام کی دلیل ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

ثم قال ومما یدل علی حیاتهم ما اخبرنا ابو عبدالله الحافظ و ساق اسناده و ذکر حدیث، فاذا موسیٰ باطش بجانب العرش فلا ادری أکان فیمن صعق؟ فافاق قبلی او کان ممن استثنا الله عز و جل، رواه البخاری ومسلم، قال البیهقی و هذا انما یصح علی ان الله عز و جل رد علی الانبیاء صلوات الله علیهم ارواحهم فهم احیاء عند ربهم کالشهداء فاذا نفخ فی الصور النفخة الاولی صعقوا فیمن صعق ثم لا یکون ذلک موتا فی جمیع معانیه الا فی ذهاب الاستشعار فان کان موسیٰ علیه السلام ممن استثنا الله

بقوله (الا من شاء الله) فانه لا يذهب استشعاره في تلك الحالة فيحاسبه بصعقه يوم الطور و يقال ان الشهداء من جملة من استثنى الله عز وجل بقوله تعالىٰ (الا من شاء الله) و روينا في ذلك خبراً مرفوعا هذا جملة ما ذكره الحافظ ابو بكر البيهقي في كتاب حيات الانبياء في قبورهم لم تحذف عنه الا بعض الاسانيد اور بعض الذيادة في الاسماء و قد قدمنا في حديث من سنن ابن ماجة فيه فنبي الله حي يرزق.

ترجمہ......اور پھر فرمایا کہ ان دلائل میں سے جو انبیاء علیہم السلام کی حیات پر دلالت کرتے ہیں وہ حدیث ہے جو بیان کی ہے ہمیں ابو عبداللہ الحافظ نے اور (امام بیہقیؒ نے) اس کے سند ذکر کی ہے اور حدیث ذکر کی ہے کہ اچانک موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑے ہوئے ہوں گے پس میں نہیں جانتا کہ کیا موسیٰ علیہ السلام ان میں تھے جن پر بیہوشی طاری ہوئی اور مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے یا ان میں سے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے استثناء کیا۔ روایت کیا ہے اس کو بخاری مسلم نے۔ بیہقیؒ فرماتے ہیں یہ بات صحیح ہے اس پر کہ اللہ عزوجل انبیاء علیہم السلام کی ارواح کو لوٹا دیتا ہے پس وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں شہداء کی طرح۔ جب صور پھونکا جائے گا نفخہ اولیٰ بے ہوش ہو جائیں گے جنہوں نے بے ہوش ہونا ہوگا اور یہ تمام معنوں میں موت نہیں ہوگی مگر یہ کہ شعور چلا جائے گا۔ اگر تو موسیٰ ان لوگوں میں داخل ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے قول الا من شاء الله سے استثناء کیا ہے ان کا شعور اس حالت میں بھی نہیں جائے گا پس وہ ان کے لئے بدلہ ہو جائے گا ان کے طور پر بے ہوش ہونے کے بدلہ میں اور کہا گیا ہے کہ شہداء بھی ان میں سے ہیں کہ جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے قول الا من شاء

اللہ سے استثناء کیا ہے اور ہم نے اس بارے میں خبر مرفوع روایت کردی ہے یہ تمام وہ ہے جس کا حافظ ابوبکر بیہقی نے اپنی کتاب حیات الانبیاء فی قبورھم میں ذکر کیا ہے اور ہم نے نہیں حذف کیا اس سے مگر بعض اسانید اور بعض زیادتی جو اسماء میں تھی اور تحقیق ہم نے مقدم کیا سنن ابن ماجہ کی حدیث میں جس میں ہے فنبی اللہ حی یرزق پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور رزق دیا جاتا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ بھی اپنے رسالہ جز حیات انبیاء میں امام بیہقی کے اس استدلال کا ذکر کر کے اس کو موافقت کرتے ہیں کہ یہ حدیث حیات انبیاء علیہم السلام کی دلیل ہے۔ علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں

و اخرج حدیث ان الناس یصعقون فاکون اول من یفیق وقال ھذا یدل ایضا علی ان اللہ رد علی الانبیاء ارواحھم وھم احیاء عند ربھم کالشھداء فاذا نفخ فی الصور النفخۃ الاولیٰ صعقوا فی من صعقوا ثم لا یکون ذالک موتا فی جمیع معانیہ الا فی ذھاب الاستشعار.

ترجمہ۔ اور نقل کی ہے (امام بیہقی نے حدیث) بے شک لوگ بے ہوش ہو جائیں گے اور میں اول شخص ہوں گا جو ہوش میں آؤں گا اور فرمایا (بیہقی نے) یہ بھی دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام پر ان کی ارواح کو لوٹا دیتے ہیں۔ پس وہ اللہ کے ہاں زندہ ہیں شہداء کی مثل۔ پس جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو بے ہوش ہو جائیں گے اس میں جنہوں نے بے ہوش ہونا ہوگا پھر یہ بے ہوش ہونا جمیع معانی کے اعتبار سے موت نہیں ہے بلکہ صرف شعور کا چلے جانا ہے۔

(الحاوی للفتاویٰ ص۱۴۰ ج۲)

حدیث نمبر ۸۔

حدثنا محمد بن عوف نا المقری نا حیوۃ عن ابی صخر حمید بن زیاد عن یزید بن عبداللہ بن قسیط عن ابی هریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال ما من احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیه السلام.

(ابوداؤد ص ۲۸۶)

ترجمہ...... بیان کیا ہمیں محمد بن عوف نے کہ بیان کیا ہمیں مقری نے کہ بیان کیا ہمیں حیوۃ نے ابو صخر حمید بن زیاد سے انہوں نے یزید بن عبداللہ بن قسیط سے وہ ابو ہریرہؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی شخص ایسا نہیں کہ مجھ پر سلام بھیجے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیں گے یہاں تک کہ میں اس کا جواب دوں۔

اب یہاں نبی اقدس ﷺ فرما رہے ہیں کہ جو بھی مجھ پر سلام بھیجے گا میں جواب دوں گا۔ آپ ﷺ صرف روح کا نام تو نہیں تھے بلکہ جسد اور روح دونوں کا مجموعہ تھے۔ معلوم ہوا کہ اس جسد اطہر پر سلام پیش ہوتا ہے اور یہی جسد اطہر جواب ارشاد فرماتا ہے جو کہ حیات طیبہ کی دلیل ہے اور چونکہ ہر وقت درود پیش ہوتا ہے معلوم ہوا کہ ہر وقت حیات حاصل ہے۔ سلام سے مراد سلام عندالقبر ہے۔ امام موفق الدین ابن قدامہ حنبلی م ۶۲۰ھ نے **یسلم علی** کے بعد **عند قبری** کے الفاظ بھی نقل فرمائے ہیں۔

(مغنی ص ۵۸۸ ج ۳)

علامہ ابن عبدالهادی حنبلی نے بھی الصارم المنکی میں ابن قدامہ سے یہی نقل کیا ہے۔

محدث سہارنپور مولانا خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں

و ظاهر عقد الباب یدل ان المراد بالسلام علیه

السلام عند القبر وقت حضور للزيارة

ترجمہ......ظاہر باب اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مراد آپ ﷺ پر سلام سے قبر کے پاس سلام ہے زیارت کے لئے حاضری کے وقت۔

(بذل المجہود ج۳ ص ۲۰۷)

روح سے مراد آپ ﷺ کو متوجہ کرنا ہے کیونکہ روح مبارکہ تجلیات باری تعالٰی کے مشاہدہ میں مستغرق رہتی ہے، جب کہ درود پڑھتا ہے تو متوجہ کی جاتی ہے۔ چنانچہ

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ لکھتے ہیں

اکثر شارحین نے ردِ روح کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قبر مبارک میں آپ ﷺ کی روح پاک کی تمام تر توجہ دوسرے عالم کی طرف اور اللہ تعالٰی کی جمالی اور جلالی تجلیات کے مشاہدہ میں مصروف رہتی ہے...... پھر جب کوئی امتی سلام کرتا ہے اور وہ فرشتہ کے ذریعہ یا براہ راست آپ ﷺ تک پہنچتا ہے تو اللہ تعالٰی کے اذن سے آپ ﷺ کی روح (ایک جہت سے) اس طرف بھی متوجہ ہوتی ہے اور آپ ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ بس اس روحانی توجہ والتفات کو ردِ روح سے تعبیر فرمایا گیا۔

(معارف الحدیث ج ۵ ص ۳۷۶)

آٹھویں صدی کے مشہور محدث حافظ ابن الملقن ۸۰۴ھ فرماتے ہیں

المراد برد الروح النطق لانه ﷺ حي في قبره و روحه لا تفارقه لما صح ان الانبياء احياء في قبورهم.

(نقله الشوكاني في شرح حصن حصين ص ۲۸)

علامہ سیوطیؒ نے اس حدیث کو الخصائص الکبریٰ میں مسئلہ حیات کے اثبات میں نقل فرمایا ہے۔

حافظ ابن حجر کے شاگرد محدث سخاویؒ (۹۰۲ھ) علامہ تقی الدین السبکی سے ردِ روح کا

معنی نقل کرتے ہیں

یحتمل ان یکون رد معنویاً وان تکون روحه الشریفة مشتغلة بشهود الحضرة الالٰهیة والملاء الاعلیٰ عن هذا العالم فاذا سلم علیه اقبلت روحه الشریفة علیٰ هذا العالم لیدرک سلام من یسلم علیه و یرد علیه.

(القول البدیع ص ۱۶۷)

ترجمہ...... یہاں رد روح سے مراد روح کا حسا لوٹنا نہیں معنوی طور پر لوٹنا ہے وہ اس طرح کہ آپ ﷺ کی روح شریفہ اس عالم سے ہٹ کر دربار الٰہی اور ملاء اعلیٰ کے شہود میں مشتغل رہے، پھر جب کوئی شخص اپ ﷺ پر سلام کہے تو آپ ﷺ کی روح شریفہ اس عالم پر ظہور کرے تا کہ سلام کرنے والے کے سلام کا ادراک کرے اور اسے جواب بھی دے۔

حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری (۱۳۴۶ھ) لکھتے ہیں

قال القاضی لعل معناه الیٰ روحه المقدسة فی شان ما فی حضرة الالٰهیة فاذا بلغه سلام احد من الامة رد الله تعالیٰ روحه المطهرة من تلک الحالة الیٰ رد من سلم علیه.

(بذل المجہود ج ۳ ص ۲۰)

ترجمہ...... قاضی عیاض کہتے ہیں کہ یہ معنی ہوسکتا ہے کہ آپ کی روح اقدس اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو اور جب کبھی آپ کو امت میں سے کسی کا سلام پہنچے تو اللہ تعالیٰ آپ کی روح اطہر کو اس حالت سے اس کی طرف لوٹا دیتے ہیں جس نے آپ پر سلام عرض کیا۔

علامہ عزیزیؒ جامع صغیر میں لکھتے ہیں

الا رد اللہ علی روحی ای رد علی نطقی لانہ حی دائماً و روحہ لا تفارقہ.

(السراج المنیر ج۳ص۲۷۸)

ترجمہ......مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح لوٹا دیتا ہے یعنی میرا نطق اور تکلم مجھے دیا جاتا ہے۔ (یہ تشریح اس لئے ضروری ہے) کہ آپ زندہ ہیں اور آپ کی روح مقدسہ آپ ﷺ سے جدا نہیں ہوتی۔

رئیس المحدثین حضرت مولانا سید انور شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں

رواہ ابوداؤد فی رد روحہ حین یسلم علیہ لیس معناہ انہ یرد روحہ ای انہ یحی فی قبرہ بل توجہ من ذلک الی ھذا الجانب فھو حی فی کلتا الحالتین.

(فیض الباری ج۲ص۶۵)

ترجمہ......ابوداؤد کی روایت میں سلام کے وقت آپ ﷺ کی روح لوٹنے کا جو ذکر ہے اس کا یہ معنی نہیں کہ آپ ﷺ کی روح اس طرح لوٹائی جاتی ہے کہ آپ ﷺ کو آپ کی قبر میں زندہ کیا جائے بلکہ اس سے مراد آپ کو اس طرف متوجہ کرنا ہے زندہ تو آپ دونوں حالتوں میں ہیں۔ (اب درود شریف پیش ہونے کے وقت بھی اور اس سے پہلے بھی)

حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں

و ارواح الکل اذا فارقت اجسادھا صارت کالموج المکفوف لا یھزھا ارادۃ متجددۃ و داعیۃ سانحۃ ولکن النفوس التی ھی دونھا تلتصق بالھمۃ فتجلب منھا نورا و

هيئة مناسبة للارواح وهی المكنى عنه بقوله عليه السلام ما من احد يسلم على الا رد الله على روحی حتى ارد عليه السلام وقد شاهدت ذلک ملا احصى فی مجاورتی المدينة سنة الف و ماة و اربع و اربعون.

(حجۃ اللہ البالغۃ ج ۲ ص ۷۱ مصر، ص ۶۴۹ مترجم)

ترجمہ......اور کاملین کی ارواح جب اپنے اجساد سے جدا ہوتی ہیں تو وہ ایک رکی ہوئی موج کی صورت میں ہو جاتی ہیں، اب نہیں کوئی نیا ارادہ اور پیش آنے والا داعیہ حرکت نہیں دے سکتا، ہاں وہ نفوس جو درجہ میں ان سے کم ہوتے ہیں وہ (اپنی روح کی) ہمت سے ان سے جا چمٹتے ہیں اور ان سے نور اور ہیئت جو اپنی ارواح کے مناسب ہو جلب کرتے ہیں (اپنی طرف کھینچتے ہیں) حضور ﷺ کے اس ارشاد میں کہ جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے (متوجہ کر دیتا ہے) حتی کہ میں اس پر سلام لوٹاتا ہوں اسی طرف اشارہ ہے اور میں نے ۱۱۴۴ھ میں جب میں مدینہ کی مجاورت میں تھا میں نے اس سلام و جواب کا اتنی دفعہ مشاہدہ کیا کہ میں شمار نہیں کر سکتا۔

امام ابو بکر احمد بن حسین البیہقی ۴۵۸ھ اپنے رسالہ حیات انبیاء میں اس حدیث کو بھی حیات النبی کی دلیل قرار دے رہے ہیں۔ چنانچہ اپنی سند سے اس حدیث کو نقل کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو محمد عبدالله بن يحیٰ بن عبدالجبار السكری ببغداد لنا اسماعيل بن محمد الصفار لنا عباس بن عبدالله الترقفی لنا ابو عبدالرحمن المقری لنا حيوه بن شريح عن ابی صخر عن يزيد بن عبدالله بن قسيط عن ابی

ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال مامن احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام

ترجمہ...... بعد سند کے۔ ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا نہیں ہے کوئی جو مجھ پر سلام بھیجتا مگر اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف لوٹا دیتے ہیں حتی کہ میں سلام کا جواب دیتا ہوں۔

(جزء حیات انبیاء ص ۱۶)

امام تقی الدین سبکی م ۸۵۶ھ بھی امام بیہقی کی تائید میں فرماتے ہیں۔

محقق مطلق علامہ جلال الدین سیوطی م ۹۱۱ھ بھی اپنے رسالہ انباء الاذکیاء فی حیات الانبیاء میں حدیث کو بطور دلیل کے ذکر کرتے ہیں۔ (ح ۲۴)

(ح ۲۴)۔ صاحب تسکین الصدور محدث اعظم حضرت مولانا سرفراز خان صفدر دامت برکاتھم العالیہ نے چودہ محدثین سے اس کی تصحیح نقل کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔ امام سبکیؒ فرماتے ہیں کہ امام احمدؒ اور امام ابوداؤدؒ نے اس روایت پر اعتماد کیا ہے۔ (شفاء السقام ص ۱۰۵) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ **رواتہ ثقات** (فتح الباری پ ۳ ص ۲۷۹) کہ اس کے راوی ثقہ ہیں اور علامہ عزیزیؒ لکھتے ہیں **اسنادہ حسن** (السراج المنیر ج ۳ ص ۲۷۹) کہ اس کی سند حسن ہے، حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں **صححہ النووی فی الاذکار** (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۱۴) کہ امام نوویؒ اس حدیث کی اپنی کتاب الاذکار میں تصحیح کرتے ہیں اور امام نوویؒ کتاب الاذکار ص ۱۰۶ طبع مصر میں لکھتے ہیں **باالاسناد الصحیح** ...... الخ کہ یہ حدیث صحیح اسناد سے مروی ہے۔

حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں

واتفق الائمۃ علی انہ یسلم عند زیارتہ و علی صاحبیہ لما فی السنن عن ابی ھریرۃؓ عن النبی ﷺ انہ قال ما من رجل یسلم علی الا رد اللہ تعالیٰ علی روحی حتی ارد علیہ السلام وھو

حدیث نمبر۹۔

قال ابو الشیخ فی کتاب الصلوٰۃ حدثنا عبدالرحمن

حدیث جید. (فتاویٰ ج۴ ص ۳۶۱)

ترجمہ......حضرات آئمہ کرام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی (قبور کی) زیارت کے وقت سلام کہنا چاہئے کیونکہ سنن (ابوداؤد) میں حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر کوئی شخص بھی سلام نہیں کہتا مگر اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح (متوجہ) لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

اور علامہ زرقانیؒ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں باسناد صحیح۔ (زرقانی شرح المواہب ج۸ ص ۳۰۸)

علامہ ابن حجر الہیتمی المکی لکھتے ہیں۔

وقد اخراج ابوداؤد بسند صحیح. مامن احدیسلم علی الاردالله علی روحی حتی اردعلیه السلام فتامل هذه الفضیلة العظیمة وهی رده علی المسلم علیه اذهوحی فی قبره کسائر الانبیاء لماورد مرفوعا الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون ومعنی ردروحه الشریفة رده القوة النطقیة فی ذالک الحین للردعلیه. (حاشیہ العلامہ ابن حجر الہیتمی علی شرح الایضاح فی مناسک الحج للامام النووی ص ۴۸۱)

اور نواب صدیق حسن خان صاحبؒ لکھتے ہیں

قال النووی فی الاذکار اسناده صحیح و قال ابن حجر رواته ثقات. (دلیل الطالب ص ۸۴۳)

ترجمہ......امام نوویؒ کتاب الاذکار میں لکھتے ہیں کہ اس کی اسناد صحیح ہے اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

علامہ سمہودی فرماتے ہیں۔

بن احمد الاعرج حدثنا الحسین بن الصباح حدثنا ابو معاویۃ حدثنا الاعمش عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی من بعید اعلمتہ ----وفی روایۃ من صلی علی نائیاً ابلغتہ. (رواہ ابو الشیخ الاصبھانی وابن حبان بسند جید مرقات ج ۲ ص ۳۴۷ طبع قدیم ج ۲ ص ۱۰)

روی ابو داؤد بسند صحیح. (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۰۳)

ترجمہ......کہ امام ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔

مولانا سید انور شاہ صاحبؒ اور علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ رواتہ ثقات (عقیدۃ الاسلام ص ۵۲، فتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰) امام سخاویؒ فرماتے ہیں کہ

رواہ احمد و ابو داؤد والطبرانی و البیھقی باسناد حسن بل صححہ النووی فی کتاب الاذکار وغیرہ وفیہ نظر وقال شیخنا رواتہ ثقات. (القول البدیع ص ۱۱۷)

ترجمہ......اس حدیث کو امام احمدؒ، ابوداؤدؒ، طبرانیؒ اور بیہقیؒ نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے بلکہ امام نوویؒ نے کتاب الاذکار وغیرہ میں اس کی تصحیح کی ہے اور اس میں کلام ہے اور ہمارے استاذ (حافظ ابن حجرؒ) فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے جملہ راوی ثقہ ہیں۔

علامہ محمد بن محمد الخانجی البوسنویؒ فرماتے ہیں

قال النووی فی الاذکار و ریاض الصالحین اسنادہ صحیح و صححہ ایضاً ابن القیم. (ھامش حیات الانبیاء للبیھقیؒ ص ۶ قلمی)

ترجمہ......امام نوویؒ نے کتاب الاذکار اور ریاض الصالحین ص ۴۹۲ طبع مصر میں فرمایا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور حافظ ابن القیمؒ نے بھی اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔

ترجمہ...... حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو پڑھے درود میری قبر کے پاس اسے میں خود سنوں گا اور جس نے دور سے پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جائے گا۔

حافظ شمس الدین سخاویؒ لکھتے ہیں

من صلی علی عند قبری سمعته و من صلی علی من بعید اعلمته رواه ابو الشیخ...... و سنده جید.

(القول البدیع ص ۶۰)

ترجمہ...... حضور ﷺ نے فرمایا ہے جو میری قبر پر آ کر مجھ پر درود پڑھے میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھا مجھے پہنچایا جاتا ہے۔ اسے ابوالشیخ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند جید ہے، عمدہ ہے۔

علامہ ابن حجر مکیؒ کی شہادت

اذا صلی و سلم عند قبره سمعه سماعاً حقیقیاً و یرد علیه من غیر واسطة وان صلی و سلم من بعید لا یسمعه الا لواسطة، یدل علیه احادیث کثیره. (شرح همزیه)

ترجمہ...... جب کسی نے درود سلام آپ ﷺ کی قبر کے پاس پڑھا تو آپ اسے حقیقی طور پر سنتے ہیں اور سلام کا جواب براہ راست دیتے ہیں اور اگر درود سلام دور سے پڑھا تو آپ اسے نہیں سنتے مگر (فرشتوں) کے واسطہ سے۔ اس پر بہت سی احادیث دلالت کرتی ہیں۔

اور الجواہر المنظم میں لکھتے ہیں

انه صلی الله علیه وسلم یبلغه الصلوة والسلام اذا صدر من بعید و یسمعها اذا کان عند قبره الشریف بلا

واسطة. (الجوهر المنظم ص ۲۳)

ترجمہ...... بے شک حضور ﷺ کو درود وسلام پہنچایا جاتا ہے جب وہ دور سے آئے اور آپ اسے خود بلا واسطہ سنتے ہیں جب پڑھنے والا آپ ﷺ کی قبر شریف کے پاس ہو۔

سلطان المحدثین ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں

۱. رواه ابو الشيخ و ابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جيد. (مرقات ج۲ ص ۱۰)

ترجمہ...... اس حدیث کو ابوالشیخ اور ابن حبان نے ثواب الاعمال میں سند جید سے روایت کیا ہے۔

۲. من صلى على عند قبری سمعته ای سماعاً حقيقياً بلا واسطة. (شرح الشفاء ج۳ ص ۵۰۰)

ترجمہ...... جو مجھ پر میری قبر کے پاس آ کر درود پڑھتا ہے میں اسے حقیقی طور پر سنتا ہوں بلا واسطہ۔

۳. انه قد ثبت من صلى على نائياً بلغه ومن صلى عليه عند قبره سمعه. (مرقات ج۲ ص ۵۲۵)

ترجمہ...... یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جو شخص آپ ﷺ پر درود دور سے پڑھے وہ آپ کو پہنچایا جاتا ہے اور جس نے آپ ﷺ کی قبر مبارک کے پاس درود پڑھا اسے آپ خود سنتے ہیں۔

علامہ شہاب الدین الخفاجیؒ (۸۹۹ھ) فرماتے ہیں

و بما تقرر فی هذه الاحادیث علم انه ﷺ تبلغه

الصلوٰۃ والسلام اذا صدر من بعید و یسمعها اذا کان عنده قبره الشریف بلا واسطة.

لانه صلی الله علیه وسلم حی فی قبره یسمع دعاء زائره. (نسیم الریاض ص ۵۰۳ جلد ۳)

ترجمہ...... اوران احادیث میں جو بات قرار پائی اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کو درود پہنچایا جاتا ہے جب وہ دور سے آئے اور آپ اسے خود بلا واسطہ سنتے ہیں جب آپ ﷺ کی قبر شریف کے پاس پڑھا جائے، یہ اس لئے کہ آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور زیارت کے لئے آنے والے کی آواز سنتے ہیں۔

علامہ عبدالرؤف المناویؒ (۱۰۰۳ھ) فرماتے ہیں

من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائیا ای بعیداً (ابلغته) ای اخبرت به من احد من الملئکة و ذلک لان لروحه تعلقاً بمقر بدنه الشریف و حرام علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء.

(فیض القدیر ص ۱۷۰ ج ۱)

ترجمہ...... جو مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے اسے میں سنتا ہوں اور جس نے دور سے پڑھا وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے فرشتوں میں سے کوئی مجھے اس کی اطلاع دیتا ہے اور یہ اس لئے کہ آپ ﷺ کی روح اقدس کا آپ ﷺ کے مقر بدن (قبر مبارک) سے ایک تعلق ہے اور زمین پر حرام ہے کہ وہ اجساد انبیاء علیہم السلام کو کھائے۔

اعتراض

اس حدیث کی سند میں سدی ہے جو کہ ضعیف ہے۔

جواب

اس سند میں جو ہم ابوالشیخ کے حوالہ سے نقل کی ہے اس میں سدی نہیں ہے، جز حیات انبیاء بیہقی کی سند میں ابوعبدالرحمٰن راوی ہے جس کے متعلق امام بیہقیؒ فرماتے ہیں

هذا هو محمد بن مروان فيما ارى

کہ میری رائے میں ہے کہ یہ محمد بن مروان سدی ہے وفیہ نظر اور اس میں نظر ہے۔ اور اب یہ لوگ اسی گمان کو لے کر شور کر رہے ہیں۔ حالانکہ قرآن میں آتا ہے

ان الظن لا يغني من الحق شيئا.

جبکہ خود امام بیہقیؒ نے آگے فرمادیا ہے وقد مضى ما يؤكده کہ اس کی تائید ان روایتوں سے بھی ہوتی ہے جو گزر چکی ہیں اور امام اسے جزء حیات انبیاء میں نقل فرمارہے ہیں۔ اور دوسرے شواہد سے اسے مؤکد کر رہے ہیں معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک یہ دلیل بننے کے قابل ہے موکدات کی وجہ سے۔ تو ان لوگوں نے خیانت کی کہ ایک تو ظن کو یقین بنالیا، دوسرا اگلی عبارت چھوڑ دی اور خیانت کے مرتکب ہوئے جو کہ منافق کی نشانی ہے۔ پھر یہ کہ ہم نے جو ابوالشیخ والی روایت پیش کی ہے اس میں سدی نہیں ہے اور بیہقیؒ کی جو روایت شعب الایمان میں ہے اس کی سند میں بھی سدی نہیں ہے امام اہل سنت محدث اعظم حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر مازالت شمسه بازغة علينا. نے تسکین الصدور میں نقل کی ہے اس میں بھی نہیں ہے۔ پھر یہ کہ اس حدیث کو تلقی بالقبول حاصل ہے۔

قاضی شوکانیؒ لکھتے ہیں

لم حكم ابن عبدالبر مع ذلك بصحته لتلقى

العلماء له القبول فرده من حيث الاسناد و قبله من حيث المعنى.

(نیل الاوطار ص۲۴ ج۱)

ترجمہ...... پھر ابن عبدالبر نے باوجود اس کے اس کی صحت کا حکم لگایا ہے بوجہ علماء کے اس کو قبول کرنے کے پس رد کر دیا ہے اس نے اس کو سند کے اعتبار سے اور معنی کے اعتبار سے قبول کر لیا ہے۔

جب امت نے اس کو قبول کر لیا ہے تو سند کی بحث کی ضرورت ہی نہ رہی۔ کیونکہ نورالانوار کے اندر لکھا ہے کہ جب اخبار احاد کو تلقی بالقبول حاصل ہو جائے تو وہ منزل مشہور کے ہو جاتی ہیں۔ ص۱۸۲۔

اور تدریب الراوی کے اندر علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں۔

المقبول ما تلقته الامة بالقبول وان لم يكن اسناده صحيح.

اس پر مفصل بحث حدیث الانبیاء احیاء کے تحت حاشیہ میں دیکھ لیں۔

مثال نمبر۱

حدیث ہے کہ اگر گندگی گرنے سے پانی کا رنگ یا بو یا ذائقہ بدل جائے تو پانی ناپاک ہے۔ یہ روایت سند کے اعتبار سے بالکل ضعیف ہے، لیکن پوری امت اس کو مانتی ہے۔

حدیث لا وصية لوارث سند کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے۔ لیکن تلقی بالقبول کی وجہ سے اتنی متواتر ہے کہ قرآن پاک کی آیت میں اس کی وجہ سے تخصیص کر لی گئی ہے، اسی طرح اس حدیث کو بھی تلقی بالقبول حاصل ہے۔

حدیث نمبر ۱۰۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا

والذی نفسی بیدہ لینزلن عیسی ابن مریم ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمد لا جیبنہ.

ترجمہ...... قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے عیسیٰؑ بن مریم نازل ہوں گے پھر وہ اگر میری قبر پر آئیں اور مجھے مخاطب کریں تو میں جواب بھی دوں گا۔

(مسند ابی یعلی ص ۱۰۱ ج ۶)

علامہ محمود آلوسیؒ بھی اسے حافظ ابو یعلی سے انہی الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔

انہ علیہ السلام یاخذ الاحکام من نبینا ﷺ شفاھاً بعد نزولہ وھو صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ الشریف و اید بحدیث ابی یعلیٰ والذی نفسی بیدہ لینزلن عیسیٰ بن مریم ثم لئن قام علی قبری و قال یا محمد لاجیبنہ.

(روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۵)

ترجمہ...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول ہمارے نبی کریم ﷺ کے سامنے ہوکر ان سے مواخذہ کریں گے اور آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں ہیں اور اس کی تائید محدث ابی یعلیٰ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے عیسیٰ بن مریم ضرور نازل ہوں گے، پھر آپ میری قبر پر آئیں گے اور (سلام کہیں) یا محمد کہیں تو میں ان کو جواب دوں گا۔

جامع صغیر میں یہ الفاظ ہیں

حتی یسلم علی ولا ردن علیہ.

ترجمہ...... یہاں تک کہ مجھے سلام کریں گے اور میں اس کا جواب دوں گا

(الجامع الصغیر ص۱۴۰ ج۲)

اور انہوں نے صحیح کہا ہے۔ ابو یعلی کے رجال کے متعلق محدث ہیثمیؒ فرماتے ہیں۔

رواہ ابو یعلی و رجالہ الصحیح.

روایت کیا ہے اس کو ابو یعلی نے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۱۔ مسند احمد ص ۲۹۰ ج ۲ پر بھی یہ روایت موجود ہے۔

امام حاکم نے اس کو مستدرک میں ذکر کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے۔

(مستدرک ص ۵۹۵ ج ۲)

ذہبی نے تلخیص مستدرک میں اسے صحیح کہا ہے۔

اب ظاہری بات ہے کہ حضرت عیسیٰ اس دنیا والی قبر پر ہی سلام پیش کریں گے اور نبی اقدس ﷺ جواب عنایت فرمائیں گے یہ حیات کی دلیل ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے بھی انباء الاذکیاء میں اس حدیث کو بطور دلیل کے پیش کیا ہے۔ نیز علامہ سیوطیؒ نے الخصائص الکبریٰ ص ۲۸۱ ج ۲ پر بھی اسے نقل کیا ہے۔

رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے آنے سے یہودی اور عیسائی اور مرزائی جھوٹے ہو جائیں گے اور جب آپ روضہ اطہر پر سلام عرض کریں گے اور نبی اقدس ﷺ جواب عنایت فرمائیں گے تو مماتی بھی جھوٹے ہو جائیں گے۔ مماتیوں کو جھوٹا ظاہر کرنے کے لئے دو نبی کام کریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سلام عرض کریں گے اور نبی اقدس ﷺ جواب عنایت فرمائیں گے اس طرح ان کا جھوٹ واضح ہو جائے گا۔

سیدنا صدیق اکبرؓ کا عقیدہ ہم خطبہ صدیق اکبر کے حوالے سے شروع بحث میں نقل کر

آئے ہیں۔ مزید ایک حوالہ حاضر خدمت ہے۔ علامہ تقی الدین سبکی شفاء السقام میں نقل فرماتے ہیں۔

قد روی عن ابی بکر الصدیق قال لا ینبغی رفع الصوت علی نبی حیا ولا میتا.

ترجمہ...... حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے آواز بلند کرنا جائز نہیں نہ وفات سے قبل نہ بعد۔

حضرت فاروق اعظم کا اعتقاد

عن السائب بن یزید قال کنت قائما فی المسجد فحصبنی رجل فنظرت الیه فاذا عمر بن الخطابؓ فقال اذهب فاتنی لهذین فجئته بهما فقال ممن انتما او من این انتما قال من اهل الطائف قال لو کنتما من اهل البلد لاوجعتکما ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول اللہ ﷺ.

(صحیح البخاری ص ۶۷ ج ۱)

ترجمہ...... سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں میں مسجد میں کھڑا تھا کہ کسی شخص نے میرے کنکری ماری کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت عمرؓ ہیں، آپ نے فرمایا ''جاؤ اور ان دونوں شخصوں کو میرے پاس لئے آؤ'' میں انہیں آپ کے پاس لے آیا۔ آپؓ نے ان سے پوچھا ''تم کن لوگوں میں سے ہو یا تم کہاں کے ہو؟'' انہوں نے کہا ''ہم اہل طائف میں سے ہیں۔'' اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا ''اگر تم اہل مدینہ میں سے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا، اس لئے کہ تم مسجد رسول اللہ ﷺ میں (جس کے سامنے آپ کا روضہ منورہ ہے) اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو''۔

سلطان المحدثین ملا علی قاریؒ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

"انہ علیہ السلام فی قبرہ حی وقال تعالیٰ لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی"

(مرقاۃ ص۲۲۳ ج۲)

ترجمہ...... نبی اقدس ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز پر بلند نہ کرو۔

آواز بلند کرنے پر مسجد رسول اللہ کی نسبت سے نکیر کرنا اسی لئے تھا کہ وہاں آپ ﷺ کا روضہ اطہر ہے جس طرح آپ کی اس دنیوی زندگی میں آپ کے پاس آواز بلند کرنا جرم تھا اسی طرح آپ ﷺ کے روضہ اطہر کے پاس بھی آواز بلند کرنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ آپ وہاں تشریف فرما ہیں۔ اور جسد عنصری سے زندہ ہیں۔ حدود مسجد کو بلا کسی واسطہ کے خود سنتے ہیں۔

یہ گمان نہ کیا جائے کہ اس نکیر کا منشاء یہ "اصل" ہے کہ مسجد میں آوازیں بلند کرنا جائز نہیں پھر جس شان اور مقام کی یہ مسجد ہوگی، اسی درجے کا یہ حکم ہوگا کہ اس میں آواز بلند نہ کی جائے اور اس کی خلاف ورزی اسی درجہ کا جرم قرار پائے گی، اس لئے کہ سلف وخلف میں سے کسی نے اس اصل کو منشائے نکیر نہیں فرمایا۔

مسجد نبوی میں جہاں سے بھی سلام عرض کیا جائے آنحضرت ﷺ سنتے ہیں حضرت اقدس مولانا محمد عابد صاحب استاذ التفسیر جامعہ خیر المدارس ملتان نے بتایا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ جب مسجد نبوی میں تشریف فرما ہوتے اور کسی مرید کا خط ملتا جس میں سلام عرض کرنے کی درخواست ہوتی تو حضرت شیخ وہیں بیٹھے ہی سلام عرض کر دیا کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ مسجد نبوی میں جہاں سے بھی سلام عرض کیا جائے سنا جاتا ہے۔

دور عثمانی کا واقعہ

ایک دن مروان آیا اور اس نے ایک شخص کو روضہ انور پر منہ رکھے ہوئے دیکھا۔ مروان

نے اسے گردن سے پکڑ کر ہٹایا اور کہا جانتا ہے کہ تو کیا کر رہا ہے اس نے کہا کہ ہاں۔ وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ حضرت ابوایوب انصاریؓ ہیں۔ آپ نے فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں، کسی پتھر کے پاس نہیں آیا، میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اس وقت دین پر نہ رونا جب اس کے والی اس کے اہل ہوں بلکہ اس وقت رونا جب دین کی ولایت نااہل ہاتھوں میں آجائے۔

(مستدرک حاکم ص ۵۱۵ ج ۴، وقال الحاکم والذہبی صحیح)

نوٹ

اس قصے کو علامہ سبکیؒ نے اخبار مدینہ کی سند سے روایت کیا ہے اور کہا ہے ابونباتہ سے اوپر کے سب راوی ثقہ ہیں، البتہ اس کے شاگرد عمرو بن خالد کو میں نہیں جانتا۔ امام احمدؒ نے اس کو عبدالملک بن عمرو عن ابی نباتہ الخ کی سند سے روایت کیا ہے اور یہ راوی ثقہ ہے، پس سند صحیح ہوئی۔ (مقام حیات)

حضرت اوکاڑویؒ نے سنایا کہ میں نے جہلم کے جلسے پر تقریر کی، پھر میں آیا گجرات والے کہنے لگے آپ یہاں بھی درس دے دیں۔ اب سارے ساتھی تو جہلم جلسے پر گئے ہوئے تھے، یہاں ساتھی بہت کم تھے، انہوں نے دیکھا کہ مجمع تھوڑا ہے تو عنایت اللہ شاہ نے گیارہ آدمی مجھ پر حملے کے لئے بھیج دیئے۔ اب انہوں نے چٹ لکھ کر بھیجی کہ یہ جو حدیث آتی ہے مسند احمد میں کہ اماں عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جب تک حضور ﷺ کا روضہ تھا اور میرے والد کا تو میں پوری طرح کپڑے سنبھالے بغیر سامنے آجاتی تھی لیکن جب سے حضرت عمرؓ یہاں دفن ہوئے ہیں تو پھر میں پوری طرح سنبھل کر آتی ہوں، عمرؓ سے حیا کرتے ہوئے۔ کہتے ہیں کہ یہ حدیث جھوٹی ہے، جھوٹی ہونے کی دلیل یہ ہے اماں جان ایسی جاہلانہ بات نہیں کر سکتیں جو نظر چھ فٹ مٹی سے پار ہو سکتی ہے وہ دوپٹے سے بھی پار ہو سکتی ہے۔ یہ بالکل حماقت والی بات ہے اماں جی ایسے کبھی نہیں فرما سکتیں۔

میں نے کہا لوہا کتنا موٹا ہو اس میں سے بجلی گزر جاتی ہے لیکن اگر درمیان میں پتلی سی لکڑی آجائے تو بجلی اس لکڑی سے آگے نہیں گزرتی کیونکہ لکڑی میں روکنے کی صلاحیت اللہ نے رکھدی ہے اسی طرح لباس میں نظر کو روکنے کی صلاحیت ہے۔ جو پروفیسر صاحب تھا وہ کھڑا ہو گیا اس کے ہاتھ میں لمبا چھرا تھا اس نے کہا جس انداز سے آپ نے یہ حدیث ہمیں سمجھائی ہے کسی نے نہیں سمجھائی اور ہم آج آپ کو قتل کرنے آئے ہوئے ہیں ہمارا مشن یہی ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ آپ نے جس انداز میں ہمیں یہ مسئلہ سمجھایا ہے ہمیں کوئی شک نہیں رہ گیا۔ لیکن ہم اس جماعت کے معمولی آدمی نہیں بڑے کارکن ہیں اس لئے جماعت کو چھوڑنے کے لئے ہمیں کچھ بہانہ چاہئے تو اگر آپ شاہ صاحب سے گھنٹہ آدھ گھنٹہ بالمشافہ بات کرلیں تو پھر ہم مان جائیں گے اور اعلان کردیں گے کہ شاہ جی! آپ کی بات صحیح نہیں ان کی بات صحیح ہے اس لئے ہم جماعت سے نکل رہے ہیں۔ تو میں نے گھڑی دیکھی تو میں نے کہا میں اپنے سکول ٹائم پہنچنے کے حساب سے چار گھنٹے یہاں ٹھہر سکتا ہوں ان چار گھنٹوں کے اندر اندر اگر آپ بات کرا سکتے ہیں تو کرالیں کیونکہ میں نے پھر جانا بھی ہے۔ اب ڈیڑھ گھنٹے کے بعد وہ واپس آئے اور کہا ہم نے شاہ صاحب سے گذارش کی تھی لیکن انہوں نے کہا امین چونکہ جاہل آدمی ہے اس لئے میں اس سے مناظرہ نہیں کرتا مجھ سے مناظرہ کرنا ہے تو یا تو عبداللہ درخواستی کو لاؤ یا قاضی مظہر حسین کو لاؤ یا سرفراز خاں صفدر کو لاؤ۔ اور کسی سے بات کرنے کے لئے میں بالکل تیار نہیں ہوں۔ ہم نے بہت کہا کہ وہ ان پڑھ آدمی ہے جلدی قابو میں آجائے گا۔ مسئلہ تو یہ ہے کہ ہمارے پلے بھی کچھ پڑے جس انداز میں آج اس نے درس دیا ہے اور ہمیں سمجھایا ہے ہم نے پہلی دفعہ اس کا یہ انداز دیکھا ہے اس کے بعد نہ ہمارے ذہن میں عقلی شبہ باقی رہ گیا ہے نہ قرآن کی آیت کے بارے میں کوئی شبہ باقی رہا ہے۔ لیکن عنایت اللہ نے انکار کردیا پھر وہ ڈیڑھ گھنٹے کے بعد آئے اور کہا اب ہم ان کو یہ کہہ آئے ہیں کہ ہم تمہاری جماعت سے نکل رہے ہیں۔

تو اس قسم کے ڈھکوسلے ان کے پاس ہوتے ہیں، ایسے اعتراضات کرتے ہیں جیسے

ملحدین کیا کرتے تھے۔

واقعہ عزیرؑ

سوال

قرآن میں ہے عزیرؑ سو سال کے بعد جب اٹھے تو انہیں کچھ معلوم نہ تھا، معلوم ہوا کہ مردے نہیں سنتے۔

جواب

پہلی بات تو یہ ہے کہ وہاں عزیرؑ کا نام نہیں ہے۔

(۱)۔ پہلے تو یہ عزیرؑ کا نام دکھائیں۔

(۲)۔ پھر عزیرؑ کا نبی ہونا ثابت کریں۔

ابوداؤد شریف کی دوسری جلد میں صاف حدیث موجود ہے حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے پتہ نہیں کہ عزیرؑ نبی تھے یا نہیں؟ حضرت عزیرؑ کو جو لوگ نبی مانتے ہیں وہ اس لئے مانتے ہیں کہ بائبل میں ان کا ایک صحیفہ ہے اس لئے کہ وہ نبیوں کے صحیفے ہیں تو اس لئے ان کو نبی مانا جاتا ہے یا ایک ضعیف قول حضرت علیؓ کی طرف منسوب ہے کہ وہ نبی تھے۔ تو اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں مجھے پتہ نہیں کہ عزیر نبی تھے یا نبی نہیں تھے۔

تو پہلی بات تو یہ کہ جیسے ان کی عادت ہوتی ہے، جہلم میں یہی ہوا کہ انہوں نے کہا عزیرؑ کا واقعہ قرآن میں ہے۔ ہم نے کہا دس لاکھ کا انعام اگر وہاں عزیرؑ کا نام دکھا دیں۔ کہتے ہیں کہ تفسیروں میں لکھا ہے۔ ہم نے کہا کہ تم تفسیریں تو مانتے نہیں، ہمیں کہتے ہو تفسیر پیش نہ کرنا، اب تم تفسیروں پر چلے گئے ہو۔ حالانکہ نو اقوال یہاں لکھے ہیں، ایک قول تو یہ بھی لکھا ہے کہ کوئی کافر تھا۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ یرمیا کا ہے بعض نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ عزیر علیہ السلام کا ہے، لیکن جن میں یہ لکھا ہے کہ عزیرؑ نبی ہیں وہ جو ضعیف قول ہے اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ واقعہ ان کا نہیں ہے، کیونکہ یہ واقعہ اس دور کا ہے کہ جب بنی اسرائیل بخت نصر کی قید میں تھے۔ حضرت عزیرؑ پیچھے

نہیں رہے، حضرت عزیرؑ تو خود آ گے قید میں ہیں۔حزقیل علیہ السلام بھی قید میں ہیں وہاں۔ گویا یرمیہ علیہ السلام بھی قید میں، حزقیل علیہ السلام بھی قید میں، عزیر علیہ السلام بھی قید میں۔ تو عزیر علیہ السلام کا یہ واقعہ نہیں بنتا کہ یہ وہاں ساتھ گئے ہوئے تھے اور یہ واقعہ اس کے بعد پیش آیا کسی کے ساتھ۔ پھر ہم بالفرض یہ مان لیں کہ یہ واقعہ حضرت عزیر علیہ السلام کا بھی ہے، یہ بھی مان لیں کہ وہ نبی ہیں۔تو اس سے کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ یہ واقعہ سارا خرق عادت اور معجزہ ہے۔اب ان کا زور اس جملے پر ہے کہ انہوں فرمایا یوماً او بعض یوم کہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہا ہوں۔تو یہ بات جو ہے یہ ان کا علم نہیں تھا پورا۔تو یہاں دو صورتیں ہیں کہ اگر تو ان کا یہ عقیدہ ہے کہ ان پر احوال برزخ پیش کئے گئے تو یہاں کے سو سال وہاں کا دن پچاس ہزار سال کا ہے اس کے مقابلے میں واقعی یوماً او بعض یوم بنے گا۔ برزخ کے دن کے بارے میں قرآن میں بھی آتا ہے کہ کافر قیامت میں کہیں گے کہ ہم دنیا میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے تھے تو واقعتاً۔ لیکن کئی کئی کافروں کی عمر ہزاروں سال ہوئی ہے دو دو سو سال، پانچ پانچ سو سال بھی ہوئی ہے تو اس کے مقابلے میں تو یہ بالکل یوماً او بعض یوم ہے۔لیکن امام رازیؒ نے یہاں ایک عجیب بات لکھی ہے کہ موت ایک آنی چیز ہے جیسے آنا، جانا۔آپ اگر آ کر بیٹھ گئے نماز پڑھنے لگے تو آنے کا فعل ختم ہو گیا نماز پڑھنے کا شروع ہو گیا، نکل گئے جا کر سو گئے۔تو جانے کا فعل ختم ہو گیا اور سونے کا شروع ہو گیا۔لیکن یہاں جو آیا ہے اماته الله ماة عام. ایک موت اجل ہوتی ہے کہ وہ اس وقت آتی ہے کہ جس نے دنیا میں واپس نہیں آنا اس پر احکام برزخ پیش کئے جاتے ہیں، ایک ایسی ہوتی ہے کہ اس کو اللہ پاک نے دنیا میں پھر لانا ہے تو اس پر عذاب و ثواب قبر یا عذاب برزخ پیش ہی نہیں کئے جاتے تا کہ اس کا ایمان بالغیب ختم نہ ہو جائے۔تو یہاں جو ہے اماته الله ماة عام کہ آپ کی موت ہی کی حالت کو سو سال تک بڑھا دیا ہے۔پھر یہ کہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ سارے کا سارا معجزہ ہے۔کھانا رکھا ہوا ہے تو سو سال آندھیاں چلی ہیں، بارش بھی ہوئی ہے لیکن اس پر ذرا بھی تبدیلی نہیں آئی۔خاک بھی نہیں پڑی اس میں اور گدھے کی ہڈیاں بھی

کھن کھنا گئی ہیں۔ تو اس لئے ایک خرق عادت ہے جو واقعہ وہاں پیش آیا خرق عادت سے کوئی عادت ثابت نہیں کی جاسکتی یہی وجہ ہے کہ تفسیر میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ دو لاکھ تفسیریں قرآن کی لکھی جا چکی ہیں۔ (مقدمہ مشکلات القرآن ص۱۱) کسی مفسر نے بھی اس آیت کے تحت نہ تو سماع کا مسئلہ چھیڑا ہے نہ حیات کا مسئلہ چھیڑا ہے، کیونکہ یہ واقعہ خرق عادت اور خرق عادت سے کوئی عادت ثابت نہیں کی جاسکتی۔ (حاشیہ میں مزید تفسیری حوالہ جات نقل کئے جاتے ہیں جن سے معلوم ہو جائے گا کہ کسی نے بھی اس کے تحت سماع کا مسئلہ نہیں چھیڑا۔ (ح ۲۵)

(ح ۲۵). (او کالذی مر علی قریة) اختلفوا فی الذی مر علی قریة علی ثلاثة اقاویل.

احدها. انه عزیر، قاله قتادة.

والثانی. أنه ارمیاء، وهو قول وهب.

والثالث. أنه الخضر، وهو قول ابن اسحاق.

(النکت والعیون تفسیر الماوردی تصنیف ابی الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی البصری)

(المسألة الثانیة) اختلفوا فی الذی مر بالقریة. فقال قوم. کان رجلا کافرا شاکا فی البعث وهو قول مجاهد و اکثر المفسرین من المعتزلة. وقال الباقون . انه کان مسلما . ثم قال قتادة و عکرمة و الضحاک والسدی. هو عزیر . وقال عطاء عن ابن عباس . هو ارمیاء . ثم من هؤلاء من قال. ان ارمیاء هو الخضر علیه السلام.

(التفسیر الکبیر للامام الفخر الرازی)

اختلفوا فی الذی مربالقریة فقال مجاهد، واکثر

انہوں نے اب اس کو بہت اچھالا ہوا ہے جبکہ کسی مفسر نے نہیں لکھا۔ اس لئے ہم

المفسرين من المعتزلة. كان رجلا كافرا شاكا فى البعث.

وقال قتادة، وعكرمة، والضحاك، والسدى . هو عزير بن شرخيا.

وقال وهب بن منبه. و رواه عطاء عن ابن عباس رضى الله عنهما. هو ارمياء بن خلقيا، ثم اختلف هؤلاء فقال بعضهم. ان ارمياء هو الخضر عليه السلام، وهو من سبط هارون بن عمران عليه الصلوة واسلام وهو قول محمد بن اسحاق.

وقال وهب بن منبه. ان ارمياء هو النبى. الذى بعثه الله عندما خرب بخت نصر بيت المقدس، واحرق التوراة.

واحتج من قال انه كان كافرا بوجوه.

الاول. استبعاده الاحياء بعد الاماتة من الله وذلك كفر.

فان قيل . يجوز وقوع ذلك منه قبل البلوغ .

قلنا. لو كان كذلك، لم يجز ان يعجب الله رسوله منه اذالصبى لا يتعجب من شكه فى مثل ذلك، و ضعفوا هذه الحجة، بان ذلك الاستبعاد ماكان بسبب الشك فى قدرة الله تعالى، بل يحتمل ان يكون بسبب اطرادالعادات فى ان مثل ذلك الموضع الخراب قلما يصيره الله معمورا، كما ان الواحد اذا رأى جبلا، فيقول . متى يقلب الله هذا ذهبا، او ياقوتا؟ لا ان

مناظرے میں یہی کہتے ہیں کہ جیسے مرزا کہتا ہے کہ تیس آیتیں عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کی ہیں۔

مراده الشک فی قدرة الله ، بل ان ذلک لا یقع فی مطرد العادات، فکذا هاهنا.

الحجة الثانية. قوله تعالى فى حقه. "فلما تبين له" وهذا يدل على انه قبل ذلک لم يحصل له التبين، وضعف ذلک بان تبين الاحياء على سبيل المشاهدة ، ماكان حاصلا له قبل ذلک ، واما التبين على سبيل الاستدلال فلا يسلم انه لم يكن حاصلا له.

الحجة الثالثة. قوله. "اعلم ان الله على كل شيء قدير" وهذا يدل على ان هذا العلم انما حصل له فى ذلک الوقت ، وهذا ايضا ضعيف، لان تلک المشاهدة افادت نوع توكيد ، وطمانية، و ذلک انما حصل فى ذلک الوقت ، وهذا لا يدل على ان اصل العلم ما كان موجودا قبل ذلک .

الحجة الرابعة. انتظامه مع النمروز فى سلک واحد ، وهذا . ايضا. ضعيف ، لانه وان كان قبله قصة النمرود ، ولكن بعده قصة سؤال ابراهيم عليه الصلاة والسلام فوجب ان يكون نبيا من جنس ابراهيم.

واحتج من قال انه كان مؤمنا بوجوه.

منها قوله تعالى. "انى يحيى هذه الله بعد موتها" وهذا يدل على انه كان عالما بعد موتها بالله تعالى وبانه يصح منه

ہم ان سے یہی کہتے ہیں تیس آیتوں میں سے انتیس معاف صرف ایک آیت نکالو جس کے تحت

الاحيـاء في الجملة ، لان تخصيص هذا الشيء باستبعاد الاحياء ، الـمـا يـصـح اذا حـصـل الاعتـراف بـالـقـدرة على الاحياء في الـجـمـلة، فـامـا مـن يعتقد ان القدرة على الاحياء ممتنعة لم يبق لهذا التخصيص فائدة.

ومـنهـا مـخـاطبة الله تـعالى له بقوله "كم لبثت " و بقوله "بـل لبثـت مـائة عام" و بقوله. "فانظر الى طعامک و شرابک وانظر الى حمارک" و بقوله" ولنجعلک آية للناس"، وبقوله " وانـظـر الـى الـعـظـام كيف نـنشـزهـا ثـم نكسوها لحما" وهذه الـمـخاطبات لا تليق بالكافر، قال تعالى. " و جعلناها و ابنها آية للعالمين" فجعله آية للناس ، دليل على مزيد التشريف.

ومـنهـا مـا روى عـن ابـن عباس رضى الله عنهما قال. ان بـخـتـنـصـر غـزا بني اسرائيل فسبى منهم الكثير ، ومنهم العزير وكـان مـن عـلـمـائهـم، فـجاء بهم الى "بابل" فدخل عزير يوما تـلـک الـقـرية و نزل تحت ظل شجرة ، وهو على حمار، فربط حـمـاره، وطاف في القرية فلم ير فيها احدا، فعجب من ذلک ، وقـال "انـي يـحيي هذه الله بعد موتها" لا على سبيل الشک في الـقـدرة ، بـل عـلـى سبيـل الاستبـعـاد بـحسب العادة، وكانت الاشـجـار مثمرة، فتناول من الفاكهة التين والعنب ، و شرب من عـصيـر الـعـنـب، ونام فاماته الله في منامه مائة عام وهو شاب لم

کسی مسلمہ مفسر نے لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور آئندہ نہیں آئیں گے؟

اعمى عنه عيون الانس والسباع والطير . ثم احياه الله بعد المائة ، و نودى من السماء يا عزير " كم لبثت" بعد الموت ، فقال. "يوما" و ذلك ان الله اماته ضحى فى اول النهار، واحياه بعد مائة عام آخر النهار قبل غيبوبة الشمس، فلما ابصر من الشمس بقية قال" او بعض يوم" فقال الله تبارك و تعالى " بل لبثت مائة عام فانظر الى طعامك" من التين، والعنب، "وشرابك" من العصير لم يتغير طعمه، فنظر فاذا التين والعنب كما شاهدهما قال. "وانظر الى حمارك" فنظر فاذا هو عظام بيض تلوح وقد تفرقت اوصاله، وسمع صوتا. ايتها العظام البالية ، انى جاعل فيك روحا، فانضم اجزاء العظام بعضها الى بعض، ثم التصق كل عضو بما يليق به الضلع الى الضلع ، والذراع الى مكانه، ثم جاء الرأس الى مكانه، ثم العصب والعروق، ثم انبت طراء اللحم عليه ثم انبسط الجلد عليه ثم خرجت الشعور من الجلد ، ثم نفخ فيه الروح، فاذا هو قائم ينهق، فخر عزير ساجدا، وقال. "اعلم ان الله على كل شىء قدير" ثم انه دخل بيت المقدس . فقال القوم. حدثنا آباؤنا. ان عزيربن شرخيا مات ببابل، وقد كان بختنصر قد قتل ببيت المقدس اربعين الفا من قراء التوراة ، وكان فيهم عزير، والقوم ما عرفوا انه يقرا التوراة، فلما اتاهم بعد مائة عام جدد لهم التوراة ،و املاها عليهم عن

اسی طرح ہم ان سے کہتے ہیں کہ کسی مسلمہ مفسر نے یہ لکھا ہو کہ اس واقعہ اور آیت کا مطلب یہ ہے

ظهر قلبه، فلم يخرم منها حرفا، وكانت التوراة قد دفنت في موضع فأخرجت و عورض بما املاها فما اختلفا في حرف واحد ، فعند ذلك قالوا. عزير ابن الله ، وهذه الرواية مشهورة.

ويروى انه ارميا عليه الصلاة والسلام فدل على ان المار كان نبيا.

(اللباب في علوم الكتاب تاليف الامام المفسر ابى حفص عمر بن على ابن عادل الدمشقى الحنبلى المتوفى بعد سنہ ۸۸۰ هجريه)

واختلفوا في الذى مر على قرية، فقال قتادة . هو عزير النبى. وقال . هو ارمياء النبى. وقال محمد بن اسحاق . هو الخضر . عليهم السلام.

(تفسير القرآن للامام العلامة شيخ الاسلام حجة اهل السنة والجماعة ابى المظفر السمعانى منصور بن محمد بن عبدالجبار التميمى المروزى الشافعى السلفى)

قال سليمان بن بريدة ، و ناجية بن كعب، وقتادة، وابن عباس، والربيع، وعكرمة، والضحاك. الذى مر على القرية هو عزير، قال وهب بن منبه وعبدالله بن عبيد بن عمير ، وبكر بن مضر. هو ارمياء . وقال ابن اسحق . ارمياء هو الخضر، وحكاه النقاش عن وهب بن منبه، وهذا كما تراه ، الا ان يكون اسما

کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح کا تعلق ان قبروں میں نہیں ہوتا؟ یا مردہ نہیں سنتا۔ یہ قطعاً وہاں

وافق اسما، لا ن الخضر معاصر لموسی، وهذا الذی مر علی القرية هو بعده بزمان من سبط هارون فيما روی وهب بن منبه، وحكى مكی عن مجاهد أنه رجل من بنی اسرائيل غير مسمى، قال النقاش. ويقال. هو غلام لوط عليه السلام.

(المحرر الوجيز فی تفسير الكتاب العزيز لابی محمد عبدالحق بن عطيه الاندلسی)

والذی مر علی قرية هو عزيز قاله علی و ابن عباس و عكرمة وابو العالية وسعيد بن جبير وقتادة و ربيع و ضحاک و السدی ومقاتل و سليمان بن بريدة و ناجية بن كعب و سالم الخواص . وقيل ارمياء قاله وهب و مجاهد و عبدالله بن عبيد بن عمير و بكر بن مضر وقال ابن اسحاق هو ارمياء وهو الخضر و حاكاه النقاش عن وهب قال ابن عطية وهذا كمانراه ان لا ان يكون اسما وافق اسما لان الخضر معاصر لموسیٰ وهذا الذی مر علی القرية وهو بعده بزمان من سبط هارون فيما روی وهب قال بعض شيوخنا يحتمل ان يكون الخضر بعينه. و يكون من المعمرين فيكون ادرک زمان خراب القرية وهو الی الآن بان علی قول اكثر العلماء . انتهى كلامه. وقيل علی كافر مر علی قرية وكان علی حمار و معه سلة تين قاله الحسن و قال رجل من بنی اسرائيل غير مسمى قاله مجاهد فيما حكاه مكی

ثابت ہی نہیں ہے سرے سے کسی مفسر نے یہ بات نہیں لکھی۔تو یونس نعمانی اس پر بڑا غصے میں آیا

وقیل غلام لوط علیہ السلام وقیل شعیاء والذی احیاها بعد خرابها. ((تفسیر البحر المحیط ۲۹۱))

وهذه الروایة مشهورة فیما بین الناس و ذلک یدل علی ان ذلک المار کان نبیاً فانه روی عن قتادة و عکرمة والضحاک والسدی انه هو عزیر وقال عطا عن ابن عباس رضی الله عنهما انه هو ارمیاه وهو الحضر وهو رجل من سبط هارون بن عمران وهو قول محمد بن اسحق وقال وهب بن منبه ان ارمیاء هو النبی الذی بعثه الله تعالیٰ عند ما خرب بخت نصر بیت المقدس و احرق التورات وقال قوم کان المار رجلا کافرا شاکا فی البعث وهذا قول مجاهد . ((حاشیه محی الدین شیخ زاده علی تفسیر البیضاوی مصنف محمد بن مصلح الدین مصطفی القوجوی الحنفی المعروف شیخ زاده المتوفی ۹۵۱ھ، ص۶۳۸ ج۲)

وفی الذی مر علیها ثلاثة اقوال . احدها، انه عزیر . قاله علی بن ابی طالب ، و أبو العالیة ، و عکرمة، و سعید ابن جبیر، و ناجیة بن کعب، و قتادة ، و الضحاک، والسدی، ومقاتل ، والثانی . انه ارمیاء ، قاله وهب، و مجاهد و عبدالله بن عبید بن عمیر ، والثالث. أنه رجل کافر شک فی البعث. (زاد المسیر فی علم التفسیر ص۳۰۹ ج۲)

کہ تو نے ہمیں قادیانیوں کے ساتھ ملایا ہے تو میں نے کہا کہ تیرے منہ میں بھی زبان ہے تو بھی مجھے کہہ کہ تو قادیانی ہے اور یہی بات پوچھ جو میں تجھ سے پوچھ رہا ہوں کہ تو نے جو آیت شہداء پڑھی کسی مفسر کا حوالہ پیش کر کہ اس نے لکھا ہو کہ یہاں نبیوں کی حیات ثابت ہے؟ تو اگر میں بھی نہ حوالہ پیش کروں تو تیری بات ٹھیک ہے کہ میں بھی قادیانیوں کی طرح کر رہا ہوں لیکن اگر میں مسلمہ مفسرین کے حوالے پیش کردوں تو پھر پتہ چلے گا کہ تیرا طریقہ تو واقعی قادیانیوں والا ہے اور میرا اہل سنت و جماعت والا ہے کیونکہ میں وہی تشریح کر رہا ہوں جو اہل سنت و جماعت علماء قرآن کی کرتے آ رہے ہیں اور تو مرزا قادیانی کی طرح نئی تشریح کر رہا ہے تو تیرے منہ میں زبان ہے تو بھی کہہ ناں کہ تو بھی قادیانیوں کی طرح کرتا ہے اور جیسے میں نے پوچھا ہے کہ تو اس آیت کے تحت کسی مفسر کا حوالہ دے۔ اس نے لکھا ہو کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی قبروں میں زندہ نہیں ہیں روح کا کوئی تعلق جسم سے نہیں یا مردے نہیں سنتے۔ جواہر القرآن میں خود لکھا ہے کہ مولانا نے کہ تین آیتیں ہیں کہ جن سے لوگ عدم سماع پر استدلال کرتے آ رہے ہیں دو تو یہی انک لا تسمع الموتی اور ایک یہ وما انت بمسمع من فی القبور. مولوی غلام اللہ خان نے بھی اس آیت کو سماع یا حیات کے مسئلے میں پیش نہیں کیا۔

حیات سے جسم کی حیات ماننا ضروری ہے۔ مماتی حضرات جو کہتے ہیں کہ ہم حیات مانتے ہیں یہ دھوکہ دیتے ہیں اس لئے کہ وہ اس جسم کی حیات کے قائل نہیں ہیں۔ یہ اسی طرح حیات کے قائل ہیں جیسے مرزائی حیات عیسیٰؑ کے قائل ہیں۔ چنانچہ مرزا قادیانی براہین احمدیہ جلد پنجم جو کہ اس کی آخری کتاب ہے اس میں لکھتا ہے کہ عیسیٰؑ کا آسمان پر جانا اور وہاں جسم کے ساتھ زندہ رہنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ وہ جسم مثالی اعلیٰ اولیٰ ہے اور یہ کہتے ہیں کہ وہ جسد عنصری ہے۔ اب اتنی بات کہنے کی وجہ سے کوئی بھی مرزا کو حیات مسیح کا قائل نہیں کہتا۔ اسی طرح مماتی بھی اسی جسم کی حیات کے قائل نہیں تو وہ بھی حیات کے قائل نہ ہوئے۔

حضرت اوکاڑویؒ نے فرمایا چند سال قبل مفتی احمد سعید صاحب دیوبند سے تشریف لائے

تھے تو یہاں ایک فتویٰ آیا تھا مفتی ظفیر الدین صاحب نے لکھا تھا کہ جو لوگ حیات النبی ﷺ کے قائل نہیں تو ان کے پیچھے نماز جائز نہیں، دیوبند سے فتویٰ آیا تھا۔ منڈی بہاؤالدین والوں نے منگوایا تھا۔ الخیر میں وہ چھپا پہلی جلد میں۔ مفتی احمد سعید کے نیچے دستخط تھے کہ اتنا تشدد نہیں چاہیے نماز ہو جاتی ہے۔ (دیوبند میں قاری طیبؒ صاحب کے مدرسے کے مفتی ہیں) مجھے پتہ چلا مولانا حبیب اللہ ڈیروی نے بتایا کہ مفتی صاحب آئے ہوئے ہیں ہم چلے گئے۔ کہا کہ حضرت یہاں دو فتوے ہیں احمد سعید کے نام پر کہ ایک تو ہے کہ عورت صدر مملکت بن سکتی ہے۔ فرمایا کہ وہ احمد سعید اکبر آبادی ہے وہ میں نہیں ہوں۔ میں نے کہا ایک یہ ہے کہ حیات النبی ﷺ کا جو انکار کرتا ہے اس کے پیچھے نماز جائز ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ میرا ہے۔ تو میں نے کہا کہ آپ نے یہ کیسے فتویٰ دیا؟ ہمیں تو سمجھ میں نہیں آیا۔ فرمانے لگے کہ یہ مجھے بھی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس پر اعتراض کیا ہے؟ کیونکہ جب یہ فتویٰ آیا تو سب سے پہلے شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صاحب کا خط پہنچا مجھے کہ آپ نظر ثانی کریں۔ تو میں نے وہاں پھر مفتیوں کے سامنے رکھا تو کہنے لگے کہ ٹھیک ہے۔ پھر تین چار ماہ کے بعد شیخ الحدیث صاحب نے باقاعدہ آدمی بھیجا مستقل انڈیا میں میرے پاس کہ اس پر نظر ثانی کریں۔ میں نے کہا کہ کر لی ہوئی ہے۔ تو آپ یہ بتائیں کہ یہ اختلاف کیا ہے؟ میں نے کہا جی آپ کیا اختلاف سمجھے ہیں جس پر آپ نے فتویٰ دیا ہے؟ آخر آپ نے فتویٰ دیا ہے۔ کہنے لگے کہ میں سمجھا ہوں کہ موت کے معنیٰ میں اختلاف کرتے ہیں کہ موت خروج روح سے ہے یا انقباض روح سے ہے۔ میں نے کہا اس میں تو اختلاف جو کیا ہے اس میں ہم کہتے ہیں کہ دونوں میں سے جو بھی مانے وہ اہل سنت و جماعت ہی ہے، دیوبندی ہے اس میں ہم لڑتے نہیں ہیں۔ کہنے لگے کہ تو پھر لڑائی کیا ہے؟ میں نے کہا کہ ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ اگر کوئی کہتا ہے کہ روح اقدس اعلیٰ علیین میں ہے اور تعلق روح سے حیات حاصل ہے، جیسے مولانا غلام اللہ خان صاحب نے لکھا تھا اور سلام بھی سنتے ہیں وہ اہل سنت ہے یا کوئی یہ مانے کہ تلبس روح سے حیات حاصل ہے وہ بھی اہل سنت ہے۔ ان دونوں میں چونکہ اختلاف ہے اس میں لڑتے نہیں۔ پوچھنے لگے پھر تم لڑتے کس

بات پر ہو؟ میں نے کہا وہ کہتے ہیں کہ جسد اطہر کے ساتھ تعلق ہے ہی نہیں۔ کہنے لگے کہ یہ کیا ہوا؟ پھر حیات کیوں کہتے ہیں؟ میں نے کہا کہ اسی پر تو آپ فتویٰ دے رہے ہیں، کہنے لگے یہ تو پھر حیات نہیں ہے یہ تو بالکل غلط ہے۔ یہ تو اہل سنت و جماعت کے مؤقف کے بالکل خلاف ہے۔ میں نے کہا دیکھو مرزا قادیانی، مرزائیوں سے ہمارے مناظرے ہوتے ہیں حیات مسیح کے مسئلہ پر۔ وہ کیا لکھتا ہے براہین احمدیہ حصہ پنجم جو اس کی آخری کتاب ہے اس کے بعد چھپی ہے، لکھی اس نے آخری عمر میں ہے۔ اس میں لکھتا ہے کہ

''عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر جانا اور وہاں جسم کے ساتھ زندہ رہنا یہ قرآن اور احادیث سے ثابت ہے میں نے کبھی اس کا انکار نہیں کیا۔ ہاں مولویوں سے جھگڑا میرا اس بات پر ہو گیا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ وہ جسم مثالی اعلیٰ اولیٰ ہے اور یہ کہتے ہیں کہ وہ جسد عنصری ہے۔''

تو میں نے کہا کہ اب اس کو آپ حیات مسیح کا قائل کہیں گے؟ کہنے لگے اصل میں ہمیں آپ کے اختلاف کا ہی پتہ نہیں۔ اگر وہ تعلق روح کا انکار کرتے ہیں تو یہ حیات کی کوئی قسم ہے ہی نہیں۔ جیسے مرزا بھی مانتا ہے کہ جسم مثالی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔

اب دیکھو معراج کا مسئلہ سمجھو ہم کہتے ہیں کہ معراج جسمانی ہوئی، مرزا کہتا ہے کہ جسم مثالی کے ساتھ ہوئی، تو آپ مانتے ہیں کہ وہ معراج کا قائل ہے؟ تو جو تشریح معراج کی اور حیات مسیح کی مرزے نے کی ہے وہی تشریح حیات کی یہی کرتے ہیں۔

جتنے علماء حیات فی القبر کے قائل ہیں وہ سب اسی جسد اطہر کی حیات کے قائل ہیں اس لئے ان حوالہ جات کو ذکر کیا جاتا ہے جن میں حیات فی القبر کا ذکر ہے۔

هو صلى الله عليه وسلم بعد موته باق على رسالته و نبوته حقيقة كما يبقى وصف الايمان للمؤمن بعد موته و ذلك الوصف باق بالروح و الجسد معا لان الجسد لا

تاکلہ الارض ...... انہ صلی اللہ وسلم حی فی قبرہ رسول الی الابد حقیقۃ لا مجازاً.

(الروضۃ البہیۃ فیما بین الاشاعرۃ والماتریدیۃ ص۱۵ بحوالہ مقام حیات)

ترجمہ...... حضور اکرم ﷺ اپنی وفات شریفہ کے بعد بھی اپنی رسالت اور نبوت پر حقیقی طور پر قائم ہیں۔ جیسا کہ مؤمن اپنی وفات کے بعد بھی صفت ایمان سے متصف رہتا ہے۔ اور حضور ﷺ کا اپنی رسالت پر حقیقی اعتبار سے قائم رہنا روح اطہر اور جسد انور کے مجموعہ کے ساتھ ہے...... آپ ﷺ اب بھی اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور ہمیشہ تک کے لئے رسول ہیں حقیقی معنی کے لحاظ سے نہ کہ محض حکمی طور پر۔

ن الاشعریؒ واصحابہ قائلون بان النبی ﷺ فی القبر حی یحس و یعلم.

(الروضۃ البہیۃ فیما بین الاشاعرۃ والماتریدیۃ ص۱۵ بحوالہ مقام حیات)

ترجمہ۔ امام اشعریؒ اور ان کے سب اصحاب تو اسی بات کے قائل ہیں کہ حضور ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور علم واحساس بھی رکھتے ہیں۔

ومن عقائدنا ان الانبیاء علیھم السلام احیاء فی قبورھم فاین الموت الی ان قال وصنف البیھقی جزؤا سمعناہ فی حیاۃ الانبیاء فی قبورھم و اشتد نکیر الاشاعرۃ علی من نسب ھذاالقول الی الشیخ.

(طبقات شافعیہ ص۲۸۲ ج۲)

ترجمہ۔ ہمارے عقائد میں سے ہے کہ انبیاء کرام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، سو وہاں موت کہاں؟ اور امام بیہقی (۴۵۸ھ) نے ایک مستقل جزو اس پر تصنیف کیا ہے جو انبیاء کرام کے قبروں میں زندہ ہونے کے بارے میں ہے اور جن لوگوں

نے حضرت الشیخ ابوالحسن الاشعریؒ کی طرف انبیاء علیہم السلام کے قبروں میں مردہ ہونے کا قول منسوب کیا ہے اشاعرہ نے بڑی سختی سے اس پر نکیر کی ہے۔

حضرت علامہ قشیریؒ فرماتے ہیں۔

فاما ما حکی عنہ رای الاشعری وعن اصحابہ انھم یقولون ان محمدا ﷺ لیس بنبی فی قبرہ ولا رسول بعد موتہ فبھتان عظیم و کذب محض لم ینطق احد منھم ولا سمع فی مجلس مناظرۃ ذلک عنھم ولا وجد فی کتاب لھم وکیف یصح ذلک وعندھم محمد ﷺ حی فی قبرہ.

(طبقات شافعیہ ص۲۷۹ ج۲)

ترجمہ۔ ہاں، جو امام ابوالحسن اشعریؒ اور دوسرے اشاعرہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ ان کے نزدیک حضور ﷺ اپنی وفات شریفہ کے بعد اب اپنی قبر شریف میں نبی اور رسول نہیں رہے، یہ محض جھوٹ اور بہتان عظیم ہے۔ اشاعرہ میں سے یہ کسی نے نہیں کہا نہ ان سے کسی مجلس مناظرہ میں ایسی بات سنی گئی اور نہ ان کی کسی کتاب میں یہ مضمون ملا ہے اور ان کا یہ عقیدہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ ان کے ہاں حضور اکرم ﷺ اپنے روضہ اطہر میں زندہ ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں۔

واما ما نسب الی الامام الاشعری امام اھل السنۃ والجماعۃ من انکار ثبوتھا بعد الموت فھو افتراء و بھتان والمصرح بہ فی کتبہ وکتب اصحابہ خلاف ما نسب الیہ بعض اعدائہ لان الانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام احیاء فی

قبورھم وقد اقام النکیر علی افتراء ذلک ابو القاسم القشیری.

(شامی ص ۳۶۶ ج ۳)

ترجمہ۔ امام اہل سنت امام ابوالحسن الاشعریؒ کی طرف جو منسوب کیا گیا ہے کہ وہ حضور ﷺ کے لئے وفات شریفہ کے بعد اس وصف کے ثابت ہونے کا انکار کرتے ہیں، یہ محض افتراء اور بہتان ہے۔ ان کی اور ان کے ہم مشرب احباب کی کتابوں میں اس کے خلاف تصریح موجود ہے۔ یہ ان کے دشمنوں نے ان کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ تحقیق یہی ہے کہ انبیاء علیھم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور امام ابوالحسن الاشعریؒ پر اس افتراء باندھنے کے خلاف علامہ ابوالقاسم القشیریؒ نے زبردست احتجاج کیا ہے۔

فقہ شافعی کی مشہور کتاب کتاب الانوار الاعمال الابرار میں لکھتے ہیں

وکان ﷺ یوخذ عن الدنیا عند تلقی الوحی ولا تسقط عنه الصلوٰۃ و غیرھا ومن یراہ فی المنام فقد راہ حقاً ولکن لا یجب العمل بما یسمعه الرای منه لعدم ضبطه و یخاطب بعد الموت بقول السلام علیک ایھا النبی و رحمة الله و برکاته لان الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون و یحجون کما ورد.

(کتاب الانوار ج ۲ ص ۱۴۱ مطبوعہ مصر ۱۳۶۲ھ)

علامہ سمہودی (۹۱۱ھ) شیخ ابو منصور البغدادی کے حوالہ سے لکھتے ہیں

قال الاستاذ ابو منصور البغدادی قال المتکلمون

المحققون من اصحابنا ان نبینا ﷺ حی بعد وفاته. (وفاء الوفاء ج۴ ص۱۳۵۴)

ترجمہ...... ہمارے محققین علماء کلام نے لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اپنی امت کی اطاعات سے خوش ہوتے ہیں۔

قاضی شوکانیؒ (۱۲۵۵ھ) اس قسم کی احادیث پر جن میں حضور ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پیش ہونے کا بیان ہے بحث کرتے ہوئے اپنا حاصل مطالعہ ان الفاظ میں لکھتے ہیں

والاحادیث فیها مشروعیة الا کثار من الصلوٰة علی النبی ﷺ یوم الجمعة و انها تعرض علیه ﷺ و انه حی فی قبره و ورد النص فی کتاب الله فی حق الشهداء انهم احیاء یرزقون وان الحیاة فیهم متعلقة بالجسد فکیف بالانبیاء والمرسلین.

(نیل الاوطار ج۳ ص۳۰۵)

ترجمہ...... اور احادیث میں جمعہ کے دن نبی کریم ﷺ پر کثرت سے درود پڑھنے کی مشروعیت ہے اور اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ پر پیش کیا جاتا ہے اور یہ بات بھی صحیح ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور قرآن کریم میں شہداء کے حق میں یہ نص موجود ہے کہ وہ زندہ ہیں اور انہیں (اگلے جہان کے حسب حال) رزق بھی ملتا ہے اور ان کی حیات صرف روح کی نہیں جسد کے ساتھ ہے، جب شہداء کا یہ حال ہے تو انبیاء ومرسلین کی حیات (فی القبر) کتنی قوی ہوگی۔

علامہ عینیؒ

انهم لا یموتون فی قبورهم بل هم احیاء.

(عینی شرح بخاری ج۷ ص۳۰۰)

ترجمہ...... یقیناً انبیاء کرام اپنی قبور شریفہ میں مردہ نہیں ہوتے بلکہ وہ وہاں زندہ ہیں۔

امام ملا علی قاریؒ

ان الانبیاء احیاء فی قبورهم فیمکن لهم سماع صلوٰۃ من صلی علیهم.

(مرقات ج ۲ ص ۲۰۹)

ترجمہ...... بے شک انبیاء کرام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ سن سکتے ہیں اس شخص کی آواز کو جو ان پر درود پڑھے۔

المعتقد المعتمد انه ﷺ حی فی قبره کسائر الانبیاء فی قبورهم وهم احیاء عند ربهم و ان الارواحهم تعلقا بالعالم العلوی والسفلی کما کانوا فی الحال الدنیوی.

(شرح الشفاء للعلی القاری ج ۲ ص ۱۴۲)

ترجمہ......عقیدہ جس پر پورا اعتماد ہے وہ یہی ہے کہ حضور ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی ارواح قدسیہ کو عالم علوی اور عالم سفلی کے ساتھ ایک تعلق بھی ہوتا ہے اور ایسا ہی تعلق انہیں اس دنیا میں بھی حاصل تھا۔

قاضی شوکانی یمنیؒ

روحه ﷺ لا تفارقه لما صح ان الانبیاء احیاء فی قبورهم.

(تحفۃ الذاکرین ص ۳۸ مصر)

ترجمہ...... حضور انور ﷺ کی روح مبارک اپنے جسد اطہر سے جدا نہیں ہوتی کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ انبیاء کرام اپنی قبور شریفہ میں زندہ ہوتے ہیں۔

انہ حی فی قبرہ .... و قد ذهب جماعة من المحققين الى ان رسول الله ﷺ حی بعد وفاته.

(نیل الاوطار ج۳ ص۲۱۰، ۲۱۱)

ترجمہ...... حضور اکرم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور محققین کی ایک جماعت کا یہی فیصلہ ہے کہ حضور ﷺ اپنی وفات شریفہ کے بعد زندہ ہیں۔

حضرت علامہ شعرانیؒ فرماتے ہیں

قد صحت الاحادیث انه ﷺ حی فی قبره یصلی باذان و اقامة. (منح المنه ص ۹۲)

ترجمہ...... صحیح حدیثوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضور انور ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور اذان و اقامت سے نماز پڑھتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں آپ استمرار حیات سے زندہ ہیں

ان حیاته ﷺ فی القبر لا یعقبها موت بل یستمر حیا و الانبیاء احیاء فی قبورهم. (فتح الباری ج۷ ص ۲۲)

ترجمہ...... آنحضرت ﷺ اپنی قبر شریف میں اس طرح زندہ ہیں کہ اس زندگی پر موت کبھی نہ آئے گی، آپ ہمیشہ کے لئے زندہ رہیں گے اور انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہی ہوتے ہیں۔

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جآؤک فاستغفروا الله و استغفرلهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما.

(پ۵ النساء ع ۹ آیت ۶۴)

ترجمہ......اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو آپ کے پاس آئیں اور اللہ سے استغفار کریں اور اللہ کے رسول بھی ان کے لئے استغفار چاہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنیوالا بہت مہربان پائیں گے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں۔

جو رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لئے آیا وہ اس وقت حضور ﷺ کی ہمسائیگی میں ہے یہ اسی صورت میں متصور ہے کہ وہ حضور ﷺ کو روضہ انور میں حیات سمجھے۔

(جذب القلوب ص ۱۸۰ فارسی)

حضرت مولانا میاں نذیر حسین صاحب دہلوی (۱۳۲۰ھ)

اور حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں خصوصاً آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جو کوئی عند القبر درود بھیجتا ہے میں سنتا ہوں اور دور سے پہچایا جاتا ہوں۔

(فتاویٰ نذیریہ ج ۲ ص ۵۵ ضمیمہ)

مولانا وحید الزماں حیدرآبادی (۱۳۳۸ھ) تلمیذ حضرت میاں صاحب

اور پیغمبروں کے اجسام مردہ نہیں وہ جسم سمیت اپنی قبروں میں زندہ رہتے ہیں جیسے دوسری حدیث سے ثابت ہے............وہ مرنے کے بعد بھی جب حکم الٰہی ہوتا ہے تو اپنے زائر پر توجہ فرماتے ہیں اور ان کی روح سے زائر کو بہت سے فیض پہنچتے ہیں۔ اگر مردوں میں عموماً احساس اور سمع نہ ہوتا تو اہل قبور پر سلام کیوں مشروع ہوتا کیا لکڑی پتھر کو آنحضرت ﷺ نے سلام کرنے کا حکم دیا، اس کا وہی قائل نہ ہوگا جو نادان ہے۔

(تیسیر الباری کتاب الدعوات ج ۶ ص ۹۸)

مولانا شمس الحق عظیم آبادی شارح سنن ابی داؤد

ان الانبیاء فی قبورھم احیاء ص ۱۰۵

انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔

اورحدیث ماامن احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی کے تحت لکھتے ہیں

والقول الصحیح ان ھذا لمن زارہ و من بعد عنہ تبلغہ الملئکۃ سلامہ. (عون المعبود ص ۷)

ان النبی ﷺ فی القبر حی یحس و یعلم و تعرض علیہ اعمال الامۃ واللہ تعالیٰ خلق ملئکۃ سیاحین یبلغون الیہ الصلوٰۃ من امتہ.

(کتاب المعتمد فی المعتقد باب دوم فصل ۴ للعلامہ تورپشتیؒ)

ترجمہ...... حضور اکرم ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں، علم و احساس آپ میں برابر موجود ہیں، امت کے اعمال آپ پر پیش ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ایسے فرشتے پیدا کر رکھے ہیں جو زمین میں سیاحت کرتے رہتے ہیں اور امت کا صلوٰۃ و سلام پہنچاتے رہتے ہیں۔

عندھم محمد ﷺ حی فی قبرہ.

(الروضۃ البہیۃ ص ۱۵)

اشاعرہ کے نزدیک حضور ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔

محدث کبیر علامہ سخاویؒ تلمیذ خاتمۃ الحفاظ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ

نحن نؤمن و نصدق بانہ ﷺ حی یرزق فی قبرہ ان جسدہ الشریف لا تأکلہ الارض والاجماع علی ھذا.

(القول البدیع ص۱۷۲)

ترجمہ...... ہمارا ایمان ہے اور ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں، آپ ﷺ کو وہاں رزق بھی ملتا ہے اور آپ ﷺ کے جسد اطہر کو مٹی نہیں کھاتی، اور اس عقیدے پر اہل حق کا اجماع ہے۔

شبہ

اللھم الرفیق الاعلیٰ جو فرمایا تو رفیق اعلیٰ کہاں ہے؟

جواب

یہ بھی تو ہمیں سمجھائیں ناں؟ اس مقام کی کوئی تعیین ہے کسی حدیث میں کہ رفیق اعلیٰ کہاں ہے؟

یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ اپنے مکان میں داخل ہونے لگے تو فرشتوں نے کہا کہ آپ کا ابھی وقت نہیں آیا، اب جب وقت آ گیا ہے تو اس میں داخل ہو گئے ہیں؟ وہ روح داخل ہونے لگی تھی یا جسم مع الروح داخل ہونے لگے تھے؟ روح داخل ہونے لگی تھی۔ جب یہ بات ہو رہی تھی خواب میں تو اس دروازے پر کھڑے ہیں اس وقت روح کا تعلق جسم سے تھا یا نہیں؟ تو ایک قدم آگے رکھنے سے ٹوٹ جاتا تھا؟ جو جھگڑا ہے وہ تو تعلق کا ہے، اب رفیق اعلیٰ کیا ہے؟ اس کے بارے میں یہ تعیین نہیں کر سکتے اب تک۔ کبھی کہتے ہیں جی علیین کو رفیق اعلیٰ کہتے ہیں لیکن یہ ان کا اپنا قیاس ہے، اعلیٰ کا معنیٰ تو زیادہ شان والی چیز ہے؟ ہم کہتے ہیں علیین تو کجا رسول اکرم ﷺ جہاں آرام فرما ہیں روضہ اطہر میں اس کا مقام عرش اعلیٰ سے بھی بلند ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ لا مکان ہیں اگر اللہ کا کوئی مکان ہوتا تو اللہ کے مکان کو مصطفیٰ ﷺ کے مکان سے اونچا شان سمجھتے۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ لا مکان ہیں، مکان ہمیشہ مکین سے بڑا ہوتا ہے، اور مکین کو گھیرے ہوئے ہوتا ہے، اب یہ جگہ بڑی ہے تو میں اس میں بیٹھا ہوں، تو عرش خدا کا مکان نہیں ورنہ ماننا پڑے گا کہ عرش خدا سے بڑا ہے، تو معلوم ہوا کہ اس سے بھی کوئی بڑی چیز نکل آئی ہے۔

حضرت اوکاڑیؒ نے بتایا کہ میں جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جارہا تھا تو راستے میں دو غیر مقلد بیٹھ گئے ایک اگلی طرف اور ایک پیچھے، اب وہ لوگوں کو کیا کہیں؟ روضہ پاک کی زیارت کی نیت نہ کرنا، وہاں جا کے کرلینا زیارت، مسجد نبوی کی نیت کرنا مسجد نبوی کی۔ (اس پر بندہ آگے مفصل ذکر کرے گا) میں نے کہا کہ دیکھو یہ دھوکہ دے رہا ہے، روضہ پاک کی زیارت کی نیت کرو، کہ جی وہ کیوں؟ میں نے کہا کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جو عرش اعظم سے بھی بلند مقام رکھتی ہے، عرش خدا کا کوئی مکان نہیں۔ کہنے لگا کہ خدا کا مکان ہے۔ پوچھا کہ کونسا؟ کہتے ہیں عرش۔ الرحمن علی العرش استویٰ. تو میں نے کہا مکان مکین سے بڑا ہوتا ہے، کہ جی ہاں بڑا ہوتا ہے، تو میں نے کہا تو جو شروع کرتا ہے نماز اللہ اکبر سے۔ العرش اکبر کہا کر؟ کیونکہ اللہ سے بڑی چیز مل گئی ہے۔ تو یہ اللہ اکبر کیوں کہتے ہیں؟ اللہ سے تو عرش بڑا نکل آیا؟ پھر العرش اکبر کہنا چاہئے۔ اس پر وہ خاموش ہوگیا۔

تو ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ وہ خاک پاک جو جسد اطہر سے مس کر رہی ہے اس کا درجہ عرش اعظم سے بھی بلند ہے۔ تو جب اس خاک کا درجہ بلند ہے تو وہ جسد اطہر جس پر وحی نازل ہوتی تھی وہ جسد اطہر جو آپ کا ہے اس سے بلند تر کوئی بھی چیز نہیں ہے، اس لئے وہاں رہنا یہ اعلیٰ ترین مقام پر رہنا ہے۔ اور یہ ایک حدیث جو آتی ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ میرے ممبر اور گھر کے درمیان جو جگہ روضۃ من ریاض الجنۃ، جنت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے۔ تو وہ یہ سعید صاحب ایک دفعہ کہہ رہے تھے کہ معلوم ہوا کہ یہ جگہ تو جنت کا ٹکڑا ہے وہ جنت تو نہیں ہے۔ یہ جگہ جنت ہے جو قبر اور اس کے درمیان ہے گھر تو ادھر آئے گا نا، ایک سائیڈ پر تو اس لئے وہ جنت نہیں ہے۔ کیونکہ ہم یہ کہتے تھے کہ جب وہ جنت ہے تو جنت قبرستان کو نہیں کہتے، مردوں کو نہیں کہتے۔ جنت میں زندہ ہوتے ہیں، یا تو اس کو جنت کہنا چھوڑ دو، یا حضرت پاکﷺ کا معاذ اللہ مردہ کہنا چھوڑ دو۔ تو یہ کہتا تھا کہ مابین بیتی و ممبری کہ ممبر بھی جنت نہیں اور یہ بھی جنت نہیں ہے درمیان والی جگہ جنت ہے۔ اور امام طحاوی رحمہ اللہ جو تیسری صدی میں گذرے ہیں ان کی کتاب

مشکل الآثار انہوں نے اس حدیث کو لکھ کر اس کا مطلب بیان فرمایا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے کئی جنتوں کا ذکر کیا روضات جمع ہے، اس میں ایک جنت کا ٹکڑا یہ ہے جو گھر اور ممبر کے درمیان ہے، اب یہ جنت کا ٹکڑا کیوں بنا؟ کہ اس پر حضرت ﷺ کے مبارک پاؤں لگے ہوئے ہیں، تو جب وہ جگہ بھی جنت قرار پا گئی، جس پر حضرت ﷺ کے مبارک پاؤں لگے ہیں تو جہاں حضرت ﷺ کا مبارک جسم ہے وہ تو اعلیٰ ترین جنت ہوئی۔ اسی لئے روضۃ من ریاض الجنۃ فرمایا۔ کہ جنت کے ٹکڑے بہت سے ہیں لیکن یہ ٹکڑا اس ٹکڑے کا مقابلہ نہیں کر سکتا، یہ صرف اس لئے جنت بن گیا کہ یہاں حضرت ﷺ مبارک پاؤں لگے تھے آتے جاتے، اور جہاں حضرت ﷺ کا پورا جسد اطہر ہے وہ یقیناً اس سے بڑی جنت ہے۔

شبہ

ایک شبہ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ روح رفیق اعلیٰ میں چلی گئی ہے۔

اب ان لوگوں کا دعویٰ تو یہ ہوتا ہے کہ عقیدہ قرآن سے ثابت ہوتا ہے یا حدیث متواترہ سے، اب اس حدیث کی راویہ صرف حضرت عائشہؓ ہیں اور کسی نے بھی یہ روایت بیان نہیں کی، تو یہ خبر واحد ہے اور یہ خود کہتے ہیں کہ خبر واحد سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔ اب ان کو کیا مجبوری پڑ گئی ہے کہ یہ خبر واحد پیش کرنے لگے ہیں۔ پھر اگلی بات میں نے یہ پوچھی ہے کہ یہ الفاظ جنہوں نے کانوں سے سنے ہیں یعنی سیدہ عائشہؓ وہ تو اس قبر میں حیات کی قائل ہیں۔ وہ فرماتی ہیں جب صرف حضور ﷺ اور میرے ابا جان (حضرت ابوبکر صدیقؓ) تھے تو قبر پر جاتے وقت پورے کپڑے نہیں سنبھالتی تھی اب عمرؓ سے حیا کی وجہ سے سنبھالتی ہوں، تو قبروں میں کچھ ہے تو اماں عائشہؓ اتنا اہتمام کرتی ہیں، تو جنہوں نے اپنے کان سے یہ سنا ہے انہوں نے تو حیات فی القبر کا انکار نہیں کیا اور یہ چودھویں صدی میں اس کا یہ مطلب لینے لگے ہیں۔ تو بخاری میں باب وفات النبی ﷺ میں یہ روایت موجود ہے وہاں حضرت عائشہؓ سے روایت کرنے والے ہیں حضرت سعید ابن مسیب اب جنہوں نے یہ روایت حضرت عائشہؓ سے نقل کی ہے وہ تو حیات فی القبر کے

قائل ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے تین دن روضہ پاک سے اذان کی آواز سنی ہے۔ دارمی شریف میں یہ روایت صحیح سند سے موجود ہے۔ حیات انبیاء للبیہقی میں بھی یہ روایت صحیح سند کے ساتھ موجود ہے، جب حرہ کا واقعہ پیش آیا تو مسجد نبوی کے دروازے بند کر دیئے گئے یہ کہیں اندر رہ گئے کہتے ہیں رات کو نماز کے وقت کا پتا نہیں چلتا تھا تو روضہ پاک سے باقاعدہ اذان کی آواز آتی تھی۔ اور میں نے اپنے کانوں سے سنی ہے، اب جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ اس قبر میں حیات کے قائل ہیں۔

شفاء السقام میں ہے کہ ہمسائے دیوار میں میخ ٹھوک رہے تھے تو کھٹ کھٹ کی آواز آرہی تھی تو اماں جانؓ نے پیغام بھیجا کہ اس آواز سے حضرت پاک ﷺ کو پریشانی ہورہی ہے، تو یہ پریشانی اسی قبر میں ہورہی تھی یا کسی اور جگہ؟ یقیناً اسی قبر میں ہورہی تھی۔ تو معلوم ہوا کہ اماں جی اسی قبر میں حیات کی قائل ہیں۔ اب اس حدیث کا مطلب اماں جی زیادہ سمجھتی ہیں یا عبدالرحیم نظامی زیادہ سمجھتا ہے۔ حضرت سعید بن مسیبؒ زیادہ سمجھتے ہیں یا عبدالرحیم؟ تو پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ حدیث ہے ہی خبر واحد دوسرے نمبر پر اس کے جو روایت کرنے والے ہیں وہ حیات فی القبر کے قائل ہیں۔ اور مماتی جو دوسری روایت پیش کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا والجنة ماواہ اس کے راوی حضرت انسؓ جو پکے حیات فی القبر کے قائل ہیں۔ اور صرف نبیوں کی حیات کے نہیں بلکہ عام مردوں کی حیات اور سماع کے قائل ہیں، کیونکہ بخاری میں انه یسمع قرع نعالهم کے راوی بھی یہی ہیں۔ اب ان حدیثوں کے راویوں نے تو ان احادیث کی بنا پر عوام کے سماع کا انکار نہیں کیا چہ جائیکہ نبی پاک ﷺ کی حیات کا انکار کریں۔ اور ڈیرہ غازی خان میں اب نبی پاک ﷺ کی حیات کا انکار ہونے لگا ہے۔ پھر میں نے یہ پوچھا ہے کہ رفیق اعلیٰ ہے کہاں؟ اس کا معنی تو اعلیٰ مقام ہے اور حضرت پاک کے روضہ پاک سے اعلیٰ مقام دنیا میں اور کوئی نہیں کہ اس کا مقام تو عرش اعظم سے بھی زیادہ ہے، تو اس کو رفیق اعلیٰ کیوں نہ مانا جائے۔ میں نے سوال میں یہی پوچھا ہے کہ جب حضرت پاک ﷺ نے فرمایا تھا اللهم من الرفیق الاعلیٰ

تو اس جسم اور روح دونوں نے کہا تھا یا صرف روح نے اور جسم مثالی نے کہا تھا؟ اگر اس جسم اور روح نے کہا تھا تو پھر جہاں یہ دونوں پہنچے ہیں وہی رفیق اعلیٰ ہے، اب یہ بات تو نہیں ہو سکتی کہ ایک بے وفائی کر جائے کہ روح تو رفیق اعلیٰ میں چلی جائے اور جسم یہیں رہ جائے۔ جب اسی جسم اور روح دونوں نے کہا ہے تو جہاں یہ دونوں پہنچے ہیں وہی رفیق اعلیٰ ہے اور وہ جگہ روضہ من الریاض الجنۃ ہے۔ آگے لکھتا ہے کہ قیامت تک وہیں رہے گی۔

اعتراض۔

علامہ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ روح اعلیٰ علیین میں رفیق اعلیٰ میں ہے۔

جواب۔

علامہ ابن قیمؒ اس کے باوجود اس جسم کی حیات کے قائل ہیں چنانچہ لکھتے ہیں

و معلوم بالضرورۃ ان جسدہ ﷺ فی الارض طری مطراً و قد سالہ الصحابۃ کیف تعرض صلوتنا علیک وقد ارمت فقال ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء ولو لم یکن جسدہ فی صریحہ لما اجاب بھذا الجواب وقد صح عنہ ان اللہ تعالیٰ وکل بقبرہ الملئکۃ یبلغون عن امتہ الاسلام و صح عنہ انہ خرج بین ابی بکر و عمر وقال ھکذا نبعث ھذا مع القطع بان روحہ الکریمۃ فی الرفیق الاعلیٰ فی اعلیٰ علیین مع ارواح الانبیاء .... فالروح ھناک ولھا اتصال بالبدن فی القبر واشراف علیہ و تعلق بحیث یصلی فی قبرہ و یرد سلام من سلم علیہ وھی فی الرفیق الاعلیٰ۔ (کتاب الروح ص ۵۴ حیدر آباد)

ترجمہ...... یہ یقینی طور پر معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ کا جسد اطہر بالکل ترو تازہ روضہ منورہ میں تشریف فرما ہے۔ آپ ﷺ سے صحابہ نے پوچھا تھا کہ وفات کے بعد آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام کیسے پیش ہوتا رہے گا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے کہ پیغمبروں کے جسموں کو کھائے، اگر آپ ﷺ کا جسد اطہر قبر شریف میں نہ ہوتا تو ہرگز یہ جواب ارشاد نہ فرماتے، اسی طرح آنحضرت ﷺ سے یہ بھی صحیح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے روضہ منورہ کے ساتھ فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو آپ ﷺ کو آپ کی امت کا سلام پہنچاتے رہتے ہیں، یہ بھی آپ سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ ﷺ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے مابین تشریف لائے اور فرمایا کہ ہم اسی طرح اٹھائے جائیں گے، ان سارے حقائق کے ساتھ یہ بات قطعی ہے کہ آپ ﷺ کی روح مبارک اعلیٰ علیین میں رفیق اعلیٰ میں ہے۔ جہاں کہ دوسرے انبیاء کرام کی ارواح مقدسہ ہیں۔ پس روح تو وہاں ہے اور وہیں سے اسے روضہ منورہ میں رکھے جسد اطہر کے ساتھ اتصال ہو رہا ہے۔ روح و بدن کا ایسا قوی تعلق قائم ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور ہر سلام کرنے والے کے سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔

وبهذا التعلق رای موسیٰ قائماً يصلی فی قبره

(زاد المعاد ص ۴۹)

ترجمہ...... روح و بدن کے اسی تعلق کی بنا پر آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خود ساختہ اشاعت التوحید والسنہ کے عقیدہ پر وضاحت طلبی

عقیدہ مرقومہ بقلم عبدالرحیم شاہ صدر دین ڈیرہ غازیخان

۱۔حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی موت شریف بصورت خروج روح واقعی ہوئی۔
۲۔آپ ﷺ کی روح مبارک جسم سے جدا ہونے کے بعد مقام رفیق اعلیٰ میں چلی گئی۔
۳۔قیامت تک وہیں عیش وعشرت میں رہے گی۔
۴۔قیام قیامت کے وقت آپ ﷺ کی روح مبارک آپ ﷺ میں داخل ہوگی پھر آپ ﷺ زندہ ہوکر اپنی قبر مبارک سے باہر تشریف لائیں گے۔
۵۔باقی موت سے تا قیام قیامت آپ کا جسم مبارک اگرچہ محفوظ ومعطر رہے گا (جیسا کہ اب بھی ہے) مگر اس میں روح موجود نہیں۔
۶۔حاصل آنکہ ہم حضور ﷺ کی حیات روحانی برزخی کے قائل ہیں۔عقیدہ ختم۔

سوالات

۱۔یہ عقیدہ اس تفصیل سے اہل سنت وجماعت کی کون سی کتاب میں مذکور ہے؟ مکمل عبارت باحوالہ تحریر فرمائیں۔
۲۔یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے کہ اس کا منکر کافر ہو، یا ضروریات اہل سنت میں سے کہ اس کا منکر اعتقادی بدعتی اور اہل سنت سے خارج ہو۔
۳۔ضروریات دین اور ضروریات اہل سنت کی جامع مانع تعریف بھی فرمائیں۔
۳۔عقیدہ جزء نمبر ا یعنی وقوع موت آنحضرت ﷺ بخروج روح قرآن پاک کی کس آیت کریمہ میں ہے کہ آپ وصال فرما چکے ہیں یا کس حدیث متواتر میں ہے کہ میں وصال فرما چکا ہوں؟ وعدہ موت تو سب کا قرآن میں مذکور ہے، اس کی بات نہیں، وقوع موت کی دلیل درکار ہے۔
۴۔روح کو نکل جاتے کس نے دیکھا؟ اس پر کوئی آیت یا حدیث متواتر جو مثبت عقیدہ ہو تحریر فرمائیں۔
۴۔اللھم بالرفیق الاعلی آپ ﷺ نے اس جسم اور روح سے فرمایا جسم مثالی سے۔

۵۔ آپ ﷺ کا جسد اطہر اور روح مبارک دونوں رفیق اعلیٰ میں پہنچ گئے یا کسی ایک نے وعدہ خلافی کی؟

۶۔ الرفیق الاعلیٰ کہاں ہے کسی آیت حدیث متواتر سے بیان فرمائیں۔

۷۔ اللھم بالرفیق الاعلی کی حدیث حدیث متواتر ہے یا حدیث مشہور یا خبر واحد۔ ان تینوں قسموں کی جامع مانع تعریف بھی فرمائیں۔

۸۔ قیامت تک روح مطہرہ الرفیق الاعلیٰ میں رہے گی اور جسد اطہر قبر مبارک میں، لیکن ان کا آپس میں کوئی تعلق یا تلبس نہ ہوگا۔ اس پر ایک آیت یا حدیث متواتر پیش فرمائیں۔

۹۔ قاضی نور محمد صاحب، مولانا غلام اللہ خان صاحبان نے جو اس عقیدہ پر دستخط فرمائے تھے کہ قبر مبارک میں تعلق روح سے حیات ہیں اور روضہ مبارک پر پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام آپ سنتے ہیں اس کی وجہ سے وہ کافر قرار پائے یا معتزلی، بدعتی۔ اور یہ عقیدہ انہوں نے کس صریح آیت یا صریح متواتر حدیث سے لیا تھا؟

۱۱۔ سیدہ عائشہ جو حدیث اللھم بالرفیق الاعلی کی تنہا روایت کرنے والی ہیں وہ آپ ﷺ کی حیات فی القبر کے بارہ میں کیا عقیدہ رکھتی تھیں۔

۱۲۔ حضرت امام سعید بن المسیبؒ جو سیدہ عائشہؓ سے اس حدیث کے تنہا راوی ہیں وہ آپ ﷺ کی حیات فی القبر کے بارہ میں کیا عقیدہ رکھتے تھے؟

۱۳۔ حضرت انسؓ جو خبر واحد جنت الفردوس ماواہ کے راوی ہیں آپ ﷺ کی حیات فی القبر کے بارہ میں کیا عقیدہ رکھتے تھے؟

۱۴۔ موت کا کیا معنیٰ ہے اور حیات کا کیا معنیٰ ہے؟

۱۵۔ موت اور نیند میں کیا فرق ہے؟

۱۶۔ نیند میں روح جسم سے باہر ہوتی ہے یا اندر؟ آنحضرت ﷺ کا لمبا خواب جس میں جسد اطہر مدینہ منورہ میں بستر خواب پر تھا اور روح مبارک عالم مثال جنت، دوزخ کی سیر کر رہی

تھی، اس وقت جسد اطہر سے اتنا تعلق تھا کہ سانس چل رہا تھا، کروٹیں بدلی جا رہی ہوں، کھانا ہضم ہو رہا ہو یا نہیں، اور اس کی کیا دلیل ہے؟

۱۷۔ قرآن اور احادیث متواترہ میں قبر کس مقام کا نام ہے؟

۱۸۔ قبر اور عالم قبر میں کیا فرق ہے؟ اور بستر خواب اور عالم خواب میں کیا فرق ہے؟

۱۹۔ نبی اور غیر نبی کی نیند میں کیا کیا فرق ہوتا ہے؟ با دلیل بیان کریں۔

۲۰۔ نبی اور غیر نبی کے غسل کفن، جنازہ، اور دفن میں کیا کیا فرق ہوتے ہیں با دلیل بیان فرمائیں۔

۲۱۔ موت کے بعد نبی اور غیر نبی کے اموال اور ازواج کے احکام میں کیا کیا فرق ہیں؟

۲۲۔ مدینہ پاک اور روضہ پاک کو روضۃ من الریاض الجنۃ ماننا ضروری عقیدہ ہے یا نہیں؟

۲۳۔ برزخ یعنی پردہ کا کیا مطلب ہے؟ پردہ کا تعلق روح سے ہوتا ہے یا جسم سے؟ روح کبھی پردہ میں کبھی بے پردہ ہوتی ہے، یہ جسم بھی کبھی پردہ میں کبھی بے پردہ ہوتا ہے۔

۲۴۔ حیات جسمانی اور حیات روحانی میں کیا فرق ہے؟ کیا حیات جسمانی میں جسم کے ساتھ روح کا تعلق ہوتا ہے یا نہیں اور حیات روحانی میں روح کے ساتھ جسم کا تعلق ہوتا ہے یا نہیں؟ با دلیل بیان کریں۔

۲۵۔ برزخی حیات (چھپی حیات جو صرف اسی کو محسوس ہو) اور کھلی حیات جو سب کو محسوس ہو دونوں میں کیا فرق ہے؟ اور ان کے احکام میں کیا فرق ہے؟

۲۶۔ بیداری کی کھلی حیات اور نیند کی نیم برزخی حیات (کہ بعض آثار دوسروں کو بھی محسوس ہوتے ہیں بعض حالات صرف اسی کو) میں کیا کیا فرق ہیں؟ آثار میں اور احکام میں۔

۲۷۔ نیند کی برزخی اور قبر کی مکمل برزخی حیات کے آثار اور احکام میں کیا فرق ہے؟

۲۷۔ جب آپ جسد اطہر کو محفوظ اور معطر مانتے ہیں تو کس آیت یا کس حدیث متواتر سے

یہ ثابت ہے؟

۲۸۔ جب آپ حیات کے قائل ہیں کہ ایسی آیات اور متواتر احادیث لکھیں جن میں موت کے بعد اور قیامت سے پہلے حیات کی صراحت ہو۔

۲۹۔ میت کا لفظ روح پر بولا جاتا ہے یا جسم پر۔

۳۰۔ کیا سیدہ عائشہؓ علم میت کی قائل ہیں؟

۳۱۔ سلام میت بعینہ خطاب کی قائل ہیں؟

۳۲۔ خطاب میت کی قائل ہیں؟ آپ نے کس سنہ میں اپنے بھائی کو قبر میں خطاب کیا۔

۳۳۔ کیا آپ معرفت میت کی قائل ہیں؟ حیا من عمرؓ کا کیا مطلب ہے؟

۳۴۔ کیا آپؓ عذاب میت کی قائل ہیں؟

۳۵۔ نیند کے بعد روح کو کھلی حیات سے بھیجا جاتا ہے یا چھپی حیات سے؟

۳۶۔ موت کے بعد روح کو کھلی حیات سے روکا جاتا ہے یا چھپی حیات سے؟

۳۷۔ حضور ﷺ کی قبر مبارک کہاں ہے؟

۳۸۔ اس قبر مبارک میں جو جسد مطہر ہے وہ جسد عنصری ہے یا جسد مثالی۔

۳۹۔ بیداری میں روح پر کتنی ذمہ داریاں ہیں، نیند میں کتنی اور برزخ میں کتنی؟

۴۰۔ حیات دنیوی کھلی سے حیات دنیوی برزخی کن کن آثار واحکام میں اعلیٰ ہے؟

سوال

قرآن پاک میں ہے ﴿وما انت بمسمع من فی القبور﴾ کہ مردے نہیں سنتے۔

جواب

اس آیت میں یہ نہیں ہے کہ مردے نہیں سنتے بلکہ یہ ہے کہ آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ سنانے کی نفی ہے سننے کی نہیں۔ ایک ہے اسماع اور ایک ہے سماع۔ اسماع کی نفی ہے نہ کہ سماع کی۔ اس کو ایک مثال سے سمجھیں۔

مثال

استاد شاگردوں کو کہتا ہے کہ میں نے تمہیں آج ناشتہ نہیں کروایا۔ کیا اس سے کوئی یہ سمجھ لے گا کہ لڑکوں نے آج ناشتہ کیا بھی نہیں؟ جس طرح پلانے کی نفی سے پینے کی نفی نہیں ہوتی، کھلانے کی نفی سے کھانے کی نفی نہیں ہوتی اسی طرح اسماع کی نفی سے سماع کی نفی نہیں ہوتی۔ اسی آیت مبارکہ میں آگے ہے، ان انت الا نذیر. کیا نبی اقدس ﷺ بہروں کو تبلیغ کرتے تھے؟ اگر مردوں کے ساتھ عدم سماع میں تشبیہ ہے تو کافروں کا بہرا ہونا لازم آئے گا۔ اگر وہ بہرے تھے تو ان کو دعوت ہی نہ پہنچی، قرآن پاک میں ہے انک لا تھدی من احببت کہ آپ نہیں ہدایت دے سکتے جسے آپ چاہیں تو کیا کسی کو ہدایت ملی بھی نہیں؟ اسی طرح قرآن پاک میں ہے صم بکم عمی تو کیا یہاں بھی یہی معنیٰ مراد لیا جائے گا کہ وہ بہرے اندھے اور گونگے ہیں۔ جس طرح ان آیات میں سماع حقیقی بصارت حقیقی اور تکلم حقیقی کی نفی نہیں اسی طرح اس آیت میں بھی سماع حقیقی کی نفی نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ سماع انتفاع نہیں ہے، جیسے آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم فلاں ڈی سی کے پاس گئے تھے لیکن وہ سنتا ہی نہیں۔ تو اس کا کیا یہ مطلب لیا جائے گا کہ حکومت نے بہرے آدمی کو ڈی سی بنایا ہوا ہے یقیناً یہاں جو نفی ہے وہ ایسے سماع کی ہے جس سے وہ نفع اٹھائے۔ اسی طرح اس آیت میں بھی سماع انتفاع کی نفی ہے، کہ اب مردوں کا ایمان لانا فائدہ مند نہیں ہے۔

چیلنج

چودہ صدیوں میں دو لاکھ قرآن پاک کی تفاسیر لکھی جا چکی ہیں کسی ایک سنی مفسر کا حوالہ پیش کریں جس نے اس آیت کی تحت لکھا ہو کہ

(۱)......انبیاء قبروں میں مردہ ہیں۔

(۲)...... وہ قبروں میں نہیں سنتے۔

(۳)......ان کا قبروں میں نہ سننا اس آیت سے قطعی طور پر ثابت ہے۔

(۴)......جو اس کا منکر ہے وہ کافر ہے۔

(۵)......کفر کی جامع مانع تعریف کریں۔

(۶)......شرک کی جامع مانع تعریف کریں۔

(۷)......یہ تعریفیں اہل سنت و جماعت کی کتب سے نہ ہوں۔ (اس لئے کہ وہ تو آپ کے ہاں مشرک ہیں)

(۸)......جتنے لوگوں نے بھی انبیاء کے سماع کا قول کیا ہے کیا وہ اس آیت کے منکر تھے؟

(۹) ......کیا وہ اس کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہوئے۔

(۱۰)......کیا وہ احادیث جن میں سماع انبیاء کا ذکر ہے وہ اس آیت کے خلاف ہیں؟

(۱۱)......جنہوں نے بھی ان احادیث کی توثیق کی ہے، ان کو صحیح کہا ہے ان کا کیا حکم ہے؟

(۱۲)......جن محدثین نے ان احادیث کو اپنی کتب احادیث میں نقل کیا ہے اور اس پر تنبیہ نہیں کی کہ یہ احادیث قرآن کی آیات کے خلاف ہیں وہ خائن تھے، گمراہ تھے یا کیا تھے؟

اس آیت کے تحت تفسیری حوالہ جات نیچے حاشیہ میں ملاحظہ کریں کہ کسی نے بھی ان تفاسیر میں اس آیت کے تحت عدم سماع انبیاء کا مسئلہ نہیں چھیڑا۔ (ح۲۶)

(ح۲۶). ﴿وما انت بمسمع من فی القبور﴾ ای الکفار الذین امات الکفر قلوبهم، ای کما لا تسمع من مات، کذلک لا تسمع من مات قلبه. وقرأ الحسن و عیسی الثقفی و عمرو بن میمون "بمسمع من فی القبور" بحذف التنوین تخفیفا، ای هم بمنزلة (اهل) القبور فی انهم لا ینتفعون بما یسمعونه و لا یقبلونه.

(الجامع لاحکام القرآن لابی عبد الله محمد بن احمد الانصاری القرطبی)

عن السدی رضی الله عنه فی قوله. ﴿وما یستوی الاعمی

اشکال

قرآن پاک میں ہے اموات غیر احیاء کہ قبروں والے سب مردہ ہیں خواہ وہ انبیاء

والبصیر﴾ قال . الکافر والمؤمن ﴿ولا الظلمات﴾ قال. الکفر ﴿ولا النور﴾ قال. الایمان ﴿ولا الظل﴾ قال . الجنة ﴿ولا الحرور﴾ قال. النار ﴿وما یستوی الاحیاء ولاالاموات﴾ قال. المؤمن والکافر ﴿ان الله یسمع من یشاء﴾ قال یهدی من یشاء.

قوله تعالی. ﴿وما انت بمسمع من فی القبور﴾آیة ۲۲ .

عن قتادة فی قوله. ﴿وما أنت بمسمع من فی القبور﴾ فکذلک الکافر لا یسمع ولا ینتفع بما یسمع.

(تفسیر القرآن العظیم تالیف الامام الحافظ عبدالرحمن بن محمد ابن ادریس الرازی ابن ابی حاتم المتوفی سنة ۳۲۷ھ)

﴿ وما انت بمسمع من فی القبور﴾یعنی الکفار شبههم بالاموات فی القبور حین لم یجیبوا.

(اللباب فی علوم الکتاب تالیف الامام المفسر ابی حفص عمر بن علی ابن عادل الدمشقی الحنبلی المتوفی بعد ۸۸۰ هجریه)

﴿وما یستوی الاحیاء ولا الاموات﴾ تمثیل آخر للمؤمنین والکافرین ابلغ من الاول ولذلک کرر الفعل . وقیل للعلماء والجهلاء ﴿ان الله یسمع من یشاء ﴾ هدایته فیوفقه لفهم آیاته والاتعاظ بعظاته. ﴿وما انت بمسمع من فی القبور﴾ ترشیح لتمثیل المصرین علی الکفر بالاموات و مبالغة فی اقناطه عنهم.

(تفسیر البیضاوی لامام ناصر الدین ابی سعید عبدالله بن

ہوں یا عام لوگ۔

عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی)

واخرج عبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتم عن قتادة فی قوله ﴿وما انت بمسمع من فی القبور﴾ فکذالک الکافر لا یسمع ولا ینتفع بما یسمع.

(الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور للامام الحافظ جلال الدین السیوطی رحمه الله (ت ۹۱۱ه)

ان الله یسمع من یشاء) أن یسمعه من اولیائه الذین خلقهم لجنته ور فقهم لطاعته (وما أنت بمسمع من فی القبور) یعنی الکفار الذین امات الکفر قلوبهم . ای کما لا تسمع من مات کذلک لا تسمع من مات قلبه . قرأ الجمهور بتنوین "مسمع" وقطعه عن الاضافة . و قرأ الحسن و عیسی الثقفی و عمر بن میمون باضافته (ان انت الا نذیر) ای ما أنت الا رسول منذر لیس علیک الا الانذار والتبلیغ والهدی والضلالة بید الله عز وجل.

(فتح القدیر تالیف محمد بن علی بن محمد الشوکانی المتوفی ۱۲۵۰هج)

﴿ان الله یسمع من یشاء﴾ سماع فهم و قبول، لانه تعالی هو الهادی الموفق، ﴿وما انت بمسمع من فی القبور﴾ ای . اموات القلوب، او کما ان دعاءک لا یفید سکان القبور شیئا، کذلک لا یفید المعرض المعاند شیئا، ولکن وظیفتک النذارة، و ابلاغ ما ارسلت به، قبل منک ام لا.

(تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للعلامة

جواب

مفسرین نے اموات سے مراد بت لئے ہیں نیچے حاشیہ میں تفسیری حوالہ جات دیکھ لیجئے،

الشیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی ١٣٠٧ . ١٣٧٦ھ رحمہ اللہ.)

﴿ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور﴾

ای ان اللہ یسمع من یشاء اسماعہ دعوۃ الحق، فیحببہ بالایمان و یشرح صدرہ للاسلام ، وما انت یا محمد بمسمع ھؤلاء الکفار، لانھم اموات القلوب لا یدرکون ولا یفقھون ، قال ابن الجوزی. اراد بمن فی القبور الکفار، شبھھم بالموتی، ای فکما لا یقدر ان یسمع من فی القبور کتاب اللہ و ینتفع بمواعظۃ، فکذلک من کان میت القلب لا ینتفع بما یسمع.

(صفوۃ التفاسیر للعلامۃ محمد علی الصابونی)

وقولہ. (وما أنت بمسمع من فی القبور) ای. لا تسمع الکفار ، وشبھھم بالاموات فی القبور.

(تفسیر القرآن للامام العلامۃ شیخ الاسلام حجۃ اھل السنۃ والجماعۃ ابی المظفر السمعانی منصور بن محمد بن عبدالجبار التمیمی المروزی الشافعی السلفی)

(ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور)

وھذا تمثیل بما یحسہ البشر و یشاھدونہ، فھم یرون ان المیت الذی فی القبر لا یسمع . واما الارواح فلا ترد ، اذ تتضمن الاحادیث ان ارواح المؤمنین فی شجر عند العرش فی قنادیل وغیر ذلک ، وان ارواح الکفرۃ فی سجین ونحوہ ، وفی بعض الاخبار ان الارواح عند القبور، فربما سمعت. وکذلک اھل قلیب بدر انما سمعت

البتہ بعض نے انبیاء کو بھی داخل کیا ہے، لیکن انہوں نے ساتھ ہی عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتوں کو بھی

ارواحهم، وكذلك سماع الميت خفق النعال، انماهو برد روحه عليه عند لقاء الملكين، فهذه الآية لا تعارض حديث القليب ، لان الله تبارك وتعالى رد على اولئك ارواحهم فى القليب ليوبخهم. وهذا على قول عمر وابنه عبد الله رضى الله تعالى عنهما . وهو الصحيح. ان رسول الله ﷺ قال. (ما انتم باسمع منهم) . واما عائشة رضى الله عنها فمذهبها ان رسول الله ﷺ لم يسمعهم . وانما قصد توبيخ الاحياء من الكفرة. وجعلت هذه الآية اصلا. واحتجت بها، فمثل الله تعالى فى هذه الآية الكفرة بالاشخاص التى فى القبور. وقرا الحسن بن ابى الحسن . (بمسمع من) على الاضافة. ثم سلى نبيه ﷺ بقوله. (ان انت الا نذير) اى. ليس عليك غير ذلك ، والهداية والاضلال الى الله تعالى.

یہاں بھی یہ نہ انبیاء کی حیات کا انکار کر رہے ہیں بلکہ قبر میں اعادہ روح کا ذکر کر رہے ہیں اور یہ لکھ رہے ہیں کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے سنانے کی نفی کرتی تھیں اس سے مطلقاً عدم سماع کیسے ثابت ہو گیا۔

(المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز لابی محمد عبدالحق بن عطیہ الاندلسی)

"وما انت بمسمع من فى القبور" اى . كما لا يقدر أن يسمع من فى القبور كتاب الله ، فيهديهم به الى سبيل الرشاد، فكذالك لا يقدر أن ينتفع بمواعظ الله و بيان حججه ، من كان ميت القلب عن معرفة الله وفهم كتابه وواضح حججه. وهذا ترشيح لتمثيل المصرين على الكفر بالاموات، واشباع فى التناطه عليه الصلاة والسلام، من ايمانهم.

ذکر کیا ہے تو کیا عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتوں کو مردہ کہیں گے؟ مراد صرف یہ ہے کہ جس پر ایک لمحہ

(تفسير القاسمى المسمى محاسن التاويل تاليف علامة الشام محمد جمال الدين القاسمى)

(قوله شبهم بالموتى) اى فى عدم التاثر بدعوته وقوله فيجيبون الضمير راجع لمن باعتبار معناها لانه فسرها بالكفار.

(الفتوحات الالهية سليمان بن عمر العجلى الشافعى الشهير بالجمل المتوفى سنة ۱۲۰۴)

﴿ وما انت بمسمع من فى القبور﴾ يعنى . الكفار شبههم بالموتى حين صموا فلم يجيبوا.

(الوسيط فى تفسير القرآن المجيد تاليف ابى الحسن على بن احمد الواحدى النيسابورى (المتوفى ۴۶۸ھ))

قال وما انت بمسمع من فى القبور اى هؤلاء من عدم اصغائهم الى سماع الحق بمنزلة من هم قد ماتوا فاقاموا فى قبورهم فكما من مات لا يمكن ان يقبل منک قول الحق فكذالک هؤلاء لانهم اموات القلوب. (تفسير البحر المحيط ص ۳۰۹ ج۷)

﴿وما انت بمسمع من فى القبور﴾ اى كما لا ينتفع الاموات بعد موتهم و صيرورتهم الى قبورهم وهم كفار بالهداية والدعوة اليها كذالک هؤلاء المشركون الذى كتب عليهم الشقاوة لا حيلة لک فيهم ولا تستطيع هدايتهم . (تفسير ابن كثير ص ۴۲۹ ج ۳)

﴿وما انت بمسمع من فى القبور ﴾ يعنى لا تقدر أن تفقه الاموات وهم الكفار. (تفسير سمرقندى ص ۸۴ ج ۳)

بھی موت طاری ہونی ہے وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر ایک نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے، بعض نے تو چکھ لیا، عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتے بھی چکھیں گے اس لئے انبیاء، فرشتے اور انسان خدا نہیں ہو سکتے، اور نہ ہی بت خدا ہو سکتے ہیں کہ ان میں کبھی روح آئی ہی نہیں وہ بھی مردہ ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ سب فی الحال مردہ ہیں۔ اتنا مطلب ہے کہ انہوں نے موت کا ذائقہ چکھ لیا ہے اور بعض نے چکھنا ہے وگرنہ تو عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتوں کو فی الحال مردہ کہنا پڑے گا حالانکہ اس کے یہ لوگ بھی قائل نہیں ہیں۔ موت ایک ذائقہ ہے جیسا کہ پیچھے گزر چکا، جنہوں نے چکھ لیا چکھ لیا، اور اس کے بعد کیا حالت ہے تو اس کے بارے میں یہ آیت خاموش ہے، عذاب قبر کی آیات اور وہ احادیث جو عذاب قبر پر دال ہیں ان سے معلوم ہو گیا کہ موت کے بعد پھر قبر میں زندگی ہے جس سے بدن کو عذاب و ثواب ہوتا ہے۔ اعادہ روح کی بحث پیچھے مکمل گزر چکی ہے۔

چیلنج

منکرین حیات دو لاکھ تفاسیر میں سے کسی ایک سنّی مفسر کی تفسیر کا حوالہ پیش کریں جو عنایت اللہ شاہ گجراتی سے پہلے کا ہو اور اس نے اس آیت کے تحت لکھا ہو

(۱) یہ آیت انبیاء کی قبروں میں دائمی مردہ ہونے کے بارے میں قطعی ہے۔

(۲) جو لوگ انبیاء کی حیات فی القبر کے قائل ہیں وہ اس آیت قرآنیہ کے منکر ہیں۔

(۳) آیت قطعی کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہیں۔

(۴) جو احادیث حیات انبیاء پر دال ہیں وہ اس آیت قطعی کے خلاف ہیں۔

(۵) جن محدثین نے ان احادیث کی تصحیح کی ہے انہوں نے قرآن کی مخالفت کی ہے۔

(۶) جن محدثین نے ایسی احادیث کو نقل کیا ہے جو عام مردوں کی طرف قبر میں اعادہ روح پر دال ہیں کیا وہ قرآن کے مخالف تھے؟

سوالات

(۱) اس آیت سے انبیاء کا مردہ ہونا عبارۃ النص سے مراد ہے یا دلالۃ النص سے یا اقتضاء

النص سے یا اشارۃ النص سے۔ کسی مفسر یا محدث سے اس کی تصریح دکھائیں۔

(۲) کسی محدث نے اعادہ روح کی احادیث کی شرح میں لکھا ہو کہ یہ احادیث قرآن کی اس آیت کے خلاف ہیں تو حوالہ پیش کریں۔

(۳) ایسے تمام محدثین جو ایسی احادیث سے خاموشی سے گزر گئے ان کو قرآن آتا تھا یا نہیں، اگر آتا تھا تو وہ حق کو چھپا گئے، تو ان کا کیا حکم ہے؟

(۴) سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ قبر میں اعادہ روح ہوتا ہے، کیا وہ اس آیت کے منکر تھے۔

(۵) کیا آج کے مماتیوں کو امام اعظمؒ سے زیادہ قرآن آتا ہے؟

حاشیہ میں تفسیری حوالہ جات نقل کئے جاتے ہیں جن کو دیکھ کر معلوم ہوگا کہ اکثر مفسرین نے اموات سے مراد بت لئے ہیں۔ (ح ۲۷)

(ح۲۷). ﴿اموات غیر احیاء﴾ ای هم اموات، یعنی الاصنام، لا ارواح فیها ولا تسمع ولا تبصر، ای هی جمادات فکیف تعبدونها و انتم افضل منها بالحیاة. ﴿وما یشعرون﴾ یعنی الاصنام. ﴿ایان یبعثون﴾ وقرأ السلمی "ایان" بکسر الهمزة، وهما لغتان، موضعه نصب بِ"یبعثون" وهی فی معنی الاستفهام. والمعنی. لا یدرون متی یبعثون. و عبر عنها کما عبر عن الآدمیین، لانهم زعموا انها تعقل عنهم و تعلم و تشفع لهم عند الله تعالی، فجری خطابهم علی ذلک. وقد قیل. ان الله یبعث الاصنام یوم

واقعہ(۱)

محمد بن عبیداللہ بن عمرو العتبی کہتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو قبر اطہر پر زیارت کے

القيامة ولها ارواح فتتبرأ من عبادتهم، وهى فى الدنيا جماد لا تعلم متى تبعث. قال ابن عباس ، تبعث الاصنام و تركب فيها الارواح و معها شياطينها فيتبرؤن من عبدتها، ثم يؤمر بالشياطين والمشركين الى النار. وقيل . ان الاصنام لتطرح فى النار مع عبدتها يوم القيامة.

(الجامع لاحكام القرآن لابى عبد الله محمد بن احمد الانصارى القرطبى)

قوله ﴿افمن يخلق كمن لا يخلق﴾ (آية ١٧ . ٢٢)

عن قتادة فى قوله. ﴿افمن يخلق كمن لا يخلق﴾ قال. الله هو الخالق الرزاق ، وهذه الاوثان التى تعبد من دون الله تخلق ولا تخلق شيئا، ولا تملك لاهلها ضرا و لا نفعا . قال الله . ﴿افلا تذكرون﴾ وفى قوله. ﴿والذين يدعون من دون الله﴾ الآية . قال . هذه الاوثان التى تعبد من دون الله اموات لا ارواح فيها ، ولا تملك لاهلها خيرا ولا نفعا ﴿الهكم اله واحد﴾ قال. الله الهنا ومولانا و خالقنا و رازقنا ولا نعبد ولا ندعو غيره. ﴿فالذين لا يؤمنون بالآخرة قلوبهم منكرة﴾ يقول. منكرة لهذا الحديث . ﴿ وهم

لئے حاضر ہوا اور حاضری کے بعد وہیں ایک جانب کو بیٹھ گیا اتنے میں ایک شخص اونٹ پر سوار

مستکبرون﴾ قال مستکبرون عنه.

(تفسیر القرآن العظیم تالیف الامام الحافظ عبدالرحمن بن محمد ابن ادریس الرازی ابن ابی حاتم المتوفی سنة ۳۲۷ھ)

﴿اموات﴾ ای . هی اموات لا روح فیها . یعنی. الاصنام ﴿غیر احیاء﴾ تاکید ﴿وما یشعرون ایان یبعثون﴾و ذلک ان الله سبحانه یبعث الاصنام لها ارواح ، فیتبرؤن من عابدیهم، وهی فی الدنیا جماد لا تعلم متی تبعث.

(الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز لابی الحسن بن علی الواحدی المتوفی ۴۶۸ھ)

الاصنام اموات لا یحصل عقیب موتها الحیاة. والثانی . ان هذا الکلام مع الکفار الذین یعبدون الاوثان، وهم فی نهایة الجهالة والضلالة، ومن تکلم مع الجاهل الغر الغبی فقد یحسن أن یعبر عن المعنی الواحد بالعبارات الکثیرة، وغرضه منه الاعلام بکون ذلک المخاطب فی غایة العبارة و انما یعید تلک الکلمات لکون ذلک السامع فی نهایة الجهالة، وأنه لا یفهم المعنی المقصود بالعبارة الواحدة.

بدوانہ صورت حاضر ہوئے اور آکر عرض کیا کہ یا خیر الرسل (اے رسولوں کی بہترین ذات)

(الصفة الثالثة) قوله (وما يشعرون ايان يبعثون) والضمير في قوله (وما يشعرون) عائد الى الاصنام ، وفي الضمير في قوله (يبعثون) قولان. احدهما . انه عائد الى العابدين للاصنام يعنى أن الاصنام لا يشعرون متى تبعث عبدتهم، وفيه تهكم بالمشركين وأن آلهتهم لا يعلمون وقت بعثهم فكيف يكون لهم وقت جزاء منهم على عبادتهم. والثاني . أنه عائد الى الاصنام يعنى أن هذه الاصنام لا تعرف متى يبعثها الله تعالى قال ابن عباس . ان الله يبعث الاصنام ولها ارواح ومعها شياطينهافيؤمربها الى النار.

(التفسير الكبير للامام الفخر الرازى)

اعلم انه تعالى وصف الاصنام بصفات.

اولها. انها لا تخلق شيئاً.

وثانيها. انها مخلوقة.

و ثالثها. انهم اموات غير احياء ، اى . انها لو كانت الهة حقيقة ، لكانت احياء غير اموات، اى . لايجوز عليها الموت ، كالحى، الذى لا يموت. سبحانه . وهذه الاصنام بالعكس.

اللہ جل شانہ نے آپ پر قرآن شریف میں نازل فرمایا

فان قيل. لما قال" اموات" علم انها " غير احياء" فما فائدة قوله تعالى. ﴿غير احياء﴾

والجواب. ان الاله هو الحى الذى لا يحصل عقيب حياته موت ، وهذه الاصنام اموات لا يحصل عقيب موتها حياة، و ايضا. فهذا الكلام مع عبدة الاوثان ، وهم فى نهاية الجهالة، ومن تكلم مع الجاهل الغر الغبى، فقد يعبر عن المعنى الواحد، بعبارات كثيرة، و غرضه الاعلام بان ذلك المخاطب فى غاية الغباوة، وانما يعيد تلك الكلمات، لان ذلك السامع فى نهاية الجهالة، وانه لا يفهم المعنى المقصود بالعبارة الواحدة.

ورابعها. قوله. ﴿وما يشعرون ايان يبعثون﴾ والضمير فى قوله . "يشعرون" عائد على الاصنام، وفى الضمير فى قوله. "يبعثون" قولان.

احدهما. انه عائد الى العابد للاصنام، اى. ما يدرى الكفار عبدة الاصنام متى يبعثون.

الثانى. انه يعود الى الاصنام ، اى. الاصنام لايشعرون متى يبعثها الله تعالى.

قال ابن عباس رضى الله عنه . ان الله تعالى يبعث

ولو انهم اذا ظلموا انفسهم جآؤک فاستغفروا الله

الاصنام لها ارواح ،و معها شياطينها ، فتتبرأ من عابديها، فيؤمر بالكل الى النار.

(اللباب فی علوم الكتاب تاليف الامام المفسر ابی حفص عمر بن علی ابن عادل الدمشقی الحنبلی المتوفی بعد ۸۸۰ هجريه)

﴿والذين يدعون من دون الله لا يخلقون شيئا وهم يخلقون﴾ ای والذين يعبدونهم من دون الله كالاوثان والاصنام لا يقدرون على خلق شیء اصلا والحال انهم مخلوقون صنعهم البشر بايديهم، فكيف يكونون آلهة تعبد من دون الله ؟ ﴿اموات غير احياء﴾ ای و تلک الاصنام اموات لا أرواح فيها، لا تسمع ولا تبصر لانها جمادات لا حياة فيها، فكيف تعبدونها وانتم افضل منها لما فيكم من الحياة؟ ﴿وما يشعرون ايان يبعثون﴾ ای ما تشعر هذه الاصنام متى يبعث عابدوها.

(صفوة التفاسير للعلامة محمد على الصابونی)

وقوله. (غير احياء) تاكيد للاول. وقوله. (وما يشعرون ايان يبعثون) ای. متى يبعثون؟ فان قيل. هل للاصنام بعث؟ والجواب. أنه قد ذكر فی بعض التفاسير .

واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله تواباً رحيماً. (نساء ٩٠)

أن الاصنام تبعث، و تجعل فيها الحياة ، و تتبرا من عابديها، وقد دل على هذا القرآن فى مواضع ، وقيل فى معنى الآية. وما تشعر الاصنام متى يبعث الكفار؟ وفى الآية قول ثالث. وهو أن معناها. وما يشعر الكفار متى يبعثون؟

(تفسير القرآن للامام العلامة شيخ الاسلام حجة اهل السنة والجماعة ابى المظفر السمعانى منصور بن محمد بن عبدالجبار التميمى المروزى الشافعى السلفى)

(وما يشعرون) اى الاصنام ايان يبعث الكفار.

(المحرر الوجيز فى تفسير الكتاب العزيز لابى محمد عبدالحق بن عطيه الاندلسى)

"وما يشعرون" اى تلك الاصنام المعبودة "ايان يبعثون" اى متى يكون بعثها. وقد روى، انها تبعث ، ويجعل فيها حياة، فتبرأ من عابديها. ثم يؤمر بها و بهم جميعا الى النار.

وجوز عود الضمير الى عابديها . اى . وما تشعر الاصنام متى يبعث عبدتهم. تهكما بحالها . لان شعور الجماد محال. فكيف بشعور مالا يعلمه الا الله ؟ وفيه اشعار بأن معرفته وقت البعث من لوازم الالوهية ، وقوله تعالى.

ترجمہ..... ''اور اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنے نفس پر ظلم کرلیا تھا آپ کے

(تفسير القاسمي المسمى محاسن التاويل تاليف علامة الشام محمد جمال الدين القاسمي)

(اموات) يعني ان هذه الاصنام اجسادها جمادات ميتة لا حياة بها اصلا ، فزيادة قوله (غير احياء) لبيان انهاليست كبعض الاجساد التي تموت بعد ثبوت الحياة لها بل لا حياة لهذه اصلا فكيف يعبدونها وهم افضل منها لانهم أحياء (وما يشعرون) اى الآلهة (ايان يبعثون) اى الكفار الذين يعبدون الاصنام، والمعنى ما تشعر هذه الجمادات من الاصنام ايان يبعث عبدتهم من الكفار ، و يكون هذا على طريقة التهكم لهم لان شعور الجماد مستحيل بما هو من الامور الظاهرة فضلا عن الامور التي لا يعلمها الا الله سبحانه .

(فتح البيان في مقاصد القرآن تاليف صديق بن حسن بن على الحسين القنوجي البخاري)

جملة الاوصاف التي ذكرها للأصنام ثلاثة تنافي الالوهية اه شيخنا فان قيل هذا مكرر مع ما تقدم في قوله أفمن يخلق كمن لا يخلق قلت ان المذكور في الآية المتقدمة أنهم لا يخلقون شيئا فقط والمذكور في هذه الآية

پاس آجاتے اور آکر اللہ جل شانہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے اور رسول

أنهم لا يخلقون شيئا وهم يخلقون لغيرهم وهو الله فكان هذا زيادة في المعنى فلا تكرار اه خازن (قوله خبر ثان) اى عن قوله هم أى والاول يخلقون وقوله وما يشعرون أى يعلمون خبر ثالث وكان على الشارح التنبيه عليه اه شيخنا (قوله ايان يبعثون) اى الخلق و يجوز أن يكون الضمير عائدا الى الاصنام اى أن الاصنام لا يشعرون متى يبعثها الله تعالى وبه بدأ القاضى تبعا للكشاف قال ابن عباس ان الله تعالى يبعث الاصنام لها ارواح و معها شياطينها فتتبرأ من عابديها فيؤمر بالكل الى النار.

(الفتوحات الالهية سليمان بن عمر العجلى الشافعى الشهير بالجمل المتوفى سنة ١٢٠٤)

(والذين تدعون من دون الله لا يخلقون ----) اى ان الاوثان والاصنام لا يخلقون شيئا ، بل هى مخلوقة ، كما قال تعالى (أتعبدون ما تنحتون؟ والله خلقكم وما تعملون) (الصافات ٣٧/٩٥-٩٦)

(اموات غير احياء) اى هم جمادات لاارواح فيها ولا حياة لها اصلا ، فلا تسمع ولا تبصر و لاتعقل، فلا تفيدكم شيئا.

اللہ ﷺ بھی ان کے لئے معافی مانگتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا پاتے۔"

فقوله تعالى. (غير احياء) لبيان انه لا يعقب موتها حيلة، وذلک أعرق في موتها ، فهي ليست كبعض المواد التي يمكن طروء الحياة عليها، كالنطف التي ينشئها الله حيوانا، وأجساد الحيوان التي تبعث بعد موتها.

اما الاله فهو الحي الذي لا يطرأ عليه موت اصلاً، فبان الفرق بينهما وهو ان الاله دائم الحياة ، والاصنام دائمة الموت.

(وما يشعرون ايان يبعثون) اى و تلک الاصنام لا يدرون متى يبعث. (ص۱۰۷)

(التفسير المنير في العقيدة والشريعة والمنهج)

﴿افمن يخلق﴾ يعني ما ذكر في هذه السورة ﴿كمن لا يخلق﴾ يعني الاوثان وهي لا تخلق شيئا ﴿افلا تذكرون﴾ يعني المشركين يقول. افلا تتعظون كما اتعظ المؤمنون؟ قوله ﴿وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها﴾ تقدم تفسيره ﴿ان الله لغفور﴾ لما كان منكم من تقصير شكر نعمة ﴿رحيم﴾ بكم حيث لم يقطعها عنكم بتقصيركم ، وما بعد هذا ظاهر التفسير الى قوله. ﴿اموات غير احياء﴾ يعني الاصنام التي كانوا يعبدونها ، وهي موات لا روح لها ، ﴿وما يشعرون ايان يبعثون﴾ الاصنام متى تبعث قال ابن عباس . و ذلک ان الله يبعث الاصنام لها ارواح

اے اللہ کے رسول ﷺ میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں اور اللہ جل شانہ سے اپنے

ومعها شياطينها فيتبراون من عابديهم.

(الوسيط في تفسير القرآن المجيد تاليف ابي الحسن علي بن احمد الواحدي النيسابوري (المتوفى ۴۶۸ھ)

و اما الاصنام من الحجارة والخشب فاموات لا يعقب موتها حيات و ذلک اعرق في موتها . (تفسير البحر المحيط ص ۲۸۲)

اموات غير احياء و ما يشعرون ايان يبعثون﴾ يخبر تعالىٰ انه يعلم الضمائر والسرائر كما يعلم الظواهر ، و سيجزي كل عامل بعمله يوم القيامة ان خيرا فخير وان شرا فشر، ثم اخبر ان الاصنام الذي يدعونها من دون الله لا يخلقون شيئا وهم يخلقون كما قال الخليل ﴿أتعبدون ما تنحتون ؟ والله خلقكم وما تعلمون﴾ وقوله اموات غير احياء ﴾ اي هي جمادات لا ارواح فيها فلا تسمع ولا تبصر ولا تعقل ﴿وما يشعرون ايان يبعثون﴾ اي يدرون متى تكون الساعة ، فكيف يرتجي عند هذه نفع او ثواب او جزاء؟ انما يرجي ذلک من الذي يعلم كل شيء وهو خالق كل شيء.

(تفسير ابن كثير ص ۷۴۷ ج ۲)

گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں اور میں اس میں آپ کی شفاعت کا طالب ہوں اس کے بعد وہ بدو

﴿اموات غیر احیاء﴾ قال فی روایة الکلبی یعنی ان الاصنام اموات لیس فیها روح ﴿وما یشعرون﴾ یعنی الاصنام ﴿ایان یبعثون﴾ ای متی یحیون فیحاسبون. (تفسیر سمرقندی ص ۲۳۲ ج ۲)

و ترتیب الدلیل هکذا العالیة الذین یعبدهم المشرکون من دون الله لا یخلقون شیئا ولا شیء مما لا یخلق بشریک مماثل لخالق. فلا شیء من الاصنام بشریک للخالق فلا تکرار قوله (هم اموات لا تعتریهم الحیاة) اشارة الی ان قوله ﴿اموات﴾ خبر مبتداء محذوف و الی دفع ما یقال من ان قوله ﴿اموات﴾ دفع اولا بان قوله ﴿غیر احیاء﴾ صفة مخصصة لقوله ﴿اموات﴾ فان من الاموت ما تعتریه الحیاة بعد زمان کالنطفة و البیضة و نحوهما وما لا تعتریه الحیاة ابدا و الاصنام من قبیل الثانی و کیف تکونوا شرکاء للاله الحق الحی الذی لا یجوز ان یعتریه الموت ابداً؟ والحال ان المیت الذی لا تعتریه الحیاة ابدا فی غایة البعد عن الحی الذی لا یعتریه الموت ابدا و یمتنع ذلک فی حقه قطعا و دفعه ثانیا بان المراد بقوله ﴿اموات﴾ ما یتناول الاموات حالاً کالاصنام و

رونے لگے اور یہ شعر پڑھے

عیسی و عزیز والاموات مآلاً کالملئکة الذین تعبدهم طائفة من المشركين والاموات بهذا المعنى يلزم ان لا تكون احياء بالذات الى انها وصفت بانها غير احياء بالذات لتأخير كما فى قوله ﴿نفخة واحدة﴾ (الحاقة ١٣) فانه لما كان المقصود نفى الالهية عن شركاء المشركين اقتضى المقام الاهتمام بنفى لوازم الالوهية عنها، و توصيفها بما ينا فى الالوهية و ذالک آکد کونها امواتا حالا او مآلاً بکونها غير احياء بالذات فانه تعالىٰ فى وصفهم بثلاث صفات كل واحد منها تنافى الالوهية وهى انهم غير خالقين بل هم مخلوقون وانهم اموات غير احياء وانهم لا يعلمون وقت البعث والمقصود منها نفى الالوهية عنهم و الباث وجوب الكون الاله خالقا غير مخلوق حيا لا يموت عالما بالغيب كعلمه بالشهادة فالذى يقول موصوفا باضداد هذه الاوصاف ما يكون اله قطعا قوله (ولا يعلمون وقت بعثهم او بعث عبدتهم) اشارة الى ان ضمير "يشعرون" للمعبودات البتة، و ان الضمير "يبعثون" يحتمل ان يكون للمعبودات ايضا و يقول المعنى ان الاصنام لا يشعرون متى يبعثها الله تعالىٰ قال ابن عباسؓ ان الله يبعث الاصنام ولها ارواح و

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمہ
فطاب من طیبھن من القاع والاکم

ترجمہ......اے بہترین ذات ان سب لوگوں میں جن کی ہڈیاں ہموار زمین میں دفن کی گئیں کہ ان کی وجہ سے زمین اور ٹیلوں میں بھی عمدگی پھیل گئی۔

نفسی الفداء لقبر انت ساکنہ
فیہ العفاف و فیہ الجود والکرم

ترجمہ...... میری جان قربان اس قبر پر جس میں آپ مقیم ہیں کہ اس میں عفت ہے، اس میں جود ہے، اس میں کرم ہے۔

اس کے بعد انہوں نے استغفار کی اور چلے گئے، عتبی کہتے ہیں کہ میری ذرا آنکھ لگ گئی تو میں نے نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت کی، حضور ﷺ نے فرمایا جاؤ اس بدو سے کہدو کہ میری سفارش سے اللہ جل شانہ نے اس کی مغفرت فرمادی۔

معها شياطينها فتتبرأ من عابديها فيعبد بالكل الى النار و يحتمل ان يكون للعبدين و يكون المعنى ان الاصنام وسائر المعبودات من دون الله لا يشعرون وقت بعث عبدتهم ((حاشيه محى الدين شيخ زاده على تفسير البيضاوى مصنف محمد بن مصلح الدين مصطفى القوجوى الحنفى المعروف شيخ زاده المتوفى ٩٥١ھ)(ص ٢٦٠ ج٥)

﴿اموات غير احياء﴾ يعنى الاصنام ، قال الفراء و معنى الاموات هاهنا ، انها لا روح فيها. (زاد المسير فى علم التفسير ص ٤٣٧ ج ٤

(ذکرہ ابن عساکر فی تاریخہ وابن الجوزی فی مثیر العزم وغیرھما باسانید کذا فی شفاء الاسقام والمواھب و ذکرہ الموفق مختصراً)

اکثر حضرات نے یہی دو شعر نقل کئے ہیں مگر امام نوویؒ نے اپنی مناسک میں اس کے بعد دو شعر اور نقل کئے ہیں

انت الشفیع الذی ترجی شفاعتہ
علی الصراط اذا ما زلت القدم

ترجمہ..... آپ ایسے سفارشی ہیں جن کی سفارش کے ہم امیدوار ہیں جس وقت کہ پل صراط پر لوگوں کے قدم پھسل رہے ہوں گے۔

و صاحباک لا انساھما ابدا
منی السلام علیکم ما جری القلم

ترجمہ..... اور آپ کے دو ساتھیوں کو تو میں کبھی بھی نہیں بھول سکتا میری طرف سے تم سب پر سلام ہوتا رہے جب تک کہ دنیا کے لئے قلم چلتا رہے، یعنی قیامت تک۔

واقعہ (۲)

سید احمد رفاعیؒ مشہور بزرگ اکابر صوفیہ میں ہیں، ان کا قصہ مشہور ہے کہ جب ۵۵۵ھ میں حج سے فارغ ہو کر زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور قبر اطہر کے مقابل کھڑے ہوئے تو یہ دو شعر پڑھے

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلھا
تقبل الارض عنی وھی نائبتی
وھذہ دولۃ الاشباح قد حضرت

فامد دیمینک کے تحطی بھا شفتی

ترجمہ...... دوری کی حالت میں میں اپنے روح کو خدمت اقدس میں بھیجا کرتا تھا وہ میری نائب بن کر آستانہ مبارک چومتی تھی، اب جسموں کی حاضری کی باری آئی ہے اپنا دست مبارک عطا کیجئے تا کہ میرے ہونٹ اس کو چومیں۔

اس پر قبر شریف سے دست مبارک باہر نکلا اور انہوں نے اس کو چوما۔ (الحاوی للسیوطی)

کہا جاتا ہے کہ اس وقت تقریباً نوے ہزار کا مجمع مسجد نبوی میں تھا جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور حضورﷺ کے دست مبارک کی زیارت کی جن میں حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبد القادر جیلانی نور اللہ مرقدہ کا نام نامی بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

(البنیان المشید)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یاایها الذین آمنوا اتقوا اللّٰہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ

مسئلہ توسّل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ توسّل

جس قدر دور گذرتا جارہا ہے دوقسم کے فتنے زور پکڑتے جارہے ہیں کچھ بدعتی کچھ الحادی۔ بدعتی فتنے وہ ہیں جو دین میں غیر ثابت شدہ مسائل کو داخل کر کے ان کو دین بنالیتے ہیں الحادی فتنے وہ ہیں جو دین کے ثابت شدہ مسائل کا انکار کردیتے ہیں۔ کسی نے عذاب وثواب قبر کا انکار کردیا، کسی نے اس قبر کا انکار کر کے نئی قبر تلاش کرنا شروع کردی، کسی نے حیات انبیاء علیہم السلام جیسے اجماعی اور متواتر عقیدے کا انکار کردیا، کسی نے ثبوت حدیث، حجیت حدیث کا انکار کیا اور کسی نے فقہ کا۔ تو یہ تمام کے تمام فتنے الحادی فتنے ہیں۔ انہی فتنوں میں سے ایک وسیلے کے منکرین کا فتنہ بھی ہے جو وسیلہ کو شرک کی سیڑھی قرار دیتے ہیں۔ اس وقت اس مسئلہ پر اختصار کے ساتھ عرض کرنے کا ارادہ ہے۔

کسی مسئلے کو سمجھنے کے لئے اس کی حیثیت کو سمجھنا ضروری ہوتا ہے تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ اس کے دلائل جو ہیں وہ واقعی اس مسئلہ کو ثابت کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں؟ تو اس مسئلہ کو سمجھنے سے پہلے بطور تمہید کے ایک بات سمجھ لیں۔ منکرین وسیلہ عام طور پر اس مسئلہ کو بگاڑنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وسیلہ کے ساتھ دعا کرنا عقائد قطعیہ کا مسئلہ ہے۔ حالانکہ وسیلہ کے ساتھ دعا کرنا عقائد قطعیہ کا مسئلہ نہیں بلکہ عقائد ظنیہ کا مسئلہ ہے، نیز اس کے جواز، عدم جواز کا تعلق فقہ کے ساتھ

ہے، یہ فقہی کتابوں میں مذکور ہے۔ (دیکھئے ہدایہ، شرح نقایہ، ردالمحتار شرح درالمختار، فتاویٰ عزیزی وغیرہ۔ مزید کچھ فقہی حوالہ جات آگے بھی آجائیں گے) یہ لوگ پہلے تو اس کو عقائد قطعیہ میں داخل کرتے ہیں پھر اس معیار پر دلیل کا مطالبہ کرتے ہیں، حالانکہ یہ عقائد قطعیہ کا مسئلہ نہیں بلکہ عقائد ظنیہ کا مسئلہ ہے۔ تو جس قسم کے دلائل سے عقائد ظنیہ ثابت ہوں گے یہ مسئلہ بھی ثابت ہو جائے گا۔

ایک اور دھوکہ یہ دیتے ہیں کہ ان کے نزدیک وسیلے کے بغیر دعا ہی قبول نہیں ہوتی، حالانکہ یہ ہم پر جھوٹ ہے، ہم قطعاً یہ بات نہیں کہتے کہ اللہ تعالیٰ وسیلے کے بغیر دعا قبول نہیں فرماتے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ وسیلہ کے بغیر بھی دعا قبول فرماتے ہیں لیکن چونکہ انسان ذرا دعا کی قبولیت جلد چاہتا ہے، تو وسیلے سے اس کو امید ہوتی ہے کہ دعا ذرا جلد قبول ہو جائے گی اس کو مثالوں سے سمجھیں۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ سنتے ہیں یا کوئی خاص جگہ ہے جہاں جا کر درخواست دینی پڑتی ہے۔ یقیناً ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ سنتے ہیں لیکن پھر بھی جب حاجی حج کرنے کے لئے جاتا ہے تو آپ اسے کہتے ہیں کہ وہاں جا کر میرے لئے بھی دعا کرنا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے مقدمے کی پریشانی دور کرے، لیکن آپ کا عقیدہ اس وقت بالکل یہ نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ مکہ کے علاوہ کسی اور جگہ دعا نہیں سنتے۔ آپ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دعا تو ہر جگہ سنتے ہیں لیکن وہاں ذرا جلدی قبولیت کی امید ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ بندوں کی دعا ہر وقت سنتے ہیں یا کوئی خاص دفتری ٹائم ہے کہ اس وقت تو دعا سنتے ہیں اور دوسرے اوقات میں چھٹی ہوتی ہے؟ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر وقت دعا سنتے ہیں لیکن اس کے باوجود آپ کہتے ہیں مولانا تہجد کے وقت میرے لئے دعا کرنا۔ تو کیا تہجد کے وقت کے علاوہ دوسرے اوقات میں اللہ تعالیٰ دعا کو نہیں سنتے؟ آپ کہیں گے سنتے ہیں اور ہر وقت سنتے ہیں اور قبول بھی کرتے ہیں، لیکن اس وقت دعا کی ذرا جلد قبولیت کی امید ہوتی ہے اس لئے ہم اس وقت

دعا کرنے کا کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر شخص کی سنتے ہیں یا بعض لوگوں کی؟ یقیناً ہر شخص کی سنتے ہیں لیکن پھر بھی آپ اللہ والوں سے جا کر عرض کرتے ہیں کہ حضرت میرے لئے دعا فرمادیں۔ تو کیا اس وقت آپ کا یہ یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہی بزرگوں کی سنتے ہیں ہماری نہیں؟ ہرگز آپ کا یہ عقیدہ نہیں ہوتا لیکن آپ ان کو اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے مقرب بندے ہیں ان کی دعا ذرا جلد قبول ہوگی۔

ایک اور دھوکہ یہ لوگ یہ دیتے ہیں کہ جس کا وسیلہ لیا اسکو عالم الغیب، حاضر ناظر، اور مختار کل ماننا لازم آئے گا لہذا وسیلہ شرک ہے۔ حالانکہ جس کا وسیلہ لیا جاتا ہے اس کو نہ عالم الغیب، نہ ہی مختار کل، نہ حاضر ناظر ماننا لازم آتا ہے اس کو ایک مثال سے سمجھیں۔

حضرت اوکاڑوی نے اس کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ میرا بیٹا حافظ معاویہ کراچی میں پڑھتا ہے ایک شخص مجھے آکر کہتا ہے آپ میرا یہ کام کردیں تو میں کچھ توجہ کروں گا، لیکن جب وہ کہے گا کہ میں معاویہ کا دوست ہوں اور اس کے ساتھ پڑھتا ہوں تو ظاہر ہے کہ میں پہلے سے بھی زیادہ توجہ کروں گا۔ حالانکہ وہ بات یہاں خیر المدارس میں کر رہا ہے اور معاویہ کراچی میں ہے تو کسی کا یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ جب اس نے مجھ سے بات کی تو معاویہ نے کراچی میں سن لی اور وہ وہاں سے میرے دل میں کوئی بات ڈال رہا ہے، لڑکے کا یہاں کوئی تعلق نہیں۔ تعلق کس سے ہے کہ اس کی محبت میرے دل میں ہے، معاویہ خواہ کراچی میں ہو یا اوکاڑہ میں، سویا ہوا ہو یا جاگ رہا ہو، اس کو معلوم بھی نہیں لیکن اس کی محبت سے فائدہ اٹھایا جارہا ہے۔ اسی طرح اللہ والوں کی وجاہت اللہ کے ہاں ہے، اس کا فائدہ اٹھایا جارہا ہے۔ اس لئے اس سے دوری اور نزدیکی ان کی موت وحیات کا کوئی تعلق نہیں۔ جیسا کہ رسول اقدس ﷺ کا حیات سے پہلے وسیلہ لیا جاتا تھا۔

آپ ﷺ کی پیدائش سے قبل آپ ﷺ کا وسیلہ لیا گیا

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاء ھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکفرین.

(بقرہ آیت ۸۹)

ترجمہ...... حالانکہ اس سے پیشتر (اس کی برکت سے) کافروں پر فتح یابی بھی چاہا کرتے تھے، جب پہنچا ان کو جس کو پہچان رکھا تھا سو اس کے منکر ہو گئے سو لعنت ہے اللہ کی منکروں پر۔

اس آیت کے تحت علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں۔

نزلت فی قریظة والنضیر کانو یستفتحون علی الاوس والخزرج برسول اللہ ﷺ قبل مبعثه قاله ابن عباسؓ و قتادةؒ.

ترجمہ...... یہ آیت بنو قریظہ اور بنو نضیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ وہ اوس اور خزرج کے خلاف آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ ﷺ کے وسیلہ سے فتح طلب کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ اور قتادہؒ نے فرمایا ہے۔

اسی طرح محی السنۃ علامہ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی اس آیت کی تفسیر کے تحت فرماتے ہیں۔

و ذالک انهم کانو اذا حزنهم امرو دهمهم عدو یقولون اللهم انصرنا بالنبی المبعوث فی آخر الزمان الذی نجد صفته فی التوراة فکانو ینصرون.

(تفسیر خازن ج ۱ ص ۷۰)

ترجمہ...... مراد اس سے یہ ہے کہ جب ان کو کوئی غمگین کرنے والا امر پہنچتا یا دشمن حملہ کر دیتا تو کہتے کہ اے اللہ ہماری مدد فرما اس آخر الزمان نبی کے وسیلے سے جس کی صفت کو ہم تورات میں پاتے ہیں پس ان کی مدد کی جاتی۔

اور علامہ داؤد بن سلیمان البغدادی الحنفیؒ لکھتے ہیں۔

اتفق المفسرون و اهل الحديث علی انها نزلت فی يهود خيبر كانوا قبل وجوده ﷺ يحاربون اسداً و غطفان من مشركی العرب و كانوا يقولون اللهم بحق النبی الذی تبعثه آخر الزمان الا نصرتنا عليهم فينصرون فلما جاء هم الرسول و رأوه كفروا به عناداً و حسداً

(المنحة الوهبية ص ۳۱)

ترجمہ۔ مفسرینؒ اور محدثینؒ اس پر متفق ہیں کہ یہ آیت کریمہ یہودِ خیبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جو آنحضرت ﷺ کی آمد سے پہلے مشرکین عرب کے قبیلوں اسد اور غطفان سے لڑتے تھے اور یوں کہتے تھے کہ اے اللہ اس نبی کے حق سے ہمیں ان پر نصرت اور غلبہ عطا فرما جس کو تو آخری زمانے میں بھیجے گا۔ سو ان کی مدد کی جاتی پس جب آپ ﷺ ان کے پاس آئے اور انہوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو عناداً اور حسداً آپ کا انکار کر گئے۔

اور علامہ ابن قیمؒ بھی اس آیت مبارکہ کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ

ان اليهود كانوا يحاربون جيرانهم من العرب فی الجاهلية و يستنصرون عليهم بالنبی ﷺ قبل ظهوره فيفتح لهم و ينصرون عليهم فلما ظهر النبی ﷺ كفروا و جحدوا نبوته.

(بدائع الفوائد ج۴ ص ۱۴۵)

ترجمہ...... بے شک یہود جاہلیت میں اپنے عربی پڑوسیوں سے لڑتے تھے اور آنحضرت ﷺ کی آمد سے پہلے وہ آپ ﷺ کے طفیل سے دشمن کے خلاف مدد

طلب کرتے تھے تو ان کو فتح و نصرت حاصل ہوتی تھی۔ پھر جب آنحضرت ﷺ تشریف لائے تو انہوں نے کفر اختیار کیا اور آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کر دیا۔

اسی طرح علامہ ابو محمد الحسین الفراء البغوی الشافعی المتوفی ۵۱۶ھ اسی آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

و ذالک انھم کانوا یقولون اذا احزنھم امر و دھمھم عدو اللھم انصرنا علیھم بالنبی المبعوث فی آخر الزمان الذی نجد صفتہ فی التوراۃ فکانوا ینصرون و کانو یقولون لاعدائھم من المشرکین قد اظل زمان نبی یخرج بتصدیق ما قلنا فنقتلکم معہ قتل عاد و ثمود و ارم.

مراد اس سے یہ ہے کہ یہود کو جب کوئی امر غمگین کرتا تو کہتے اے اللہ مدد فرما ہماری مشرکین کے خلاف اس نبی مبعوث فی آخر الزمان کے واسطے سے جسکی صفت کو ہم پاتے ہیں، پس وہ مدد کیے جاتے اور وہ مشرکین میں سے اپنے دشمنوں سے کہتے قریب ہے اس نبی کا زمانہ جو اس کی تصدیق کے ساتھ ظاہر ہوگا جو ہم کہتے ہیں۔ ہم تمہیں اس کے ساتھ مل کر قتل کریں گے جس طرح عاد و ثمود اور ارم قتل کیے گئے۔

اور صاحب تفسیر حقانی اسی آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ مدینہ کے یہودی بنی اسد اور بنی غطفان وغیرہ قبائل عرب سے جب شکست کھا کر عاجز ہوتے تو اپنے علماء کی تعلیم سے دعا کیا کرتے تھے

اللھم ربنا انا نسئلک بحق احمد ن النبی الامی الذی وعدتنا ان تخرجہ لنا فی آخر الزمان و بکتابک الذی تتنزل علیہ آخر ما ینزل ان تنصرنا علی اعدائنا.

(تفسیر حقانی ج ۱ ص ۲۲۶)

ترجمہ......اے اللہ ہم آپ سے سوال کرتے ہیں احمد ﷺ نبی امی کے توسل سے کہ جن کے بارے میں آپ نے ہم سے وعدہ کیا کہ آپ آخری زمانے میں انہیں ہماری طرف مبعوث فرمائیں گے اور آپ کی اس کتاب توسل سے کہ جو آپ ان پر اتاریں گے اور وہ سب سے آخری اترنے والی ہوگی کہ آپ ہمارے دشمنوں پر ہماری مدد فرمائیں۔

علامہ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن کثیرؒ القرشی الدمشقی المتوفی ۷۷۴ھ اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ

وقد كانوا من قبل مجيء هذا الرسول بهذا الكتاب يستنصرون بمجيئه على اعدائهم من المشركين اذا قاتلوهم يقولون انه سيبعث نبي في آخر الزمان نقتلكم معه قتل عاد و ارم.

ترجمہ۔ یہود آنحضرت ﷺ کے اس کتاب کے ساتھ تشریف لانے سے قبل آپ کے آنے کے واسطے سے مشرکین میں سے اپنے دشمنوں پر مدد طلب کرتے تھے اور جب ان سے قتال کرتے تو کہتے کہ عنقریب نبی آخر الزمان مبعوث ہوں گے اور ہم ان کے ساتھ مل کر تمہیں قتل کریں گے مثل عاد اور ارم کے۔ (ح ۱)

(ح ۱). قوله ﴿وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا﴾

حدثنا ابو زرعة ثنا منجاب انبا بشر بن عمارة عن ابي روق عن الضحاك عن ابن عباس . في قوله ﴿وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا﴾ قال . يستظهرون يقولون نحن نعين محمدا عليهم ، و ليسوا كذلك يكذبون. و روى عن ابي العالية ، والربيع بن أنس .

ابوالانبیاء سیدنا آدم علیہ السلام نے بھی آنحضرت ﷺ کا وسیلہ لیا۔

یستنصرون به على الناس.

نیز لکھتے ہیں۔

حدثنا علي بن الحسين ثنا محمد بن عبدالله بن نمير ثنا يونس بن بكير الحارمي ثنا ابن اسحاق حدثني محمد بن ابي محمد اخبرني عكرمه ، او سعيد بن جبير عن ابن عباس . ان اليهود كانوا يستفتحون على الاوس والخزرج برسول الله ﷺ قبل مبعثه فلما بعثه الله من العرب كفروا به وجحدوا ما كانوا يقولون فيه فقال لهم معاذ بن جبل ،وبشر بن البراء و داؤد بن سلمة . يا معشر اتقوا الله واسلموا فقد كنتم تستفتحون علينا بمحمد ، و نحن اهل شرك و تخبرونا بانه مبعوث و تصفونه فقال سلام بن مشكم اخو بني النضير . ما جاء نا بشيء نعرفه ، وما هو بالذى كنا نذكر لكم. فانزل الله عز و جل فى ذلك من قولهم. ﴿ ولما جاء هم كتاب من عند الله مصدق لما معهم و كانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا فلما جاء هم ما عرفوا كفروا به فلعنة الله على الكافرين﴾

(تفسير القرآن العظيم تاليف الامام الحافظ عبدالرحمن بن محمد ابن ادريس الرازى ابن ابى حاتم المتوفى سنة ۳۲۷ھ)

﴿ولما جاء هم كتاب﴾ يعني. القرآن ﴿مصدق﴾ موافق ﴿لما معهم﴾ ﴿وكانوا﴾ يعني. اليهود ﴿من قبل﴾ نزول الكتاب ﴿يستفتحون﴾ يستنصرون ﴿على الذين كفروا﴾ بمحمد عليه السلام وكتابه، ويقولون . اللهم انصرنا بالنبى المبعوث فى آخر الزمان.

(الوجيز فى تفسير الكتاب العزيز لابى الحسن بن على الواحدى المتوفى ۴۶۸ھ)

عن عمر بن الخطاب ؓ قال، قال رسول اللہ ﷺ لما

اختلفوا فی هذا الاستفتاح ، فقال ابن عباس رضی اللہ عنه وقتادة والسدی . نزلت فی بنی قریظة و النضیر کانوا یستفتحون علی الأوس و الخزرج برسول اللہ ﷺ قبل المبعث.

وقال ابو مسلم . کانوا یقولون لمخالفیهم. غدا القتال هذا نبی قد اظل زمان مولده، و یصفونه بأنه نبی، ومن صفة کذا، و یتفحصون عنه علی الذین کفروا، ای . علی مشرکی العرب.

وقیل . ان الیهود و قبل مبعث النبی محمد ﷺ کانوا یستفتحون ای. یسألون الفتح والنصرة، وکانوا یقولون. اللهم افتح علینا، وانصرنا بالنبی الأمی (المبعوث) فی آخر الزمان الذی نجد صفته فی التوراة، وکانوا یستنصرون ، وکانوا یقولون لاعدائهم من المشرکین . قد اظل زماننا نبی یخرج بتصدیق ما قلنا ، فنقتلکم معه قتل عاد و ارم ، فلما جاء هم ما عرفوا یعنی محمدا ﷺ من غیر بنی اسرائیل ، وعرفوا نعته و صدقه کفروا به بغیا.

(اللباب فی علوم الکتاب تالیف الامام المفسر ابی حفص عمر بن علی ابن عادل الدمشقی الحنبلی المتوفی بعد ٨٨٠ هجریه)

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا ای یستنصرون علی المشرکین ویقولون. اللهم انصرنا بنبی آخر الزمان المنعوت فی التوراة.

(تفسیر البیضاوی لامام ناصر الدین ابی سعید عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی)

و أخرج الحاکم والبیهقی فی الدلائل بسند ضعیف عن ابن عباس قال. کانت یهود خیبر تقاتل غطفان فکلما التقوا هزمت یهود ،

اقترف آدم علیه السلام الخطیئة قال یا رب اسئلک بحق

فعاذت بهذا الدعاء . اللهم انا نسالک بحق محمد النبی الامی الذی وعدتنا أن تخرجه لنا فی آخر الزمان الا نصرتنا علیهم، فکانوا اذا التقوا دعوا بهذا فهزموا غطفان، فلما بعث النبیﷺ کفروا به، فانزل الله ﴿وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا﴾ یعنی وقد کانوا یستفتحون بک یا محمد الی قوله ﴿فلعنة الله علی الکافرین﴾

و أخرج ابن اسحق وابن جریر وابن المنذر وابن أبی حاتم و أبو نعیم فی الدلائل عن ابن عباس. أن یهود کانوا یستفتحون علی الاوس والخزرج برسول اللهﷺ قبل مبعثه ، فلما بعثه الله من العرب کفروا به و جحدوا ما کانوا یقولون فیه، فقال لهم معاذ بن جبل ، وبشر بن البراء ، و داؤد بن سلمة. یا معشر یهود اتقوا الله و أسلموا، فقد کنتم تستفتحون علینا بمحمد و نحن أهل شرک، و تخبرونا بانه مبعوث ، و تصفونه بصفة. فقال سلام بن مشکم أحد بنی النضیر . ما جاء نا بشیء نعرفه ، وما هو بالذی کنا نذکر لکم، فانزل الله ﴿ولما جاء هم کتاب من عند الله ....﴾ الآیة.

و أخرج أحمد وابن قانع والطبرانی والحاکم و صححه و أبو نعیم کلاهما فی الدلائل عن سلمة بن سلامة بن وقش و کان من اهل بدر قال. کان لنا جار یهودی فی بنی عبدالاشهل، فخرج علینا یوما من بیته قبل مبعث رسول اللهﷺ بیسیر حتی وقف علی مجلس بنی الاشهل ، قال سلمة. وأنا یومئذ احدث من فیه سنا ، علی بردة مضطجعا فیها بفناء اهلی ، فذکر البعث والقیامة والحساب والمیزان والجنة والنار، قال . ذلک لاهل شرک اصحاب اوثان یرون ان بعثا کائن بعد الموت . فقالوا له. ویحک یا فلان. أتری هذا کائنا أن الناس یبعثون

محمد ﷺ لما غفرت لی فقال الله یا آدم ، و کیف عرفت

بعد موتهم الی دار فیها جنة ونار یجزون فیها باعمالهم فقال. نعم ، والذی یحلف به یود أن له بحظه من تلک النار أعظم تنور فی الدنیا یحمونه ثم یدخلونه ایاه فیطینونه علیه و ان ینجو من تلک النار غدا. قالوا له. ویحک وما آیة ذلک ؟ قال . نبی یبعث من نحو هذه البلاد ، و أشار بیده نحو مکة والیمن . فقالوا . ومتی نراه؟ قال . فنظر الی وأنا من احدثهم سنا ان یستنفد هذا الغلام عمره یدرکه، قال سلمة. فوالله ما ذهب اللیل والنهار حتی بعث الله رسول الله ﷺ وهو بین أظهرنا، فآمنا به وکفر به بغیا و حسدا، فقلنا ویلک یا فلان ألست بالذی قلت لنا ؟ قال. بلی، ولیس به.

و أخرج ابن جریر عن ابن عباس ﴿وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا﴾ یقول یستنصرون بخروج محمد علی مشرکی العرب یعنی بذلک اهل الکتاب ، فلما بعث الله محمدا ورأوه من غیرهم کفروا به و حسدوا.

(الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور للامام الحافظ جلال الدین السیوطی رحمه الله (ت ۹۱۱ھ)

والاستفتاح الاستنصار. ای کانوا من قبل یطلبون من الله النصر علی اعدائهم بالنبی المبعوث فی آخر الزمان الذی یجدون صفته عندهم فی التوراة .

(فتح القدیر تالیف محمد بن علی بن محمد الشوکانی المتوفی ۱۲۵۰ھ)

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا) یستنصرون علی المشرکین قاتلوهم، وکانوا یقولون. " اللهم انصرنا بالنبی الذی یبعث

محمداً و لم اخلقه قال يا رب لأنک لما خلقتنی بیدک و

فی آخر الزمان، و نجد نعته فی التوراة.

(الجواهر فی تفسیر القرآن الکریم للشیخ طنطاوی جوهری)

وفی الخبر . (ان النبی ﷺ کان یستفتح بصعالیک المهاجرین) . ای یستنصر بهم فی الدعاء للغزوات.

ومعنی الآیة . ان المشرکین من قبل کانوا یؤذون الیهود فربما تکون الغلبة لهم علی الیهود فی القتال، فقالت الیهود . اللهم انصرنا بالنبی الامی الذی تبعثه فی آخر الزمان، فکانوا ینصرون به، فلما بعث کفروا به. فهذا معنی قوله. (وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جائهم ما عرفوا کفروا به فلعنة الله علی الکافرین)

(تفسیر القرآن للامام العلامة شیخ الاسلام حجة اهل السنة والجماعة ابی المظفر السمعانی منصور بن محمد بن عبدالجبار التمیمی المروزی الشافعی السلفی)

و (یستفتحون) معناه ان بنی اسرائیل کانوا قبل مبعث النبی ﷺ قد علموا خروجه بما عندهم من صفته و ذکر وقته ، وظنوا أنه منهم، فکانوا اذا حاربوا الاوس والخزرج فغلبتهم العرب قالوا لهم. لو خرج النبی ﷺ الذی قد اظل وقته لقتلناکم معه، واستنصرنا علیکم به، و (یستفتحون) معناه یستنصرون ، وفی الحدیث. (کان رسول الله ﷺ یستفتح بصعالیک المهاجرین) ، وروی ان قریظة ، والنضیر ، و جمیع یهود الحجاز فی ذلک الوقت ، کانوا یستفتحون علی سائر العرب، و بسبب خروج النبی المنتظر.

(المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز لابی محمد عبدالحق بن عطیه الاندلسی)

نـفـخـت فـي من روحک ، رفعت رأسي فرأيت على قوائم

(يستفتحون) اى يستنصرون به، والاستفتاح الاستنصار اى كانوا من قبل يطلبون من الله النصر على اعدائهم بالنبى المبعوث فى آخر الزمان الذى يجدون صفته عندهم فى التوراة ، وقيل الاستفتاح هنا بمعنى الفتح اى يخبرونهم بأنه سيبعث و يعرفونهم بذلک (على الذين كفروا) يعنى مشركى العرب ، وذلک أنهم كانوا اذا أحزنهم امر ودهمهم عدو يقولون اللهم انصرنا بالنبى المبعوث فى آخر الزمان الذى نجد صفته فى التوراة فكانوا ينصرون و كانوا يقولون لاعدائهم من المشركين قد اظل زمان نبى يخرج بتصديق ما قلنا فنقتلكم مع قتل عاد و ارم.

(فتح البيان فى مقاصد القرآن تاليف صديق بن حسن بن على الحسين القنوجى البخارى)

قوله (يقولون اللهم انصرنا ... الخ) عبارة الخازن يستفتحون اى يستنصرون به على الذين كفروا يعنى مشركى العرب و ذلک أنهم كانوا اذا حزبهم امرو دهمهم عدو يقولون اللهم انصرنا بالنبى المبعوث فى آخر الزمان الذى نجد صفته فى التوراة فكانوا ينصرون وكانوا يقولون لاعدائهم من المشركين قد أظل زمان نبى يخرج بتصديق ما قلنا فنقتلكم معه قتل عاد و ارم انتهت وفى المصباح فتح الله على نبيه نصره واستفتحت استنصرت اه وفى المختار والاستفتاح الاستنصار والفتح النصراء.

(الفتوحات الالهية سليمان بن عمر العجلى الشافعى الشهير بالجمل المتوفى سنة ۱۲۰۴)

معاذ بن جبل روزى گفت اهل كتاب را كه شما نصرت

العرش مکتوبا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ، فعرفت

خواهند بودید بمصطفیٰ علیه السلام بر اعداء خود (تفسیر زاهدی ص۸۶)

﴿وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا﴾ اى من قبل مجى، محمد ﷺ. كانوا يستنصرون على المشركين لان بنى قريظة والنضير ، قد وجدوا نعته فى كتبهم فخرجوا من الشام الى المدينة ، و نزلوا بقربها ينتظرون خروجه ، وكانوا اذا قاتلوا من يلونهم من المشركين مشركى العرب يستفتحون عليهم، اى يستنصرون و يقولون . اللهم ربنا انصرنا عليهم باسم نبيک و بکتابک الذی تنزل عليه الذى وعدتنا . وكانوا يرجون أن يكون منهم. فينصروا على عدوهم فذلک قوله تعالیٰ ﴿وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا﴾ اى باسم النبى ﷺ ﴿فلما جاء هم ما عرفوا﴾ اى محمد ﷺ. و عرفوه. ﴿كفروا به﴾ وغيروا نعته مخافة ان نزول عنهم منفعة الدنيا.

(تفسیر سمرقندی ص۱۳۶ ج۲)

معاذ بن جبل روزی گفت اهل کتاب را که شما نصرت خواهند بودید بمصطفیٰ علیه السلام بر اعداء خود (تفسیر زاهدی ص۸۶)

قوله تعالیٰ . ﴿ولما جاء هم كتاب من عند الله﴾ يعني . القرآن و "يستفتحون" يستنصرون ، وكانت اليهود اذا قاتلت المشركين استنصروا باسم نبى الله محمد ﷺ.

(زاد المسير فى علم التفسير ص۱۳۴ ج۱)

قوله ﴿اى يستنصرون﴾ به ﴿على المشركين﴾ اى بالنبى عليه السلام بقرية قوله ﴿ويقولون اذا قاتلوهم اللهم انصرنا بنبى آخر

انک لم تضف الی اسمک الا احب الخلق الیک فقال الله . صدقت یا آدم انه لأحب الخلق الی اذا سألتنی بحقه فقد غفرت لک، ولو لا محمد ما خلقتک.

ترجمہ...... حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوگئی تو انہوں نے فرمایا اے رب میں تجھ سے محمد ﷺ کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے بخش دے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے آدم تو محمد کو کیسے پہچانتا ہے حالانکہ میں نے اسے ابھی پیدا نہیں کیا؟ فرمایا اے رب اس لئے کہ جب آپ نے مجھے پیدا کیا اپنے ہاتھ سے اور مجھ میں اپنی روح پھونکی تو میں نے اپنا سر بلند کیا تو دیکھا کہ عرش کے پائیوں پر لکھا ہوا تھا لا اله الا الله محمد رسول الله۔ پس میں جان گیا کہ آپ نہیں کسی کا اضافہ کرتے اپنے نام کے ساتھ مگر مخلوق میں سے جو سب سے زیادہ آپ کو محبوب ہوگا۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نے سچ کہا ہے اے آدم، بے شک وہ مخلوق میں سے سب سے زیادہ مجھے محبوب ہے۔ جب تو نے اس کے وسیلے سے مجھ سے سوال کیا ہے تو پس میں نے تیری مغفرت کردی اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

الزمان، فالمرجع مذکور حینئذ حکماً لدلالة ذکر القرآن علیه ﷺ ولا یبعد ان یرجع الضمیر الی القرآن وان خالف ما ذکره المصنف فعلی هذا سین الاستفعال علی حقیقته اذا لمعنی کما عرفت یطلبون من الله تعالیٰ ان ینصرهم اشار الیه بقوله و یقولون اللهم انصرنا بنبی آخر الزمان . (حاشیه قنوی ص ۱۷۱ ج ۱)

اعتراض۔

سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کا امام الانبیا ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں اور مستدرک حاکم کی یہ جو حدیث ہے اس کی سند میں ایک راوی، عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ہے جو نہایت ہی ضعیف اور مجروح ہے لہذا اس حدیث کو وسیلہ کے جواز پر پیش کرنا درست نہیں۔ نیز حضرت آدمؑ کی توبہ کے کلمات سورۃ الاعراف میں بیان کئے گئے ہیں اس میں کسی وسیلے اور واسطے کا تذکرہ نہیں ہے۔

جواب۔

حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں یہ جو روایت ہے اس کو ضعیف کہنا درست نہیں اس لئے کہ محدثین کی ایک جماعت نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور یہ حدیث مرفوع بھی ہے۔ علامہ قسطلانیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

قال القسطلانی فی المواهب اللدنیة وقد صح ان رسول الله ﷺ قال لما اقترف لادم الخطیئة قال. یا رب اسئلک بحق محمد لما غفرت لی . الخ .

(ج۲ص۵۱۵)

ترجمہ۔ المواہب اللدنیہ میں امام قسطلانی نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جب خطا ہوئی تو انہوں نے حضور ﷺ کے حق اور واسطہ سے معافی مانگی اور یہ حدیث صحیح ہے۔

امام بیہقیؒ نے بھی دلائل النبوۃ میں سند صحیح کے ساتھ اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

شیخ تقی الدین سبکیؒ نے بھی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اس حدیث کو امام حاکم نے نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ حدیث حسن اور صحیح الاسناد ہے۔ یعنی اس کی سند صحیح ہے۔

امداد الاحکام میں لکھا ہے

وقال الشیخ تقی الدین السبکی بعد روایۃ ھذ الحدیث اخرجہ الحاکم وقال ھذا حدیث حسن صحیح الاسناد ولم یخرجاہ

ترجمہ...... یعنی امام تقی الدین سبکیؒ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ حاکم نے اس حدیث کو لیا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے صحیح الاسناد ہے۔ اگرچہ بخاری مسلم نے ان کو نقل نہیں کیا۔

علامہ ظفر احمد عثمانیؒ، علامہ سبکیؒ کی اس تصحیح کو نقل کرنے کے بعد نقل فرماتے ہیں

پس انبیاء واولیاء کے ساتھ توسل جائز ہے، ہاں استغاثہ (فریاد کرنا) جائز نہیں۔ اور جن لوگوں نے توسل بالانبیاء واولیاء کو ممنوع قرار دیا ہے انہوں نے توسل (وسیلہ پکڑنے) اور "استغاثہ" (حاجت مانگنے کے لئے فریاد کرنے) میں فرق نہیں سمجھا۔

(امداد الاحکام ج ۱ ص ۴۲)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی اس عبارت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں

والطبرانی در معجم صغیر وحاکم وابونعیم وبیہقی از حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطابؓ روایت آوردہ اند کہ آنحضرت ﷺ فرمودند کہ چون حضرت آدم علیہ السلام ارتکاب گناہ کردند ومعاتب شدند در قبول توبہ خود حیران بودند ایشان را یاد آمد چہ مرا ہرگاہ حق تعالیٰ پیدا کردہ بود بروح خاص درمن دمیدہ من درآن وقت سرخود را بسوئے عرش برداشتم دیدم کہ درانجا نوشتہ اند لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ از ینجا معلوم میشود کہ قدر ہیچ کس نزد خدا برابر ایں شخص نیست کہ نام او را با نام خود برابر کردہ است۔ تدبیر ایں است کہ بحق ہمیں شخص سوال مغفرت نمایم پس در دعائے خود گفتند اسئلک بحق محمد الاغفرت لی حق تعالیٰ ایشاں را آمرزش کرد۔

(تفسیر فتح العزیز ج ۱ ص ۱۸۳)

ترجمہ......طبرانی نے معجم صغیر میں اور حاکم نے اور ابو نعیم نے اور بیہقی نے امیر المؤمنین حضرت عمرؓ سے روایت نقل کی ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوئی اور عتاب کیے گئے تو اپنی توبہ کی مقبولیت کے بارے میں متفکر تھے کہ انہیں یاد آیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا تھا اور روح خاص مجھ میں ڈالی تھی اس وقت میں نے اپنا سر عرش کی طرف بلند کیا تو میں وہاں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا دیکھا پس اس وقت مجھے معلوم ہو گیا کہ اللہ کے ہاں ان کے زیادہ کسی کا مرتبہ نہیں ہے کہ اپنے نام کے ساتھ ان کا نام لکھا ہے۔ پس تدبیر یہ ہے کہ اس شخص کے وسیلے سے مغفرت کا سوال کروں پس انہوں نے اپنی دعا میں کہا کہ اے اللہ! محمد کے وسیلے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں کیا تو مجھے نہیں بخشے گا پس حق تعالیٰ نے بخش دیا۔

اعتراض

موضاعات کبیر میں لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

جواب

موضوعات کبیر میں اس حدیث کے بارے میں نہیں لکھا کہ یہ موضوع ہے۔ موضوعات کبیر میں لو لاک لما خلقت الافلاک کے بارے میں لکھا ہے۔

قال الصغانی انه موضوع کذا فی الخلاصة .

ترجمہ...... صغانی نے کہا کہ یہ موضوع ہے خلاصہ میں اسی طرح ہے۔

آگے ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں

لکن معناه صحیح وقد روی الدیلمی عن ابن عباس رضی الله عنهما مرفوعا اتانی جبریل فقال یا محمد ﷺ لو لاک لما خلقت الجنة ولو لاک لما خلقت النار وفی روایة ابن عساکر لولاک لما خلقت الدنیا .

ترجمہ......لیکن اس کا معنی صحیح ہے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعا

روایت ہے کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا میرے پاس جبرئیل امین تشریف لائے اور فرمایا (کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے) اے محمد ﷺ اگر آپ نہ ہوتے (یعنی آپ کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا) تو میں جنت کو پیدا نہ کرتا اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں جہنم کو پیدا نہ کرتا۔ اور ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

(موضوعات کبیر ص ۱۰۱)

خلاصہ یہ کہ موضوعات میں اس پر اعتراض نہیں، پھر یہ کہ حاکم کا نقل کرنا اور اس کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ سبکیؒ نے اس کو لیا ہے۔

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد علامہ تقی الدین سبکیؒ الشافعی المتوفی ۷۴۶ھ فرماتے ہیں کہ

حاکم نے اس حدیث کے ساتھ اس کو بھی ذکر فرمایا ہے کہ علی بن حمشار العدل سے روایت ہے کہ بیان کیا ہم سے ھارون بن عباس الھاشمی نے بیان کیا ہم سے جندل بن والق نے بیان کیا ہم سے عمرو بن اوس انصاری نے بیان کیا ہم سے سعید بن ابی عروبہ نے قتادۃ سے انہوں نے سعید بن میتب سے انہوں نے ابن عباسؓ سے فرمایا حضرت عباسؓ نے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی طرف وحی نازل فرمائی ''اے عیسیٰ محمد ﷺ پر ایمان لاؤ اور آپ کی امت میں سے جو محمد ﷺ کو پائے اس کو بھی حکم دو کہ وہ محمد ﷺ پر ایمان لائے، اگر محمد نہ ہوتا میں نہ آدم پیدا کرتا اور اگر محمد نہ ہوتا نہ پیدا کرتا میں جنت اور دوزخ کو اور تحقیق پیدا کیا میں نے عرش کو پانی پر تو وہ حرکت کرنے لگا پس لکھا میں نے اس پر لا الـٰہ الا اللہ پس وہ رک گیا۔'' فرمایا حاکم نے یہ حدیث حسن صحیح الاسناد ہے اور اس کو بخاری، مسلم نے نقل نہیں کیا۔

علامہ تقی الدین سبکیؒ کے اس کلام سے ظاہر ہوا کہ یہ مضمون امام حاکم نے دو مختلف سندوں سے روایت کیا ہے پر اس کو صحیح بھی قرار دیا ہے۔

اعتراض

اس حدیث کے متعلق یہ شبہ ڈالدیا جاتا ہے کہ یہ حدیث غلط ہے، کیونکہ قرآن پاک میں ہے ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین ۔ تو اس آیت میں توسل آدم بالنبی ﷺ کا کوئی ذکر نہیں۔

جواب

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں نہ وسیلے کی نفی ہے نہ اثبات۔ وسیلہ والی بات ایک زائد چیز ہے اگرچہ قرآن اس سے خاموش ہے لیکن حدیث میں وہ بات ثابت ہے تو قرآن میں ذکر نہ ہونے سے یہ کہاں لازم آگیا کہ اس کا ثبوت ہی نہیں کیا؟ ہر وہ چیز کا جس کا قرآن میں ذکر نہیں یہ اس کو نہیں مانیں گے؟

آپ ﷺ سے دعا کروا کر بھی وسیلہ لیا گیا

امام تقی الدین سبکیؒ شفاء السقام میں دعا کے بارے میں واقعہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وروی البیھقی (فی دلائله) عن ابی وجزۃ یزید بن عبد السلمی قال لما فعل رسول الله ﷺ من غزوۃ تبوک اتاہ وفد بنی فزارۃ الی ان قال فقالوا یا رسول الله اسننت بلادنا واجدبت جفاتنا، وعریت عیالنا، و ھلکت مواشینا، فادع ربک ان یغیثنا، واشفع لنا الی ربک و یشفع ربک الیک، فقال رسول الله ﷺ سبحان الله ویلک انا شفعت الی ربی فمن ذا الذی یشفع ربه الیه، لا اله الا ھو العظیم، وسع کرسیه السموٰت والارض وھو یئط من عظمته و

جلاله، و ذكر بقية الحديث، الى ان قال فقام رسول الله ﷺ فصعد المنبر وفيه كان مما حفظ من دعائه . اللهم اسق بلدك و بهيمتك وانشر رحمتك ، واحي بلدك الميت ،) و ذكر دعاء ه حديثا طويلا.

(شفاء السقام ص ۱۶۹)

ترجمہ......اور روایت کیا بیہقی نے اپنے دلائل میں ابو وجزۃ بن یزید بن عبد السلمی سے کہ انہوں نے فرمایا جب لوٹے رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک سے بنو فزارہ کا وفد نبی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا پس انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے شہر قحط زدہ ہوگئے اور خشک ہوگئے ہمارے باغات، اور نادار ہوگئے ہمارے عیال اور ہلاک ہوگئے ہمارے مویشی پس آپ اپنے رب سے دعا فرمائیں کہ ہمیں بارش عطا فرمائے اور ہماری سفارش کریں اپنے رب کی طرف اور سفارش کرتے ہیں آپ کے رب کی آپ کی طرف۔ پس فرمایا رسول اللہ ﷺ نے سبحان اللہ افسوس ہے تجھ پر بے شک میں شفاعت کرتا ہوں اپنے رب کی طرف لیکن کون ہے وہ کہ جس کی طرف ہمارا رب اللہ شفاعت کرے ایسا رب کہ نہیں معبود مگر وہ عظیم ہے اور وسیع ہے اس کی کرسی آسمان اور زمینوں کو اور وہ چرچراتی ہے اس کی عظمت کی وجہ سے اور ذکر کیا باقی حدیث کو یہاں تک کہ فرمایا پس کھڑے ہوئے رسول اللہ ﷺ پس آپ چڑھے منبر پر اور اس میں ہے اس سے جو یاد کیا (راوی نے) آپ ﷺ کی دعا سے۔ (اے اللہ سیراب کر اپنے شہر کو) اور اپنے چوپاؤں کو اور پھیلا اپنے رحمت کو اور زندہ کر اپنے مردہ شہر کو۔ اور ذکر کیا آپ کی دعا کو اور لمبی حدیث کو۔

آگے سنن ابی داؤد کی روایت نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وفى سنن ابى داؤد فى كتاب السنة عن جبير بن

مطعم ، قال، اتی رسول الله ﷺ اعرابی ، فقال یا رسول الله جهدت الانفس ، و ضاعت العیال، و نهکت الاموال، و هلکت الانعام، فاستسق الله لنا، فانا نستشفع بک علی الله ، و نستشفع بالله علیک، قال رسول الله ﷺ ویحک اتدری ما تقول انه لا یستشفع بالله علی احد من خلقه ، شأن الله اعظم من ذلک .

(شفاء السقام ص ۱۶۹۔۱۷۰)

ترجمہ...... حضرت جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس ایک اعرابی آیا پس عرض کیا اس نے اے رسول اللہ ﷺ مشقت میں پڑ گئے ہیں نفوس اور ضائع ہو گئے ہیں عیال اور ہلاک ہو گئے ہیں اموال اور ہلاک ہو گئے چوپائے پس طلب کریں اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے بارش پس ہم شفاعت طلب کرتے ہیں آپ کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ پر اور شفاعت طلب کرتے ہیں اللہ کے واسطے آپ پر۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے افسوس ہے تجھ کیا تو جانتا ہے کہ تو کیا کہہ رہا ہے۔ نہیں شفاعت طلب کی جاتی ہے اللہ کے واسطے سے اس کی مخلوق میں سے کسی ایک پر اللہ کی شان بہت بڑی ہے اس سے۔

آنحضرت ﷺ کا آپ کی ولادت سے قبل وسیلہ لیا گیا اس کو ہم آیت مبارکہ **وکانوا من قبل یستفتحون......** الخ نقل کر کے اور اس کے تحت حدیث توسل آدم ذکر کر کے واضح کر دیا پھر آپ ﷺ کی حیات میں بھی آپ ﷺ کا وسیلہ لیا گیا، جو وسیلہ طلب دعا کی صورت میں ہوتا ہے یہ تو آپ سے اس قدر زیادہ ثابت ہے کہ تواتر کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہیں چنانچہ علامہ تقی الدین سبکیؒ شفاء السقام ص ۱۶۹ پر فرماتے ہیں **و هذا متواتر** یہ متواتر ہیں۔ علامہ عبدالعزیز بن محمد بن صدیق الغماری نے نظم المتناثر علی الازهار المتناثر ص ۱۴۸ پر علامہ سبکیؒ کا یہی قول نقل فرماتے

ہیں۔

قول نمبر ۱

احادیث التوسل به ﷺ فی حال حیاته الدنیویه

قال السبکی فی شفاء السقام هذا متواتر والاخبار طافحة به ولا یمکن حصرها. الخ.

ترجمہ...... نبی ﷺ کے ساتھ آپ کی حیات دنیوی میں توسل کی احادیث کے بارے میں امام سبکیؒ شفاء السقام میں فرماتے ہیں یہ متواتر ہے اور اخبار اس کی پھیلی ہوئی ہیں اور نہیں ممکن ان کا حصر۔

قول نمبر ۲

چنانچہ علامہ سبکی وسیلہ بمعنی دعا کے بارے میں فرماتے ہیں۔

جیسا کہ صحیحین میں ہے کہ ایک آدمی جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوا اس حال میں کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے خطبہ ارشاد فرما رہے تھے پس وہ آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوا کھڑے ہوتے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اموال ہلاک ہو گئے ہیں اور پانی خشک ہو گئے ہیں پس اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ ہمیں بارش عطا فرمائے پس رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے پھر فرمایا اے اللہ ہمیں بارش دے، اے اللہ ہمیں بارش دے، پس طلوع ہوا بادل آپ علیہ السلام کے پیچھے سے مثل ڈھال کے، پس جب آسمان کے وسط میں آ گیا تو پھیل گیا پھر بارش ہوئی فرمایا پس اللہ کی قسم نہیں دیکھا ہم نے سورج ایک ہفتہ تک۔

(شفاء السقام ص ۱۶۹)

نبی ﷺ کے غیر کی ذات سے توسل

عن انس بن مالک ان عمر بن الخطاب کان اذا قحطوا استسقیٰ بالعباس بن عبدالمطلب فقال. اللھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا ﷺ فتسقینا وانا کنا نتوسل الیک بعم نبینا ﷺ فاسقینا فیسقون.

(بخاری ج۱ص ۱۳۷)

ترجمہ...... حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کا معمول تھا کہ جب قحط ہوتا تو حضرت عباسؓ کے توسل سے بارش کے لئے دعا کرتے اور کہتے اے اللہ ہم اپنے پیغمبر کے ذریعے سے آپ کے حضور میں توسل کیا کرتے تھے۔ اوراب اپنے نبی ﷺ کے چچا کے ذریعہ سے آپ کے حضور میں توسل کرتے ہیں، سو ہم کو بارش عنایت کیجئے تو بارش ہو جاتی۔

شبہ

سیدنا فاروق اعظمؓ کا حضرت عباسؓ کو دعاء کے لئے کہنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ بعد از وفات کسی کا توسل جائز نہیں ہے، اگر بعد از وفات کسی کا توسل دعاء میں جائز ہوتا تو وہ قبر نبی ﷺ پر آکر درخواست کرتے، لہذا کسی کا توسل دعا میں جائز نہیں۔

جواب

حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ خلیفہ مجاز حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں

دوسرے یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ شاید توسل کرنا آن حضرت ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے، آپ ﷺ کے سوا کسی اور شخص کے ساتھ توسل جائز نہیں۔ اس شبہ کا ازالہ کرنے کے لئے حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے توسل کیا، تاکہ معلوم ہو جائے

کہ دوسرے صلحاء کے ساتھ بھی توسل جائز ہے، چنانچہ

حکیم الامۃ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں

''مثل حدیث بالا اس سے بھی توسل کا جواز ثابت ہے، اور نبی ﷺ کے ساتھ جو جواز توسل ظاہر تھا حضرت عمرؓ کو اس قول سے یہ بتلانا (مقصود) تھا کہ غیر انبیاء سے بھی توسل جائز ہے، تو اس سے بعض کا سمجھنا کہ احیاء و اموات کا حکم متفاوت ہے، بلا دلیل ہے۔''

۱......اول تو آپ ﷺ بنص حدیث قبر شریف میں زندہ ہیں۔

۲......دوسرے جو علت جواز کی ہے جب وہ مشترک ہے تو حکم کیوں نہ مشترک ہوگا؟

علامہ شوکانیؒ کا بھی یہی مطلب ہے۔

(خیر الفتاویٰ ج ا ص ۱۹۸)

نیز حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانویؒ ''بوادر النوادر'' میں قاضی شوکانیؒ کا فرمان نقل فرماتے ہیں

قولہ دوسرا مطلب حدیث توسل بالنبی ﷺ کا یہ ہے (جو قاضی شوکانی کا مذہب ہے) کہ نبی کریم ﷺ کو حاجات میں وسیلہ بنانا صرف زندگی کی حالت سے مخصوص نہ تھا بلکہ جس طرح زندگی میں آپ کو وسیلہ بنایا جاتا تھا اسی طرح انتقال کے بعد بھی آپ کو وسیلہ بنانا جائز ہے، اور جس طرح آپ کی موجودگی میں آپ سے توسل جائز تھا اسی طرح عدم موجودگی میں بھی جائز ہے، یہ بالکل واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ کو آپ کی زندگی میں وسیلہ بنانا اور آپ کے انتقال کے بعد دوسرے بزرگوں کو وسیلہ بنانا صحابہ کرامؓ کے اجماع سکوتی سے ثابت ہے، کیونکہ جب حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کو وسیلہ بنایا تو کسی صحابیؓ نے بھی اس کے خلاف نہیں کیا۔ میرے خیال میں جواز توسل کو نبی کریم ﷺ سے مخصوص کر دینا جیسا کہ عزوالدین کو وہم ہوا ہے، اس کی کوئی

وجہ نہیں۔ اس عدم تخصیص کی دو دلیلیں ہیں۔

۱...... پہلی تو وہی صحابہ کرامؓ کا اجماع جس سے ہم مطلع کر چکے ہیں اور

۲...... دوسری دلیل یہ ہے کہ ان کے اعمال صالحہ اور کمالات کو وسیلہ بنایا جاتا ہے، کیونکہ کوئی شخص وسیلہ بننے کے قابل ہی تب ہوتا ہے جب کہ وہ اعمال صالحہ کرے، تو گویا جب کوئی شخص یوں کہے کہ اے اللہ میں فلاں صاحب کمال کو تیرے دربار میں وسیلہ پیش کرتا ہوں، تو اس کا وسیلہ بنا بلحاظ کمال کے ہوگا، اور نیک عمل کو وسیلہ بنانا حدیث سے ثابت ہے۔

محدث کبیر علامہ ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں

فقیہ العصر محدث کبیر علامہ ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں

حضرات صحابہ کرام کا بعد وصال نبی ﷺ الی یوم القیام کے حضرت عباسؓ سے استسقاء میں توسل کرنا ہرگز اس امر پر دال نہیں کہ ''بعد وصال کے حضور ﷺ سے توسل فی الدعاء ممنوع ہو گیا تھا'' اگر ایسا کسی کا دعویٰ ہے تو دلالۃ النص، وعبارۃ النص، یا اشارۃ النص، واقتضاء النص کے کسی طریق سے ثابت کرے کہ یہ حدیث اس امر پر کیونکر دال ہے۔

(امداد الاحکام ج ۱ ص ۱۴۱)

حضرت حکیم الامتؒ کا دوسرا حوالہ

اسی حدیث کے تحت حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں اس حدیث سے غیر نبی کے ساتھ بھی توسل جائز نکلا۔ جبکہ اس کو نبی سے کوئی تعلق ہو قرابت حسیہ (رشتہ داری کا) یا قرابت معنویہ (یعنی دینی و روحانی تعلق) کا تو توسل کی ایک صورت یہ بھی نکلی اور اہل فہم نے کہا ہے کہ اس پر متنبہ کرنے کے لئے حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے توسل کیا۔ نہ اس لئے کہ پیغمبر ﷺ سے وفات

کے بعد توسل جائز نہ تھا، جبکہ دوسری روایت سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

(نشر الطیب ص ۳۰۲)

آنحضرت ﷺ کا ایک ولادت سے قبل وسیلہ لیا گیا اس کو تو ہم نے آیت وکانوا یستفتحون ...... الخ۔ کے تحت حدیث توسل آدم ذکر کر دی پھر آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ میں بھی آپ ﷺ سے دعا کروائی گئی کہ ایک مرتبہ خشک سالی ہو گئی اور کافی عرصہ تک بارش نہ ہوئی تو اس دوران

اتی اعرابی من اهل البدو الی رسول الله ﷺ یوم الجمعة فقال یا رسول الله هلکت الماشیة هلک العیال هلک الناس فرفع رسول الله ﷺ یدیه یدعو و رفع الناس ایدیهم مع رسول الله ﷺ یدعون.

(بخاری شریف ج ۱ ص ۱۴۰)

ترجمہ...... ایک دیہاتی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جمعہ کے دن حاضر ہوا تو اس نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ مویشی ہلاک ہو گئے، اہل وعیال تباہ ہو گئے، لوگ خستہ حال ہو گئے، پس آنحضرت ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک اٹھائے اور دعا کی اور لوگوں نے بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ اپنے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ کے پاس نابینا صحابی تشریف لائے اور دعا کی درخواست کی چنانچہ حدیث میں ہے

حدثنا عبدالله حدثنی ابی ثنا مؤمل قال ثنا حماد یعنی ابن سلمة قال ثنا ابو جعفر الخطمی عن عمارة بن خزیمة بن ثابت عن عثمان بن حنیف ان رجلا اتی النبی ﷺ قد ذهب بصره فقال یا نبی الله ادع الله ان یعافینی

فقال ان شئت اخرت ذالک فھو افضل لاخرتک وان شئت وعوت لک قال لا بل ادع اللہ فامرہ ان یتوضا و ان یصلی رکعتین وان یدعو بھذا الدعاء اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بنبیک محمد ﷺ نبی الرحمت یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فی حاجتی ھذہ فتقضیٰ و تشفعنی فیہ و تشفعہ فیّ قال فکان یقول ھذا مرارا ثم قال احسب ان فیھا ان تشفعنی فیہ قال ففعل الرجل فبرء.

(مسند احمد ص ۱۳۸ ج ۴)

ترجمہ...... بیان کیا ہمیں عبداللہ نے بیان کیا مجھ سے میرے والد نے کہ مؤمل نے فرمایا بیان کیا ہم سے حماد یعنی ابن سلمۃ نے فرمایا بیان کیا ہم سے ابوجعفر نے عمارہ بن خزیمۃ بن ثابت سے انہوں نے عثمان بن حنیف سے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا جس کی بینائی چلی گئی تھی پس عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ اللہ سے دعا فرمائیں کہ مجھے عافیت دے دیں پس فرمایا اگر تو چاہے تو اس کو موخر کردے تو یہ تیری آخرت کے اعتبار سے افضل ہوگا اور اگر تو چاہے تو میں تیرے لئے دعا کروں صحابیؓ نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ ﷺ آپ میرے لئے دعا فرمائیں، پس آپ ﷺ نے اس کو حکم دیا یہ کہ وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھے اور اس دعا کے ساتھ دعا کرے۔ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور متوجہ ہوتا ہوں آپ کی طرف آپ کے نبی محمد ﷺ کے وسیلہ کے ساتھ جو نبی رحمت ہیں۔ اے محمد ﷺ میں متوجہ ہوتا ہوں آپ کے ساتھ اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت کے بارے میں کہ وہ حاجت پوری کردی جائے اور مجھے شفا دے دی جائے اس میں اور آپ شفاعت کریں اللہ سے میرے بارے میں۔ فرمایا پس وہ بار بار اس کو کہتا تھا۔ پھر اس نے کہا

کہ مجھے گمان ہے کہ مجھے اس میں شفاء دے دی جائے گی۔ عثمان فرماتے ہیں کہ پس اس نے ایسے کیا اور شفایاب ہو گیا۔

امام حاکم مستدرک حاکم میں اس حدیث کو تین مرتبہ لائے ہیں، صفحہ نمبر ۵۱۹ پر لکھتے ہیں هذا حديث صحيح الاسناد. صفحہ ۳۱۳ پر هذا حديث صحيح على شرط الشيخين یہ حدیث صحیح ہے امام بخاری مسلم کی شرط پر، علامہ خفاجیؒ فرماتے ہیں هذا حديث سند صحيح نسیم الریاض ص ۱۰۶ ج ۳، صححہ البیہقی وفاء الوفاء ص ۴۲۰ ج ۴ صححه الترمذى امام ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے۔ فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۲۷۱ ج ۴ قال البانى صحيح صحيح جامع الصغیر رقم ۱۲۹۰ اسی طرح امام ابن ماجہ نے ابن ماجہ میں صفحہ ۹۹ پر اس حدیث کو نقل کیا ہے اور فرمایا ہے قال ابو اسحق هذا حديث صحيح ابو اسحٰق نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔

انجاہ الحاجۃ حاشیہ ابن ماجہ میں ہے

هذا الحديث اخرج النسائى والترمذى فى الدعوات مع اختلاف يسير وقال الترمذى حسن صحيح وصححه البيهقى و زاد، "وقام وقد ابصر". وفى رواية ففعل الرجل فبرا. و ذكر شيخنا عابد السندى فى رسالته والحديث يدل على جواز التوسل والاستشفاع بذاته المكرم فى حياته.

ترجمہ...... یہ حدیث امام ترمذیؒ اور امام نسائیؒ نے بھی الفاظ میں تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ کتاب الدعوات میں نقل فرمائی ہے۔ اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے بیہقی نے بھی اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ البتہ اتنا اضافہ کیا ہے کہ وہ کھڑا ہوا اور اس کی بصارت درست لوٹ آئی تھی۔ اور ایک روایت میں اس آدمی نے یونہی کیا اور دیکھنے لگا۔ ہمارے شیخ عابد سندھی نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے اور حدیث نبی

کریم ﷺ کی زندگی میں آپ کی ذات کے ساتھ توسل اور استشفاع کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔

ابن تیمیہؒ نے آپ ﷺ کی زندگی اور انتقال کا فرق کیا ہے، محقق کوثریؒ فرماتے ہیں

"هذا رأی باطل یدل علی بطلانه حدیث عثمان بن حنیف عند الترمذی وغیره

ترجمہ...... یہ باطل ہے اس کے بطلان پر حضرت عثمان بن حنیفؓ کی حدیث جو کہ ترمذی وغیرہ میں ہے وہ دلالت کرتی ہے۔

یہ فرق کرنا یہود و منافقین کا کام ہے

محقق کوثریؒ لکھتے ہیں

قال التقی الحصنی فی دفع الشبة ص ۶۴ ان هذا الفرق بین الحیاة والممات احدثه غلاة المنافقین من الیهود.

(مقدمہ براہین الکتاب والسنۃ الناطقۃ ص ۳)

ترجمہ...... حیات اور وفات کے درمیان فرق کرنا یہود میں سے غالی منافقین کی ایجاد ہے۔

حضرت تھانوی تحریر فرماتے ہیں

اس سے توسل صراحتاً ثابت ہوا۔ اور چونکہ آپ کا اس کے لئے دعا فرمانا کہیں منقول نہیں اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح توسل کسی کی دعا کا جائز ہے اسی طرح توسل دعا میں کسی کی ذات کا بھی جائز ہے۔

(نشر الطیب ص ۳۰۰)

پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ وسیلے کی تین قسمیں ہیں
نمبر ا...... اعمال کا وسیلہ لینا۔
نمبر ۲...... بزرگوں سے دعا کروانا
نمبر ۳...... کسی نیک آدمی کی ذات کا وسیلہ لینا۔

غلام اللہ خان (ح ا) نے وسیلہ کی پہلی قسم کو جائز لکھا ہے چنانچہ لکھتے ہیں قرآن مجید کی نصوص سے بھی یہ حقیقت واضح ہے کہ ایمان باللہ ایمان بالرسول اور اتباع رسول قرب خداوندی کا وسیلہ ہے، ارشاد ہے۔

ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ...... تا ...... فاغفر لنا ذنوبنا و کفر عنا سیئاتنا . ...الآیۃ (آل عمران ع ۳)

دوسری جگہ ارشاد ہے

انہ کان فریق من عبادی یقولون ربنا آمنا فاغفر لنا وارحمنا و انت خیر الراحمین ......(مومنون ع ۶)

ان دونوں آیتوں میں ایمان والوں کی دعا کا ذکر ہے جس میں وہ ایمان باللہ کو وسیلہ قرار دے کر اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعا مانگ رہے ہیں۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے،

ربنا آمنا بما انزلت واتبعنا الرسول فاکتبنا مع الشٰھدین. (آل عمران ع ۵)

بندہ نے خان غلام اللہ خان کے ساتھ مولانا کا لفظ نہیں لکھا ممکن ہے بعض حضرات کو ناگوار گزرے وجہ اس کی عرض کر دیتا ہوں بندہ قطب العصر مرشد العلماء حضرت اقدس مولانا سید محمد امین شاہ صاحب دامت برکاتہم الیہ (مسترشد حضرت مدنیؒ خلیفہ اعظم حضرت اقدس پیر سید خورشید احمد شاہ صاحب خلیفہ اعظم حضرت مدنیؒ) کی خدمت میں حاضر تھا آپ نے فرمایا ایک دفعہ کسی آدمی نے حضرت پیر خورشید احمد شاہ کے سامنے "مولانا غلام اللہ خان" کہا تو پیر صاحب نے فرمایا اس کو مولانا نہ کہو۔ کہنا ہے تو مولائی کہو کیونکہ یہ ہمارا مولا نہیں ہے۔ پیر صاحب سخت نالاں تھے یاد رہے کہ حضرت پیر صاحبؒ کا کشف غیر اختیاری تھا اور حضرت مدنیؒ نے آپ کو وقت کا قطب تکوین کہا تھا۔

اس آیت میں حواریان عیسیٰ علیہ السلام نے ایمان بالکتاب اور اتباع رسول کے وسیلہ سے دعا مانگی۔

حدیث میں آتا ہے گذشتہ زمانے میں تین آدمی سفر کر رہے تھے بارش شروع ہوگئی تو بچاؤ کے لئے ایک غار میں داخل ہوگئے۔ایک بھاری چٹان نے لڑھک کر غار کا منہ بند کر دیا تو تینوں نے اعمال صالحہ کے وسیلہ سے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے چٹان کو نیچے لڑھکا کر غار کا منہ کھول دیا۔وہ

من هذا الباب حديث ثلاثة الذى اصابتهم المطر فاؤو الى الغار وان طبقت عليهم الصخرة ثم ادعوا الله باعمالهم لصالحة ففرج عنهم .

یہ حدیث کتب صحاح میں موجود ہے۔ (جواہر القرآن ص ۶۳۴)

اسی طرح وسیلہ کی دوسری قسم کو بھی تسلیم کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں۔اسی طرح اگر زندہ بزرگ سے دعا کرائی جائے تو یہ بھی ایک قسم کا وسیلہ ہے اور جائز ہے۔

اگر کسی کی ذات کا وسیلہ لیا جائے تو اس کو جائز نہیں کہتے ، حالانکہ ہم جو ذات کا وسیلہ لیتے ہیں وہ بھی دراصل عمل کا وسیلہ ہوتا ہے۔وہ ذات نیک عمل کرنے کی وجہ سے اللہ کے مقرب بندوں میں شامل ہوجاتی ہے تو اس کا وسیلہ لیا جاتا ہے، جیسا کہ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ہم جو وسیلہ لیتے ہیں وہ بھی عمل ہی کا ہوتا ہے۔

تو اللہ والوں سے اللہ کے لئے محبت رکھنا یہ ایک ہمارا نیک عمل ہے تو وسیلے میں بھی مقصد ہوتا ہے کہ اے اللہ وہ تیرا نیک محبوب بندہ ہے اور ہمیں اس سے محبت ہے اس لئے اس کے وسیلے سے ہماری دعا قبول فرمالے۔اب اس وسیلے کا تعلق شرک کے ساتھ ہے نہ اس سے بزرگ کا عالم الغیب ہونا لازم آتا ہے، نہ حاضر و ناظر ہونا، نہ مختار کل ہونا۔ چونکہ اللہ والوں کی عظمت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہوتی ہے اس لئے اس سے فائدہ اٹھایا جارہا ہے اس لئے اس سے اس بزرگ کی نزدیکی دوری، حیات موت کا کوئی تعلق نہیں۔

جیسا کہ گذر چکا ہے کہ حضرت رسول پاک ﷺ کے پیدا ہونے سے قبل آپ کا وسیلہ لیا گیا۔حضرت ﷺ کی حیات میں آپ کا وسیلہ لیا گیا، حضرت ﷺ کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد بھی آپ کا وسیلہ لیا گیا اور آج تک علمائے اہل سنت والجماعت کا اس مسئلے پر اتفاق ہے۔ اب

خان صاحب نے جواہر القرآن میں وسیلے کے دلائل پر جرح کی ہے۔ البتہ یہ مان لیا ہے کہ یوں کہنا جائز ہے۔

اللھم انی اسئلک بمحبتی لہ و باتباعی ایاہ

وسیلے کی کچھ قسمیں یہ بھی جائز مان رہے ہیں۔ آگے لکھتے ہیں توسل بالاموات پر بعض حدیثوں سے استدلال کیا جاتا ہے وہ بھی ملاحظہ ہو۔

حدیث نمبر ۱......

جاء اعرابی الی قبر النبی ﷺ فرمی بنفسہ علی قبر النبی ﷺ فقال جئت لتستغفرلی فنودی من القبر انہ قد غفرلک.

اس پر خان صاحب لکھتے ہیں اس کا ایک راوی ھیثم بن عدی طائی ہے جسے محدثین نے کذاب اور وضاع کہا ہے **کان کذابا یضع الحدیث علی الثقات** آگے الصارم المنکی کا حوالہ دیا ہے۔ اس کے جواب سے پہلے الصارم المنکی کا تعارف ہو جائے۔

الصارم المنکی کا تعارف

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جب شدّ رحال کے مسئلہ میں تفرد اختیار کیا تو اس کی تردید میں علامہ سبکیؒ نے شفاء السقام تصنیف فرمائی۔ شفاء السقام کا رد ابن تیمیہ کے شاگرد ابن عبد الہادی حنبلیؒ نے الصارم المنکی کے نام سے کیا۔ پھر اس کے رد میں علامہ ابن علانؒ نے المبرد المبکی تصنیف فرمائی۔ اور الصارم المنکی کا رد مولانا عبد الحی لکھنویؒ نے بھی اپنی کتاب السعی المشکور میں کیا۔

محمد بشیر السہسوانی جب حج پر گیا تو نبی اقدس ﷺ کے روضہ پر حاضر نہ ہوا بلکہ ایک فتنہ کھڑا کر دیا اس کے رد میں حضرت لکھنویؒ نے تین رسائل "**الکلام المبرم فی نقض القول**

المحقق المحکم" "الکلام المبرور فی رد کلام المنصور" "السعی المشکور فی رد مذھب المأثور" تصنیف فرمائے۔

الصارم المنکی میں صرف اتنا لکھا ہے فیہ ھیثم کہ وہاں سند میں ہیثم ہے۔ ابن عدی بھی نہیں ہے، طائی بھی نہیں ہے۔ آگے انہوں نے کہا ہے اظنہ انہ ابن عدی الطائی ان کان ھو کذاب وان کان غیرہ فھو مجھول۔

اب تیسری بات یہی نکل رہی ہے حدیث ضعیف ہو اور ضعیف حدیث فضائل میں مقبول ہوتی ہے، موضوع مقبول نہیں ہوتی۔ (ح ۲)

(ح ۲)۔ ابن تیمیہؒ باوجود اپنی متشددانہ طبیعت کے اس قاعدہ کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کو نقل کیا ہے، لکھتے ہیں

قول احمد بن حنبلؒ اذا جاء الحلال والحرام شددنا فی الاسانید واذا جاء الترغیب والترھیب تساھلنا فی الاسانید وکذالک ما علیہ العلماء من العمل بالحدیث فی فضائل الاعمال . (فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۶۵ ج ۱۸)

مولانا ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں

مجہول العدالت راوی کی روایت صحیح مختلف فیہ کی اقسام سے ہے۔ بعض نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور بعض نے ضعیف، پس یہ مضعف ہے نہ کہ ضعیف۔

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں

حدیث ضعیف اور مضعف کے درمیان فرق یہ ہے کہ اول کے ساتھ دلیل احکام میں نہیں پکڑی جائے گی، البتہ فضائل میں پکڑی جائے گی اور ثانی سے احکام میں بھی پکڑی جائے گی۔

(قواعد فی علوم الحدیث)

مجہول کا معنی

مجہول کہتے ہیں اس محدث کو جس کا شاگرد ایک ہی ہو اور ہمارے نزدیک مجہول ہونا سرے سے جرح ہی نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ ابن ہمامؒ لکھتے ہیں

وحدۃ الراوی لیس بالجرح عندنا.

اور منار کے اندر لکھا ہے

وان کا ن مجهولا بان لم یعرف بحدیث او حدیثین فان روو عنه السلف او اختلفوا فیه اوسکتوا عن الطعن صار کان معروفا.

لہذا حنفی اصول کے اعتبار سے تو مجہول ہونا جرح ہی نہیں، اسی لئے بڑے بڑے محدثین نے اس کو نقل کر کے استدلال کیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ محدثین کے نزدیک اس کے راوی کذاب اور وضاع نہیں ہیں، زیادہ سے زیادہ وہ مجہول ہوگا اور مجہول کی روایت بعض کے نزدیک ضعیف تو ہوسکتی ہے، لیکن موضوع اور کذاب نہیں ہوسکتی۔

اب علامہ ابن عبدالہادیؒ نے تو ظن بیان کیا تھا، لیکن خان صاحب **ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً** ۔ کی مخالفت کرتے ہوئے ابن عبدالہادیؒ کے اس ظن کو لے کر بیٹھ گئے اور اپنے من گھڑت عقیدہ کی خام بنیادیں استوار کرنے لگے۔

آگے لکھتے ہیں ابن عبدالہادیؒ نے اپنی کتاب الصارم المنکی میں لکھا ہے کہ کذاب راویوں نے ایک موضوع حدیث بیان کی ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کی قبر پر آ کر گناہوں کی بخشش کے لئے آپ کو مخاطب کر کے آپ علیہ السلام کا وسیلہ پکڑا، اس روایت میں ابوالجوزاء کا

درمختار میں بھی یہی بات لکھی ہے مزید تفصیل کے لئے دیکھیں بندہ کی شرح شرح نخبۃ الفکر جس کا نام قطرات العطر شرح شرح نخبۃ الفکر ہے

سماع حضرت عائشہؓ سے ثابت نہیں۔

قال ابن عبدالبر ابو الجوزاء لم یسمع من عائشة شیئا

خان صاحب اس اعتراض کو نقل کرتے وقت یہ بھول گئے کہ المرسل حجة فی الاحکام کہ مرسل حدیث احکام میں حجت ہوتی ہے۔

منار میں لکھا ہے

وهو ان کان من الصحابی فمقبول بالاجماع و من القرن الثانی والثالث کذالک

(المنار ص ۱۸۹)

مرسل روایت اگر صحابی کی ہو تو بالاجماع مقبول ہے، اسی طرح قرن ثانی اور ثالث کی یعنی تابعین تبع تابعین کی۔ (ح ۳۲)

(ح ۳۲)۔ امام مالکؒ کے نزدیک مرسل حجت ہے۔

علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں

وقال شیخ الاسلام ...... کتاب مالک صحیح عنده وعن من یقلده علی ما اقتضاه نظره من الاحتجاج بالمرسل والمنقطع وغیرهما. (تدریب الراوی ص ۴۲)

سلطان المحدثین ملا علی قاریؒ شرح النقایہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں

اعلم ان علمائنا رحمهم الله اکثر اتباعا للسنة من غیرهم و ذلک انهم اتبعوا فی قبول المرسل معتقدین انه کالمسند فی المعتمد.

(مقدمہ شرح النقایہ، بحوالہ البضاعۃ المزجاۃ ص ۶۵)

مولانا حسین علیؒ نے بھی اعرابی کے اس واقعہ کو اس طرح نقل کیا ہے

الحافظ المحدث الفاقہ الشیخ عبدالحلیم چشتی لکھتے ہیں

والحاصل ان المرسل حجة عند الجمهور ومنهم الامام مالک

. (ایضا ص ٦٥)

محقق خلیل ابراہیم لکھتے ہیں

قبول المرسل والاحتجاج به وهو مذهب الامامين ابی حنيفة و مالک رحمهما الله و جمهور اصحابهما.

(حجیۃ الحدیث المرسل ص ٣٢)

ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن الشہر وزی (متوفی ٦٤٣ھ) لکھتے ہیں

والاحتجاج به مذهب مالک و ابی حنيفة ، و اصحابهما رحمهم الله .

(مقدمہ ابن صلاح ص ٥٠)

الامام الحافظ ابوبکر احمد بن علی المعروف خطیب بغدادی لکھتے ہیں

وقد اختلف العلماء فی وجوب العمل بما هذه حالة فقال بعضهم انه مقبول و يجب العمل به اذا كان المرسل ثقة عدلا. وهذا قول مالک واهل المدينة و ابی حنيفة. و اهل العراق وغيرهم.

علامہ عثمانیؒ قواعد فی علوم الحدیث میں لکھتے ہیں

قال ابن الحنبلی فی (قفو الاثر) والمختار فی التفصيل قبول مرسل الصحابی اجماعاً و مرسل اهل القرن الثانی والثالث عندنا (ای الحنفيه) وعند مالک مطلقاً .

جاء اعرابی فقال یا رسول اللہ ﷺ جئتک

قلت و بهذا علم ان كون الراوی یرسل عن الثقات وغیرهم جرح فی مرسل من هو دون القرون الثلاثة ، و اما اهل القرون الثلاثة فمرسلهم مقبول عندنا مطلقاً كما مر.

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ قرن ثانی اور قرن ثالث کی تعیین کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھتے ہیں

وهم التابعون والقرن الثالث هم اتباع التابعين و تلك هی القرون الثلاثة المشهود لها بالخيرية ، وهی المعنية بقوله عليه السلام . خير امتی قرنی ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم. قال محمود بن اشرف انظر هذه الرواية فی البخاری ص ۳۶۲، ۵۱۵ ج ۱، ۹۵۱، ۹۸۸، ۹۹۰ ج ۲)

قال العلامه سيف الدين الامدی الاصولی الشافعی فی كتابه "الاحكام" مانصه اختلفوا فی قبول الخبر المرسل و صورته ما اذا قال من لم يلق النبی ﷺ و كان عدلا . قال رسول الله ﷺ كذا فقبله ابو حنيفة و مالك و احمد بن حنبل فی اشهر الروايتين عنه و جماهير المعتزلة ، و فصل عيسى بن ابان من الحنفية فقبل مراسيل الصحابة والتابعين و تابعی التابعين ومن هو من آئمة النقل مطلقا دون من عدا هؤلاء.

شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

وقال العلامة طاهر الجزائری والعمل بالمرسل هو مذهب ابی حنيفة ، و مالك و احمد فی روايته المشهورة . حكاها النووی

تستغفرلی الی ربی فنودی من القبر الشریف قد غفر لک .

(تحریرات حدیث ص ۲۵۶)

تیسری حدیث مستدرک حاکم کتاب الدعاء میں حضرت عثمان بن حنیف سے روایت کی ہے

ان رجلاً ضریر البصر اتی النبی ﷺ فقال ادع اللہ ان یعافینی ...... اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بنبیک نبی الرحمۃ.

(مستدرک حاکم ص ۵۲۶)

حاکم نے اس کے متابعات ذکر کیے ہیں، یہ حدیث مسند احمد ص ۱۳۸ ج ۴ میں بھی ہے حاکم نے اس حدیث کو صحیح علی شرط الشیخین کہا ہے، ان حدیثوں میں حضور ﷺ کی زندگی کا واقع مذکور ہے لیکن بیہقی اور طبرانی نے معجم کبیر میں اس روایت کو اس طرح نقل کیا ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس آیا کرتا تھا، لیکن وہ توجہ نہیں فرماتے تھے آخر وہ شخص عثمان بن حنیف کو ملا اور اپنا حال بیان کیا تو انہوں نے اس کو وہی دعا سکھائی جو حضور ﷺ نے نابینا کو سکھائی تھی اور دعا میں آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے وسیلہ بنایا گیا ہے۔ حالانکہ یہ واقعہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد کا ہے۔ آگے اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

و ابن القیم و ابن کثیر و جماعۃ من المحدثین ، و حکاہ النووی فی "شرح المھذب" عن کثیر من الفقھاء او اکثرھم، قال ، و نقلہ الغزالی فی "المستصفی" ۱:۱۲۹ عن الجماھیر"

(قواعد فی علوم الحدیث ص ۱۳۸، ص ۱۳۹)

اعتراض

اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت کے ہر طریق میں ابوجعفر مدائنی واقع ہے اس لئے امام ترمذی نے لکھا ہے

هذا الحديث لا نعرفه الا من هذا الوجه من حديث ابى جعفر وهو غير الخطمى.

(ترمذی ص۲۰۱ ج۲)

امام مسلم بن حجاج ابوجعفر مدائنی کو حدیثیں گھڑنے والوں میں شمار کرتے ہیں اور لکھتے ہیں

كعبدالله بن مسور ابى جعفر المدائنى و غيره ممن اتهم بوضع الاحاديث و توليد الاخبار .

(خطبہ صحیح مسلم ص۵)

اسی طرح ص۱۶ پر فرماتے ہیں

ان ابا جعفر الهاشمى المدنى كان يضع احاديث كلام حق وليست من احاديث النبى و كان يرويها عن النبى ﷺ.

ترجمہ...... امام نوویؒ فرماتے ہیں ابوجعفر مدینی ان ضعیف راویوں میں سے ہے جو جھوٹی حدیثیں بناتے ہیں۔

اما ابو جعفر هذا هو عبدالله بن مسور المدائنى ابو جعفر المدنى تقدم فى اول الكتاب فى الضعفاء الواضعين

(شرح صحیح مسلم ص۱۷ ج۲)

(جواہر القرآن)

جواب

علامہ قسطلانیؒ اور علامہ زرقانیؒ جیسے عظیم محدثین نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ اور محدثین موضوع سے استدلال نہیں کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو راوی یہ بتا رہے ہیں محدثین کے نزدیک اس حدیث کے راوی وہ نہیں ہیں۔

تفسیر کے نام پر غلام اللہ خان کا دھوکہ

ترمذی میں اصل عبارت یوں ہے

هذا الحديث حسن صحيح غريب لا نعرفه الا من هذا الوجه.

اب مولانا حسن، صحیح غریب یہ الفاظ چھوڑ کر خیانت کے مرتکب ہوئے۔

دوسری خیانت

اس مقام پر دوسری خیانت یہ کی کہ جو جروحات ابو جعفر المسور المدائنی کے بارے میں تھیں وہ ساری اٹھا کر ابو جعفر الخطمی پر فٹ کر دیں اب اس دھوکے کی مثال یوں سمجھیں، جیسے کوئی آدمی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو یہ کہہ کر رد کر دے کہ یہ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کی روایت ہے۔ مسند احمد میں باقاعدہ یہ صراحت ہے کہ وہ خطمی ہے۔ (ح ۴)

یہ جھوٹ کیپٹن عثمانی نے بھی بولا کیپٹن عثمانی پر تو افسوس نہیں ہوتا لیکن ایک ایسا شخص جو مفسر قرآن بھی کہلاتا ہو وہ ایسا دھوکہ تفسیر قرآن کے نام پر دے، تو یہ افسوس ناک بات ہے۔ عام لوگ تو جوان کتابوں سے واقف نہیں ہوتے وہ خان صاحب اور کیپٹن عثمانی کی کتابیں پڑھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بہت بڑے علامہ ہیں، اتنی کتابیں ان کو یاد ہیں، ایک ایک راوی کے نسب نامے

(ح ۴). عمير بن يزيد بن عمير بن حبيب بن خماشه و يقال ابن جماشة الانصاری ابو جعفر الخطمی (۱) المدنی نزيل البصرة

. روی عن ابیه و خاله عبدالرحمن بن عقبة و ابی امامة بن سهل بن حنيف و سعيد بن المسيب و محمد ابن كعب القرظی و عمارة بن خزيمة بن ثابت والحارث بن فضيل الخطمی و عمارة بن عثمان بن حبيب و عنه هشام الدستوائی وعدی بن الفضل و شعبة و روح بن القاسم و حماد بن سلمة و يوسف السمتی و يحیٰ القطان قال ابن معين والنسائی ثقة و ذكره ابن حبان فی الثقات و قال عبدالرحمن بن مهدی كان ابو جعفر و ابوه و جده قوما يتوارثون الصدق بعضهم عن بعض. قلت و قال ابو الحسن ابن المدينی هو مدنی. قدم البصرة و ليس لاهل المدينة عنه اثر ولا يعرفونه و وثقه ابن نمير والعجلی فی الثقلة ابن خلفون وقال الطبرانی فی الاوسط ثقة.

عمیر بن یزید بن عمیر بن حبیب بن خماشہ اور کہا گیا ہے ابن حباشہ انصاری ابوجعفر خطمی المدنی نزیل البصرۃ اور روایت کی انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنے ماموں عبدالرحمٰن بن عقبہ سے اور ابوامامہ بن سہل بن حنیف سے اور سعید بن میتب سے اور محمد بن کعب قرظی سے اور عمارہ بن خزیمہ بن ثابت سے اور حارث بن فضیل الخطمی سے اور عمارہ بن عثمان بن حبیب سے، اور پھر اس سے روایت کیا ہشام دستوائی نے اور عدی بن فضل نے اور شعبہ نے اور روح بن قاسم نے اور حماد بن سلمہ نے اور یوسف سمتی اور یحییٰ قطان نے، ابن معین اور نسائی نے ان کو ثقہ کہا ہے، اور ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ اور رکھا ہے عبدالرحمٰن بن مہدی نے کر ابوجعفر اور اس کا باپ اور اس کا دادا سچائی میں ان کا بعض بعض سے وارث تھا۔ میں کہتا ہوں اور ابوالحسن ابن مدینی نے کہا کہ وہ مدنی ہے۔ آئے تھے وہ بصرہ میں اور اہل مدینہ نے ان سے نہ کوئی روایت نقل کی ہے اور نہ وہ اس کو پہچانتے تھے اور اس کو ثقہ کہا ہے ابن نمیر

اور عجلی نے اس میں جو نقل کیا ہے ابن خلفون نے اور طبرانی نے کہا ہے کہ وہ متوسط درجہ کے ثقہ تھے۔

(تہذیب التہذیب ص ۱۵۱ ج ۱)

مسند احمد میں یہ حدیث اس سند سے موجود ہے

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا مؤمل قال حدثنا حماد یعنی ابن سلمة قال ثنا ابو جعفر الخطمی عن عمارة بن خزیمة بن ثابت بن عثمان عن عثمان بن حنیف ان رجلاً ...... الخ.

(مسند احمد ص ۱۳۸ ج ۴)

اور مستدرک حاکم میں اس سند سے مروی ہے

حدثنا حمزة بن العباس العتبی ببغداد ثنا العباس بن محمد الدوری ثنا عون بن عمارة البصری ثنا روح بن القاسم عن ابی جعفر الخطمی عن ابی عمامة بن سهل بن حنیف عن عمه عثمان بن حنیف ان رجلاً...... الخ.

(مستدرک ص ۵۲۶ ج ۱)

ان دونوں سندوں میں الخطمی کی تصریح موجود ہے۔ برادر مکرم محقق و مدقق جناب علامہ عبدالغفار ذھبی حفظہ اللہ نے حضرت عثمان بن حنیف ؓ کی دونوں روایات پر عمدہ تحقیق فرمائی ہے جس سے ان روایات کی توثیق اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔ آگے ان کی یہ تحقیق نقل کی جاتی ہے۔ تحقیق اگلے صفحہ میں حاشیہ سے ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر(۵): قد روی الامام الحافظ المحدث الکبیر ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائیؒ المتوفی ۳۰۳ھ قال اخبرنا محمود بن غیلان قال حد ثنا عثمان بن عمر قال حدثنا شعبة عن ابی جعفر عن عمارة بن خزیمة بن ثابت عن عثمان بن حنیفؓ ان رجلا ضریر البصر اتی النبی صلی الله علیه وسلم فقال ادع الله تعالیٰ ان یعافینی قال ان شئت دعوت وان شئت صبرت هو خیر لک قال فادعه فامره ان یتوضا فیحسن وضوء ه ویدعو بهذا الدعآء اللهم انی اسئلک و اتوجه الیک بنبیک محمد نبی الرحمة انی توجهت بک الی ربی فی حاجتی هذه فتقضی لی اللهم شفعه فی روایة فرجع وقد کشف له عن بصره وفی راویة حت دخل الرجل کانه لم یکن ضریرا قط قال ابو شعیب اسناده صحیح ورواته ثقات.

(السنن الکبری للنسائی ج ۶ ص ۱۶۹، رقم الحدیث ۱۰۴۹۵، ۱۰۴۹۶ و عمل الیوم واللیله للنسائی مترجم ص ۴۰۲ ص ۴۰۳ رقم الحدیث ۶۵۹، ۶۶۰ ومسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۷۰ ص ۱۷۱ رقم الحدیث ۱۷۲۴۵، ۱۷۲۴۶ ومسند عبد بن حمید ومعجم الکبیر للطبرانی ج۹ ص ۳۱ ص ۳۲ رقم الحدیث ۸۳۱۲ والصحیح والسنن للترمذی ج ۲ ص ۱۹۸ ابواب الدعوات والصحیح والسنن لابن ماجه ص ۹۹ باب ماجآء فی صلوٰة الحاجة وصحیح ابن خزیمه ج ۲ ص ۲۲۵ ص ۲۲۶ رقم الحدیث ۱۲۱۹ وعمل الیوم اللیله لابن السنی ص ۲۰۹ رقم الحدیث ۶۲۳ والمستدرک للحاکم ج ۱ ص ۳۱۳ ص ۵۱۹ ص ۵۲۶ مع التلخیص وفی نسخة ص ۴۵۸، ص ۷۰۰، ص ۷۰۷، رقم الحدیث ۱۱۸۰، ۱۹۰۹، ۱۹۲۹ الترغیب والترهیب

للمنذری ج۱ ص ۲۴۱ وکتاب الاذکار للنووی ص ۱۶۷ ومشکوٰۃ المصابیح للتبریزی ج۱ ص ۲۱۹ والبدایہ والنہایہ لابن کثیر ج۶ ص ۱۶۱ وتسکین الصدور لامام اہل السنۃ ص ۴۲۹ الی ص ۴۳۲

ترجمہ: حضرت عثمان بن حنیفؓ سے مروی ہے کہ بیشک ایک نابینا شخص نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس نے عرض کیا کہ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ مجھے تندرستی عطا فرمائے تو آپؐ نے فرمایا اگر چاہو تو دعا کروں اگر چاہو تو تم صبر کرو اور یہ تمہارے لئے بہتر ہے اس نے عرض کیا کہ آپؐ میرے لئے دعا فرمائیں تو آپؐ نے فرمایا اچھے طریقے سے وضو کرو اور یہ دعا پڑھو "اللھم انی اسلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمن الخ ایک روایت میں ہے کہ وہ دعا کر کے واپس آیا تو اس کی بینائی کھل چکی تھی اور ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ دعا کر کے ہم پر داخل ہوا تو اسی طرح تھا جیسا کہ وہ کبھی اندھا نہ تھا۔

اس حدیث کی تشریح:

(۱)۔حضرت حکیم الامۃ فقیہ ومحدث مجتہد ومجدد مولانا اشرف علی تھانویؒ حنفی التوفی ۱۳۶۲ھ نے اس حدیث کے فائدہ میں لکھتے ہیں مثلاً ف اس سے توسل صراحۃً ثابت ہوا اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے لئے دعا فرمانا کہیں منقول نہیں (اس لیے) اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح توکسی توسل کی دعا کا جائز ہے اسی طرح توسل دعا میں کسی کی ذات کا بھی جائز ہے۔

(نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم از حکیم الامت تھانویؒ ص ۲۴۰)

فائدہ: اگر اللہ تعالیٰ کے درمیان مخلوق کا واسطہ وسیلہ شرک ہوتا تو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کی

تعلیم تعلیم ہرگز نہ فرماتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں گمراہی سے بچائے۔ آمین

سند کی تحقیق:

(۱)۔امام نسائیؒ: مشہور امام ہیں۔ آئمہ محدثین نے ان کو **الحافظ الامام شیخ الاسلام القاضی صاحب السنن والامام فی الحدیث بلامدافعة واعلمهم بالحديث والرجال وكان اماما حافظا ثبتا** قرار دیا ہے اور یہ ثقہ بالاجماع ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ للذہبی ج۲ص۱۹۴'ص۱۹۵والعبر للذہبی ج۱ص۲۷۶وتہذیب لابن حجر ج۱ص۲۸/۲۷وغیرھما)

(۲)۔امام محمود بن غیلان المروزیؒ: یہ صحیح بخاری' صحیح مسلم وغیرھما کے راوی ہیں۔ آئمہؒ نے ان کو نزیل بغداد ثقہ قرار دیا ہے۔ فانظر (تقریب التہذیب لابن حجر ج۲ص۲۷۵) یہ ثقہ بالاجماع ہیں۔

(۳)۔امام عثمان بن عمرؒ: یہ صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن اربعہ کے راوی ہیں۔ آئمہؒ نے ان کو ثقہ صدوق صالح اور ثبت فی الحدیث قرار دیا ہے۔ (تہذیب التہذیب لابن حجر ج۴'ص۹۲) یہ ثقہ بالاجماع ہیں۔

(۴)۔امام شعبہؒ: یہ صحیح بخاری' صحیح مسلم وسنن اربعہ کے راوی ہیں۔ آئمہؒ نے ان کو ثقہ' حافظ متقن اور امیر المومنین فی الحدیث قرار دیا ہے۔ (تقریب التہذیب لابن حجر ج۱ص۳۴۴) یہ ثقہ بالاجماع ہیں۔

(۵)۔امام ابی جعفر الخطمیؒ المدنی: یہ صحیح نسائی وابوداؤد وترمذی وابن ماجہ وغیرھا کے راوی ہیں۔ آئمہؒ نے ان کو ثقہ صدوق قرار دیا ہے۔ (تہذیب التہذیب لابن حجر ج۴ص۴۱۲'ص۴۱۳) یہ بھی ثقہ بالاجماع ہیں۔

(۶)۔امام عمارۃ بن خزیمہؒ: یہ صحیح نسائی وابوداؤد وترمذی وابن ماجہ وغیرھا کے راوی ہیں۔ آئمہؒ ان

کو المدنی ثقہ قرار دیتے ہیں۔ (تقریب التھذیب لابن حجر ج ا ص ۴۳۳) یہ ثقہ بالاجماع ہیں۔

(۷)۔ حضرت عثمان بن حنیفؓ: الانصاری مشہور صحابی ہیں (تاریخ الصحابۃ لابن حبان ص ۱۷۲ ا واصابۃ لابن حجر ج ۲ ص ۴۵۹)

تنبیہ: صحابی کی ثقاہت وعدالت ثابت بالکتاب والسنۃ ہے اوران کی ثقاہت وعدالت کا سوال کرنا بے کار ہے۔ مثلاً قال الامام ابوبکر الخطیبؒ. وانه لایحتاج الی سوال عنهم (الکفایه فی علم الراویة ص ۴۶) وقال الامام ابن حجرؒ الصحابة کلهم عدول (الاصابة لابن حجر ص) فلهذا یہ حدیث بالتحقیق والیقین صحیح وثابت ہے۔ فالحمدللہ

حدیث حضرت عثمان بن حنیفؓ عندالمحدثین ثابت وصحیح ہے

(۱). قال الامام الحافظ المحدث ابواسحٰقؒ ..هذا حدیث صحیح (الصحیح والسنن لابن ماجه ص ۹۹)

(۲). قال الامام الحافظ المحدث ابوعیسی الترمذیؒ ۲۷۹ھ هذا حدیث حسن صحیح غریب (الصحیح والسنن للترمذی ج ۲ ص ۱۹۸)

(۳). قال الامام الحافظ المحدث نسائیؒ ۳۰۳ھ (وقال صحیح) (زهر الربی للسیوطی علی النسائی ص ۳)

(۴). قال الامام الحافظ المحدث ابوبکر بن خزیمةؒ ۳۱۱ھ وقال صحیح (الصحیح لابن خزیمه ج ۲ ص ۲۲۵)

(۵). قال الامام الحافظ المحدث ابوعلی نسیابوریؒ ۳۴۹ھ (وقال صیح) (زهر الربی للسیوطی ص ۳)

(۶). قال الامام الحافظ المحدث ابو علی بن السکنؒ ۳۵۳ھ (وقال صحیح)

(زھرالربی للسیوطی ص ۳)

(۷). قال الامام الحافظ المحدث ابوالقاسم الطبرانیؒ ۳۶۰ھ والحدیث صحیح (معجم الصغیر للطبرانی ج ۱ ص ۱۸۳)

(۸). قال الامام الحافظ المحدث ابوبکر بن السنیؒ ۳۶۵ھ (وقال صحیح) (زھرالربی للسیوطی ص ۳)

(۹). قال الامام الحافظ المحدث ابواحمد بن عدیؒ ۳۶۵ھ (وقال صحیح) (زھرالربی للسیوطی ص ۳)

(۱۰). قال الامام الحافظ المحدث دارقطنیؒ ۳۸۵ھ (وقال صحیح) (زھرالربی ص ۳)

(۱۱). قال الامام الحافظ المحدث ابن مندۃؒ ۳۹۵ھ (وقال صحیح) (زھرالربی ص ۳)

(۱۲). وقال الامام الحافظ المحدث ابوعبداللہ الحاکم ۴۰۵ھ ھذاالحدیث صحیح علی شرط الشیخین (المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۳۱۳، ص ۵۹۱، ص ۵۲۶)

(۱۳). وقال الامام الحافظ المحدث عبدالغنی بن سعیدؒ ۴۰۹ھ (وقال صحیح) (زھرالربی ص ۳)

(۱۴). وقال الامام الحافظ المحدث ابویعلی الحنبلیؒ ۴۴۶ھ (وقال صحیح) (زھرالربی ص ۳)

(۱۵). وقال الامام الحافظ المحدث ابوبکر البیھقیؒ ۴۵۸ھ (وقال صحیح)

(زهر الربی ص ۳)

(۱۶). وقال الامام الحافظ المحدث ابوبکر البیهقیؒ ۴۵۸ ھ (هذا حدیث صحیح) (دلائل النبوة للبیهقی. بحواله انجاح الحاجة ص ۹۸)

(۱۷). وقال الامام الحافظ المحدث ابوطاهر احمد بن محمد السلفیؒ ۵۷۶ ھ والحدیث صحیح (الترغیب والترهیب للمنذری ج ۱ ص ۵۴۲)

(۱۸). وقال الامام الحافظ المحدث نور الدین علی ابن احمد السمهودیؒ ۹۱۱ ھ بسند صحیح (وفاء الوفاء المسمهودیج ۲ ص ۴۲۰)

(۱۹). وقال الامام الحافظ المحدث ابن تیمیة ۷۲۸ ھ وصححه الترمذی (فتاوی لابن تیمیه ج ۴ ص ۱۷۳)

(۲۰). وقال الامام الحافظ المحدث ابوعبدالله الذهبی ۷۴۸ ھ علی شرطهما وصحیح علی شرط البخاری (تلخیص المستدرک للذهبی ج ۱ ص ۴۵۸ ص ۷۰۰، ص ۷۰۷)

(۲۱). وقال الامام الحافظ المحدث احمد بن محمد الخفاجی الحنفیؒ ۱۰۶۹ ھ هذا الحدیث مسند صحیح (نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۰۶ طبع مصر)

(۲۲). وقال العلامة الدکتور محمد مصطفی الاعظمی غیر مقلد استاد صحیح (تعلق علی صحیح ابن خزیمه ج ۲ ص ۲۲۵)

(۲۳). وقال الامام الحافظ المحدث ابوالزاهد محمد سرفراز صفدر هو امام اهل السنة فی زمانه هذا حدیث صحیح بالتحقیق جدا (تسکین الصدور لامام اهل السنة ص ۴۳۱)

فائدہ: مذکورہ ائمہ محدثین کی تصریحات سے حدیث عثمان بن حنیفؓ بالیقین صحیح وثابت اور حجت ہے۔ فالحمدللہ!

ایک شبہ: جناب سید محمد حسین نیلوی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں کہ امام ترمذیؒ نے اس کی سند

میں ابوجعفرؒ راوی کو غیر الخطمی قرار دیا ہے۔ اگر یہ خطمی نہیں تو پھر یہ ابوجعفر الرازیؒ یا ابوجعفر المدائنیؒ ہوگا اور وہ مجروح ہیں۔ (ندائے حق للفیلوی ص ۱۹۷ الخ ص ۲۰۲ و جامع الترمذی ج ۲ ص ۱۹۸ و تسکین القلوب للقاضی ص ۴۲ ص ۴۳)

جواب اول: اس حدیث کی سند میں ابوجعفر الخطمی المدنیؒ ہی ہے۔ اس کا نام عمیر بن یزید الانصاری ابوجعفر الخطمیؒ المدنی ہے۔ (تنبیہ) المدنی یا المدینی نسبت میں کوئی فرق نہیں جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں ہے۔ آئمہ کی تصریح ملاحظہ ہو۔ مثلاً

(۱). عن روح بن القاسمؒ ۱۴۱ھ عن ابی جعفر الخطمی المدنیؒ الحدیث (معجم الصغیر لطبرانی ج ۱ ص ۱۸۳ ومعجم الکبیر لکبرانی ج ۹ ص ۳۰ ص ۳۱ رقم الحدیث ۸۳۱۱ وعمل الیوم والیلہ لابن السنی ص ۲۰۹ والمستدرک للحاکم ج ۱ ص ۷۰۷ص ۷۰۸رقم ۱۹۲۹، ۱۹۳۰ وعمل الیوم والیله للنسائی مترجم ص ۴۰۲ والسنن الکبری للنسائی ج۶ (ص ۱۶۹ وغیرها)

(۲). حدثنا معاذ بن هشام قال حدثنی ابی ۱۵۴ھ عن ابی جعفر عمیر بن یزید الحدیث (السنن الکبریٰ للنسائی ج۶ ص ۱۶۹ رقم الحدیث ۱۰۴۹۶ وعمل الیوم والیله للنسائی مترجم ص ۴۰۲ رقم الحدیث ۶۶۰ وغیرهما)

(۳). حدثنا حماد یعنی ابن سلمةؒ ۱۶۷ قال حدثنا ابوجعفر الخطمی الحدیث (مسنداحمد بن حنبل ج۴ ص ۱۷۱) رقم الحدیث ۱۷۲۴۷ والسنن الکبری للنسائی ج۶ ص ۱۶۸ ص ۱۶۹ رقم الحدیث ۱۰۴۹۴ وغیرها)

(۴). امام احمد بن حنبلؒ ۲۴۱ھ من طریق شعبةؒ وحمادؒ عن ابی جعفر المدینیؒ. وحدثنا ابوجعفر الخطمیؒ الحدیث (مسنداحمد ج۴ ص ۱۷۰، ۱۷۱ رقم الحدیث ۱۷۲۴۶، ۱۷۲۴۷ والمستدرک للحاکم ج ۱ ص ۷۰۰ رقم

الحدیث ۹۰۹ ۱)

(۵). امام عبدبن حمیدؒ ۲۴۹ھ من طریق شعبہ(المنتخب عبدبن حمید.

(۶). امام نسائیؒ ۳۰۳ من طریق هشامؒ وروح بن القاسمؒ عن ابی جعفر عمیر بن یزیدؒ الحدیث السنن الکبریٰ للنسائی ج۶ ص ۱۶۹ وعمل الیوم الیله للنسائی مترجم ص ۴۰۲ وغیرهما)

(۷). امام ابوالقاسم الطبرانیؒ ۳۶۰ھ من طریق شعبہؒ وروح بن القاسم عن ابی جعفر الخطمی المدنی واسمه عمیر بن یزید وهوثقة الحدیث(معجم الصغیر للطبرانی ج۱ ص ۱۸۳ص ۱۸۴ ومعجم الکبیر للطبرانی ج۹ ص ۳۰، ۳۱، ۳۲)

(۸).امام ابوبکر ابن السنیؒ ۳۶۴ھ من طریق. روح بن القاسم عن ابی جعفر المدنی هوالخطمی الحدیث(عمل الیوم والیله لابن السنی ص ۲۰۹ رقم الحدیث ۶۳۳)

(۹). امام ابوبکر بن خزیمہؒ ۳۱۱ھ من طریق شعبة عن ابی جعفر المدنی الحدیث (صحیح ابن خزیمه ج۲ ص ۲۲۵ رقم ۱۲۱۹)

(۱۰). امام ابوعبدالله الحاکمؒ ۴۰۵ من طریق شعبةؒ وروح بن القاسمؒ عن ابی جعفر المدینی. عن ابی جعفر المدنی وعن ابی جعفر الخطمی. وعن ابی جعفر المدنی وهوالخطمی الحدیث (المستدرک للحاکم ج۱ ص ۷۰۰، ۷۰۸)

(۱۱). امام ابوبکر البیهقیؒ ۴۵۸ھ

(۱۲).امام ابوعبدالله الذهبیؒ ۷۴۸ھ من طریق شعبةؒ وروح بن القاسمؒ عن ابی جعفر المدینی و المدنی وهوالخطمی الحدیث وقال علی شرطهما. وقال

صحیح وقال علی شرط البخاری (تلخیص المستدرک ج ۱ ص ۴۵۸، ص ۷۰۰ص ۷۰۸)

(۱۳). امام ابن تیمیہؒ ۷۲۸ھ قال وسائر العلماء قالوا ھو ابو جعفر الخطمیؒ ھو الصواب (قاعدہ جلیلہ لابن تیمیہ ص ۸۸ ندائے حق للنیلوی ص ۱۹۹)

(۱۴). امام اھل السنۃ ابوزاھد محمد سرفراز صفدر مدظلہ نے بھی بالتحقیق ابو جعفر المدنی الخطمی ھی قرار دیا ھے. (تسکین الصدور لامام اھل السنۃ ص ۴۳۱، ۴۳۲)

فائدہ: مذکورہ ائمہ محدثین کی تصریحات سے بالتحقیق والیقین غلام اللہ خان ونیلوی کی تردید ہوتی ہے ابو جعفر المدنی کو غیر الخطمی قرار دینا مردود و باطل ہے اور یہ راوی یقیناً ابو جعفر المدنی الخطمیؒ ہی ہے۔ فالحمد للہ

جواب ثانی: امام اہل السنۃ ابوزاہد محمد سرفراز مدظلہ نے تصریح فرمائی ہے کہ جامع الترمذی ج ۲ ص ۷۷ طبع مصر میں ھو الخطمی کے الفاظ موجود ہیں اس بات سے تو یہ ثابت ہوا کہ یہ اختلاف نسخہ یعنی ایک نسخہ میں غیر الخطمی کے لفظ ہیں اور دوسرے نسخہ میں ھو الخطمی کے الفاظ ہیں اور ھو الخطمی والا نسخہ صحیح وصواب ہے۔ کیونکہ آئمہ محدثین کی تصریحات سے بھی درست ہے اس لئے تو امام ابن تیمیہؒ نے بھی فیصلہ فرمایا ہے مثلاً قال ابن تیمیۃ سائر العلماء قالوا ھو ابو جعفر الخطمیؒ ھو الصواب (قاعدہ جلیلہ ص ۸۸ و ندائے حق ص ۱۹۹ وتسکین الصدور ۴۳۲) اور ابو جعفر الخطمیؒ المدنی ثقہ بالاجماع ہے کما مر اور یہ تحقیقی بات ہے کہ امام ترمذیؒ کے نزدیک بھی ابو جعفر الخطمی المدنیؒ ہے کیونکہ ان کی مروی حدیث کو ھذا حدیث حسن صحیح غریب قرار دیا ہے (جامع الترمذی ج ۲ ص ۱۹۸) اگر اس میں ابو جعفر الرازیؒ ہوتا جو کہ مختلف فیہ راوی ہے آئمہ نے انکو یخطی ویغلط وفیہ ضعف سئی الحفظ اور لیس بالقوی قرار دیا ہے (تہذیب التہذیب لابن حجر ج ص ۳۲۴ ص ۳۲۵ رقم الترجمہ ۹۳۵۹) اور یا ابو جعفر المدائنی ہوتا تو وہ سخت مجروح ہے۔ آئمہؒ نے ان کو لیس بثقۃ احادیثہ موضوعۃ ووضع احادیث علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومتروک

الحدیث قرار دیا ہے۔ (میزان الاعتدال للذہبی ج۲ ص۵۰۴ ص۵۰۵ رقم الترجمۃ ۲۶۰۸) اگر یہ دونوں راوی ہوتے تو امام ترمذیؒ ان کی مروی حدیث کو ضعیف یا موضوع قرار دیتے۔ آخر امام ترمذیؒ نے ھذا حدیث حسن صحیح غریب کی تصریح کیوں فرمائی۔ فلیتامل (تنبیہ) غرابت وجہ ضعف نہیں ہے کیونکہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں بہت سی حدیثیں غریب ہیں بلکہ صحیح بخاری کی پہلی و آخری حدیث بھی غریب ہے فانظر (معرفت علوم الحدیث للحاکم ص۱۹۴ ص۱۹۵ وتدریب الراوی للسیوطی ج۲ ص۱۶۴ ص۱۶۵) فلہٰذا اختلاف نسخہ کا سہارا لے کر صحیح حدیث کو ضعیف قرار دینا جہالت وعدم تحقیق پر مبنی اندھی تقلید ہے جو تحقیقی وحقیقی لحاظ سے باطل و مردود ہے پس حدیث عثمان بن حنیفؓ بالیقین صحیح و حجت ہے۔ فالحمدللہ

دلیل نمبر6: وروی الامام الحافظ المحدث ابو القاسم الطبرانیؒ ۳۶۰ھ قال حدثنا طاهر بن عیسیٰ بن تیرس المقری المصری التمیمی حدثنا اصبغ بن الفرج حدثنا عبدالله بن وهب عن شبیب بن سعید المکی عن روح بن القاسم عن ابی جعفر الخطمی المدنی عن ابی امامة بن سهل بن حنیفؓ عن عمه عثمان بن حنیفؓ ان رجلا کان یختلف الی عثمان بن عفان رضی الله عنه فی حاجة له فکان عثمانؓ لایلتفت الیه ولاینظر فی حاجة فلقی عثمان حنیفؓ فشکاذالک الیه فقال له عثمان بن حنیفؓ ائت المیضاه فتوضا ثم ائت المسجد فصل فیه رکعتین ثم قل اللهم انی اسالک اتوجه الیک نبینا محمد صلی الله علیه وسلم نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بک الی ربک وربی عزوجل فیقضی لی حاجتی وتذکر حاجتک وروح الی حتی اروح معک فانطلق الرجل فصنع ما قال له عثمانؓ ثم اتی باب عثمانؓ فجاء البواب حتی اخذ بیده فادخله علی عثمان ابن عفانؓ فاجلسه معه علی الطنفسه وقال حاجتک فذکر حاجته فقضاهاله' ثم قال له ماذکرت حاجتک حتی کانت هذه الساعة وقال ما کانت لک من حاجة فاتنا ثم ان الرجل خرج من عنده فلقی عثمان بن حنیفؓ

فقال له جزاك الله خيراً ما كان ينظر في حاجتي ولا يلتفت الي حتى كلمته في الحديث (قال الطبرانیؒ) لم يروعن روح بن القاسم الاشيب بن سعيد ابو سعيد المكي وهوثقة وهوالذي يحدث عنه احمد بن احمد بن شبيب عن ابيه عن يونس بن يزيد الايلي وقدروى هذا الحديث شعبة عن ابي جعفر الخطمي واسمه عمير بن يزيد وهوثقة تفردبه عثمان بن عمر بن فارس عن شعبة والحديث صحيح ا (المعجم الصغير للطبراني ج ا ص ۱۸۳ ص ۱۸۴ ومعجم الكبير للطبراني ج۹ ص ۳۰ ص ۳۱ رقم الحديث ۸۳۱۱) وهكذا في الترغيب والترهيب للمنذري ج ا ص ۲۴۲ ورواه البيهقي وهكذا في شفاء السقام لسبكى ص ۱۲۵ ووفاء الوفاء السمهودى ج۲ ص ۴۲۰ وانجاح الحاجة للشيخ عبدالغنى ص ۹۸ ص ۹۹ ونشرالطيب للتهانویؒ ص ۲۴۱ وتسكين الصدور للامام اهل السنة ص ۴۳۵. قال ابوشعيب اسناده صحيح وهوحديث صحيح فالحمدلله.

ترجمہ: حضرت عثمان بن حنیفؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس ایک ضرورت کے سلسلہ میں آیا جایا کرتا تھا اور حضرت عثمانؓ (غالباً بوجہ معروفیت) نہ تو اس کی طرف توجہ فرماتے اور نہ اس کی حاجت براری کرتے وہ شخص حضرت عثمان بن حنیفؓ سے ملا اور اس کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا کہ وضو کی جگہ جا اور وضو کر کے پھر مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ۔ پھر کہہ اللهم اني اسالك واتوجه اليك بنبينا محمد صلى الله عليه وسلم ونبى الرحمة الى آخره۔ خلاصہ یہ کہ اس شخص نے ایسا ہی کیا اور اس کی دعا کی برکت سے حضرت عثمان بن عفانؓ نے ان کی تعظیم وتکریم کی اور کام بھی پورا کر دیا۔ امام طبرانیؒ اور امام منذریؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا۔ فالحمدللہ

فائدہ: اس کے بعد امام سبکیؒ اور امام سمہودیؒ وغیرہما نے تصریح کی ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل درست ہے (شفاء السقام ص ۱۲۴ ووفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۳۰) اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں ف اس سے توسل بعد الوفات بھی ثابت ہوا اور علاوہ ثبوت بالراویۃ کے درایۃً بھی ثابت ہے۔ کیونکہ روایت اول کے ذیل میں جو توسل کا حاصل بیان کیا گیا ہے۔ وہ دونوں حالتوں میں مشترک ہے۔ (نشر الطیب ص ۲۵۳ وفی نسخۃ ص ۲۴۱) اور امام اہل السنۃ ابوزاہد محمد سرفراز صفدر مدظلہٗ فرماتے ہیں الغرض جمہور جس توسل کے قائل ہیں وہ دلائل کی رو سے بزرگوں کی زندگی میں بھی اور بعد وفات بھی جائز اور صحیح ہے لاشک فیہ۔ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل درست ہے اسی طرح صالحین کا توسل بھی درست ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (تسکین الصدور لامام اہل السنۃ ابی الزاہد ص ۴۳۵ ص ۴۳۶)

سند کی تحقیق:

(۱)۔ امام ابوالقاسم الطبرانیؒ: ۳۶۰ھ مشہور امام ہیں۔ آئمہ محدثینؒ نے ان کو ان الحافظ الامام العلامۃ الحجۃ بقیۃ الحفاظ مسند الدنیا واحد الحفاظ المذکورین والحافظ العلم مسند العصر واسع الحفظ بصیرا بالعلل والرجال والابواب کثیر التصانیف وکان ثقۃ صدوقا واسع الصدق والامانۃ قرار دیا ہے۔ یہ ثقہ بالاجماع ہیں (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۸۵ الی ۸۷ العبر للذہبی ج ۱ ص ۳۵۵)

(۲)۔ امام طاہر بن عیسیٰ المصریؒ: ۲۹۲ھ امام طبرانی کے استاذ حدیث ہیں اور اصبغ بن الفرجؒ جیسے محدث کے تلمیذ ہیں۔ قال الذہبیؒ۔ طاہر بن عیسیٰ بن قیرۃ (قرۃ) ابوالحسین المودب عن سعید بن ابی مریمؒ ویحیی بن بکیرؒ واصبغ بن الفرجؒ وعنہ الطبرانیؒ توفی سنۃ ۲۹۲ھ (تاریخ

الاسلام للذھبی ج ۲۲ ص ۱۶۹ احرف الطاء) وقال الامام الحافظ المحدث الزیلعیؒ۔ فی تصحیح الترمذی ایاہ توثیقھا وتوثیق سعد بن اسحاق ولا یضر الثقۃ ان لایرون عنہ الاواحد (نصب الرایہ للزیلعی ج ۳ ص ۲۶۴) اس اصول وضابطہ کے لحاظ سے امام طبرانیؒ وامام بیہقیؒ امام منذریؒ وامام سمہودیؒ وامام سبکیؒ وامام ابن حجر مکیؒ وشیخ عابد سندھیؒ وامام عبدالغنی دہلویؒ وغیرھم کے نزدیک امام طاہر ثقہ صدوق ہے۔ فالحمدللہ

(۳)۔ امام اصبغ بن الفرج المصریؒ: ۲۲۵ھ یہ صحیح بخاری وابوداؤد ونسائی وترمذی کے راوی ہیں ائمہؒ نے ان کو کان اجل اصحاب ابن وھب وکان ثقۃ صاحب سنۃ وکان ثقۃ ثقۃ اور صدوق لاباس قرار دیا ہے۔ ثقہ بالاجماع ہیں۔ (تہذیب لابن حجر ج ۱ ص ۲۲۹)

(۴)۔ امام عبداللہ بن وھب المصریؒ: ۱۹۷ھ یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم وسنن اربعہ کے راوی ہیں۔ آئمہؒ نے ان کو صحیح الحدیث صالح الحدیث وکان ثقۃ صدوق صاحب سنۃ وکان رجل صالح صاحب آثار وثقۃ متفق علیہ قرار دیا ہے۔ یہ ثقہ بالاجماع ہیں (تہذیب لابن حجر ج ۳ ص ۲۹۵ الی ص ۲۹۷)

(۵)۔ امام شبیب بن سعید المکی ثم البصریؒ: ۱۸۶ھ یہ صحیح بخاری وصحیح نسائی کے راوی ہیں آئمہ نے ان کو ثقہ ولاباس وھو صالح الحدیث وکان عندہ کتب یونس بن یزید وکتابہ کتاب صحیح قرار دیا ہے۔ یہ ثقہ بالاجماع ہیں (تہذیب لابن حجر ج ۲ ص ۴۷۸) فانظر صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۹ ص ۱۷۷ ص ۱۸۸ ص ۳۲۱ وغیرہ

(۶)۔ امام روح بن القاسمؒ: ۱۴۱ھ یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم وغیرھما کے راوی ہیں۔ آئمہؒ نے ان کو البصری ثقۃ حافظ وکان حافظا متقنا لیس بہ باس قرار دیا ہے۔ یہ ثقہ

بالا جماع ہیں۔ (تہذیب لابن حجر ج ۲ ص ۷۶ وتقریب لابن حجر ج ۱ ص ۱۷۷)

(۷)۔امام ابوجعفر الخطمی المدنیؒ: یہ صحیح نسائی وابوداؤد وترمذی وابن ماجہ وغیرھا کے راوی ہیں۔آئمہؒ نے ان کو ثقہ وصدوق کہا ہے بلکہ وثقه ابن معینؒ وابن نمیرؒ وابن مهدیؒ والعجلیؒ والنسائیؒ وابن حبانؒ والطبرانیؒ وابن خلفونؒ وغیرهم (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۲ ۴ ص ۴۱۳ وتقریب التہذیب لابن حجر ج ۱ ص ۴۵۳)

(۸)۔حضرت ابوامامہؓ: مشہور صحابی ہیں۔مثلاً قال ابن حجرؒ اسعد ابو امامة بن سهل بن حنیفؓ معروف بکنیة معدود فی الصحابه لرؤیة. وسماه النبی صلی الله علیه وسلم اسعدؓ اور صحابی قرار دیا ہے۔(تقریب لابن حجر ج ۱ ص ۴۷ وتاریخ الثقات لابن حبان ج ۳ ص ۲۰ وتہذیب لابن حجر ج ۱ ص ۱۶۹ والاصابۃ لابن حجر ج ۱ ص ۸۲ وغیرھما)

فائدہ: بالتحقیق والیقین حدیث عثمان بن حنیفؓ ثقہ عن عادل عن عادل کے طریق سے مروی ہے جو بتعریف وشرائط آئمہ فقہاء ومحدثین صحیح وثابت ہے اور منکرین پر حجت ہے۔فالحمدللہ

حدیث عثمان بن حنیفؓ من طریق اخریٰ عندالمحدثین صحیح ہے

(۱)۔امام ابوالقاسم الطبرانیؒ ۳۶۰ھ والحدیث صحیح۔(معجم الصغیر للطبرانی ج ۱ ص ۱۸۴)

(۲)۔امام ابوبکر البیہقیؒ ۴۵۸ھ (هذا حدیث صحیح) (حاشیہ علی الایضاح للنووی لابن حجر المکی ص ۵۰۰ وانجاح الحاجہ ص ۹۸)

(۳)۔امام ابومحمد المنذریؒ ۶۵۶ھ والحدیث صحیح (الترغیب والترھیب للمنذری ج ۱ ص ۲۴۲)

(۴)۔امام نورالدین علی ابن احمد السمہودیؒ ۹۱۱ھ صححہ البیہقی۔والاحتجاج من ھذا (وفاء

الوفاء للسمہودی ج ۲ ص ۴۲۰ ص ۴۲۱)

(۵)۔امام تقی الدین السبکیؒ ۷۵۲ھ (وقال صحیح) (شفاء السقام للسبکی ص ۱۲۵)

(۶)۔امام ابن حجر المکیؒ ۷۵۶ھ (صححہ البیہقی) حاشیہ ابن حجر علی الایضاح فی مناسک الحج لنووی ص ۵۰۰)

(۷)۔امام شیخ محمد عابد السندھیؒ ۱۲۵۷ھ رجالہ رجال الصحیح (انجاح الحاجۃ علی ابن ماجہ ص ۹۹)

(۸)۔امام عبدالغنی الدھلویؒ ۱۲۹۵ھ حسن صحیح وصححہ البیہقی (انجاح الحاجۃ علی ابن ماجہ ص ۹۸)

(۹)۔امام اہل السنۃ ابوزاہد محمد سرفراز صفدر مدظلہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے (تسکین الصدور لامام اہل السنۃ ص ۴۳۵)

فائدہ: اس صحیح حدیث سے تو صاف بعد الوفات بھی توسل ثابت ہے اور یہی ہم السنۃ والجماعت الحنفیہ المعروف دیوبند اور مالکیہ وغیرھم کا مذہب ومسلک ہے۔ فالحمد للہ رب العٰلمین

یاد ہیں اور جو اصل کتابوں پر مطلع ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ شاید ان جیسے جھوٹے ماں نے آج تک نہیں جنے، کیونکہ راوی کوئی اور ہوتا ہے اور حالات کسی اور کے ان پر فٹ کر دیتے ہیں۔ اس موقع پر رئیس المناظرینؒ کا ایک واقعہ نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

واقعہ

حضرت اوکاڑویؒ نے سنایا کہ جب میں بنوری ٹاؤن کراچی میں پڑھاتا تھا تو میں روڈو سلطان جھنگ تقریر کے لئے آیا وہاں کیپٹن عثمانی کی جماعت کے لوگ بھی آئے ہوئے تھے۔ میں نے درس دیا درس میں تو وہ خاموش بیٹھے رہے، بعد میں انہوں نے مجھے اتنا پوچھا کہ آپ بڑے عالم ہیں یا یہ جو علماء بیٹھے ہیں یہ بڑے عالم ہیں۔ میں نے کہا کہ عالم تو میں سب سے چھوٹا ہوں لیکن میں ایک بہت بڑے مدرسہ میں بیٹھا ہوں جہاں اصل کتابیں موجود ہیں، جن کے عثمانی حوالے دیتا ہے۔ چنانچہ میں اصل کتابوں سے چیک کر لیتا ہوں اور ان علماء کے پاس اصل کتابیں نہیں ہیں۔ ہر آدمی یہ سمجھتا ہے کہ جیسے میں جھوٹ نہیں بولتا وہ جب بھی نہیں بولتا ہوگا۔ تو اس لئے اس کی باتوں کو سچا سمجھ کر تاویلیں کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ اس لئے عوام یہ سمجھتی ہے کہ ہمارا مسلک کمزور ہے۔ عثمانی کا مسلک مضبوط ہے۔ ہاں اگر آپ ان علماء کو اصل کتابیں خرید دیں پھر اگر یہ آپ کو نہ بتائیں تو پھر ان کو گناہ ہوگا۔

ایک اور اعتراض خان صاحب کرتے ہیں لکھتے ہیں اور طبرانی کی جس روایت سے عموم استشفاع پر دلالت کرتے ہیں وہ ضعیف ہے، کیونکہ اس کا ایک راوی روح ہے جو ضعیف ہے۔

جواب...... جو اس سند میں روح بن القاسم ہے اس کے بارے میں تقریب میں ہے

ثقة حافظ من السادسة. (تقریب ص ۱۰۵) (ح۵)

(ح۵)۔ یہ روح ابن القاسم بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ کا راوی ہے، نیز شفاء السقام ص ۱۶۸ میں اس کا متابع شعبہ موجود ہے جو ابوجعفر الخطمی سے روایت کر رہا

پانچویں حدیث پر اعتراض

پانچویں حدیث پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں

اصابھم قحط فی زمن عمر فجاء رجل الی قبر النبی ﷺ فقال یارسول اللہ استسق لامۃ فاتاہ رسول اللہ ﷺ فقال لہ ایت عمر فقل لہ ان الناس یسقون (بیہقی، ابن ابی شیبہ)

اعتراض

اول تو یہ ہی معلوم نہیں کہ قبر پر جانے والا کون ہے؟ وہ مجہول الحال والاسم ہے معلوم نہیں ثقہ ہے، غیر ثقہ ہے۔ دوم اگر یہ واقعہ صحیح ہوتا اور حضور ﷺ کی قبر مبارک پر اس طرح استشفاع جائز ہوتا تو حضرت عمر حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت عباس کو باہر لے جا کر بارش کے لئے ان سے دعا نہ کراتے اور نہ یہ کہتے کہ اب حضور علیہ السلام ہم میں موجود نہیں ہیں اس لئے ہم آپ ﷺ کے چچا عباس کی دعا سے توسل کرتے ہیں۔ سوم اس کی سند میں سیف بن عمر ضبی ہے جو باتفاق محدثین ضعیف اور متہم بالزندقہ ہے وہ جھوٹی حدیثیں بنایا کرتا تھا۔ امام ذہبی کہتے ہیں ھو کالواقدی امام ابوداؤد نے کہا لیس بشیء ابوحاتم رازی نے کہا متروک ابن حبان اتھم الذندقۃ ابن عدی عامۃ حدیثہ منکر امام ابن نمیر کان سیف یضع الحدیث و قد اتھم بالذندقۃ

(جواہر القرآن ص ۶۳۶، ۶۳۷)

ہے۔ امام مسلم نے صحیح مسلم میں روح بن قاسم کی احادیث کثرت سے لی ہیں۔ دیکھئے ص ۳۷، ۵۴، ۱۳۲، ۱۵۰، ۲۵۱ ج ا۔ ۱۵، ۲۳، ۳۴، ۳۶، ۷۷، ۱۱۹، ۱۵۸، ۱۹۰، ۱۹۷، ۲۰۷، ۲۱۲، ۲۲۳، ۳۲۹، ۳۵۱، ج ۲)

اعتراض کا جواب

مصنف ابن ابی شیبہ اور بیہقی میں سرے سے یہ راوی موجود نہیں۔(ح٦) میزان الاعتدال میں سیف بن عمر ضبی کے بارے میں لکھا ہے

سیف بن عمر الضبی (ت) مصنف الفتوح والردة وغیر ذلک هو کالواقدی کان اخبارياً عارفا

(میزان الاعتدال ص ۲۵۵ ج ۲)

خان صاحب نے سارا زور لگا دیا سیف بن عمر الضبی کو ضعیف ثابت کرنے پر۔

سیف بن عمر ضبی کی حالت

سیف بن عمر ضبی محدث نہیں، مؤرخ ہے اور محدثین عموماً مورخین کو کذاب کہتے رہتے ہیں۔ حالانکہ میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ یہ ترمذی شریف کا راوی ہے اس پر اعتبار نہیں کیا جاتا تو حدیث میں نہیں کیا جاتا، لیکن تاریخ کا تو وہ امام ہے۔ بسا اوقات انسان حدیث میں ضعیف ہوتا ہے لیکن تاریخ میں اس کا قول معتبر ہوتا ہے۔ جیسے واقدی حدیث میں حجت نہیں لیکن مغازی کا

(ح٦) بیہقی کی سند یہ ہے

حدثنا ابو نصر بن قتادة و ابو بکر الفارسی قالا حدثنا ابو عمر بن مطر حدثنا ابراهیم بن علی الذهلی حدثنا یحیٰ بن یحیٰ حدثنا ابو معاویة عن الاعمش عن ابی صالح (ذکوان) عن مالک الدار .

(دلائل النبوۃ بیہقی ص ۴۸ ج ۷)

مصنف ابن ابی شیبہ کی سند یہ هے حدثنا ابو معاویة عن لاعمش عن ابی صالح عن مالک الدار

امام ہے۔علامہ ابن حجر تلخیص الحبیر میں لکھتے ہیں الهم اتفقوا ان قول الواقدی حجة فی السیر والمغازی۔

مثال

(۱)......قاری عاصمؒ قرأت کے مشہور امام ہیں، لاکھوں لوگ ان کی قرأت پر روزانہ تلاوت کرتے ہیں لیکن محدثین ان کو ضعیف لکھ رہے ہیں۔

(۲)...... محمد بن اسحاقؒ تاریخ کا امام ہے لیکن حدیث میں اسے ضعیف لکھا گیا ہے۔

(۳)...... واقدیؒ تاریخ کا امام ہے، لیکن دوسرے فن میں اس کو ضعیف لکھ دیا ہے۔

اب ان کے کسی دوسرے فن میں ضعیف ہونے سے تاریخ تو ضعیف نہیں ہوتی۔اب یہی حال غیر مقلدین کا ہے کہ وہ فقہاء جو فقہ میں امام تھے، لیکن حدیث روایت نہیں کرتے تھے محدثین نے لکھ دیا کہ وہ ضعیف ہیں۔ہم ان سے فقہی فتویٰ لیتے ہیں، نہ کہ حدیث۔اگر ہم حدیث لیں پھر تو اعتراض ہو؟ لیکن ان سے فقہی مسئلہ لینے پر بھی غیر مقلدین اعتراض کرتے ہیں۔اس لئے اگر ایک آدمی ایک فن میں امام ہو اور دوسرے میں ضعیف ہو تو جو فن ہم ان سے لیتے ہیں ہم تو اس فن کے اعتبار سے اس کو دیکھیں گے۔اب اس فن میں تو وہ امام کے درجے میں ہے لہذا اس کی بات اس فن میں قبول کریں گے۔

خان صاحب آگے لکھتے ہیں،

اول تو یہ معلوم نہیں کہ قبر پر جانے والا کون ہے؟ وہ مجہول الحال والاسم ہے معلوم نہیں ثقہ ہے یا غیر ثقہ ہے......الخ۔

افسوس ہے کہ خان صاحب کو اتنا بھی پتا نہیں کہ قبر پر حاضر ہونے والا کون ہے؟ قبر پر حاضر ہونے والے مشہور صحابی رسول حضرت بلال بن الحارث المزنیؓ ہیں۔خان صاحب اتنے

مشہور صحابی کو اپنے غلط عقیدے کی بنیاد استوار کرنے کے لئے مجہول الحال والاسم بنا رہے ہیں۔ (ح ۷)

سیف بن عمر ضبی کہاں سے لیا

طبری میں جو واقعہ مذکور ہے اس میں سیف بن عمر ضبی ہے، لیکن خان صاحب نے دھوکہ یہ دیا کہ اسے بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں داخل کر دیا۔ حالانکہ ان سندوں میں یہ راوی نہیں ہے۔

واقعہ

رئیس المناظرین حضرت اوکاڑوی ؒ نے بتایا کہ جب میں بنوری ٹاؤن پڑھاتا تھا وہاں ایک دو مماتی استاد بھی تھے ان میں مولوی انور بدخشانی زیادہ متشدد اور متعصب تھا، وہ میرے خلاف پروپیگنڈہ کرتا رہتا۔ ایک لڑکا قدرت اللہ افغانی بھی میرے پاس پڑھتا تھا۔ اب انور بدخشانی اس

(ح ۷)۔ حافظ ابن حجر فتح الباری شرح بخاری میں لکھتے ہیں

ان الذی رأی المنام المذکور هو بلال بن الحارث المزنی احد الصحابة

جس نے یہ خواب دیکھا وہ بلال بن حارث المزنیؓ ہیں جو صحابی ہیں۔

حافظ ابن حجر اس حدیث کی تصحیح میں فرماتے ہیں

روی ابن ابی شیبه باسناد صحیح

ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ **هذا سند صحیح**. (البدایہ والنہایہ ص ۹۲ ج ۷)

(ہدایۃ الحیر ان ص ۴۲۰ بحوالہ وفاء الوفاء ص ۳۷۴)

کے دل میں وسوسے ڈالتا رہتا کہ تو فارغ التحصیل عالم ہو کر ایک ان پڑھ کے پاس پڑھتا ہے وہ آ کر مجھے بتا دیتا کہ انور یہ کہتا ہے۔ انور بدخشانی کے ساتھ ایک اور بھی تھا غلام رسول بدخشانی جو بڑے میاں تو بڑے چھوٹے میاں سبحان اللہ کا مصداق تھا۔ ایک دن میں نے قدرت اللہ کو جواہر القرآن کا یہ صفحہ فوٹو سٹیٹ کروا دیا اور مصنف ابن ابی شیبہ کا صفحہ بھی فوٹو سٹیٹ کروا دیا اور کہا کہ ان سے پوچھو کہ سیف بن عمر ضبی اس سند میں کہاں ہے؟ اسی طرح حضرت عثمان بن حنیف والی روایت مسند احمد اور مستدرک حاکم سے فوٹو سٹیٹ کروا دی اور جواہر القرآن سے بھی۔ اور کہا ان سے جا کر کہو کہ یہ دکھاؤ کہ ابو جعفر سے مراد عبداللہ بن مسور ہے۔ اب وہ لے کر چلا گیا۔ اس نے جا کر انور بدخشانی کو کہا کہ آپ ثالث بنیں اور بات میں نے غلام رسول سے کرنی ہے۔ جو زیادہ شور کرتا ہے، چنانچہ قدرت اللہ نے بات شروع کی کہ خان صاحب جواہر القرآن میں سیف بن عمر ضبی پر اتنا لکھ گئے ہیں۔ یہ ہے مصنف ابن ابی شیبہ کا فوٹو سٹیٹ اور یہ بیہقی کا آپ ان کی سندوں میں سے یہ راوی دکھا دیں، کیونکہ ان سندوں میں اس راوی کا نام ونشان تک نہیں۔ اب وہ لگے شور مچانے کہ دیکھو جی جواہر القرآن پر اعتراض ہو رہا ہے چنانچہ انور بدخشانی جو انہی کا آدمی تھا اس نے کہا کہ اعتراض تو بہت زبردست ہے، جب سند چیک کی تو یہ راوی نہ ملے۔ اب تو وہ ایسے مبہوت ہوئے جیسے آیت فبھت الذی کفر کا سب سے بڑا مصداق یہی ہوں۔ اب قدرت اللہ افغانی بولا آپ کو ان باتوں کا علم نہیں جو اپنے آپ کو پڑھے لکھے ہم چوں ما دیگرے نیست سمجھتے ہیں اور جن کو ہر روز تم ان پڑھ کہتے ہو اسے ان باتوں کا علم ہے۔ چنانچہ آج تک یہ لوگ مصنف ابن ابی شیبہ اور بیہقی کی سندوں میں سیف بن عمر ضبی ثابت کر کے خان صاحب کو خائن ہونے سے نہ بچا سکے۔

ناکامی ہی ناکامی

خان صاحب نے ہمارے مسلک کو کمزور کرنے اور اپنے من گھڑت عقیدے کی بنیاد استوار کرنے کے لئے تفسیر کے نام پر دھوکہ دیا حدیث پاک لا دین لمن لا امانۃ لہ کا مصداق

بنے، لیکن کیا خان صاحب اس میں کامیاب رہے یا نہیں؟ تو حقیقت یہ ہے کہ خان صاحب اس میں سو فیصد ناکام رہے۔ طبری کی سند میں سیف بن عمر ضبی کا ہونا ہمیں کوئی نقصان نہیں دیتا۔ اس کو مثال سے سمجھیں۔

مثال

ایک مسلمان رمضان کا چاند دیکھنے کی گواہی دیتا ہے۔ قاضی نے اس کی شہادت پر فیصلہ کر دیا کہ چاند ثابت ہے۔ بعد میں کوئی عیسائی کہنے لگا میں نے بھی چاند دیکھا ہے، اب وہ عیسائی چاہے سو بار کہے کہ میں نے چاند دیکھا ہے اس سے ہمارے روزے پر اثر نہیں پڑے گا، اس لئے کہ ہم نے جو روزہ رکھا ہے وہ مسلمان کی شہادت پر رکھا ہے نہ کہ عیسائی کی شہادت پر۔

اسی طرح اگر طبری کی سند میں کذاب راوی اگر آ بھی جائے بالفرض ہم یہ کہتے ہیں کہ اس میں ہمارا کوئی نقصان نہیں، کیونکہ ہمارا مدار صحیح سند ہے جو کہ مصنف ابن ابی شیبہ اور بیہقی کی ہے۔ ہمارا تو کوئی نقصان نہیں ہوا، لیکن خان صاحب کا ہو گیا کہ تفسیر قرآن کے نام پر دھوکہ دے کر حدیث **لا دین لمن لا امانة له** کا مصداق بن گئے۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

اعتراض

نیز لکھتے ہیں اگر حضور اکرم ﷺ کی قبر پر جا کر استشفاع جائز ہوتا تو حضرت عمرؓ حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عباسؓ کو باہر لے جا کر ان سے دعا نہ کرواتے۔ اور نہ یہ کہتے کہ حضور ﷺ اب ہم میں موجود نہیں ہیں اس لئے ہم آپ ﷺ کے چچا عباس کی دعا سے توسل کرتے ہیں۔

جواب

یہ واقعہ ایک ہی ہے کہ حضرت بلال بن حارث المزنیؓ نے آنحضرت ﷺ کی قبر پر جا کر

عرض کیا

یا رسول اللہ ﷺ استسق اللہ تعالیٰ لامتک فانھم قد ھلکوا

ترجمہ...... کہ یا رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے لئے بارش طلب فرمائیں کیونکہ وہ ہلاک ہو چلے ہیں۔

چنانچہ حضرت پاک ﷺ خواب میں ملے اور فرمایا عمرؓ کو کہو دانائی پر قائم رہے۔ یہ واقعہ ۱۸ھ کا ہے تاریخ میں جس کو عام الرماد (راکھ کا سال) کہا جاتا ہے۔ خواب دیکھنے کے بعد حضرت بلال بن حارث المزنیؓ حضرت عمرؓ کے دروازہ پر حاضر ہوئے اور اونچی آواز سے کہا یا عمر اجب رسول اللہ ﷺ حضرت عمرؓ کھانا کھا رہے تھے لقمہ وہیں رکھ دیا اور بھاگتے ہوئے روتے ہوئے باہر تشریف لائے اور فرما رہے تھے این رسول اللہ پھر پوچھا تجھے کس نے ایسی بات کہنے کا حکم دیا ہے؟ یہ تو جب حضرت ﷺ مجھے بلاتے اس وقت آدمی کہتا تھا اس پر حضرت بلال بن حارث مزنیؓ نے فرمایا میں نے خواب دیکھا ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ نماز استسقاء ادا کرو (یعنی دانائی پر قائم رہنے کا مطلب یہ ہے کہ سنت کو لازم پکڑو اور وہ ہے نماز استسقاء ادا کرنا) اس پر حضرت عمرؓ نے لوگوں کو نماز استسقاء کے لئے جمع فرمایا اور حضرت بلال بن حارث المزنیؓ کا خواب لوگوں کو سنایا کہ یہ روضہ پاک پر گئے اور وہاں جا کر انہوں نے وسیلہ سے دعا مانگی اور رسول اللہ ﷺ سے دعا کی درخواست کی تو حضور ﷺ نے خواب میں فرمایا ہے کہ عمرؓ کو کہو کہ نماز استسقاء ادا کرے۔

تو اس سال پہلے قبر سے وسیلہ ہوا پھر حضرت عباسؓ کی دعا کا۔ اور چونکہ قبر سے دور نبی کریم ﷺ سے دعا کروائی نہیں جا سکتی اس لئے آپ ﷺ کے چچا سے دعا کروالی گئی۔ جب حضرت عمرؓ نے یہ خواب لوگوں کو سنایا تو کسی نے حضرت بلال بن حارث مزنیؓ پر اعتراض نہیں کیا کہ وہاں تو کچھ نہیں ہے یہ تو نے کیا شرک کا کام شروع کیا؟ نہ کسی نے آیت ﴿انک لا تسمع

الموتی﴾ پڑھ کر سنائی۔ اب خود ہی انصاف کریں کہ صحابہ کرام کو قرآن زیادہ آتا تھا یا آج کے منکرین حیات اور منکرین توسل کو زیادہ آتا ہے؟ چنانچہ حضور ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ نے دعا مانگتے ہوئے عرض کیا

اللهم لم ينزل بلاء الا بذنب ولم يكشف الا بتوبة و قد توجه بی القوم اليک لمكان من نبيک و هذه ايدينا اليک بالذنوب و نواصينا بالتوبة فاسقنا الغيث.

ترجمہ......اے اللہ نہیں اترتی کوئی مصیبت مگر گناہوں کی وجہ سے اور نہیں ٹلتی وہ مگر توبہ کے ساتھ اور تحقیق متوجہ ہوئی یہ قوم میرے وسیلہ سے آپ کی طرف بوجہ میرے مرتبے کے آپ کے نبی ﷺ کے ہاں۔ یہ ہمارے گناہگار ہاتھ آپ کے آگے ہیں، ہماری پیشانیاں توبہ کے ساتھ حاضر ہیں پس ہمیں بارش عطا فرمادے۔

وفاء الوفاء میں علامہ سمہودیؒ نے بھی اس حدیث کے حوالہ سے ایک واقعہ نقل فرمایا ہے، چنانچہ ملاحظہ ہو

وقد يكون التوسل به ﷺ بعد الوفاة بمعنى طلب ان يدعو كما قال فی حياته و ذلک فيما رواه البيهقی من طريق الاعمش عن ابی صالح عن مالک الدار و رواه ابن ابی شيبة بسند صحيح عن مالک الدار قال اصاب الناس قحط فی زمن عمر بن الخطابؓ فجاء رجل الی قبر النبی ﷺ فقال يا رسول الله ﷺ استسق الله لامتک فانهم قد هلكوا فاتاه رسول الله ﷺ فی المنام فقال ائت عمر فاقرء السلام و اخبره انهم مسقون. الخ.

(ہدایۃ الحیران ص ۴۲۰ وانجاح الحاجۃ حاشیہ ابن ماجہ ص ۱۰۰)

ترجمہ...... کبھی حضور ﷺ سے اس معنی کے اعتبار سے توسل وفات کے بعد بھی ہوتا ہے کہ آپ سے دعا کی طلب کی جائے، جیسا کہ آپ ﷺ کی حیات میں ہوتا تھا اس روایت کو بیہقی نے اعمش کے طریق سے انہوں نے ابو صالح سے روایت کیا ہے اور انہوں نے مالک دار سے نیز ابن ابی شیبہ نے مالک دار سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ عمر بن خطابؓ کے زمانہ میں قحط ہوا تو ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ اپنی امت کے لئے اللہ تعالیٰ سے پانی طلب کیجئے۔ لوگ ہلاک ہو رہے ہیں اس کے بعد اس شخص کو خواب میں آپ ﷺ کی زیارت ہوئی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عمرؓ کے پاس جا کر اس کو سلام پہنچاؤ اور یہ خبر دو کہ بارش ہوگی۔ اس واقعہ سے توسل سے بڑھ کر وفات کے بعد آپ ﷺ سے دعا کروانا بھی ثابت ہے جو آپ کی حیات فی القبر اور سماع فی القبر کی بھی دلیل ہے۔

حضرت علی خواصؒ مرشد شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ

قد سمعت سیدی علیاً الخواص رحمہ اللہ یقول اذا سألتم اللہ حاجۃ فاسئلوہ بمحمد ﷺ وقولوا اللھم انا نسئلک بحق محمد ﷺ ان تفعل لنا کذا فان للہ ملکاً یبلغ ذلک لرسول اللہ ﷺ ویقول لہ ان فلاناً سأل اللہ تعالیٰ بحقک فی حاجۃ کذا و کذا فیسئل النبی ﷺ ربہ فی قضا تلک الحاجۃ فیجابوا لان دعاہ ﷺ لا یرد قال و کذلک القول فی سوالکم اللہ تعالیٰ باولیائہ فان الملک

یبلغهم فیشفعون فی قضا تلک الحاجة واللہ علیم حکیم.

(مشارق الانوار القدسیہ ص ۱۸۱ قلمی نسخہ قاسمیہ لائبریری کنڈیارو سندھ)

ترجمہ...... میں نے سنا اپنے سردار حضرت علی خواص ؒ سے وہ فرماتے تھے جب تم اللہ تعالیٰ سے حاجات کو طلب کرو تو محمد ﷺ کے وسیلہ سے طلب کرو اور کہو اے اللہ ہم آپ سے سوال کرتے ہیں محمد ﷺ کے وسیلہ سے کہ آپ ہمارا کام ایسے کر دیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو نبی اقدس ﷺ کو یہ پہنچا دیتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ فلاں نے آپ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے ان ان حاجات کے بارے میں پس نبی اقدس ﷺ ان حاجات کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں، پس آپ ﷺ کی دعا قبول ہوتی ہے اس لئے کہ آپ ﷺ کی دعا رد نہیں کی جاتی اور فرمایا اسی طرح معاملہ ہے تمہارا اللہ تعالیٰ سے اولیاء کے واسطہ سے سوال کرنے کے بارہ میں اس لئے کہ فرشتے اولیاء کو یہ بات پہنچا دیتے ہیں اور وہ اولیاء اللہ سے دعا کرتے ہیں، اور اللہ علیم اور حکمت والا ہے۔

امام شافعیؒ کی والدہ کا توسل

علی بن احمد الہوریؒ لکھتے ہیں

"انما سمی هذا الامام شافعیاً لکونه خرج من بطن امه بشفاعة ابی حنیفةؒ حین دعت امه بعد ما رأت جنازته لاجل مکثه فی بطنها ثمانی عشر شهراً فقالت یا امامنا الکامل والمجتهد العامل اشفع لی کی اخلص هذا الحمل فاستجاب اللہ تعالیٰ دعائها لشفاعة امامنا الی منزلها وولدت شمس الهدیٰ لهذا المعنی قیل شافعیؒ.

(کتاب نعم الالوان ص ۱۸۷ ج اقلمی نسخہ قاسمیہ لائبریری کنڈیارو سندھ)

ترجمہ......اس امام کا نام امام شافعیؒ اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہ اپنی والدہ کے پیٹ سے ابو حنیفہؒ کی شفاعت کے سبب پیدا ہوئے۔اس لئے کہ یہ اپنی والدہ کے پیٹ میں اٹھارہ مہینے میں رہے جب ان کی والدہ نے امام صاحب کے جنازے کو دیکھا تو کہا"اے ہمارے کامل اور مجتہد اور عامل امام میری شفاعت کیجئے تا کہ میں اس حمل سے خلاصی حاصل کرلوں"۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو سنا امام صاحب کی شفاعت کی وجہ سے اس عورت کے لئے، پس شمس الھدیٰ کی ولادت ہوئی، اسی وجہ سے آپ کو شافعی کہا گیا۔

امام ابوالاخلاص حسن بن عمار المصریؒ الشرنبلالی سے توسّل کا ثبوت

وہ اپنے رسالہ ثانیہ کے خطبہ میں لکھتے ہیں

"نسئلک اللھم بک متوسلین الیک بحبیبک"

(تحقیقات القدسیة ونفحات الرحمانية الحسنية فی مذهب السادات الحنفية، الرسالة الثانية ص ۲)

ترجمہ......اے اللہ ہم آپ سے دعا مانگتے ہیں، آپ کے حبیب ﷺ کا توسّل پکڑتے ہوئے۔

حضرت تھانویؒ کا موقف

حضرت تھانویؒ اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں

اس حدیث سے غیر نبی کے ساتھ بھی توسل جائز نکلا۔

مسئلہ توسل کی توضیح

اس پر تو جملہ اکابر علماء محدثین وفقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ دعاء میں توسل بالاعمال الصالحۃ

درست ہے، جس کے استدلال صحیحین کی وہ روایت شاہد ہے جس میں تین آدمیوں کا ذکر ہے جو کسی پہاڑی غار کے اندر پھنس گئے تھے اور اعمال صالحہ کا توسل کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگی اور اس مصیبت سے رہائی حاصل کی یہ تو متفق امر ہے، اب اس میں بعض حضرات کا اختلاف ہے کہ توسل کسی کی ذات کے ساتھ کرنا درست ہے یا نہیں؟ جمہور علماء اور محدثین فقہاء اس کے جواز کے قائل ہیں چنانچہ کوئی شخص اگر اپنی دعا میں یوں کہے کہ الٰہی بحرمت فلاں یا بوسیلہ یا بطفیل یا بوجاہت یا بصدقہ یا ببرکت یا بجاہ فلاں میری اس حاجت کو پورا فرما دے تو اس طرح دعا کرنے میں کوئی خرابی نہیں یہ جائز اور مباح ہے اصل اصول تو دعاء کی قبولیت کا یہ ہے کہ سب سے پہلے دعاء کرنے والا اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرے اس کے بعد درود شریف پڑھے پھر دعاء مانگے جیسا کہ احادیث میں آنحضرت ﷺ سے صراحت کے ساتھ مروی ہے یہ درود شریف کا پڑھنا بھی ایک قسم کا توسل ہے اسی طرح گو دعاء میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا توسل کرتا ہے جیسا کہ حضرت مولانا نانوتویؒ نے اپنے مناجاتی قصیدہ میں فرمایا ہے

بذات پاک خود کاں اصل ہستی ست
از و قائم بلند یہاؤ پستی ست

یا اللہ تعالیٰ کی صفات اور اسماء پاک کا واسطہ پیش کرے تو یہ بھی بلا شک وشبہ درست ہے، یہ سب ترحم کے لئے ہوتا ہے **اللھم انی اسئلک بذاتک و بصفاتک و باسمائک و بعظمتک و بجلالک و بوجھک الکریم و بعزتک العظیم** یا جیسا کہ حضور ﷺ نے دعا میں یہ بات سکھلائی **اللھم ارحمنی بالقرآن العظیم** کہ اے خداوند کریم مجھ پر رحم فرما قرآن عظیم کی برکت سے۔

سعدی کا یہ شعر زبان زد خلائق ہے جو دعاء میں ہمیشہ پڑھا جاتا ہے

الٰہی بحق بنی فاطمہؓ
کہ بر قول ایماں کنم خاتمہ

اے اللہ حضرت فاطمہؓ کی اولاد کے حق اور طفیل سے میرا خاتمہ ایمان پر ہو ایک اور شعر میں سعدیؒ فرماتے ہیں

بحقت کہ چشم نہ باطل بدوز
بنورت کہ فردا بنارم مسوز

اے خداوند کریم میں تجھ کو تیرے حق کا واسطہ دیتا ہوں کہ میری آنکھ کو باطل کی طرف سے بند کر دے اور میں تجھ سے تیرے نور کے واسطہ سے التجا کرتا ہوں کل قیامت کو مجھے آگ میں نہ جلانا۔

اسی طرح ابن ماجہ شریف کی وہ روایت جس میں بحق ممشائی (کہ اے اللہ میرے اس چلنے کے حق اور وسیلہ سے میرے اس کام کو پورا کر دے) کا ذکر بھی ہے اس کے جواز میں تو کوئی کلام ہی نہیں اسی طرح بعض دعوات میں یہ آیا ہے

اسئلک بحق السائلین
فان للسائل علیک حقا

میں تجھ سے سائلین کے حق کے واسطہ سے دعا کرتا ہوں کیونکہ سائلین کا بھی تجھ پر حق ہے اس طرف اشارہ موجود ہے، اب ہم مناسب خیال کرتے ہیں کہ چند دلائل اس بارہ میں قرآن و حدیث اور بزرگان دین کے اقوال سے ذکر کر دیں تا کہ مسئلہ کی حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے۔

ثم ننجی رسلنا والذین آمنوا کذالک حقا علینا ننجی المؤمنین (سورۃ یونس) حقا او جبہ اللہ تعالیٰ علی نفسه الکریم.

(ابن کثیر ج ۲ ص ۴۳۴)

ترجمہ...... پھر ہم بچاتے ہیں رسولوں کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور

اسی طرح حق ہے ہم پر ایمان والوں کو بچانا، امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ ایسا حق ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس کریمہ یعنی ذات پر لازم کیا ہے۔ یعنی محض اپنے فضل و کرم سے (یہ ایسا حق نہیں جس طرح معتزلہ وجوب علی اللہ کے طریق پر کہتے ہیں)

(۲) و کان حقا علینا نصر المؤمنین .

(الروم آیت ۴۷)

ترجمہ...... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حق ہے ہم پر ایمان والوں کی مدد و نصرت کرنا۔

وفی تفسیر ابن کثیر ج۳ص ۴۳۶ تحت قوله تعالیٰ وکان حقا علینا نصر المؤمنین روی بن ابی حاتم حدثنا ابن نفیل حدثنا موسیٰ بن المعین عن لیث عن شهر بن حوشب عن ام الدرداء عن ابی الدرداءؓ قال سمعت رسول الله ﷺ یقول مامن امرء مسلم یرد عن عرض اخیه الا کان حقا علی الله ان یرد عنه نار جهنم یوم القیامة ثم تلا هذه الآیة وکان حقا الآیة و فی المظهری جلد ص ۲۵۲ تحت هذه الآیة بعد نقل الروایة اخرجه الترمذی و حسنه و اخرجه اسحاق بن راهویه والطبرانی وغیرهما من حدیث اسماء بنت یزید.

(۳) عن معاذ قال کنت ردف النبی ﷺ علی حمار لیس بینی وبینه الا موخرة الرحل فقال یا معاذ هل تدری ما حق الله علیٰ عباده وما حق العباد علی الله قلت الله و رسوله

اعلم قال فان حق الله علی العباد ان یعبدوہ ولا یشرکوا به شیئا و حق العباد علی الله ان لا یعذب من لا یشرک به شیئا قلت یا رسول الله افلا ابشر به الناس قال لا تبشرھم فیتکلوا (متفق علیه ، مشکوٰۃ ص ۱۴)

ترجمہ...... امام ابن کثیر نے اس آیت کے تحت محدث ابن ابی حاتم کے حوالہ سے حضرت ابوالدرداء کی روایت نقل کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے جو مسلم اپنے مسلم بھائی کی عزت و ناموس کی طرف سے دفاع کرے گا تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ قیامت کے دن اس سے جہنم کی آگ کو ہٹادے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اور تفسیر مظہری میں اس آیت کے تحت اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حضرت قاضی ثناء اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے اور اس کی سند کی تحسین کی ہے نیز اس کو امام اسحاق بن راہویہؒ نے اور طبرانیؒ اور ان کے علاوہ دوسرے محدثین نے بھی حضرت اسماءؓ بنت یزید کی روایت سے بیان کیا ہے۔ حضرت معاذؓ روایت کرتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کا ردیف تھا ایک گدھے پر آپ کے درمیان اور میرے درمیان صرف پالان کے پچھلے حصہ کا فاصلہ تھا یعنی میں آپ ﷺ کے بالکل قریب تھا، آپ نے فرمایا معاذ جانتے ہو اللہ تعالیٰ کا کیا حق ہے بندوں پر اور بندوں کا کیا حق ہے اللہ تعالیٰ پر؟ معاذؓ نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ بندے اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا یہ حق ہے کہ جب وہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کریں تو اللہ تعالیٰ انہیں بخشدے، معاذؓ نے کہا کہ حضرت کیا میں لوگوں کو اس کی بشارت نہ سنادوں؟ آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا کہ اگر تم لوگوں کو اس

کی بشارت سنادو گے تو وہ کام کرنے سے رک جائیں گے اور اسی پر بھروسہ کریں گے۔

(۴) عن ثوبانؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ما من عبد مسلم یقول اذا امسی واذا اصبح ثلاثا رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد نبیا الا کان حقا علی اللہ ان یرضیہ یوم القیامۃ (رواہ الترمذی ص ۲ ص ۲۸۸، مشکوٰۃ ص ۲۱۰)

ترجمہ...... حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر مسلمان بندہ جو صبح اور شام تین مرتبہ یہ دعاء مانگتا ہے کہ میں اللہ کو رب مان کر اور اسلام کو دین اور نبی کریم محمد ﷺ کو نبی مان کر راضی ہوا ہوں تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ ایسے شخص کو قیامت والے دن راضی کردے۔

(۵) عن معاذ بن جبلؓ ان رسول اللہ ﷺ قال من صام رمضان و صلی الصلوٰۃ و حج البیت لا ادری اذکر الزکوٰۃ ام لا الا کان حقا علی اللہ ان یغفرلہ ان ہاجر فی سبیل اللہ او مکث بارضہ التی ولد بہا...... الحدیث

(ترمذی ج ۲ ص ۳۶۲)

ترجمہ...... حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور نماز پڑھی اور بیت اللہ کا حج کیا (معاذؓ فرماتے ہیں کہ) مجھے خیال نہیں کہ حضور ﷺ نے زکوٰۃ کا ذکر کیا یا نہیں تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس بندے کو بخش دے چاہے وہ اللہ کی راہ میں ہجرت کرے یا اپنی اسی سرزمین میں

ٹھہرا رہے جہاں پیدا ہوا ہے۔

(٦) انس بن مالکؓ قال کان اخوان علی عهد رسول الله ﷺ فکان احدهما یاتی النبی ﷺ والآخر یحترف فشکا المحترف اخاه الی النبی ﷺ فقال لعلک ترزق به.

(ترمذی ج۲ ص۳۳۹)

ترجمہ...... حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ مبارک میں دو بھائی تھے ایک حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور دوسرا بھائی پیشہ کرتا تھا، چنانچہ اس پیشہ کرنے والے نے اپنے بھائی کی شکایت حضور ﷺ کے سامنے کی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا تجھے کیا خبر شاید تجھے اس کی برکت سے روزی ملتی ہو۔

(٧) عن ابی الدرداء عن النبی ﷺ قال ابغونی ضعفائکم فانما ترزقون او تنصرون بضعفائکم.

(ابوداؤد، مشکوٰۃ ص۴۴۷)

ترجمہ...... حضرت ابو درداءؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اپنے ضعیفوں اور کمزوروں میں تلاش کرو (یعنی اگر میری رضا مطلوب ہو تو کمزوروں کو راضی کرو میری رضا حاصل ہوگی) بے شک تمہیں روزی ملتی ہے یا تمہاری امداد کی جاتی ہے ضعیفوں کے طفیل۔

(٨) عن امیة ابن خالد بن عبدالله بن اسید عن النبی ﷺ انه کان یستفتح بصعالیک المهاجرین.

(شرح السنۃ، مشکوٰۃ ص۴۴۷)

ترجمہ...... حضرت امیۃ بن خالد بن عبداللہ بن اسید روایت کرتے ہیں کہ

آنحضرت ﷺ فتح طلب کرتے تھے، غرباء مہاجرین کی برکت سے اور صاحب نہایہ نے اس کا معنی یہ کیا ہے کہ حضور ﷺ ان کی برکت سے مدد و نصرت طلب کرتے تھے جیسا کہ ان تستفتحوا کی آیت میں یہی مراد لیا گیا ہے محدث ابن ملکؒ فرماتے ہیں کہ اپنی دعا میں یوں کہے کہ اے اللہ ہمیں دشمنوں پر غلبہ فرما اپنے بندے فقراء مہاجرین کے حق سے اور اس میں اشارہ ہے فقراء کی تعظیم کی طرف اور ان سے دعا کرانے کی طرف رغبت ہے اور ان کی ذات سے تبرک حاصل کرنے کی طرف۔

جیسا کہ بلغۃ الحیر ان ص ۲۸۰ میں ہے کہ

''یعنی اے اہل کتاب پہلے تو تم کہتے تھے کہ رسول خاتم النبیین جو کہ آنے والے ہیں اس کے ہمراہ ہو کر جنگ کریں گے اس رسول کے وسیلہ سے فتح کی دعا مانگتے تھے جیسا کہ قال تعالیٰ وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا اب وہ رسول آخر الزمان آگیا ہے۔''

اسی طرح بلغۃ الحیر ان ص ۳۲۷ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے قول ''مجھے مصیبت کے وقت پکارو'' کی توجیہ اس طرح کی گئی ہے اذکرنی اس کا معنی یہ ہے میرے بتوسل دعا مانگو۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کا ارشاد

ومن ادب الدعاء تقديم الثناء على الله والتوسل بنبي الله ليستجاب. (حجة الله البالغة ج ا ص ۲۰۴)

ترجمہ...... اور دعاء کے آداب میں یہ ہے کہ دعا مانگنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے اور پھر نبی کریم ﷺ کے ساتھ توسل کرے تا کہ دعاء مستجاب ہو (اور درود بھی توسل کی ایک صورت ہے۔)

حضرت مولانا حسین علیؒ فرماتے ہیں کہ

قاعدہ جلیلہ ص ۴۹ میں ہے وسیلہ پکڑنا ساتھ نبی ﷺ کے بیچ دعا کے بعد

وفات کے بعض صحابہ اور تابعین اور امام احمد وغیرہ سے منقول ہے اس کا معنی ہے اسئلک بنبیک محمد ای اسئلک بایمانی به بمحبته (یعنی میں تیرے نبی ﷺ پر ایمان اور محبت کے طفیل سے سوال کرتا ہوں) ص ۳۸ میں ہے التوسل بالایمان و بطاعة اصل الایمان یعنی ایمان اور طاعت کے ساتھ توسل کرنا تو اصل ایمان ہے۔

(التبیان فی تفسیر القرآن ص ۶۸)

اور ذات کے ساتھ توسل کا مآل بھی ایمان اور محبت ہی ہوتا ہے، لہذا ذات کے ساتھ توسل کرنے میں بھی کوئی قباحت نہیں لازم آتی۔

حضرت خواجہ محمد عثمانؒ فرماتے ہیں

و باید مرید را کہ توسل کند بحق تعالی بمشائخ کرام خود در یک وقت از روز و شب و اولی بعد از تہجد است و اگر دو وقت کند اولی تر است و طریقش اینکہ بخواند فاتحہ را و اخلاص را سہ بار باز گوید الہی برسان ثواب آنچہ خواندم بروح مقدس سید المرسلین و شفیع المذنبین سیدنا محمد ﷺ و بارواح جمیع انبیاء والمرسلین و ملائکۃ مقربین و صحابہ و تابعین و اولیاء و صالحین خصوصاً حضرات نقشبندیہ احمدیہ قدس اللہ اسرارھم۔

ترجمہ...... اور مرید کو چاہئے کہ اللہ کے سامنے اپنے مشائخ کرام کے ساتھ شب و روز میں ایک وقت توسل کرے اور بہتر وقت تہجد کے بعد ہے اگر دو وقت کرے تو زیادہ بہتر ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ فاتحہ ایک بار پڑھے اور تین بار سورۃ اخلاص پڑھے اور پھر کہے کہ الہی جو کچھ میں نے پڑھا ہے اس کا ثواب حضور ﷺ کی روح مقدس کو پہنچا دے اور تمام انبیاء اور مرسلین کی ارواح اور ملائکہ مقربین اور صحابہ اور تابعین اولیاء اور صالحین خصوصاً حضرات نقشبندیہ احمدیہ کے ارواح کو۔

و بعد ازاں بگوید

الٰہی بحرمت شفیع المذنبین ......الخ

الٰہی بحرمت غوث دوران قطب زمان حضرت شاہ ابوسعید احمدیؒ

الٰہی بحرمت غوث دوران محبوب رحمان حافظ قرآن وسیلتنا الی اللہ المجید حضرت شاہ احمد سعیدؒ

الٰہی بحرمت حاجی الحرمین الشریفین مقبول رب المشرقین والمغربین وسیلتنا الی اللہ الصمد حضرت حاجی دوست محمد قندھاریؒ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مشکل کشا سید الاولیاء سند الاتقیاء زبدۃ الفقہاء رأس العلماء رئیس الفضلاء شیخ المحدثین قبلۃ السالکین امام العارفین برہان المعرفۃ شمس الحقیقۃ فرید العصر وحید الزمان حاجی الحرمین الشریفین مظہر فیض الرحمٰن پیر دستگیر حضرت مولانا محمد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(فوائد عثمانی ص ۱۷)

یادرہے کہ مجموعہ فوائد عثمانی جس کو حضرت خواجہ محمد عثمانؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا سید محمد علی اکبر شاہ صاحب دہلوی حنفی نقشبندی مجددیؒ نے مرتب کیا ہے اس میں ملفوظات، مکتوبات، معمولات، عبادات، کرامات، خلفاء کے حالات، اور دیگر مسائل تصوف کا بیان ہے اس کا تعارف جامع نے ان الفاظ سے کرایا ہے کہ

''ایں رسالہ است در احوال جناب خواجہ مشکل کشا سید الاولیاء سند الاتقیاء زبدۃ الفقہاء رأس العلماء رئیس الفضلاء، شیخ المحدثین، قبلۃ السالکین، امام العارفین، برہان المعرفۃ، شمس الحقیقۃ، فرید العصر، وحید الزمان، حاجی الحرمین الشریفین، مظہر فیض الرحمٰن پیر دستگیر حضرت مولانا محمد عثمان صاحب تصلی وروحی و مالی فداہ اور فوائد عثمانی کی تصحیح حضرت مولانا حسین علیؒ نے کی ہے اور جا بجا اس پر حواشی بھی تحریر فرمائے ہیں اور آخر میں صداقت نامہ بھی لکھا ہے ان الفاظ کے ساتھ

''(حمد وصلوٰۃ کے بعد) اما بعد فیقول الفقیر الحقیر المدعو بحسین علی انی طالعت ھذا الکتاب من اولہ الیٰ اخرہ بامر سیدی و مولائی و مرشدی حضرت سیدی محمد سراج الدین لا زال فیوضاتہ علینا فائضۃ نفعنا اللہ بھذا الکتاب والناظرین الآخرین آمین یا رب العلمین.''

ترجمہ...... حمد وصلوٰۃ کے بعد کہتا ہے بندہ فقیر حقیر جس کو حسین علیؒ کے نام سے پکارا جاتا ہے کہ میں نے اس کتاب کا مطالعہ اول سے آخر تک اپنے آقا اور مرشد حضرت خواجہ محمد سراج الدینؒ کے حکم سے کیا ہے ان کے فیوضات ہم پر ہمیشہ فائز رہیں اللہ تعالیٰ اس کتاب سے ہمیں فائدہ پہنچائے اور دوسرے ناظرین کو بھی آمین یا رب العلمین۔

اسی فوائد عثمانی میں ہے کہ

فرمودند (لطیفہ) اکثر تنازعات دین ودنیا از حب جاہ وریاست اند کہ صادق وصدوق فرمودہ حب الدنیا راُس کل خطیئۃ چنانچہ تنازعات ''لا مذہبان'' و ''اہل سنت و جماعت'' در باب امداد اولیاء کرام والا ہیچکس از اہل اسلام قائل نیست کہ انبیاء علیہم السلام واولیاء اللہ استقلالا ضار ونافع اند اگر ہستند سبب ہستند وانکار ایشاں محض خالی از عناد نیست چرا کہ در ہمہ کار عادۃ اللہ جاری ست کہ مسبب بسبب باشد۔

(ص ۵۳، ۵۴)

ترجمہ...... حضرت خواجہ محمد عثمانؒ نے فرمایا کہ اکثر دین ودنیا کے تنازعات اور جھگڑے حب جاہ اور ریاست کی طلب کی وجہ سے واقع ہوتے ہیں کیونکہ صادق و مصدوق ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی اصل اور جڑ ہے جیسا کہ ''لا مذہبوں'' اور اہل سنت کے تنازعات اولیاء کرام کی امداد کے متعلق ورنہ اہل اسلام

میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہ ہوگا کہ اولیاء کرام کو استقلالاً نافع اور ضار کہتا ہو اگر ہیں تو محض سبب ہیں اور ان (لامذہبوں) کا انکار محض عناد کی وجہ سے ہے کیونکہ عادۃ اللہ جاری ہے تمام کاموں میں کہ مسبب سبب کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے مسئلہ استمداد پر روشنی ڈالی ہے چنانچہ فتاویٰ عزیزی سے ہم نقل کرتے ہیں

سوال

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام، شہداء عظام، اور صلحاء عالی مقام سے ان کی وفات کے بعد اس طرح استمداد کرنا کہ اے فلاں حق تعالیٰ سے میرے لئے آپ حاجت طلب کریں اور میرے لئے سفارش کریں اور میرے لئے دعاء کریں، کیا یہ درست ہے یا نہیں؟

جواب

اموات سے استمداد خواہ قبور کے نزدیک ہوں یا غائب بلاشبہ بدعت ہے اور صحابہ اور تابعین کے زمانے میں نہیں تھا، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ یہ کس قسم کی بدعات میں سے ہے آیا بدعت سیئہ یا بدعت حسنہ اور نیز حکم بھی مختلف ہوتا ہے، استمداد کے طرق کے مختلف ہونے سے اگر استمداد اس طریق پر ہو جس طرح سوال میں مذکور ہے تو ظاہر ہے کہ یہ جائز ہے اس لئے کہ اس صورت میں شرک نہیں ہوتا یہ اس طرح ہی ہے جس طرح صلحاء سے دعاء اور التجاء کے لئے ان کی زندگی میں استمداد کی جاتی ہے اگر کسی دوسری طرح ہوگی تو اس کا حکم بھی اس کے موافق جدا ہوگا اور حدیث شریف میں حاجت براری کے لئے اس طرح وارد ہوا ہے کہ حضرت عثمان بن حنیفؓ سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ آپ میرے لئے دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے عافیت

دے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم صبر کرو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا اس نے کہا کہ حضرت آپ دعاء فرمائیں، آپ ﷺ نے حکم دیا کہ وضوء کرو اور پھر یہ دعاء مانگو اللھم انی اسئلک و اتوجہ ......الخ.

(فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۸۹)

نیز حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں

اور استمداد کی صورت یہی ہے کہ محتاج انسان اپنی حاجت طلب کرتا ہے اللہ تعالیٰ سے کسی بندہ مکرم کی روحانیت کے توسل سے جو کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقرب و برگزیدہ ہوتا ہے اور محتاج یہ کہتا ہے کہ اے بندہ خدا اور اے اللہ کے ولی میرے لئے سفارش کر اور اللہ تعالیٰ سے میرے لئے مطلوب کو طلب کرتا کہ اللہ تعالیٰ میری حاجت کو پورا کردے بندہ تو درمیان میں صرف وسیلہ ہی ہے اور معطی اور مسؤل تو پروردگار ہی ہے اور اس میں کسی قسم کا شائبہ شرک بھی نہیں جیسا کہ (توسل کے) منکر نے وہم کیا ہے اور یہ بالکل اسی طرح ہے جیسا کہ توسل اور طلب دعاء صلحاء اور دوستان خدا سے حالت حیات میں کرتا ہے اور یہ بالاتفاق جائز ہے تو یہ توسل بعد از وفات کیسے ناجائز ہوگا کیونکہ ارواح کاملین میں حین حیات اور بعد از ممات کچھ فرق نہیں سوائے اس کے کہ اس کے کمال کی طرف ترقی ہوتی ہے چنانچہ شروع مشکوٰۃ میں ہے اور شرح صدور میں سیوطیؒ نے مفصل ذکر کیا ہے اور احادیث اور روایات متعدد طرق سے بیان کی ہیں۔

(فتاویٰ عزیزی ص ۱۰۸ ج ۲)

حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ صراط مستقیم میں فرماتے ہیں

افادہ نمبر ۴ من جملہ صوفی شعار مشرکین بدعات میں سے جو کہ خواص وعوام اہل زمانہ میں عموماً اور ملک ہندوستان میں خصوصاً شہرت یافتہ ہیں اور بعضے مقبولان حق

بھی اس میں مبتلا ہو گئے ہیں وہ ہے مرشد کی تعظیم میں اس درجہ کا افراط کہ اس کے خدا ہونے یا نبی ہونے کا اعتقاد ظاہر ہو پس ضروری بات ہے کہ اس معاملہ کی حد اعتدال کو سمجھ لینا چاہئے جس کا بیان یہ ہے کہ

مرشد بلا ریب وسیلہ راہ خدا تعالیٰ است قال اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون. (المائدہ)

ترجمہ...... مرشد بلا شبہ راہ خدا کا وسیلہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو اور اس کے راستہ میں جہاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

اس آیت میں فلاح کے لئے چار چیزیں مقرر فرمائی ہیں ایک ایمان دوسری تقویٰ، تیسری طلب وسیلہ، اور چوتھی جز اللہ کی راہ میں جہاد۔ اہل سلوک اس آیت سے سلوک کی طرف اشارہ سمجھتے ہیں اور مرشد کو وسیلہ جانتے ہیں اس لئے مرشد کی تلاش حقیقی فلاح اور یقینی کامیابی کے لئے مجاہدہ سے پہلے ضروری ہے اور سنت اللہ بھی اسی طرح جاری ہے لہذا مرشد کے بغیر کامیابی بہت نادر ہے پس مرشد ایسا پکڑیں کہ وہ کسی طرح بھی شریعت کے مخالف نہ ہو اور صراط مستقیم یعنی قرآن وحدیث پر راسخ القدم ہو ایسے شخص کو اپنا مرشد اور ہادی ٹھہرائیں لیکن ایسا نہ ہو کہ مرید ہر حال میں مرشد کے اتباع کو منظور خاطر رکھے بلکہ مطلق پیشوا تو شرع شریف کو جانے اور بالا صالہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے حکم کا متبع ہو اور جس چیز کا بھی شرع شریف کے مطابق مرشد حکم دے اس کا اتباع کرے اور دل وجان کے ساتھ اس کو قبول کرے اور شریعت کے مباح امر کو مرشد کے حکم سے لازم جانے اور جو کچھ شریعت کے خلاف کہے تو ہرگز اس کا اتباع نہ کرے بلکہ اس کو رد کر دے کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان ہے لا طاعۃ لمخلوق

فی معصیۃ الخالق یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت ہرگز نہ کرنی چاہئے اور مرشد کی محبت بھی بایں طور ہونی چاہئے کہ اپنے مال و جان کو مرشد کی رضا اور اس کے آرام کی خاطر صرف کرے اور دنیا کی کسی چیز کو اس کی رضاء سے زیادہ عزیز نہ جانے کیونکہ جو فائدہ مرشد سے حاصل ہوگا وہ دنیا کے تمام منافع سے ہزار ہا درجہ بہتر ہے۔ لیکن مرشد کی محبت اس طرح ممنوع ہوگی کہ اللہ و رسول کی نافرمانی کو مرشد کی محبت کے سامنے گوارا کر لے کیونکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے دربار سے دور کرنے کا موجب ہے تمام قسم کی محبتیں اور حقوق کی اصل اللہ تعالیٰ کی محبت اور حق ہے، اللہ کی محبت اور اس کے حق کے سامنے کسی اور کی محبت اور حق کو خیال میں لانا اللہ تعالیٰ سے محجوب اور اس کی عنایتوں سے محروم ہونا ہے اگر پیر کے ساتھ بیعت کرنے کے بعد طالب حق کو اس پیر میں کوئی منکر کام معلوم ہو جائے تو اس کو نصیحت کرنی چاہئے اور اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے دعاء کرنی چاہئے اور اگر وہ باز نہ آئے اور اس برے کام کو نہ چھوڑے تو اگر وہ کام فساد عقیدہ سے تعلق رکھتا ہے تو اس سے بیعت توڑ دے اور اس کو اپنا پیر و مرشد نہ جانے اور اگر وہ کام فساد عقیدہ کی قسم نہ ہو تو بیعت نہ توڑے لیکن ایسے مرشد کو آزمائش میں مبتلا خیال کرے اور اس کام میں اس کی پیروی کرنا حرام جان کر اس ابتلاء سے اس کی نجات کے لئے ظاہری اور باطنی کوشش کرتا رہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے منظوم شجرہ طریقت جو سلاسل طیبہ میں درج ہیں اور اس کے علاوہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بھی مناجات مقبول میں ان کو درج کیا ہے حضرت نانوتویؒ کا شجرہ منظومہ تو کافی طویل ہے بطور نمونہ کے ہم چند اشعار اس لئے نقل کرتے ہیں تاکہ مسئلہ توسل پر روشنی پڑ سکے۔

بحق مقتدائے عشق بازاں　　رئیس پیشوا مقتدایاں

امام راست بازاں شیخ عالم　　ولی خاص صدیق معظم

شہ والا گہر امداد اللہ — کہ بہر عالم است امداد اللہ

اخیر میں فرماتے ہیں

بآں کو رحمۃ للعلمین ست — بدرگاہت شفیع المذنبین ست

بحق سرور عالم محمد ﷺ — بحق برتر عالم محمد ﷺ

بچشم لطف اے حکم تو بر سر — بحال قاسم بے چارہ بنگر

اس شجرہ کا ابتدائی شعر اس طرح ہے

الٰہی غرق دریائے گناہم — تو میدانی و خود ہستی گواہم

حضرت مولانا گنگوہیؒ کا شجرہ منظومہ (پہلے شعر کا حضرت تھانویؒ نے اضافہ فرمایا ہے)

سیدی شیخی رشید احمد امام وقت شیخ — وہ مرا صادق یقین از بہر جاہش اے غنی

بہر امداد و بنور و حضرت عبدالرحیم — عبد باری، عبد ہادی عضد دیں مکی ولی

ہم محمدی و محب اللہ و شاہ بو سعید — ہم نظام الدین جلال وعبد قدوس احمدی

ہم محمد عارف، وہم عبد حق، شیخ جلال — شمس دیں ترک وعلاؤالدین فرید جودھنی

قطب دیں وہم معین الدین وعثمان وشریف — ہم بمودود و ابو یوسف محمد احمدی

بو اسحاق وہم بمشاد، و ہبیرہ نامور — ہم حذیفہ وابن ادہم ہم فضیل مرشدی

عبد واحد ہم حسن بصری علی فخر دیں — سید الکونین فخر العالمین بشرای نبی

پاک کن قلب مرا تو از خیال غیر خویش

بہر ذات خود شفایم وہ زامراض دلی

شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنیؒ کی تحقیق

سیدی و مرشدی حضرت مولانا مدنیؒ نے ''بحق'' اور ''توسل'' کی نہایت ہی قیمتی تحقیق فرمائی ہے جو اہل انصاف کے لئے اطمینان کا باعث ہوگی اور اہل بصیرت کے لئے کحل الجواہر سے زیادہ بصارت افروز ہوگی، حضرتؒ فرماتے ہیں کہ

''حقیقت حال یہ ہے کہ لفظ حق متعدد معنوں میں آتا ہے،

۱...... **واجب عقلی۔** جس کا ثبوت اور لزوم دلائل عقلیہ قطعیہ سے ہوتا ہو اور اس کا خلاف مستحیل اور ممنوع عقلی ہو۔

۲...... **واجب شرعی۔** جس کا ثبوت اور لزوم نص شرعی اور وعدہ خداوندی کی بنا پر ہو، اگرچہ عقلاً اس کا وجود ضروری نہ ہو۔

۳...... **مستحق و ثابت۔** یعنی وہ چیز جو کہ وجود اور ثبوت رکھتی ہو اگرچہ ضروری نہ ہو۔

۴...... **جدیر اور لائق۔** یعنی وہ چیز جس کا موجود ہونا بہتر اور اعلیٰ ہو اگرچہ ضروری نہ ہو۔

۵...... **مشابہ بالواجب۔** یعنی وہ چیز جو کہ ضروری چیز کے مماثل اور مشابہ ہے اگرچہ واقع میں لازم اور ضروری نہیں جیسے زید اسد۔

۶...... **موجود صوری۔** یعنی مشاکلۃً او صورۃً عبارت میں جو کسی چیز کو دوسرے کے برابر قرار دی گئی ہو جیسے جزاء سیئۃ، سیئۃ مثلھا اگرچہ وہ حقیقت میں موجود نہ ہو۔

۷...... **احترام اور بڑائی۔** یعنی وہ چیز جو کہ مرتبہ اور شرف رکھنے والی ہو اور قبولیت سے نوازی گئی ہو۔

۸...... **مھتم بالشان۔** یعنی وہ چیز جس کو نہایت اہم اور قابل اعتناء کوئی قرار دے اگرچہ واقع میں وہ لازم نہیں ہے جیسے حدیث شریف میں حق علی کل مسلم ان یغتسل فی کل سبعۃ ایام، یعنی ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ہفتہ میں ایک دن نہانے کا اہتمام کرے) الغرض استعمال عربی اور لغت عرب میں لفظ حق ان متعدد معانی وغیرہ میں مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ شراح حدیث عینیؒ، قاریؒ، عسقلانیؒ

وغیرہ اور قاموس، لسان العرب، مجمع البحار، وغیرہ علماء لغت ذکر فرماتے ہیں مگر سب سے پہلے معنی میں سلف میں اختلاف واقع ہوا معتزلہ چونکہ عدل اور اصلح کو اللہ تعالیٰ پر عقلاً واجب قرار دیتے ہیں اس لئے غفران اہل توحید اللہ تعالیٰ پر عقلاً واجب کہتے ہیں اور یہ حق بندوں کا اس پر لازم باللزوم العقلی قرار دیتے ہیں اور اہل سنت والجماعت کسی فعل کو اللہ تعالیٰ پر عقلاً اور ذاتاً واجب نہیں کہتے اس لئے یہ دعا کرنا اللھم انی اسئلک بحق فلان یا بحق الانبیاء والمرسلین اہل اعتزال کے عقائد کے موافق ہوگا اہل سنت والجماعت کے خلاف ہوگا قرون تابعین اور تبع تابعین میں معتزلہ کا بہت زور وشور تھا اس لئے فقہاء کرام نے سداً للذریعۃ منع فرمایا تھا، اب جبکہ وہ اور ان کے عقائد معدوم ہو گئے تو اشتباہ بھی معدوم ہو گیا تو اس لفظ کے استعمال میں پہلے معنی کے ارادہ کرنے کا احتمال ہی نہیں بلکہ دوسرے معانی ہی لئے جاتے ہیں اس لئے اس میں کوئی حرج نہ ہوگا۔

شرح نقایہ جلد ثانی کتاب الکراہیۃ ص ۳۳۶ میں فرماتے ہیں

قیل و یحرم ان یقول فی دعائہ بحق فلان نبیا کان او ولیا او بحق البیت او المشعر الحرام لانہ لا حق للخلق علی اللہ لکن قد یقال لا حق لھم وجوبا من اصلہ ولکن اللہ سبحانہ جعل لھم حقا فضلاً او یراد بالحق الحرمۃ والعظمۃ فیکون من باب الوسیلۃ وقد قال اللہ سبحانہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وقد عد من آداب الدعاء التوسل بالانبیاء والاولیاء علی ما فی الحصن الحصین وقد جاء فی روایۃ اللھم انی اسئلک بحق السائلین علیک و بحق ممشائی

الیک فانی لم اخرج اشراً ولا بطراً. (الحدیث)

ترجمہ...... حضرت ملا علی القاریؒ فرماتے ہیں کہا گیا ہے کہ کوئی شخص اپنی دعا میں یوں کہے کہ بحق فلاں خواہ وہ نبی ہو یا ولی یا بحق البیت یا مشعر الحرام کہے تو ایسا کہنا حرام ہوگا کیونکہ مخلوق کا کوئی حق خالق پر نہیں ہے لیکن کبھی اس کا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کا کوئی حق نہیں وجوبا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اپنا فضل وکرم سے حق بنایا ہے یا حق سے مراد حرمت ہے تو پھر یہ وسیلہ کے باب سے ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور نیز انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے ساتھ توسل آداب دعاء میں شمار کیا گیا ہے جیسا کہ حصن حصین میں ہے اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ اے اللہ میں تجھ سے سائلین کے حق اور وسیلہ سے مانگتا ہوں اور میں تجھ سے اپنے چلنے کے وسیلہ سے دعا مانگتا ہوں، کیونکہ میں اتراتے ہوئے اور اکڑ کر نہیں چلتا (جیسا کہ ابن ماجہ کی حدیث میں ہے)

نوٹ۔ توسل کی اس بحث میں ''مسئلہ توسل کی توضیح'' کے عنوان سے لے کر یہاں تک فیوضات حسینی کے مقدمہ سے حوالہ جات لئے گئے ہیں۔

ردالمختار حاشیہ درمختار میں ہے

قوله (و كره بحق اسئلک) هذا لم يخالف منه ابو يوسفؒ بخلاف مسئلة المتن السابقة كما افاد الاتقانی وفی التاتارخانية و جاء فی الآثار ما دل علی الجواز (قوله لانه لا حق للخلق علی الخالق) قد يقال انه لا حق لهم وجوبا علی الله لكن الله سبحانه وتعالیٰ جعل لهم حقا فی فضله او يراد بالحق الحرمة والعظمة فيكون من باب الوسيلة وقد قال (وابتغوا اليه الوسيلة) وقال السبكیؒ

یحسن التوسل بالنبی ﷺ الی ربه ولم ینکره احد من السلف ولا الخلف الا ابن تیمیه فابتدع ما لم یقل عالم قبله...... الخ. (رد المحتار ج۵ ص ۲۸۱)

ترجمہ......علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں امام ابو یوسفؒ نے جواز کا قول کیا ہے اور فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے کہ اس مسئلہ میں ایسے آثار وارد ہوئے ہیں جن سے جواز معلوم ہوتا ہے اور یہ استدلال کہ مخلوق کا کوئی حق خالق پر نہیں اس کا مطلب یہ لیا گیا ہے کہ وجوبی حق اللہ تعالیٰ پر کسی کا نہیں لیکن اس نے اپنے فضل سے ان کا حق اپنے ذمہ لیا ہے اور یا مراد حق سے حرمت عظمت ہے اور یہ باب وسیلہ سے ہوگا جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور امام سبکیؒ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ توسل کرنے کو اللہ تعالیٰ کے سامنے مستحسن قرار دیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اس مسئلہ میں سلف اور خلف میں سے کسی نے انکار نہیں کیا سوائے امام ابن تیمیہؒ کے، اس نے ایک ایسی نئی بات کی ہے جو ان سے قبل کسی عالم نے نہیں کی۔

خلاصہ یہ ہے کہ دعاء میں بحق فلاں یا بحرمت فلاں کہنا نہ صرف جائز ہے بلکہ وارد اور مستحسن ہے مودودی صاحب منع کرتے ہیں غلطی پر ہیں اور ہدایہ کی عبارت سے ان کا استدلال صحیح نہیں ہے ہدایہ میں حق بمعنی واجب العقل کو منع کیا گیا ہے اور اہل سنت جب دعاء میں یہ کلمہ کہتے ہیں تو واجب عقلی مراد نہیں لیتے بلکہ ایسے معانی مراد لیتے ہیں جن سے توسل سمجھا جاتا ہو جو کہ ارجی للا جابۃ ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ سے توسل کا ثبوت

حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ خلیفہ مجاز حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں

حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ العظام اور صلحاء کرام کے وسیلہ سے

اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگنا شرعاً جائز ہے بلکہ قبولیت دعاء کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے مستحسن اور افضل ہے، قرآن واحادیث کے اشارات وتصریحات سے اس قسم کا توسل بلاشبہ ثابت ہے۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حضرت موصوفؒ کا رسالہ جو خیر الفتاویٰ جلد اص ۱۹۱ تا ۱۹۸ پر چھپا ہوا ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ سے توسل کا ثبوت

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ صدر مفتی مظاہر العلوم ودار العلوم دیوبند ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں

اس طرح دعا کرنا کہ یا اللہ نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے ہمارا فلاں کام کر دے، ہمیں گناہوں سے بچا لے، ہمیں اعمال صالحہ کی توفیق دے، اہل سنت والجماعت کے نزدیک شرعاً درست ہے۔ جبکہ حضور ﷺ کے چچا کے وسیلہ سے دعاء کرنا ابن تیمیہؒ کے نزدیک بھی درست ہے، تو اہل سنت والجماعت کے نزدیک براہ راست حضور ﷺ کے وسیلہ سے بھی دعاء درست ہے۔ اس مسئلہ پر مستقل رسائل تصنیف کئے گئے ہیں، امام ابن تیمیہؒ پر ان کے معاصرین

امام تقی الدین سبکیؒ وغیرہ نے کافی رد کیا ہے۔

طبقات میں ایک مستقل رسالہ رد میں ہے۔

علامہ یافعیؒ نے مرآۃ الجنان میں متعدد علماء سے سخت تنقید نقل کی ہے۔

علامہ ابن حجر نے فتاویٰ حدیثیہ میں رد بلیغ کیا ہے۔

ذیل تذکرۃ الحفاظ میں بھی شدید رد مذکور ہے۔

حضرت عمرؓ کا حضرت عباسؓ کے توسل سے دعا اس بات کی دلیل نہیں کہ حضور ﷺ کے توسل سے دعاء درست نہیں۔

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ سے توسل کا ثبوت

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ فرماتے ہیں

غرض یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ظہور سے پہلے ہی یہود آپ ﷺ کو خوب پہچانتے تھے، اور آپ ﷺ کے نام مبارک اور قرآن پاک کے واسطہ سے اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں فتح ونصرت کی دعاء مانگتے تھے اور فتح پاتے تھے اور آپ ﷺ کے توسل کو موجب خیر و برکت سمجھتے تھے۔

(معارف القرآن ج۱ص۱۷۷)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ سے توسل کا ثبوت

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں

اسی طرح غیر مادی اسباب کے ذریعے کسی نبی یا ولی سے دعاء کرنے کی مدد مانگنا یا ان کا وسیلہ دے کر براہ راست اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگنا، روایات حدیث اور ارشادات قرآن سے بھی اس کا جواز ثابت ہے، اور وہ بھی اس استعانت میں داخل نہیں، جو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص، اور غیر اللہ کے لئے حرام اور شرک ہے۔

(معارف القرآن ص ۱ص۹۹ تا ۱۰۰)

دوسری جگہ فرماتے ہیں

اور حقیقی طور پر اللہ کے سواہ کسی کو حاجت روا نہ سمجھے اور کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرے، کسی نبی یا ولی وغیرہ کو وسیلہ قرار دے کر اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگنا اس کے منافی نہیں۔

(معارف القرآن ج۱ص۲۹ تحت ایاک نستعین)

مولانا محمد یحیٰی کاندھلویؒ سے توسل کا ثبوت

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ کے والد گرامی حضرت مولانا محمد یحیٰی کاندھلویؒ مدرس مدرسہ عربیہ مظاہر العلوم سہارنپور نے المہند کی تصدیق فرماتے ہوئے خطبہ تحریر فرمایا

والصلوٰۃ والسلام علی افضل من یتوسل بہ فی الدعاء من المرسلین والصدیقین والشھداء والصلحاء واکمل من یدعیٰ من الاحیاء بعد الوصال اللقاء.

ترجمہ...... درود وسلام ان میں سے بہترین ذات پر جن کو دعاء میں وسیلہ پکڑا جاتا ہے، یعنی پیغمبران وصدیقین اور شہداء وصلحاء اور کامل تر ان میں سے جن کے لئے وصال وانتقال کے بعد حیات ثابت ہے۔

(المہند ص۸۴، ۸۵ ناشر دارالاشاعت کراچی)

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے توسل کا ثبوت

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ فضائل اعمال میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں

اللہ تعالٰی شانہ اپنے لطف اور اپنے محبوب کے صدقے اور محبوب کے پاک کلام کی برکت سے مجھ سیاہ کار کو بھی اخلاص کی توفیق نصیب فرمائے۔

(فضائل اعمال ص۶۲۴)

نیز فرماتے ہیں

حق تعالٰی شانہ اپنے فضل وکرم سے میری بداعمالیوں اور سیہ کاریوں کی پردہ پوشی نصیب فرمادیں، اور مجھے اور آپ کو ان مقدس ہستیوں کے طفیل سے اچھے اعمال اور اچھے کردار نصیب فرمادیں۔

(فضائل اعمال ص ۷۰۲)

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ سے توسل کا ثبوت

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں

الجواب ...... اللہ تعالیٰ سے دعاء کرنے اور اپنی حاجت طلب کرنے میں کسی نبی یا ولی کو بطور وسیلہ کے ذکر کرنا اور یوں کہنا کہ اے اللہ بوسیلہ فلاں نبی یا فلاں ولی میرے حال پر رحم فرما، اور میری حاجت پوری کر، یہ جائز اور مسنون ہے اور اجابت (قبولیت) میں نہایت مؤثر ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ایک صحابی کو اس طرح دعاء کرنے کا طریقہ تعلیم فرمایا ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۵)

حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ سے توسل کا ثبوت

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے رسالہ ''وسیلہ رفیعہ'' میں تحریر فرماتے ہیں

توسل دو قسم پر ہے

جائز و ناجائز، جائز وہ ہے جو قرآن مجید و حدیث شریف سے ثابت ہے...... الخ۔

ششم توسل وہ ہے جس کو اہل سنن نے روایت کیا ہے، ترمذی نے اس کو صحیح الاسناد کہا ہے، آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ کی بارگاہ میں میرے لئے دعا کیجئے کہ مجھے آنکھیں بخش دے...... الخ۔ (جیسا کہ قصہ ضریر میں گزرا)

پھر آگے چل کر سلسلہ مبارکہ میں تحریر فرماتے ہیں

الٰہی بحرمۃ شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین سید الخلق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ

الٰہی بحرمۃ خیر الامت خلیفہ رسول اللہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمۃ صاحب رسول اللہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

الهی بحرمة علامه رأس المفسرين مجدد مائة الرابع والعشر مولانا حسين عليؒ وان بهچران رضی الله عنه

الهی بفضلک و رحمتک ثم بحرمة الصالحين توفنا مسلمين والحقنا بالصالحين غير خزايا ولا مفتونين آمين يا رب العالمين

الهی بحرمة ننگ اسلاف پر خطا راجی رحمة الله عبدالله عفی عنه تعالیٰ بهلوی ثم اسلام آبادی.

مولانا نواب صدیق حسن خان غیر مقلد سے توسل کا ثبوت

مولانا نواب صدیق حسن خانؒ تحریر فرماتے ہیں

وجیع دیگر گفتہ کہ بحرمت و بحق و بطفیل کسے گفتند مضا ئقہ ندارد زیرا کہ درادعیہ ماثورہ آمدہ است کہ "بحق السائلین علیک" ولفظ "طفیل" و "حرمت" مترادف است مفید معنی آن در غیر"۔

(ریاض المرتاب ص۲۹ از فتاویٰ رحیمیہ ص ۷)

ترجمہ...... کسی کے حق اور حرمت اور طفیل سے دعاء کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ احادیث شریفہ میں "بحق السائلين عليك" آیا ہے، اور لفظ "طفیل" اور "حرمت" ہم معنی ہیں۔

اکابرین علماء دیوبند کے متفقہ فتویٰ "المہند علی المفند" سے توسل کا ثبوت

یہ ایک ایسا فتویٰ ہے جو عرب وعجم کا مصدقہ ہے، ہم اسے ذیل میں "المہند علی المفند" سے نقل کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں

السوال الثالث والرابع...... هل للرجل ان يتوسل فی دعواته بالنبی ﷺ بعد الوفات ام لا؟ أيجوز التوسل

بالسلف الصالحین من الانبیاء والصدیقین والشہداء و اولیاء رب العلمین ام لا؟

الجواب. عندنا وعند مشایخنا یجوز التوسل فی الدعوات بالانبیاء والصالحین من الاولیاء والشہداء والصدیقین فی حیاتھم و بعد وفاتھم، بان یقول فی دعائہ

اللھم انی اتوسل الیک بفلان ان یجیب دعوتی و تقضیٰ حاجتی الی غیر ذلک. کما صرح بہ شیخنا و مولانا محمد اسحاق الدھلوی ثم المھاجر المکی ثم بینہ فی فتاواہ شیخنا و مولانا رشید احمد الگنگوھی رحمۃ اللہ علیھما، وفی ھذا الزمان شائعۃ مستفیضۃ بایدی الناس و ھذہ المسئلۃ مذکورۃ علی صفحۃ ۹۳ من الجلد الاول منھا فلیراجع الیھا من شاء

(المہند علی المفند ص۱۲،۱۳)

ترجمہ.....تیسرا اور چوتھا سوال

کیا وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کا توسل لینا دعاؤں میں جائز ہے یا نہیں؟ تمہارے نزدیک سلف صالحین یعنی انبیاء، صدیقین شہداء و اولیاء اللہ کا توسل بھی جائز ہے یا نا جائز؟

جواب.....علماء دیوبند کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء علیہم السلام، صلحاء، اولیاء، شہداء اور صدیقین کا توسل جائز ہے، ان کی حیات میں یا بعد وفات۔ بایں طور کہ کہے، یا اللہ میں بوسیلہ فلاں بزرگ کے تجھ سے دعاء کی قبولیت اور حاجت برآری

چاہتا ہوں' یا اس جیسے اور کلمات کہے۔ چنانچہ اس کی تصریح فرمائی ہے ہمارے شیخ مولانا محمد اسحاق دہلوی ثم المکی نے، پھر مولانا رشید احمد گنگوہی نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس کو بیان فرمایا ہے، جو چھپا ہوا آج کل لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے، اور یہ مسئلہ اس کی پہلی جلد کے ص ۹۳ پر مذکور ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے۔

(المہند جواب سوال نمبر ۳، ۴)

نوٹ...... حضرت گنگوہی کا یہ فتویٰ فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ۱۱، ۱۹۸ پر موجود ہے۔

نوٹ...... یہ فتویٰ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری ثم المہاجر المدنی کا لکھا ہوا ہے، اس کی تصدیق میں اکابر علماء دیوبند کے چوبیس (۲۴) دستخط ہیں، بعد ازاں علماء مکہ معظمہ، علماء مدینہ طیبہ، علماء جامعہ ازہر مصر، علماء دمشق و شام کے سینتالیس (۴۷) تصدیقی دستخط ہیں۔ پھر بعد میں ۳۷ علماء نے مزید اس پر دستخط کیے ہیں۔

الغرض...... جواز توسل کا مسئلہ تمام علماء دیوبند کے نزدیک متفق علیہ ہے کسی ایک کا بھی اس میں اختلاف نہیں۔

قرآن مجید، تفاسیر، احادیث شریفہ، فقہ حنفی اور جمہور اہل سنت والجماعت، خصوصاً اکابرین علماء دیوبند کے اقوال سے مسئلہ توسل بالانبیاء والاولیاء کی الحمدللہ پوری وضاحت کردی گئی ہے، لہٰذا سلیم الطبع انسان کے لئے اس کے تسلیم کر لینے میں کوئی چیز مانع نہیں۔ باقی ضد کا کوئی علاج نہیں، کیونکہ ضد اور عناد تو ایک ایسا مرض ہے جو العیاذ باللہ اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ پر ایمان لانے میں بھی رکاوٹ بن جاتا ہے۔

توسل بالانبیاء والاولیاء کو شرک کہنا العیاذ باللہ بہت بڑی جرأت ہے۔ کیونکہ خود حضور ﷺ اور صحابہ کرام اور جمہور اہل سنت والجماعت کی طرف شرک کی نسبت کرنے مشرک کہنے کے مترادف (برابر) ہے۔

اللہ تعالیٰ ایسی جہالت اور گمراہی سے امت مسلمہ کی پوری پوری حفاظت فرمائیں۔ آمین۔ باقی توسل کا یہ مطلب بھی نہیں کہ انبیاء کرام اور اولیاء کرام سے اپنی حاجتیں مانگی جائیں، اور ان سے استغاثہ اور فریاد کی جائے، جیسا کہ بعض جاہل لوگوں کا طریقہ ہے کیونکہ یہ واقعی شرک ہے اس سے احتراز ضروری ہے۔

خلاصہ...... یہ ہے کہ اس مسئلہ کو اس کی حیثیت پر رکھتے ہوئے افراط وتفریط (کمی زیادتی) سے اجتناب کیا جائے۔ کہ نہ اتنی نرمی کہ مردوں سے استغاثہ اور فریاد کی جائے کہ اے فلاں تم میری مدد کرو، اور میری حاجت پوری کرو، اور نہ اس قدر سختی اور تشدد کہ اس جائز صورت کو شرک کہہ کر جائز سمجھنے والوں کو مشرک کہا جائے، خواہ شرک کی نسبت حضورﷺ اور صحابہ کرامؓ اور جمہور اہل سنت تک پہنچ جائے۔ (العیاذ باللہ)

پس توسل کی جائز صورت یہ ہے کہ اپنی دعاء میں یوں کہے کہ

یا اللہ میں فلاں نبی یا فلاں بزرگ اور ولی کے ''وسیلہ'' اور ''طفیل'' سے آپ سے دعاء کی قبولیت اور حاجت براری چاہتا ہوں یا اس جیسے اور کلمات کہے یہ صورت بالاتفاق جائز ہے اس میں شرک کی کوئی وجہ نہیں۔

نوٹ

جواہر القرآن کی عبارت میں علامہ آلوسیؒ کی عبارت نقل کی گئی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ اگر وفات کے بعد توسل جائز ہوتا تو حضرت عباسؓ سے دعا نہ کرواتے۔

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ منکرین توسل کو تو صاحب روح المعانی کا قول پیش کرنے کا حق ہی حاصل نہیں اس لئے کہ انہوں نے مسئلہ حیات انبیاء تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، اور منکرین توسل اس مسئلے کو تسلیم نہیں کرتے، اور علامہ آلوسیؒ کی اس عبارت کا ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ احادیث صحیحہ اور جمہور اہل سنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے اس مسئلہ کی حد تک معتبر نہ ہوگی۔

قائد اہل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ سے توسّل کا ثبوت

آپ بھی کثرت سے توسّل کیا کرتے تھے آپ کے اکثر مضامین اور خطوط کے آخر میں آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ کے الفاظ سے اس کا ثبوت واضح ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ کے حالات پر مشتمل ماہنامہ حق چار یار کی اشاعت خاص میں جو آپ کے خطوط شائع ہوئے ہیں ان کے آخر میں یہ لفظ کثرت سے ملتا ہے، چنانچہ ملاحظہ ہوں صفحات ۳۶۹، ۳۷۱، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۸۰، ۳۷۶، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۵۶۵، ۷۸۷، ۷۸۷، ۷۸۸، ۸۰۵۔

تمت بحمد اللہ

ادارہ کی دیگر کتب







